ایں شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

ناولٹ

مکمل ناول

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی، پرنٹر: جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، مقام اشاعت: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: ایشا نور ..... آرائش: روز بیوٹی پارلر ..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبر: 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ویب سائٹ: ازطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

"حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت اس شخص پر رحم نہیں کرتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔" (متفق علیہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مارچ ۲۰۱۵ء کا پہلا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ رب کریم نے ہمیں آپ کی دل بستگی وفرحت کے لیے آنچل کو سجانے سنوارنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمدللہ آپ کا آنچل مارچ ۲۰۱۵ کے شمارے کے ساتھ ہی اپنے اڑتیس (۳۸) سال میں داخل ہو رہا ہے۔ آنچل کی اشاعت کے (۳۷) سال مکمل ہوگئے۔ اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ ان ۳۷ برسوں میں ملک میں کیسے کیسے انقلابات رونما ہوئے کیسے کیسے حادثات سے سامنا ہوا۔ ان زمینی آفات کے باوجود الحمدللہ آنچل کی اشاعت میں کوئی ناغہ کوئی وقفہ اللہ نے آنے نہیں دیا۔ مارچ کے اس شمارے کے ساتھ آنچل کے ۴۴۲ شمارے آپ کے ذوق کی زینت بن چکے ہیں آئندہ ماہ اپریل ۲۰۱۵ء کا شمارہ ان شاءاللہ سالگرہ نمبر ہوگا۔

آنچل کی تمام قاری بہنوں کو میں دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں اور دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور آپ کی دل بستگی کا یوں ہی بندوبست کرتے رہیں۔ ہوسکتا ہے کہ سالگرہ نمبر میں آپ نئے ماہنامے کی خوشخبری پڑھ سکیں۔ آپ کے مشوروں اور آراء کا انتظار رہے گا۔

اس ماہ کے ستارے

☆ محبت ایسا نغمہ ہے — نسل نو کی جدت پسندی کا احوال اقرا صغیر کے خوب صورت ناول میں۔
☆ تمنائے دل — ہجر و فراق میں جلنے والوں کا فسانہ نادیہ فاطمہ رضوی کا مکمل ناول کے سنگ حاضر ہے۔
☆ خدا، عشق، عبادت — لفظ لفظ موتی بکھیرتی بینا عالیہ کی ایک خوب صورت تحریر۔
☆ آپ اپنے دام میں — "لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا" کی عملی تفسیر سلمیٰ غزل کا خوب صورت ناولٹ۔
☆ محبت دل کا سجدہ ہے — بہن سباس گل کا خوب صورت پیرائے میں لکھا سبق آموز ناولٹ۔
☆ اپنا گھر — اپنے آشیانے کی خواہش لیے تمثیلہ زاہد کا سبق آموز افسانہ۔
☆ چمن خسرو کا — محبت کا جادو جب سر چڑھ کر بولتا ہے تو محبوب اور محب دیوانگی کی حدوں کو چھونے لگتے ہیں۔ زینب اصغر مغل کی رومان سے بھرپور تحریر۔
☆ شب گزیدہ سحر — قدموں تلے جنت رکھنے والی ایک ماں کا فسانہ درد۔ صبا جاوید کی تحریر جو آپ کی پلکوں کو نم کردے گی۔
☆ ہیں کواکب کچھ — پرائیویٹ اسکولوں کے کھلے تضاد و معیار پر لکھی تحریر جو مستقبل کے معماروں کے لیے بہترین راہ کا تعین کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔
☆ نقرئی پیالہ — کچھ خواب اور خواب دیکھنے والے جب مٹی میں مل جائیں تو نقرئی پیالہ قبر کی زینت بن جاتا ہے کیسے اور کیونکر ملاحظہ کیجیے۔
☆ موتیے کا پھول — پھول ہمیشہ ڈالی پر اچھے لگتے ہیں جب مسل دیے جاتے ہیں تو کسی کی زینت نہیں رہتے۔
☆ حرف زندگی — خودشناسی کا مرحلہ طے ہوجائے تو مقصد زندگی بخوبی واضح ہو جاتا ہے ورنہ احساس زیاں شدید رہتا ہے۔
☆ ہمدرد وبال جان — مارننگ شوز کے کریز میں مبتلا ایسی عورت کی کہانی جو خود بھی ایک فریب کا شکار ہوگئی۔
☆ کئی گرہیں — رشتوں کی نازک ڈور جب الجھتی ہے تو بہت سی گرہیں آ جاتی ہیں ایسی ہی گرہیں کھولتی ثروت نازی کی بارش ہے مکمل ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو

قیصر آرا

حمد

حو یہ یاد رکھنا تمہیں جو بھی کچھ کہیں سے ملا
مغیث و مقسط و منان سے معیں سے ملا
سرورِ حمد خدا خوشبوؤں کے ساتھ ہمیں
گلاب و لالہ و نسرین و یاسمیں سے ملا
بھرا جو روح کا دامن خدا نے رحمت سے
تو موتی چشم نجات کا آستیں سے ملا
اٹھی نظر جونہی میزاب کی طرف میری
سحاب لطف خدا چشم سرمگیں سے ملا
نبی ﷺ کی معرفت خلاق کائنات نے دی
خدا کی ذات کا عرفان شاہ دیں ﷺ سے ملا
میں حمد و نعت کو کہتا ہوں لازم و ملزوم
یہ نکتہ نکتہ رس و نکتہ آفریں سے ملا

راجا رشید محمود

نعت

سیرت ہو یا کردار محمد ﷺ پہ ختم ہیں
معراج کے انوار محمد ﷺ پہ ختم ہیں
دنیا میں آئے سب ہی نبی معتبر مگر
نبیوں کے سب اسرار محمد ﷺ پہ ختم ہیں
مانا کہ ہوں گے لوگ حسیں اور حسیں تر
دنیا کے جمالات محمد ﷺ پہ ختم ہیں
قرآن بھی دیتا ہے گواہی اگر سنو
اخلاق کے معیار محمد ﷺ پہ ختم ہیں
فقراء ہوں یا امراء ہوں یہ سائل ہوں امتی
رحمت کے سب اطوار محمد ﷺ پہ ختم ہیں

فاخرہ گل

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

بینا عالیہ...... لاہور

پیاری بہن! شاد و آباد رہو آپ کی والدہ کی رحلت کی خبر جان کر دل بے حد رنجیدہ ہوا۔ بے شک ماں جیسی عظیم ہستی، بے حد مشفق اور پیار کرنے والی ماں کا کوئی نعم البدل نہیں۔ اس مشکل گھڑی میں اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو اور دیگر اہل خانہ کو صبر و استقامت اور آپ کی والدہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کے ملتمس ہیں۔

سباس گل...... رحیم یار خان

ڈیئر سباس! سدا سکھی رہو، سب سے پہلے تو ناولٹ کی اشاعت پر مبارک باد قبول کیجیے ان شاء اللہ کوشش کریں گے کہ آپ کی موصول ہونے والی نئی تحریر سالگرہ نمبر میں جگہ بنالے فی الحال کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ماریہ کنول ماہی...... چک وڑکاں

بہن ماریہ! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "تو نے موتی مالا سے اور بکھرے پھول چمن سے" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں تاکہ آپ بہتر لکھ سکیں۔

عاصمہ رحمان...... بھاون والا

ڈیئر عاصمہ! جگ جگ جیو، سب سے پہلے تو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ آپ اگر لکھنا چاہتی ہیں تو صفحہ قرطاس پر اپنے خیالات و جذبات کا اظہار مختصر پیرائے میں افسانے کی صورت میں قلم بند کر کے ارسال کردیں۔ کہانی ایک لائن چھوڑ کر کاغذ کی ایک سائیڈ یعنی بیک پر مت لکھیں، دیگر نگارشات پر اس سلسلے کا نام بمعہ اپنا نام لکھ کر ارسال کردیں۔ اگر آپ کی تحریر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشہ الیاس...... منڈی بہاؤالدین

پیاری بہن عائشہ! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "زندگی مشق" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موضوع قدرے بہتر ہے لیکن ابھی آپ کو محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور کوشش جاری رکھیں۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

ڈیئر کوثر! شاد و آباد رہو، سب سے پہلے تو خالہ جانی کو بھانجے کی آمد بے حد مبارک ہو۔ اب آغاز کرتے ہیں شکوہ جواب شکوہ کا۔ ہمیں آپ کے انتظار کی کلفت کا بخوبی اندازہ ہے اسی لیے مارچ کے شمارے میں پہلے سے آپ کی تحریر شامل کرنے کا ارادہ کر چکے تھے اور آپ کا شکوے سے بھرپور خط بعد میں موصول ہوا شاید دل کو دل سے راہ ایسے ہی ہوتی ہے۔ "سلسلہ محبت" کچھ خاص متاثر کرنے میں ناکام ٹھہری، کسی منفرد موضوع پر طبع آزمائی کریں۔ آپ کی خواہش کے مطابق سباس گل بھی آپ کے ہم قدم ہیں۔ امی، پاپا اور بھائی کو عمرے کی مبارک باد ہماری جانب سے بھی دیجیے گا۔

مریم ممتاز...... ای میل

پیاری گڑیا مریم! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "اعتبار نہ کرنا" اور "قصور کیا تھا" موصول ہوئی، پڑھ

کر اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر پہلے بھی بہت لکھا جاچکا ہے اور ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور اپنے مطالعہ میں نام ور رائٹرز کو شامل کریں۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

ڈیئر شازیہ! جیتی رہو سب سے پہلے تو ہماری جانب سے نکاح کے بندھن پر بندھنے میں ڈھیروں مبارک باد۔ گڑیا ہمارے پاس کثیر تعداد میں ڈاک موجود ہوتی ہے ہر کسی کی سوچ کا انداز اور خواہش کا معیار الگ ہوتا ہے۔ ایسے میں سب کو خوش رکھنے کی کوشش ہوتی ہے لیکن پھر بھی قارئین کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑ ہی جاتا ہے بہر حال ہم نے آپ کی تحریر کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ اپریل میں ''اپریل فول'' سے متعلقہ کہانی شاید ہی لگ سکے آپ سال گرہ نمبر کے لیے اپنی مخصوص تحریر جلد ارسال کردیں تاکہ پڑھ کر آپ کو آگاہ کیا جاسکے۔

قرۃ العین سکندر...... لاہور

ڈیئر قرۃ العین! جگ جگ جیو آپ کی تحریر ''جلتی دھوپ میں چھاؤں جیسا'' موضوع قدرے بہتر ہے لیکن ابھی آپ کو مزید مطالعہ کے ساتھ وسیع مشاہدے کی بھی ضرورت ہے جس سے آپ کے انداز تحریر میں بہتری آسکتی ہے۔ امید ہے کہ آپ دل برداشتہ ہونے کی بجائے محنت کریں گی۔

عرشیہ ھاشمی...... کوٹلی' آزاد کشمیر

ڈیئر عرشیہ! جیتی رہو وادی کشمیر کے حسیں مرغزار سے ارسال کردہ آپ کا خط موصول ہوا۔ آئینہ میں تبصرہ شائع ہوتا ہے وہ آپ الگ سے تمام کہانیوں کے متعلق ارسال کرو دیجیے گا۔ آپ کی پسند اور آنچل کو سراہنے کا بے حد شکریہ آپ کی شاعری اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

مریم شاہ...... ڈیرہ اسماعیل خان

پیاری گڑیا مریم! جگ جگ جیو آپ کی تحریر ''لوح وقلم تیرے ہیں'' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے ناول بنانے کے چکر میں تحریر کو بے جا طوالت کے ساتھ الجھا دیا ہے۔ ابھی آپ محنت و مطالعہ کے ساتھ مختصر تحریر پر طبع آزمائی کریں۔

فصیحہ آصف خان...... ملتان

ڈیئر فصیحہ! سدا سہاگن رہو ہمیں ہر ماہ ہی بے تحاشہ ڈاک موصول ہوتی ہے اور اسی طرح بہت سی کہانیاں ابھی آنچل کے صفحات پر آنے کی منتظر ہیں۔ کوشش ہے کہ آپ کی تحریر جلد ہی آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالے گی۔

محسنہ عنبر...... بھکر

پیاری بہن محسنہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریر ''رات کے راگ'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن آپ کی تحریر الجھن کا شکار ہے اس لیے کسی اور موضوع کو اپنے قلم کی قید سے آزاد کریں لیکن ساتھ مطالعہ بھی کرتی رہیں۔

پری وش گوندل...... منڈی بہاؤ الدین

پیاری بہن پری وش! ہمیشہ خوش رہو آپ نے طویل عرصے کے بعد مختصر سا خط لکھا آپ اپنی تحریر جلد ارسال کردیں۔ آپ کی شاعری معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

نبیلہ نازش...... اوکاڑہ

ڈیئر نبیلہ! شاد وآباد رہو آپ کی تحریر ''ایمان ہے بندگی'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے عمیرہ احمد کے انداز تحریر سے متاثر ہوکر اپنی تحریر لکھی ہے بہت سی باتیں ان کے ناول سے مماثلت رکھتی ہیں'

آپ تمام نامور رائٹرز کو پڑھیں لیکن لکھنے کے لیے اپنا انداز اپنائیں۔

حیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

بہن حیا! سدا خوش رہو آپ کا خط موصول ہوا پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کو آنچل سے کس قدر وابستگی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس ساتھ کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آپ کے گھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت تشریف لائی' جان کر خوشی ہوئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے صحت کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائے اور نصیب بلند فرمائے آمین۔

دیا احمد...... چکوال

پیاری دیا! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "زندگی کی نہ ٹوٹے لڑی" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے ناول لکھنے کے چکر میں کہانی کو بے جا طوالت کا شکار کردیا ہے اور موضوع بھی اتنا خاص نہیں ہے اس لیے کسی اور موضوع اور مختصر تحریر پر طبع آزمائی کریں۔ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اس لیے مطالعہ کے ساتھ محنت جاری رکھیں۔

منشا یوسف...... 157 این بی

ڈیئر منشا! جگ جگ جیو آپ کے خط کا جواب حاضر ہے' بعض اوقات تاخیر سے موصول ہونے پر نگارشات شائع ہونے سے محروم ہوجاتی ہیں لیکن اب آپ کی تجویز پر انہیں ہم آئندہ ماہ لگادیں گے اس لیے گڑیا آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشہ اختر...... سرگودھا

سویٹ عائشہ! ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو آپ کی تحریر "دگر" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے مزید مطالعہ کے ساتھ محنت کرتی رہیں۔ امید رکھیں آپ کی تحریر جلد ہی آنچل کے صفحات پر جگمگائے گی آپ کے منفرد انداز و موضوع کی بدولت ہمیں یقین ہے کہ آپ مزید اچھا لکھ سکتی ہیں۔ اس ناکامی کو کامیابی کا زینہ بنائیے اور کوشش جاری رکھیں۔

حیا بنگش...... کوہاٹ

ڈیئر حیا! شاد و آباد رہو پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔ آپ لکھتی ہیں یہ جان کر اچھا لگا لیکن ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمیں آپ کا افسانہ موصول نہیں ہوا صرف آپ کا خط ہم تک پہنچا ہے جبکہ آپ کی کہانی اس میں موجود نہیں ہے۔

میمونہ نصر اللہ...... ڈیرہ غازی خان

پیاری بہن میمونہ! سدا خوش رہو' آپ کی تحریر "شاید کے تیرے دل میں" موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو اور بھی محنت کی ضرورت ہے آپ کا موضوع بہتر اور انداز تحریر کمزور ہے اس لیے آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور محنت جاری رکھیں۔

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

شزا! سدا خوش رہو آپ کا خط موصول ہوا پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ منہ پھٹ ہونے کے ساتھ کنجوس بھی ہیں ورنہ تحفہ تو تحفہ ہی ہوتا ہے اس کو دیتے وقت سامنے والے کو نہیں دیکھتے خیر یہ تو مذاق کا رنگ ہے ہمیں آپ کی دعائیں چاہئے۔ ایم ایس سی فرسٹ ڈویژن سے پاس کرنے پر آنچل کی طرف سے بہت بہت مبارک ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو ہر میدان میں ہمیشہ کامیاب وکامران رکھے آمین۔

عظمیٰ شاہین...... نوشہرہ ورکاں

پیاری بہن عظمیٰ! شاد و آباد رہو آپ کا انداز تحریر کمزور ہے اب بیچ یا شروع کی تو بات ہی نہیں ہے۔ آپ موضوع پر ٹھیک سے گرفت نہیں کر پا رہیں اس لیے اپنا مطالعہ و مشاہدہ دونوں وسیع کریں تاکہ آپ

بہتر لکھ سکیں۔

شبنم کنول...... حافظ آباد

پیاری گڑیا! سدا خوش رہو آپ کا خط موصول ہوا آنچل کے تمام سلسلوں میں شرکت کے لیے آپ الگ الگ صفحے پر سلسلہ کا اور اپنا نام اور شہر کا نام لکھ کر ایک ہی لفافہ میں ارسال کرسکتی ہیں۔ تحریر لکھنے کے لیے آپ کا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع ہونا بہت ضروری ہے اس کے بغیر آپ اپنی تحریر و قلم کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتی اور تحریر لکھنے سے قبل اس سلسلے کے آخر میں لگا بکس ضرور پڑھ لیجیے گا۔

سونیا قریشی...... ملتان

ڈیئر سونیا! جگ جگ جیو' اگر آپ ہمارے جوابات سے متاثر ہوتی ہیں تو یہ آپ کا حسن نظر ہے بے شک اچھے اخلاق اور نرم روی کی بدولت ہر کسی کو اپنا دوست بناسکتی ہیں' اسی لیے ہمارے مذہب نے بھی اخلاق حسنہ کی ترغیب دی ہے۔ آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ۔

عروج مغل...... اللہ ٹائون

ڈیئر عروج! جیتی رہو آپ کے اس راز کو جان کر اندازہ ہوا کہ آپ نہایت شوخ مزاج اور حاضر دماغ ہیں بہرحال ہم کیا کہہ سکتے ہیں سوائے اس کے مطالعہ اچھی عادت ہے اور اس میں شامل آپ کی شرارت ہے یونہی زندگی میں ہنستی مسکراتی اور دوسروں کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھیرتی رہو آمین۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری

ڈیئر عظمیٰ! جگ جگ جیو آپ کا خط موصول ہوا آنچل سے آپ کی وابستگی جان کر خوشی ہوئی آپ کی تجویز نوٹ کرلی ہے ان شاء اللہ جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

روبی علی...... سید والا

پیاری روبی! ہنستی مسکراتی رہو' بی ایڈ کرنے پر بہت مبارک ہو آپ کی بھیجی گئی معلومات جلد ہی یادگار لمحوں میں اپنی جگہ بنالے گی۔

ایم ایس...... چنیوٹ

پیاری بہن! جیتی رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ گڑیا اس سے پہلے ہمیں آپ کا کوئی خط موصول ہی نہیں ہوا' تو جواب کیسے اور کیونکر ارسال کرتے غالباً آپ کی ڈاک محکمہ ڈاک کی نااہلی کا شکار ہوجاتی ہے۔ اب آپ کا خط حاضر ہے تو ہماری جانب سے جواب بھی حاضر ہے امید ہے خفگی دور ہوجائے گی اگرچہ قصوروار ہم نہ تھے۔

ایمل سیمل...... کھڈیاں قصور

پیاری بہن ایمل! سدا خوش رہو آپ کی تحریر پچھلے ماہ نا قابل اشاعت میں شامل تھی' شاید آپ کی نظر سے نہیں گزری۔ ابھی آپ کو بہت محنت و وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔

کوثر خالد...... خانیوال

ڈیئر کوثر! سدا مسکراتی رہو آپ کا تفصیلی خط موصول ہوا پڑھ کر آپ کے دکھ و صبر دونوں کا اندازہ ہوا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے اپنے حبیب دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کے دل میں اجاگر کرکے آپ کو خوش مزاج بنادیا ورنہ جن حالات سے آپ دوچار ہیں ان میں زندگی اپنے لیے مشکل ہی لگتی ہے لیکن آپ نا صرف دوسروں کے لیے سوچتی ہیں بلکہ ان کے کام بھی آنا چاہتی ہیں اور یہ ہی ہر انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ آپ اپنی نگارشات ہمیں ارسال کرتی رہیں' ہم گاہے بگاہے شریک کرتے رہیں گے۔ جس ادبی صنف پر آپ نے قلم اٹھایا ہے بے شک وہ دنیا و آخرت دونوں میں آپ کے لیے توشہ آخرت بن جائے گا' ہمیں بھی اپنی

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

علیشہ احمد...... بہاولنگر

ڈیئر علیشہ! سدا مسکراؤ' آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید' تبصرہ اگر آپ 8 تاریخ تک مل جائے تو ضرور شامل کرلیں گے۔ کہانی آپ کی موصول ہوگئی ہے ان شاء اللہ آنچل کے صفحات پر ہی آپ کو اس کے متعلق اپنی رائے سے مطلع کریں گے۔

نورین مسکان سرور...... ڈسکہ

ڈیئر مسکان! سدا مسکراؤ' آپ سے نصف ملاقات اچھی لگی اور بے ساختہ انداز بیاں دل فریب مسکراہٹ عطا کرگیا۔ آپ کی نگارشات سال گرہ نمبر کے لیے محفوظ کرلی ہیں اب دل تھام کر انتظار کریں اور ہاں آپ کا اسم گرامی اب بالکل ٹھیک لکھا ہے چیک کرلیجیے گا۔

شیریں گل...... ٹمن

ڈیئر گل! گلوں کی طرح مہکتی رہو اور اپنے لہجے کی شیرینی سے سب میں مٹھاس بانٹتی رہو۔ گڑیا ہمارے پاس کافی کثیر تعداد میں تعارف موجود ہیں کوشش کریں گے کہ آپ کا تعارف جلد شامل کرلیں' جہاں تک دیگر نگارشات کی بات ہے تو آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل نہ ہوسکی۔ بہرحال ہم نے آپ کو شرکت کا موقع فراہم کرتے جواب عنایت فرمادیا ہے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سامعہ ملک پرویز...... خانپور' ہزارہ

ڈیئر سامعہ! خوش رہو آنچل کے متعلق آپ کے والہانہ جذبات و داد تحسین کے یہ کلمات ہمارے لیے باعث فخر ہیں۔ ہماری بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ ہر بار آپ کا آنچل آپ کے لیے مشعل راہ بن جائے۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:

پچھتاوا' اعتبار نہ کرنا' قصور کیا تھا' زندگی روٹھ گئی' محبت ہمسفر میری' دل دستک' اپنے بھی پرائے نکلے' رات کے راگ' ایمان ہے زندگی' یہ کیسی محبت تھی' گمنام تیری ہم نوا' اصول ہو تم' زندگی کی نہ ٹوٹے لڑی' پیمان و محبت' اعتماد' بلا عنوان' گھر' نصیب کا لکھا' ملائیکہ اور تاجو کی کہانی' خوب صورت اتفاق' ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے' جنوری تیری اداسیاں' جھکی ہوئی پلکیں' ہیرا' سلجھی ہوئی آنکھوں میں الجھی محبت' صنف نازک کی فریاد' تربیت اولاد اور آج کل کی مائیں' محبت مدفن میری' تجھ بن سونا آنگن' اے راہ حق کے شہیدوں' صبر کی جیت' مین تارے' اڑان' چلتی دھوپ میں چھاؤں جیسا' سلسلہ محبت' سچی لگن' ٹوٹے موتی مالا سے' زندگی مشق۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتہ پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

سقر۔ دوزخ کے ایک طبقے کا نام۔ سقر کے معنی جھلس دینا ہے دوزخ کے اس طبقے کو سقر اس لئے کہا گیا ہے اس کی آگ جسم و روح کو تحلیل کر ڈالتی ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس، جواہر القاموس میں لکھتے ہیں کہ آتش کا لفظ سقر رکھ دیا گیا ہے اس لفظ کے اشتقاق کا پتہ نہیں ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ یہ عجمی ہے (الاتقان)

قرآن کریم میں چار مقامات پر ذکر ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ بلکہ ان سے نمٹنے کے لئے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور وہ بڑی سخت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔ بے شک یہ مجرم در حقیقت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اس روز ان سے کہا جائے گا اب چکھو جہنم کی لپٹ کا مزا۔ (القمر۔ ۴۶ تا ۴۸)

پہلی آیت کریمہ میں اللہ ذوالجلال ایسے تمام لوگوں کو تاکید و خبر دے رہا ہے جو آخرت پر اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان نہیں لاتے اور دنیا میں اپنی من مانی کرتے ہیں اور احکام الٰہی قوانین الٰہی کی نہ پروا کرتے ہیں نہ فکر کرتے ہیں اور آخرت اور عذاب الٰہی کے بارے میں جو منہ میں آتا ہے کہتے رہتے ہیں قیامت پر یقین ہی نہیں کرتے۔ ایسے ہی لوگوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ نے جو عذاب کا وعدہ کیا ہے، اس کا وقت قیامت ہے۔ دنیا میں جتنے بھی سخت سے سخت بڑے سے بڑا عذاب جو انہوں نے کبھی دیکھا ہوگا وہ قیامت کے عذاب کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جبکہ قیامت کا عذاب بڑا ہی سخت اور شدید ہوگا جس کا یہ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

دوسری آیت میں کہا جا رہا ہے کہ یہ حقیقت میں غلط فہمی میں مبتلا ہیں ان کی عقل ماری گئی ہے (یہ گمراہی اور آگ میں ہیں) جب روز محشر ان کا حساب ہو چکے گا اور انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو وہاں ان کے ساتھ جو سلوک ہوگا یہاں اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ اس کی منظر کشی فرما رہا ہے کہ جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اس روز ان سے کہا جائے گا اب چکھو جہنم کی اس آنک (لپٹ) کا مزا۔ جہنم جو سراسر سزا ہی سزا ہے وہاں جسم و جان کے ساتھ روح کو بھی سزا ملتی ہے انہیں نہایت حقارت سے منہ کے بل آگ میں گرا دیا جائے گا اس لئے کہ دنیا میں وہ غرور و تکبر کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس لئے انہیں جسمانی، روحانی اور نفسیاتی عذابوں سے گزارا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے تمام فرمانبردار نافرمانوں کو تنبیہ فرما رہا ہے بتا رہا ہے جتا رہا ہے کہ اب بھی موقع ہے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات کو اپنا لو اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی راہ اپنا لو ورنہ تمہارا انجام تمہیں بتایا جا رہا ہے سمجھدار لوگوں کے لئے اللہ کی تنبیہ بہت ہے۔

ترجمہ:۔ میں عنقریب اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ اور تجھے کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے؟ نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے۔ کھال کو جھلسا دیتی ہے۔ (المدثر۔ ۲۶ تا ۲۹)

ان آیات میں بھی اللہ ذو الجلال نے دوزخ نصیب ہونے والوں کی منظر کشی کی ہے جو لوگ دنیا میں دین کو پس پشت ڈال کر من مانی زندگی گزاریں گے ان کا کیا حشر ہونے والا ہے اس سے آگاہی دی جارہی ہے۔ جہنم کی آگ ایسی شدید ایسی تیز ہوگی جو سب چھ نگل جائے گی آیات میں دوزخ کی شدید اور خوفناک خصوصیات بتائی گئی ہیں۔ آخرت کے بعد کی زندگی دائمی زندگی ہوگی چاہے جنت میں رہے یا دوزخ میں جہنم کی آگ جلا کر خاک کر دے گی لیکن پھر بھی پیچھا نہیں چھوٹے گا بار بار زندہ کیا جائے گا بار بار جلایا جائے گا اس بات کو سورۂ الاعلیٰ کی آیت ۱۳ میں بھی بیان کیا گیا ہے "وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا" (الاعلیٰ۔۱۳)

(۶) **جحیم**۔ دوزخ کے ایک طبقے کا نام جس کے معنی بھڑکتی ہوئی آگ جحرم کے معنی آگ کے سخت بھڑکنے مشتعل ہونے کے ہیں۔ ابن جریج کے مطابق یہ دوزخ کے سات طبقوں میں سے ایک طبقہ ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً چھبیس مقامات پر ذکر آیا ہے۔ جہنم کا یہ طبقہ مشرکوں اور بت پرستوں کے لئے ہوگا۔

ترجمہ:۔ اور پرہیز گاروں کے لئے جنت بالکل نزدیک کردی جائے گی اور گمراہوں کے لئے جہنم ظاہر کردی جائے گی۔ (الشعرآء۔۹۰۔۹۱)

روز آخرت جب میدان حشر میں حساب ہوگا میزان نصب ہو چکی ہوگی تب اللہ ذوالجلال کے حکم سے اہل جنت کو جنت کا اور اہلِ جہنم کو جہنم کا نظارہ کرادیا جائے گا۔ جس سے کافروں منکرین کے غم میں اور اہلِ ایمان کی خوشی وسرور میں اضافہ ہوجائے گا اور وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی دیکھ لیں گے کہ جنت کی نعمتیں کیسی ہیں جہاں وہ اللہ کے فضل سے جانے والے ہیں۔ دوسری طرف گمراہ لوگ میدانِ حشر میں ہی جہنم کو دیکھ دیکھ کر لرز رہے ہوں گے ویسے ہی میدان حشر میں جو ان کا حشر ہو رہا ہوگا وہ بھی کسی سزا سے کم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۔ یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (حکم ہوگا) گھیر لاؤ سب ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر بندگی کیا کرتے تھے۔ پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ (الصافات ۲۱ تا ۲۳)

آیاتِ کریمہ میں ربّ ذوالجلال نے میدان حشر کی وہ منظر کشی فرمائی ہے جب مشرکین وکفار بدکاروں کو میدانِ حشر میں جمع کردیا جائے گا اور ان کے اعمال نامہ کھول دیئے جائیں گے اور میدانِ حشر کی سختی سے وہ گھبرائے ہوئے خوف زدہ تو پہلے ہی سے ہوں گے خود اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوں گے اس وقت انہیں ہلاکت صاف نظر آرہی ہوگی اس وقت انہیں یہ شدید احساس ہو رہا ہوگا وہ اپنی کوتاہیوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ندامت کا بھی اظہار کررہے ہوں گے۔ لیکن اس وقت ہر قسم کے اعتراف کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ حساب کتاب شروع ہو چکا ہوگا۔ ندامت شرمندگی اور توبہ کا وقت گزر چکا ہوگا اب تو صرف دنیا میں کئے گئے تمام اعمال کی جزا (سزا) کا ہی دن ہوگا ان کے اظہار ندامت اور اعتراف جرم کو سن کر اہل ایمان اور میدان حشر میں موجود فرشتے ان کے جواب میں کہیں گے کہ یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم دنیا میں مانتے نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم صادر ہوگا کہ ان کے ساتھ ساتھ ان کے تمام شریک ساتھیوں کو جو ان کے کفر میں ان کا ساتھ دے رہے تھے جن میں ان کی بیویاں بیٹیاں شیاطین اور ہر وہ ہستی جو ان کے کفر و شرک میں کسی بھی طرح ان کی مددگار اور معاون رہی ہوگی گھیر لاؤ تا کہ ایک ایک قسم کی مجرمین الگ الگ جمع کردیئے جائیں۔

اس حکم الٰہی میں ان معبودانِ باطل کو چاہے وہ مورتیاں ہوں یا اللہ کے نیک بندے سب کو ان کی تذلیل کے لئے جمع کیا جائے گا تاکہ وہ دیکھ لیں کہ جن پر وہ دنیا میں بھروسہ کرتے تھے تکیہ کرتے تھے وہ تو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر کسی بھی طرح قادر نہیں ہیں ان میں سے پہلی قسم کے معبود اپنے پرستاروں کے ساتھ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہ انہیں دیکھ کر شرمندگی محسوس کریں گے اور اپنی حماقتوں پر ماتم کریں گے۔ ان جہنم کی طرف دھکیلے جانے والوں میں وہ نیک و کار لوگ فرشتے انبیاء اور اولیا کرام شامل نہیں ہوں گے جنہیں یہ مشرکین اپنے طور پر پوجتے پرستش کیا کرتے تھے۔

(۷) **ھاویہ**۔ دوزخ کا ایک طبقہ جو سب سے نیچے ہے یہ فرعونوں اور منافقین کا ٹھکانہ ہے۔ جس کے معنی گہرا آتشی گڑھا بہت ہی گہرا کنواں۔ گرنے والی گہرائی اس میں دوزخی سر کے بل گریں گے۔

ترجمہ: اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ (القارعۃ۔ ۸۔۹)

آیت کریمہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ جس کے اعمالِ حسنہ وزن میں ہلکے یعنی کم ہوں گے اس کی جگہ دوزخ کا طبقہ ہاویہ ہوگا جو انتہائی گہرے کنویں کی طرح ہوگا۔

آیتِ مبارکہ میں لفظ موازین استعمال ہوا ہے جو موزون کی جمع بھی ہو سکتا ہے اور میزان کی جمع بھی۔ اگر اسے موزون کی جمع قرار دیا جائے تو موازین سے مراد وہ اعمال ہوں گے جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی وزن ہو۔ جو اس کے ہاں کسی قدر کے مستحق ہوں اور اگر میزان کی جمع قرار دیا جائے تو "موازین" سے مراد ترازو کی پلڑے ہوں گے۔ پہلی صورت میں موازین کے بھاری ہونے کا مطلب نیک اعمال کا برے اعمال کی مقابلے بھاری یا بڑا ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں صرف نیکیاں ہی وزنی اور قابل قدر ہیں۔ دوسری صورت میں "موازین" کے بھاری ہونے کا مطلب اللہ جل شانہ کی میزان عدل میں نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے کی نسبت زیادہ بھاری ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فیصلہ اعمال کی پونجی کی بنیاد پر ہوگا جو اعمال زیادہ ہوں گے نیک یا بد فیصلہ اسی مناسبت سے ہوگا۔ یہ مضمون قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے۔ سورۃ الاعراف میں بیان ہوا ہے۔ "اور وزن اس روز حق ہوگا پھر جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے۔ (الاعراف۔ ۸۔۹) اسی بات کو سورۃ کہف ۱۰۴۔۱۰۵ میں سورۃ الانبیاء۔ ۴۷ میں کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق سے انکار اور کفر خود اتنی بڑی برائی ہے کہ وہ برائیوں کے پلڑے کو جھکا دے گی اور کافروں کی کوئی نیکی ایسی نہیں ہوگی جو ان کی بھلائیوں کے پلڑے کو بھاری کر سکے اور نیکیوں کے پلڑے کو جھکا سکے۔ جبکہ مومن اہل ایمان کے پلڑے میں ان کے ایمان کا وزن بھی ہوگا اور نیکیوں کا وزن بھی ہوگا جو اس نے دنیا میں کی ہوں گی۔ اس کی جوابدہی یعنی حساب کے وقت اس کے بدی کے اعمال کو دوسری طرف بدی کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور پھر دیکھا جائے گا کہ کونسا پلڑا بھاری ہے وہی اس کا فیصلہ ہوگا۔

دوسری آیت کے الفاظ میں "اُم ہاویہ" یعنی اس کی ماں ہاویہ ہوگی ہاویہ ھوی سے ہے جس کے معنی اونچی جگہ سے گہرائی میں گرنے کے ہیں جہنم کے اس طبقے کو ہاویہ کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ بہت ہی گہرا گڑھا ہے جو آگ بلکہ بھڑکتی ہوئی آگ سے بھرا ہوا ہے جب اہل جہنم کو اس میں پھینکا جائے گا آیتِ مبارکہ میں ارشاد

الٰہی ہے کہ اس کی ماں جہنم ہوگی اس کا مطلب ہے کہ جس طرح ماں کی گود بچے کا ٹھکانا ہوتی ہے ایسے ہی آخرت میں جب اہل جہنم کو فیصلہ سنا دیا جائے گا تو ان کی سزا کے طور پر ان کا ٹھکانا جہنم کا وہ طبقہ ہاویہ ہوگا۔

دوزخ کی آگ کی شدت کا اندازہ انسان دنیا میں بھی کسی قدر کرسکتا ہے آئے دن دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں آتش فشاں آگ اگلتے رہتے ہیں آتش فشاں دوزخ کی آگ کے مقابلے میں ایک فی صد بھی نہیں ہوتے جبکہ یہ بھی اپنے اندر موجود معدنیات اور دیگر اجزا کو پگھلا کر پانی کی طرح بنا دیتے ہیں۔

یہ تو تھی مختصر تفصیل دوزخ اور اس کے طبقات کی کیونکہ ہر مجرم کو سزا اس کے جرم کے مطابق ہی ملے گی جس کے لئے اللہ ذوالجلال نے مختلف سزاؤں اور عذابوں کے لئے دوزخ کو سات مختلف درجات میں تخلیق فرمایا ہے کہ ہر مجرم اپنے جرم کے حساب سے ہی سزا پائے کسی کے ساتھ ذرا برابر زیادتی یا کمی نہیں کی جائے گی۔ ایسے ہی نیکو کار متقی اہل ایمان کے ساتھ معاملہ ہوگا انہیں بھی ان کے نیک اعمال و اقوال کی جو جزا ملے گی اس کا حساب بھی ہوگا اور انہیں بھی جنت کے مختلف درجات میں عیش و آرام کی زندگی نصیب ہوگی۔ اب یہ بھی سمجھ لیں کہ اہل جنت کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا جائے گا۔

جنت

جزا پانے والوں کا دائمی ٹھکانا

قرآنی آیات سے جنت کا جو تصور قائم ہوتا ہے وہ مثالی ہے۔ یعنی جنت نیکوکاروں کے اس دائمی گھر سے عبارت ہے جس سے انسان کی اعلیٰ تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہوں گی۔ جنت کی یک صفت خلد ہے۔ یعنی وہاں پہنچ کر لوگ ایسی مسرتوں سے بہرہ مند ہوں گے جنہیں کبھی زوال ہی نہیں ہوگا۔ جو دائمی ہوں گی۔ وہاں ہر طرح کے رنج و غم، ہر قسم کے دکھ و تکالیف سے انسان آزاد ہوگا اُن کا تصور تک نہیں ہوگا ہر قسم کی فکر سے پاک ہوگا جنت ایسی پاکیزہ جگہ ہوگی جہاں کینہ، بغض، حسد، رشک، اور دیگر لغویات کا ہرگز گزر نہیں ہوگا۔ نہ شیطان ہوگا نہ ہی شیطانی وسواس ہوں گے۔

جنت ایسے باغ ہیں جن کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک اور اچھے کام کرنے والے اہل ایمان بندوں کو خوش خبری سنائی ہے یہ باغات ایسے حسین اور خوبصورت ہیں کہ ان کی مثال نہ تو دنیا میں کہیں ملتی ہے اور نہ ہی انسانی ذہن ان کی خوبصورتی کے متعلق پوری طرح سوچ سکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں جس طرح آسمان کا جوڑ زمین، سورج کا چاند انسانوں میں دیگر تمام مخلوقات میں نر مادہ کا جوڑ بنایا ہے جیسے دوزخ جو بدکاروں کا بدترین ٹھکانا ہے ایسے ہی جنت نیکوکاروں متقی اہل ایمان کا عیش و آرام کا ٹھکانا ہے جہاں رحمت الٰہی کا فضل اور انعامات ہی انعامات ملتے رہیں گے۔ قرآن حکیم میں جنت کے مختلف طبقات کا ذکر ملتا ہے۔ جو اہل ایمان کو ان کی محنتوں اور ان کے تقویٰ اور اعمال صالحہ کے لحاظ سے نصیب ہوں گے۔

دنیا میں ہم جنت ہر اس باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین درختوں کے جھنڈ کی وجہ سے نظر نہیں آتی ہو بہشت کو دنیاوی باغات سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ انسان اس کی خوش نمائی اس کی ٹھنڈک و راحت کو کسی حد تک ہی سہی سمجھ سکے کیونکہ جنت اور اس کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھی ہیں جو کچھ جنت کے بارے میں اظہار قرآن کریم میں ہوا ہے اسے انسانی ذہن کی قوت فہم و ادراک کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی کیا گیا ہے تاکہ انسانی عقل جو

زیادہ سے زیادہ سوچ سکتی ہے سمجھ سکتی ہے وہ اسے سمجھ لے محسوس کرلے اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو آخرت کے اور یوم حساب کے بعد کیسی انعام یافتہ مسرور اور پرکیف زندگی جو حقیقی زندگی ہوگی جس کو کبھی فنا نہیں ہوگی بخشنے والا ہے کیونکہ جنت کی اصل اور حقیقی نعمتوں اور راحتوں کے بارے میں خود رب کریم ورحیم قرآن کریم میں ارشاد فرمارہا ہے۔ سورۃ السجدہ میں اس طرح آیا ہے۔

ترجمہ:۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔ (السجدہ۔۱۷)

ارشاد باری تعالیٰ ایک اعلان عام کے بطور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان متقی پرہیزگاروں کے لئے چھپا رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی' کسی کان نے نہیں سنی نہ کسی انسان کے وہم وگمان میں ان کا گزر ہوا۔ (صحیح بخاری' تفسیر السجدہ)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کی رحمت کا مستحق بننے کے لئے اعمال صالحہ کا اہتمام بہت ضروری ہے۔

جنت کی جمع جنات ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنات لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت کے سات طبقات ہیں۔

(۱) جنت الفردوس۔(۲) جنت عدن (۳) جنت النعیم (۴) دارالخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دارالسلام (۷) علیین۔

کچھ اہل تحقیق نے بہشت کے آٹھ درجات قائم کئے ہیں۔(۱) عدن (۲) جنت الماویٰ (۳) فردوس (۴) نعیم (۵) دارالقرار (۶) دارالخلد (۷) دارالسلام (۸) دارالجلال۔ محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سات درجات تو انسانوں کے قیام کے لئے ہوں گے جبکہ آٹھواں درجہ دیدار حق تعالیٰ سبحانہ کے لئے ہوگا۔ وہ کونسا درجہ ہوگا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مقام دیدار الٰہی علیین کا مقام ہے جبکہ بعض کے نزدیک صدق ہے۔

(جاری ہے)

طوبیٰ صدیقی

ملیحہ احمد

تمام قارئین وآنچل اسٹاف کوالسلام علیکم! تمام لوگ خوش وخرم مزے میں زندگی گزار رہے ہوں گے اس امید کے ساتھ اپنا تعارف آپ تمام کے گوش گزار کروں گی۔ جی جناب میں ہوں طوبیٰ صدیقی 1st نومبر 1994ء کو اس دنیا میں رونق افروز ہوئی۔ ماشاء اللہ 12 بہن بھائی میں 11 ویں نمبر پر ہوں میرے سات بھائی تھے اب چھ ہیں۔ کیونکہ میرے 2nd برادر اگست 2012ء میں ہمارا ساتھ ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے میں آئی کام پارٹ ٹو کی اسٹوڈنٹ ہوں میری زندگی کا سب سے خوب صورت دن 2 نومبر 2009ء ہے جب ایف ایم آر جے ریحان حیدر سے بات ہوئی کیونکہ ایف ایم سننا مجھے بے انتہا پسند ہے۔ رضوان زیدی کی بہت بڑی فین ہوں ان سے ملنے کی خواہش بھی ہے میں کھانے کے لیے زندہ ہوں (ایسا میرے بہن بھائی کہتے ہیں) ویسے آپس کی بات ہے غلط بھی نہیں کہتے کیونکہ بس ہر وقت میرا دل کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو چاہتا ہے جیسے چکن بریانی نہاری برگر نمکو سموسے رول نگٹس اور پلاؤں کی دیوانی ہوں۔ ماشاء اللہ صحت مند ہی ہوں بقول فیملی کے دن بہ دن کافی وزن بڑھ رہا ہے۔ دوست بہت بناتی ہوں اور دوستی بھی نبھاتی ہوں دل سے۔ زندگی انجوائے کرتی ہوں رنگوں میں بلیک اینڈ وائٹ کلر بہت پسند ہے۔ شاعری شوق سے پڑھتی ہوں موسم سردیوں کا اور مہینہ دسمبر کا پسند ہے۔ بارش کی دیوانی ہوں ابرار الحق عاطف اسلم اور صنم ماروی بہترین سنگرز ہیں۔ کرکٹ جنون کی حد تک پسند ہے محمد حفیظ کی تو بات ہی الگ ہے۔ فیورٹ رائٹر نمیرا شریف طور اور ان کی کہانی ”محبت دھنک اوڑھ کر“ بیسٹ ہے۔ ہیروز شاہ زر اور عباد عذیر پسند ہیں۔ خوبیاں یہ ہیں کہ اساتذہ کا احترام کرتی ہوں دوسروں کا خیال رکھتی ہوں اپنی فیملی سے بہت پیار کرتی ہوں۔ خامیاں منہ پھٹ بدتمیز زبان دراز اور چیزیں رکھ کر بھول جانا۔ 2nd سسٹرز شاہ آپی کی بدولت ڈائجسٹ پڑھنے لگی میری زندگی کے سب سے اہم شخصیات میرے والدین جو بہت جلدی جلدی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ میرے والدین اور نومی بھائی کی اللہ پاک مغفرت فرمائے آمین۔۔ ہمارے بھتیجے شاہ میر اور بھتیجی قرأت میں ہم سب کی جان ہے اپنی فیورٹ ٹیچر مس طاہرہ یوسف جیسی بننا چاہتی ہوں۔ اپنی بہنوں کا ذکر نہ کروں ایسا ہو نہیں سکتا سب سے بڑی صبا آپی! بڑی پیاری بہن ہے میری (بس وزن کم کرلو پلیز) شنا آپی تسی گریٹ ہو اللہ پاک ہر گھر میں شاہ آپی جیسی بہن عطا کرے آمین (بس وزن بڑھاؤ) یہ دونوں شادی شدہ ہیں اس کے بعد بہت ہی معصوم حنا آپی پھر سب سے آخری گھر کی کھرچن قربیٰ ہے بڑی سویٹ ہے۔ سب سے بڑے بھائی کی شادی ہوگئی۔ ہے بھابی شہانہ نیاز ہیں۔ اللہ پاک میرے بھائیوں کو ہمیشہ خوش رکھے اللہ حافظ۔

شازیہ اختر

سویٹ آنچل فرینڈز اور قارئین کو میرا پُرخلوص سلام قبول ہو جی تو میرا نام شازیہ اختر ہے سب گھر والے اور دوست پیار سے شازی کہتے ہیں لیکن بھائیوں نے میرے عجیب سے نام رکھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ان سے لڑ پڑتی ہوں چھ جون کو اس دنیا میں انٹری دی اب آتے ہیں اپنی خامیوں اور خوبیوں کی طرف کچھ خاص تو نہیں لیکن جو ہیں وہ بتادیتی ہوں مجھے دوست بنانا بہت اچھا لگتا ہے نماز پابندی سے پڑھتی ہوں اور سب کو نماز پڑھنے کے لیے بھی کہتی ہوں کسی کو ناراض نہیں دیکھ سکتی اگر کوئی ناراض ہو بھی جائے تو خود پہل کرتی ہوں اس کو منانے میں چاہے غلطی اسی کی کیوں نہ ہو اب آتے ہیں خامیوں کی طرف غصہ

بہت جلدی آ جاتا ہے لیکن جتنا جلدی آتا ہے اتنی جلدی اتر بھی جاتا ہے' جو دل میں بات ہو وہ منہ پر کہہ دیتی ہوں' میری تعلیم کچھ خاص نہیں ہے پڑھنے کا تو بہت شوق تھا لیکن پڑھ نہ سکی (واہ ری قسمت) آنچل سے وابستگی کافی عرصے سے ہے پہلے مانگ کر گزارہ کرتے تھے لیکن اب اپنا منگوا لیتے ہیں اب کچھ تعارف گھر والوں کا ہو جائے ہم چھ بہن بھائی ہیں دو بہنیں اور چار بھائی۔ میں سب سے چھوٹی ہوں اور چھوٹی ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھاتی ہوں' میں جہاں جاتی ہوں ہر کسی کو دوست بنا لیتی ہوں' دوستوں کی لسٹ بہت لمبی ہے لیکن کچھ کے نام لکھ رہی ہوں' نرگس شاہین جو کہ میری بیسٹ فرینڈ اور بہت اچھی رازداں ہے۔ عظمٰی افتخار' حفصہ شائنہ' جویریہ شمشاد جو بھابی ہونے کے ساتھ ساتھ نند بھی ہے' مجھے رنگوں میں وائٹ اور پنک کلر بہت پسند ہے۔ بارش میں بھیگنا بہت اچھا لگتا ہے میرا تعلق ضلع چکوال کے گاؤں نور پور سے ہے' مجھے شاعری سے بے حد لگاؤ ہے' پڑھتی بھی ہوں اور لکھتی بھی ہوں (بقول نرگس کے) تمہارا انتخاب بہت اچھا ہوتا ہے۔ شاعروں میں نازیہ کنول اور وصی شاہ بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں نازیہ کنول' عشنا کوثر' عظمٰی افتخار' سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں' کاش میں بھی رائٹر بن سکتی۔ مجھے کھانا پکانا بہت اچھا لگتا ہے لیکن پکاتی کبھی کبھی ہوں' کھانا جو بھی پکا ہو کھا لیتی ہوں۔ میری پسندیدہ شخصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں اپنے امی ابو سے بھی بہت پیار کرتی ہوں' اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے (آمین) خصوصاً اپنے کیوٹ سے بھتیجے معاویہ اور بھتیجی حمنہ احمد میں تو میری جان ہے جب وہ مجھے پھوپو کہہ کر بلاتے ہیں تو مجھے ان پر بہت پیار آتا ہے' میں چاہتی ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا کام کر کے جاؤں کہ زمانہ میری مثال دے۔ اللہ حافظ۔

ماریہ چوہدری

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور میری پیاری بہنوں کو مابدولت کا پیار بھرا اسلام قبول ہو' مابدولت کو ماریہ چوہدری کہتے ہیں لیکن میری فرینڈز مجھے ماریہ مسکراہٹ کہہ کر بلاتی ہیں۔ آنچل سے میرا ساتھ 9th کلاس سے شروع ہوا تھا اور اب تک میں نے اسے پیار سے تھاما ہوا ہے۔ مابدولت نے 4 جون 1996ء کو اس دنیا میں آ کر دنیا کے حسن کو دوبالا کر دیا۔ سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہوں' ہم چھ بہنیں اور ماشاء اللہ سے چار بھائی ہیں۔ میرا نمبر آخری ہے پہلے نمبر پر بھائی شوکت دوسرے نمبر پر' باجی عذرا' تیسرے نمبر پر باجی بلقیس' چوتھے نمبر پر طاہر بھائی' پانچویں نمبر پر باجی شاہدہ چھٹے نمبر پر بھائی صفدر' ساتویں نمبر پر ارشد بھائی' آٹھویں نمبر پر شازیہ' نویں نمبر پر نازیہ اور آخری نمبر پر مابدولت ماریہ چوہدری۔ ہماری کاسٹ راجپوت ہے اور ہماری زبان پنجابی ہے آنچل سے میری وابستگی جس طرح ہوئی ہے نا میں جب بھی یاد کرتی ہوں خود بخود مسکرانے لگتی ہوں' آپ بھی سنیے میرا احوال! میرے 9th کے ایگزامز ہو رہے تھے ان دنوں پیپروں کی تیاری خوب چل رہی تھی ایک دن میں کمرے میں بیٹھی انگلش کے پیپر کی تیاری کر رہی تھی کہ میرے پاس آنچل ڈائجسٹ پڑا ہوا تھا اس وقت مجھے ڈائجسٹ پڑھنے کی اجازت بالکل نہیں تھی تو میں نے موقع غنیمت سمجھ کر انگلش کی کتاب بند کر دی اور چوری چوری ڈائجسٹ پڑھنے لگی۔ میرا خیال ہے ان دنوں (جان جاں جو تو کہے) سلسلے وار ناول چل رہا تھا۔ یقین مانیے اس دن میں نے ڈائجسٹ کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں تھا جو میں نے چھوڑا ہو گھر والے سمجھتے تھے کہ ماریہ اندر بیٹھی پیپرز کی تیاری کر رہی ہے اس لیے کوئی اس کمرے میں نہیں آتا تھا۔ میرے دماغ میں یہ ہوتا تھا کہ ماریہ جتنا پڑھنا ہے پڑھ لے پیپروں کے بعد تمہیں موقع نہیں ملنے والا ویسے 9th میں میرے نمبر اچھے آئے تھے فرسٹ ڈویژن لی تھی میں نے (آہم)۔ اب آپ کو اپنی خوبیوں اور خامیوں کے بارے میں بتاؤں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ہر بات کو عام لیتی ہوں سرسری۔ بات کی گہرائی میں نہیں جاتی اس لیے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جذباتی

جلد ہوجاتی ہوں اور خوبی یہ ہے کہ حسد نہیں کرتی' کسی کی کمزوری کا فائدہ نہیں اٹھاتی اور ماشاء اللہ سے دوستی کے معاملے میں خوش نصیب واقع ہوئی ہوں' سب دوست اللہ کا شکر ہے مخلص ملی ہیں۔ لباس میں شلوار قمیص' کھانے میں میٹھا بہت پسند ہے اور سبزی جو بھی بنے شوق سے کھالیتی ہوں۔ خوشبو میں ریمبو بہت پسند ہے' فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' فیورٹ رائٹر عمیرہ احمد' ماہا ملک۔ ماہا ملک کا ناول "جو چلے تو جاں سے گزر گئے" پڑھ کر تو میں بہت روئی تھی' اس کا اینڈ تو رلا گیا تھا مجھے اور عمیرہ احمد کا ناول پیر کامل کیا ہی بات ہے ویسے آپ دونوں رائٹرز سے بہت متاثر ہوں۔ سیڈ سونگز اچھے لگتے ہیں' جیولری میں رنگز اور ٹاپس پسند ہیں اور ہاں ہیئر کیچ بھی۔ ایکٹریس میں مجھے فضاء علی' صبا قمر اور ایکٹر احسن خان پسند ہیں۔ آخر میں میرا پیغام آپ سب بہنوں کے لیے' کبھی کسی پر اعتبار مت کیجیے گا اب دنیا پہلے جیسی نہیں رہی۔ لوگ اپنا مقصد نکالنے کے لیے دوسروں کو دھوکہ دے جاتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ ہم جس کو دھوکہ دے رہے ہیں وہ ہم پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ کبھی کسی کا اعتماد مت توڑیے گا پلیز جب دل ٹوٹتا ہے تو بے شک آواز نہیں ہوتی پر تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے بہنو! مجھے اپنی رائے کے بارے میں ضرور آگاہ کیجیے گا کہ میرا تعارف آپ کو کیسا لگا' اچھا کہ سو سو۔ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

رابعہ مبارک

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب لوگ؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ آپ بھی سوچ رہی ہوں گی یہ کون آ گئی' غیر نہیں ہوں آنچل کی سویٹ سی قاری ہوں۔ عابد دولت کو رابعہ مبارک کہتے ہیں میں میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں' ہم لوگ سات بہن بھائی ہیں۔ گھر میں جب بھی کوئی کام خراب ہوتا ہے سب کے لبوں پر میرا نام ہوتا ہے وہ کیا کہتے ہیں نا "بد سے بدنام برا" گھر میں سب پیار سے رابی کہتے ہیں۔ اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف۔ مجھے کھانے کا بہت شوق ہے' ویسے تو سب کچھ کھالیتی ہوں (تھوڑا سا نخرا کر کے) مگر بھنڈی' چاول' کڑھی اور ساگ بہت زیادہ پسند ہیں۔ رائٹرز میں سے ویسے تو سب ہی اچھا لکھتی ہیں مگر نازیہ کنول نازی' اقراء صغیر' سمیرا شریف طور اور ام مریم پسند ہیں۔ ناول جو سب سے زیادہ پسند ہے وہ شازیہ چوہدری (مرحومہ) کا "ہاں تم مجھے قبول ہو" جو ایک بار شعاع ڈائجسٹ میں آیا تھا' بہت زیادہ پسند ہے۔ شاعروں میں پروین شاکر' محسن نقوی' وصی شاہ اور احمد فراز کی شاعری اچھی لگتی ہے۔ نیوز کاسٹرز میں پی ٹی وی کے یاسر رحمان' حمیرا ارانا' رضوان رونتی اور وردہ شجاع اچھے لگتے ہیں۔ اداکاروں میں کی خان' ارم اختر' سید جبران' صبا قمر' آغا علی' سائرہ خان' کنور آفتاب پسند ہیں۔ میل اینکرز میں سے توفیق حیید اور فی میل میں سے فرح سعدیہ پسند ہیں۔ ایف ایم سنتی ہوں مگر زیادہ نہیں کبھی کبھی۔ سنگرز میں سجاد علی' علی عباس اور سائرہ رضا پسند ہیں' لباس میں شلوار قمیص' ساڑھی' فراک' شرارہ پسند ہے۔ اب آتے ہیں اچھائیوں اور برائیوں کی طرف' برائی کی بات کی جائے تو ہر ایک برائی ہی کرتا ہے' اچھائی تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ غصہ بہت زیادہ کرتی ہوں' جلد اعتبار کرلیتی ہوں' کام کرتی ہوں مگر سلو۔ دوستیں بہت ہیں' اسکول لائف میں یاسمین اکبر' یاسمین سلیم' شاہ لیلیٰ ان اور ماریہ محمود اور کزنز میں فرح اور فضیلہ۔ میری اپنی بڑی بہن عالیہ سے بہت زیادہ بنتی ہے' دوسروں سے زیادہ تر لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں اور اب ان کے میاں صاحب یعنی بھائی رضوان نمک نیم چاند وہ بھی بہت پیار کرتے ہیں۔ موسموں میں گرمیوں کے علاوہ سب پسند ہیں اور آخر میں سب قاری بہنوں کے لیے بہت سی دعائیں' مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' میرے لیے اچھے نمبروں کی ضرور دعا کیجیے گا۔ خدا حافظ۔

بہنوں کی عدالت

نازیہ کنول نازی

ادارہ

کر گیا آنکھ سمندر جو کہا کرتا تھا
ایک آنسو بھی تمہارا نہیں دیکھا جاتا

عزیز دوستو!

ہنستی مسکراتی زندگی کی ہزاروں پرخلوص دعاؤں کے ساتھ بہنوں کی عدالت میں اس بار خاکسار کی آخری پیشی ہے۔ پچھلے کئی ماہ سے جاری اس خوب صورت سلسلے میں آپ بہنوں نے میری تحریروں سے زیادہ میری ذات کے بارے میں سوالات پوچھے اور پہلی بار آپ سب کی بے تحاشا محبت نے میرے دل کو جیسے جکڑ سا لیا ہے۔ میری پوری کوشش اور خواہش تھی کہ میں ہر بہن کا سوال ضرور شامل کروں مگر شدید خواہش اور کوشش کے باوجود بہت سی بہنوں کے سوالات مجھ تک نہ پہنچ سکے اور جن کے پہنچے وہ کھو گئے۔ فیس بک ان باکس میں بھی جتنی بہنوں نے سوال کیے میں بہت زیادہ مصروفیت کی بنا پر وہ نہ شامل کرسکی جس کے لیے میں ان سب بہنوں سے بے حد معذرت خواہ ہوں۔

بہنوں کی عدالت کی اس آخری پیشی میں، میرا دنیا کی تمام ماؤں کے لیے ایک ضروری پیغام ہے اور وہ یہ کہ خدارا اپنے بچوں کی اچھی دوست بنیں انہیں محبت کے ساتھ ساتھ وقت اور اعتماد بھی دیں ان پر اتنی سختی بھی نہ کریں کہ وہ آپ کے ڈر اور جھجک میں اپنی کوئی بات آپ سے شیئر نہ کریں اور چور راستے اختیار کریں بعد میں یہی چور راستے انہیں تباہی کی منزل کی طرف لے جائیں اور نہ ہی ان سے اتنی غافل ہوں کہ اپنے بچوں اسپیشلی بیٹیوں کی بربادی اور حرام موت ان کے نقصان کی خبر ہی نہ ہو۔ اگر اپنی کسی نادانی کے سبب وہ بربادی کے کسی راستے پر قدم دھریں تو آپ اس راستے کا سراغ پا کر انہیں کسی بھی اندھے کنوئیں میں گرنے سے بچائیں اب آپ کے خوب صورت سوالات کے جوابات کی طرف۔

❁ اڈہ پرمٹ ضلع لودھراں سے ایک بہت پیاری محبت کرنے والی ماں فیلہ عبدالمالک آپ کی بے لوث محبت اور دعائیں میری روح پر قرض ہیں۔ جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے خدا آپ کو صحت وتندرستی بھری لمبی عمر نصیب فرمائے، آمین۔

عارف والا سے رضیہ اقبال آپ کی محبت آپ کی ماںتا کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے اللہ آپ کو بھی دنیا کی ہر خوشی نصیب فرمائے آمین۔

❁ رحیم یار خان سے بہت پیاری بہن شازیہ افتخار کہتی ہیں۔

☆ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا نہیں ہے بس اتنا کہنا ہے کہ آپ کی کہانیوں میں جو اسلام سے محبت اور اس کی طرف رغبت پائی جاتی ہے وہ بہت اچھی لگتی ہے میری تمام رائٹرز سے گزارش ہے کہ وہ اپنی کہانیوں میں اسلام کے بارے میں مثبت طریقے سے ضرور بہت کچھ لکھا کریں۔

بہت شکریہ شازیہ آپ کا پیغام تمام رائٹرز بہنوں تک پہنچ گیا۔

❁ سرگودھا سے بہت پیاری بہن فروا سیف کا سوال۔

☆ نازی آپ بحیثیت رائٹر بہت بہترین انسان ہیں مگر بحیثیت دوست بھی بہت اچھی ہیں بہت سی رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں مگر آپ کی تحریریں آپ کا اخلاق اور آپ کی انسان دوستی آپ کو باقی لوگوں سے جدا کرتی ہے آپی آپ نے دسمبر کے آنچل میں اپنے لائف پارٹنر کے بارے میں جو خوبیاں اور خامیاں بیان کی ہیں میری بھی بالکل ویسی ہی سوچ ہے میں نے صرف آپ کی وجہ سے آنچل پڑھنا شروع کیا مگر اب سنا ہے کہ آپ شعاع میں لکھ رہی ہیں ایسا کیوں؟

فروا میری جان آپ کی محبت کا بے حد شکریہ میں نے طویل عرصہ صرف آنچل میں ہی لکھا ہے اب چند بہنوں کے اصرار پر طویل عرصے کے بعد شعاع کے لیے ایک تحریر "شہر خواب" شروع کی ہے مگر مکمل نہیں کر پا رہی۔ پچھلے چند ماہ سے فرحانہ ناز ملک کی وفات کے بعد کچھ بھی لکھنے کو دل نہیں چاہ رہا آپ دعا کریں میرے اندر کی نازیہ کنول نازی پھر سے قلم تھام لے پلیز، اللہ آپ کو ہمیشہ خوش اور آباد رکھے آمین۔

❁ نامعلوم مقام سے بہن لائبہ نور کی التجا۔

☆ آپی آپ رائٹرز لوگوں کی کہانیوں میں ہیروئنز ہمیشہ خوب صورت ہی کیوں ہوتی ہیں۔ میری آپ سے التجا ہے کہ پلیز آپ عام شکل وصورت والی لڑکیوں کے بارے میں لکھا کریں۔ عام شکل وصورت والی لڑکیوں کے بھی دل ہوتے ہیں وہ بھی ایک پیار کرنے والے جیون ساتھی کے خواب دیکھتی ہیں۔

عزیز از جان لائبہ میں آپ کی بات سے سو فیصد اتفاق کرتی ہوں حقیقت میں خوب صورت لڑکیاں اتنے خواب نہیں دیکھتیں جتنے کہ عام شکل وصورت والی لڑکیاں دیکھتی ہیں۔ کیونکہ خوب صورت لڑکیوں کو بن خواب دیکھے ہی سب کچھ مل جاتا ہے۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے اپنی کسی بھی کہانی میں اپنی ہیروئن کی خوب صورتی کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہو اور دوسری بات ڈیر لائبہ کہانیاں پڑھنے والی لڑکیاں ہی عام سی شکل و صورت کی مالک نہیں ہوتیں بلکہ یہ خوب صورت خوابوں والی کہانیاں تحریر کرنے والے اکثر رائٹرز بھی عام سی شکل وصورت

کی مالک ہوتی ہیں آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❁ کراچی سے بہت پیاری، بہن ہانیہ قریشی کا سوال۔

☆ نازی آپی آپ کی تمام کہانیاں نہایت بہترین اور ہمیشہ یاد رہنے والی ہوتی ہیں۔ آپ کی شاعری بھی دل کو چھونے والی ہوتی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اتنے اچھے گہرے شعر کیسے لکھ لیتی ہیں پلیز مجھے بتائیں کہ آنچل میں آپ کا نیا ناول کب تک آئے گا۔

ہانیہ میری جان آپ کی پرخلوص محبت کے لیے بے حد شکریہ۔ ابھی کچھ بھی لکھنے کو دل نہیں چاہ رہا مگر آپ سمیت بہت سی بہنیں یہی سوال کر رہی ہیں۔ بہنوں کی عدالت کے لیے بھی بہت سی بہنوں نے یہی سوال ارسال کیا آپ سب بہنیں دعا کریں میرا موڈ بن جائے پھر سے لکھنے کا ان شاء اللہ آنچل کے سالگرہ نمبر میں ہوسکتا ہے شب ہجر شروع کر دوں۔

☆ آپی آپ اپنے ناولز میں اتنے دلچسپ خوب صورت ہیروز کہاں سے لاتی ہیں؟

اپنے خوابوں اور تخیلاتی دنیا سے آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❁ سرگودھا سے پیاری، بہن شہزاد لکھتی ہیں۔

☆ السلام علیکم نازی اپیا میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ کی لکھی ہوئی چند کہانیاں اور ناول جو میں نے پڑھے ہیں میرے دل پر نقش ہیں اللہ آپ کے علم اور کامیابی میں مزید اضافہ فرمائے آمین، میرا آپ سے سوال ہے کہ اگر انسان کو اپنے مستقبل کے بارے میں ڈھیر سارے خدشات اور ڈر لاحق ہوں تو وہ کیا کرے؟ اگر دعا کے باوجود بھی دل مطمئن نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے؟

پیاری شہزاد مجھے آپ کا نام بہت پسند آیا ہے ان شاء اللہ اگلے کسی ناول میں یہ نام ضرور استعمال کروں گی آپ کی محبت اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔ اگر دعا کے باوجود کسی معاملے میں انسان کا دل مطمئن نہ ہو تو پھر سب کچھ اللہ رب العزت کے سپرد کر دینا چاہیے کیونکہ انسان خواہ کچھ بھی سوچ لے اور کر لے ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ بس آپ بھی اپنا ہر معاملہ اللہ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جائیں ان شاء اللہ جو بھی ہوگا بہتر ہی ہوگا۔

❁ چونیاں نگر سے، بہن اقصیٰ یمین کا سوال۔

☆ آپی یہ زندگی کے سارے دکھ اور مشکلات صرف غریبوں کے لیے ہی کیوں ہوتی ہیں؟

عزیز از جان اقصیٰ یہ دنیا امتحان گاہ ہے جہاں ہمیشہ اللہ رب العزت کے پیارے اور محبوب لوگوں نے تکالیف ہی اٹھائی ہیں مصائب ہی برداشت کیے ہیں کیونکہ جو اس فانی دنیا میں جتنی کٹھن زندگی گزارے گا اسے آخرت کی دائمی زندگی میں راحت ہی راحت نصیب ہوگی۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لیے اللہ رب العزت نے کبھی نہ ختم ہونے والی اخروی زندگی کو پسند فرمایا ہے آپ زندگی کے مصائب پر رنج کی بجائے صبر کریں میری جان بے شک جو لوگ اس دنیا میں مشکلات برداشت کرنے والے ہیں ان کے لیے آخرت کے سفر میں ساری آسائشات ہیں۔

☆ آپی برف کے آنسو کے بعد آپ کہیں گم تو نہیں ہو جائیں گی؟

دل تو چاہتا ہے یار کہیں کھو جاؤں مگر آنچل اور آپ لوگ کہاں گم ہونے دیں گے مجھے۔

❁ جھنگ سے، بہن بشریٰ ملک لکھتی ہیں۔

☆ نازیہ آپی آپ کے ناول، بہت اچھے ہوتے ہیں آپ کا انٹرویو بھی بہت اچھا ہوتا ہے میری بچی آپ سے بہت ملتی ہے پلیز مجھے بتائیں کہ آپ کا نیا ناول کب آ رہا ہے؟

بشریٰ ڈیئر آپ نے جو سوال کیا ہے وہی سوال چکوال سے بہن علیزے کیانی، ایمان علی، مخدوم پورہ سے بہن نبیلہ نور، کھاریاں سے مومل علی اور دیگر چند بہنوں نے بھی کیا ہے آپ سب میرے حق میں دعا کریں، ان شاء اللہ میں جلد لکھنے کی کوشش کروں گی۔

❁ خان گڑھ دوگریاں سے، بہن ساجدہ بھٹی کا سوال۔

☆ آپی کیا کبھی کسی فین گرل کی محبت نے مشکل سے دوچار کیا؟

اف کیا سوال پوچھ لیا یار، ابھی چند ہی روز کی بات ہے ایک فین صرف تین دن بات نہ کرنے پر اسپتال پہنچ گئیں جس پر میری بھابی نے مجھے ڈانٹا اور میں نے اس فین بہن کی دیوانگی کی قدر کرتے ہوئے ان سے موبائل پر بات کر لی۔ اس بہن نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے زندگی میں ایک بار ملنا چاہتی ہیں میں نے انہیں ان کے بے حد اصرار پر گھر انوائٹ کر لیا اور وہ بہن میری محبت میں سولہ سترہ گھنٹوں کا سفر طے کر کے میرے گھر پہنچیں میں نے بھی ان کی محبت اور خلوص کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں عزیز دوست کی طرح سمجھا یا اور کسی وزیراعظم کی طرح ان کی آؤ بھگت کی پورا شہر گھمایا سب اپنی مصروفیات ترک کر کے انہیں پورا ٹائم دیا مگر اس وقت بہت مشکل ہوئی جب انہوں نے ضد کر کے ساتھ سلایا وہ بھی پوری تین راتوں تک۔ مجھے عشاء کی نماز کے فوری بعد سونے کی عادت ہے مگر ان تین راتوں میں دیر تک کیسے میں جاگی میرا دل جانتا ہے یا میرا خدا مگر وہ بہن پھر بھی خوش نہیں تھیں۔ میرا آفیشل ورک، موبائل فون سب سائیڈ پر کرا دیا انہوں نے تاہم سب سے بڑی جو اذیت کی بات تھی وہ یہ تھی کہ انہوں نے میری تنبیہ کے باوجود اللہ اور اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ذات کی قسم کھا کر بھی میری اور میرے سارے گھر والوں کی ایک ایک لمحے کی ویڈیوز بنالیں جب مجھے اس بات کا پتا چلا تو میں نے ان سے ریکویسٹ کی کہ میری فیملی مجھے اس چیز کی اجازت نہیں دیتی آپ سب ڈیلیٹ کردیں مگر میری التجا کے باوجود انہوں نے ایسا نہیں کیا جس پر میں ان کے سامنے ہی بے حد روئی اور میری امی، بھائی اور آپی نے مجھے خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ امی کا غصہ دیکھ کر اس بہن کو مجھ پر ترس آیا اور اس نے مجھے اپنا موبائل دے دیا تب میں نے وہ سب مواد ڈیلیٹ کیا اور اسی روز اس بہن کو رخصت کیا مگر وہ دن اور آج کا دن اب میں کسی کی کال پک نہیں کرتی۔

❁ جھنگ شی سے بہت پیاری سی بہن آسیہ لکھتی ہیں۔

☆ نازیہ آپ مستقبل کی عظیم رائٹر ہیں بہت خوب صورت لکھتی ہیں سب سے بڑھ کر آپ بہت اچھی بیٹی اور بہت اچھی بہن ہیں میرے پاس آپ کے لیے بہت سے سوال ہیں مگر آنچل میں آپ کے متعلق بہت کچھ پتا چل چکا ہے پھر آپ کی ہر بہالی سے بھی آپ کا پتا چل جاتا ہے خدا آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے آمین میرا سوال ہے۔

☆ کیا آپ اپنی حقیقی زندگی میں بھی اتنی ہی شدت پسند ہیں جیسے کہ آپ اسٹوریز میں؟

کسی حد تک کہہ سکتی ہیں کیونکہ میری کہانیوں میں میرا ہی عکس ہوتا ہے اور صرف میں ہی کیا ہر لکھاری کی تحریر میں اس کا اپنا عکس ہوتا ہے۔ میں اپنی زندگی کے ہر معاملے میں بہت شدت پسند ہو جاتی ہوں بھی بھی مگر اب کچھ عرصے سے کافی ٹھہراؤ آ گیا ہے طبیعت میں آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❁ بہاول پور سے بہن انجم شاہد کہتی ہیں۔ نازی آپی میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ مجھے بہت پسند ہیں میرا آپ سے سوال ہے۔

☆ آپ اپنا ناول شب ہجر کی پہلی بارش کب شروع کریں گی؟

اللہ نے چاہا تو بہت جلد شروع ہو جائے گا ان شاءاللہ۔

☆ آپی آپ نے ہر موضوع پر لکھا ہے مگر اپنے مخصوص انداز میں کبھی یونیورسٹی لائف پر نہیں لکھا کیوں؟

کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ خصوصی طور پر اس ٹاپک پر لکھنا ہے پھر بھی آئندہ کوشش کروں کہ لکھ سکوں۔

❁ مسکان اویان علی اسلام آباد سے پوچھتی ہیں۔

☆ اگر آپ کو کسی بات پر غصہ آئے تو کیسے کنٹرول کرتی ہیں؟

یار بچپن میں غصہ آتا تھا تو میں خود اپنے ہی بازو پر زور سے کاٹ لیتی تھی اب اگر کسی بات پر غصہ آئے تو میں وہ بات ہی چھوڑ دیتی ہوں اور خاموشی اختیار کر لیتی ہوں۔

❁ سائرہ خان اسلام آباد کا سوال۔

☆ آپی آپ شعاع میں کب لکھنا شروع کریں گی؟

ایک ناول شروع کیا ہوا ہے مگر مکمل نہیں کر پا رہی ابھی تک ان شاءاللہ اگلے چند روز میں مکمل کر کے بھجوا دوں گی۔

❁ سرگودھا سے بہن نویدہ پوچھتی ہیں۔

☆ نازیہ جی آپ نے زندگی میں اتنی مشکلات کو برداشت کیا آپ بہت ہمت والی ہیں پلیز مجھے بتائیں جب زندگی میں کوئی اپنا نہ رہے تو کیسے زندہ رہا جائے؟

نویدہ ڈیئر مشکلات اور پریشانیاں انہی لوگوں پر آتی ہیں جو اللہ کے بہت قریب ہوتے ہیں زندگی میں جب کوئی اپنا نہیں ہوتا تب ہی تو انسان خود سے ملتا ہے اللہ رب العزت پر سارے معاملات چھوڑ دینے سے ہر چیز بیسٹ ہو جاتی ہے۔

❁ زاہرہ حسین ملتان سے لکھتی ہیں۔

☆ آپی میں پہلی بار کسی رائٹر سے کچھ پوچھنے کی جسارت کر رہی ہوں پلیز مجھے جواب ضرور دینا میرا سوال ہے آپ کی نظر میں محبت کی انتہا کیا ہے اور کیا انتہا امر کر دیتی ہے؟

زاہرہ ڈیئر آپ کے سوال کا بہترین جواب سعدیہ راجپوت کے ناول ”عشق آتش“ میں موجود ہے۔ یہ ناول محبت کی انتہا بھی ہے اور محبت کی انتہا کے امر ہو جانے کی لازوال داستان بھی۔

❁ کھاریاں سے مومل علی کا سوال۔

☆ آپی میرے لیے کوئی خوب صورت جملہ؟

کوشش کریں کہ آپ کو زندگی میں وہ انسان ہمیشہ ہنستا ہوا ملے جسے آپ روتا آئینے میں دیکھتی ہیں۔

❁ گجرات سے عذرا خان پوچھتی ہیں۔

☆ نازی آپی آپ ہر اسٹوری اتنے جاندار طریقے سے لکھتی ہیں کہ ہم اس میں ڈوب جاتے ہیں آپ اتنی پر درد شاعری کرتی ہیں اس کی کوئی خاص وجہ؟

کوئی خاص وجہ نہیں یار بس یہ دل دکھی انسانیت کے درد سے چور ہے شاید اسی لیے لہو میں ڈوب کر لفظ سطح قرطاس پر بکھرتے ہیں۔

❁ انا کومین واپڈا ٹاؤن گوجرانوالہ سے پوچھتی ہیں۔

☆ آپی دعا کریں کہ میرا ڈاکٹر بننے کا خواب پورا ہو جائے میرا آپ سے سوال ہے کیا آپ کو پہلی نظر کی محبت پر یقین ہے؟

بالکل بھی نہیں۔

❁ پری خان سے مناحل شاہ کا سوال۔

☆ آپ اپنے ناول میں جو شاعری دیتی ہیں کیا وہ خود لکھتی ہیں؟

نہیں ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کبھی میری شاعری ہوتی ہے کبھی جو اچھی لگی وہی لکھ دیتی ہوں۔

❁ مخدوم پورہ سے نبیلہ تجمیل لکھتی ہیں۔

☆ آپی میں آپ کی اور آنچل کی بہت بڑی فین ہوں میرا سوال ضرور شامل کیجیے گا میرا آپ سے سوال ہے کہ جس پر سب سے زیادہ بھروسہ ہو وہی اعتبار کیوں توڑ دیتے ہیں؟

یہی دنیاداری ہے یار اسی لیے تو کہتے ہیں کہ تعلق صرف اللہ رب العزت کی پاک ذات سے ہونا چاہیے باقی سب رشتے بے معنی ہیں۔

❁ نامعلوم مقام سے تنزیلہ شہزادی کا سوال۔

☆ آپی میں چھوٹی چھوٹی باتیں بہت سوچتی ہوں اور دل پر لے لیتی ہوں پھر سوچتی ہوں مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور اسی وجہ سے میری پڑھائی بھی ڈسٹرب ہو رہی ہے آپ پلیز مجھے بتائیں آپی میں کیا کروں؟

فضول سوچنا چھوڑ دیں ڈیئر ان شاء اللہ اللہ سب بہتر کرے گا۔

❁ فیصل آباد سے مریم جنت لکھتی ہیں۔

☆ نازیہ آپی میں آپ کی دیوانی ہوں لیکن کبھی آنچل میں لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آپ مجھے بہت پسند ہیں میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب آپ نے لکھنا شروع کیا تو کیا آپ کو تنقید کا سامنا کرنا پڑا اگر ہاں تو تب کس نے آپ کا حوصلہ بڑھایا؟

ماہنامہ آنچل ڈائجسٹ کی مدیرہ محترمہ فرحت آرا صاحبہ نے اور ایسا اس وقت ہوا جب جواب عرض میں لکھنے کے باعث میری امی نے میرے لکھنے پر پابندی عائد کردی۔ اس وقت فرحت آپا کی محبت اور حوصلہ افزائی نے پھر سے میرے لکھنے کی راہ ہموار کی 2007ء میں جب میری شاعری کی کتاب ”بچھڑ جانا ضروری تھا“ منظر عام پر آئی تو میری ماما جانی نے ایک مرتبہ پھر میرے لکھنے پر پابندی عائد کردی تب بھی آنچل نے حوصلہ بڑھایا تھا جہاں تک تنقید کی بات ہے تو یار میری بدنصیبی ہے کہ مجھ پر ”تنقید برائے اصلاح“ بہت ہی کم ہوئی ہے۔ ہاں کچھ شر پسند قسم کے لوگوں کی طرف سے ایک دوبار تنقید برائے تنقید ضرور ہوئی ہے جیسے میں نے اپنے ایک ناول میں لکھا کہ ہیرو نے ریسٹورنٹ میں ٹیبل پر بل پے کیا تو ایک معروف رائٹر نے تنقید کی کہ نازیہ کیا تم کبھی ریسٹورنٹ میں گئی بھی ہو؟ وہاں ٹیبل پر بل پے نہیں ہوتا کاؤنٹر پر جا کر ہوتا ہے اب بتائیں بھلا بندہ ایسی تنقید کا کیا کرے۔ آنچل کے ساتھ قاری بہنوں نے بھی ہمیشہ میرا بہت حوصلہ بڑھایا ہے۔

❁ مانوال گجرات سے عائشہ کنول عاشی کا سوال۔

☆ آپی خونی رشتے تو اپنے ہوتے ہیں مگر احساس کے رشتوں کی آپ کے نزدیک کیا اہمیت ہے؟

عاشی ڈیئر میری نظر میں اگر خونی رشتوں میں ”احساس“ نہیں تو ایسے خونی رشتوں کا کوئی فائدہ نہیں رشتے تو صرف احساس کے ہوتے ہیں اگر احساس نہیں تو کچھ نہیں۔

❁ مانسہرہ سے فضا ایمان علی پوچھتی ہیں۔

☆ نازی آپ ہمیشہ اپنی کامیابیوں کا کریڈٹ اپنی ماں کو اور خود سے وابستہ رشتوں کو دیتی ہیں مگر آپ نے کبھی والد صاحب کا ذکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

کوئی وجہ نہیں ڈیئر شاید میری کامیابیوں میں میرے والد صاحب کا کوئی کردار نہیں۔

☆ آپی کیا کوئی بھی انسان پیدائشی رائٹر یا شاعر ہوتا ہے یا اس کے حالات اسے لفظوں سے کھیلنے پر مجبور کردیتے ہیں۔

دونوں باتیں ہی ہوتی ہیں ڈیئر کسی انسان میں پیدائشی صلاحیتیں ہوتی ہیں اور کچھ لوگوں کو ان کے حالات مجبور کردیتے ہیں۔

❁ کوہاٹ سے انشال امبر کا سوال۔

☆ آپی کبھی اپنی زندگی اور شخصیت کے بارے میں بھی تفصیلات بتائیں پلیز۔

ڈیئر انشال

فرصت کبھی ملے تو مجھ پڑھنا مجھے ضرور
ناکام زندگی کی مکمل کتاب ہوں

❁ مظفر گڑھ سے ماہ پارہ شاہ پوچھتی ہیں۔

☆ آپی اگر برداشت کی حد گزر جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

صبر۔

❁ لاہور سے اقرا علی کا سوال۔

☆ آپی مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آپ ایک رائٹر ہیں آپ کے پاس بہت نالج ہے۔ پلیز مجھے بتائیں اگر کوئی شخص آپ کو بہت چاہتا ہو آپ کی ہر بات مانتا ہوں آپ کی عزت کرتا ہوں آپ کی خوشی میں خوش ہو مگر اچانک وہ آپ کو چھوڑ دے اور بہت پوچھنے پر یہی کہے کہ تمہاری خوشی کے لیے کیا ہے تو کیا وہ شخص ٹائم پاس کر رہا تھا یا واقعی آپ کے ساتھ مخلص تھا۔ یہی آپ کی سوچ اور مشورے کا بہت پسند کرتی ہوں پلیز میری الجھن دور کریں۔

ڈیئر اقرا

کچھ تو مجبوریاں رہی ہوں گی
یوں کوئی بے وفا نہیں ہوتا

❁ کراچی سے بسمہ خان۔

☆ آپ کی بہترین دوست کون ہے؟

وہی جو دل کی مخلص ہو خیر خواہ ہو یا وفا ہو۔

☆ آپی جب آپ بہت اداس اور دکھی ہوتی ہیں تو کیا کرتی ہیں۔

ناول پڑھتی ہوں یا سو جاتی ہوں۔

❁ ملتان سے اقرا ساجد پوچھتی ہیں۔

☆ آپی آپ کی کہانیوں میں بہت درد ہوتا ہے اس کی خاص وجہ؟

اقرا ڈیئر میری ذات کے صحرا میں اداسی کے چشمے بہت پھوٹتے ہیں شاید اس لیے آپ کو میرے لفظ بھیگے ہوئے محسوس ہوتے ہیں یا پھر میں زندگی کی حقیقتوں کے سینے زیادہ چاک کرتی ہوں اس لیے لفظوں میں درد اتر آتا ہے۔

☆ آپی کیا آپ آئیڈیلزم پر یقین رکھتی ہیں۔

جی ڈیئر یقین تو رکھتی ہوں مگر آئیڈیل کبھی ملتا نہیں ہے۔

☆ کوئی ایسا کردار جو آپ کی کہانی کا بھی ہو اور آپ چاہتی ہوں کہ میری آگے کی زندگی میں بھی کردار ہو؟

اقرا ڈیئر مجھے اپنی حقیقی زندگی میں ایسا ہم سفر پسند ہے جو میرے علاوہ اور کسی کا نہ ہو میرے علاوہ اس کی زندگی میں اور کوئی نہ ہو دنیا کی حسین سے حسین لڑکی بھی اسے میرے سامنے بے معنی لگے مگر میری کہانیوں کا کوئی بھی ہیرو ایسا نہیں ہے شاید اسی لیے میں اپنی کہانیوں کے ہیروز کو زیادہ پسند نہیں کرتی پھر بھی "اے مژگان محبت" کے ارش احمر کو میں ضرور اپنی حقیقی زندگی میں دیکھنا چاہوں گی بس اس کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

❁ نامعلوم مقام سے بہن میرب خان کا سوال۔

☆ نازیہ آپی کیسی ہیں آپ اللہ آپ کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب کرے آمین اور آپ کو ہمیشہ خوش رکھیں میرا آپ سے بس یہی ایک سوال ہے کہ آپ اپنے دن کا آغاز کیسے کرتی ہیں؟

دن کا آغاز میں اللہ رب العزت کی پاک ذات کے نام سے ہی کرتی ہوں جیسے ہی آنکھ کھلتی ہے سب سے پہلے سیل اٹھا کر دیکھتی ہوں رات کے میسج چیک کر کے پھر نماز ادا کرتی ہوں تسبیح اور قرآن پاک سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر لیٹ جاتی ہوں پھر ناول لکھنے بیٹھ جاتی ہوں اور ظہر کی نماز تک یہی چلتا ہے۔

❁ سرگودھا سے رامیہ عباد کا شکوہ۔

☆ نازیہ شب ہجر کی پہلی بارش کب آ رہا ہے اتنے عرصے خوش خبری سنا کے اب انتظار کرا رہی ہیں۔

بہت معذرت رامیہ میرا فیس بک ان باکس اس ایک شکایت سے بھرا ہوا ہے اصل میں رائٹر فرحانہ ناز ملک کی وفات کے بعد میرا کچھ بھی لکھنے کو دل نہیں چاہ رہا پھر بھی آپ دعا کریں میں کوشش کروں گی آنچل کے سالگرہ نمبر میں یہ ناول شامل کر سکوں۔

❁ لطیف آباد ضلع حیدر آباد سے تنزیلہ شہزادی لکھتی ہیں۔

☆ السلام علیکم نازیہ آپی میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب ہم کسی سے کوئی تعلق بناتے ہیں اسی کے بارے میں اچانک یہ محسوس ہو کہ وہ آپ سے کچھ باتیں چھپا رہا ہے تو آپ کو مایوسی اور دکھ ہوتا ہے آپ اس سے احتیاط کرتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس حقیقت کو نہیں مانتے اور اعتماد کرتے چلے جاتے ہیں ان لوگوں پر جو ان سے مخلص بھی نہیں ہوتے پھر بھی وہ ان کو اپنا ہم راز بنا لیتے ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہوتے ہیں اور خود اپنی کوئی بات بھی شیئر نہیں کرتے آپ پلیز بتائیں جب آپ کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ آپ کے ساتھ مخلص نہیں تو کیا کرنا چاہیے اس چویشن میں؟

میں تو یہی کہوں گی ڈیئر کہ ایسے لوگوں سے کنارہ کشی ہی بہتر ہے کیونکہ ایسے تعلق جن کی بنیاد سچائی اور خلوص پر نہ ہو سوائے اذیت کے آپ کو اور کچھ نہیں دیتے۔ پھر ایسے لوگوں کے لیے بے مقصد زندگی کو ضائع کرنا کسی طور درست نہیں۔

❁ میانوالی سے بہن عشرت ملک لکھتی ہیں۔

☆ ڈیئر نازیہ یہ رب پاک کا قانون ہے کہ اس نے زندگی جیسی نعمت سب کو دی تو ہے مگر غیب کا علم صرف اپنے پاس رکھا ہے کس کے حصے میں کتنی خوشیاں آتی ہیں اور کتنے غم کتنی آزمائشیں اور تکالیف یہ سب وہی جانتا ہے آپ اپنی اماں سے محبت کا بہت اظہار کرتی ہیں اس سے پتا چلتا ہے آپ اپنی امی سے بہت کلوز ہیں اور سب بہن بھائیوں سے زیادہ آپ ان کا درد محسوس کرتی ہیں آپ نے آنچل ڈائجسٹ میں اپنے انٹرویو میں کہا تھا کہ آپ کا وہ دور بہت مشکل والا دور تھا جب آپ کی امی اسپتال میں داخل تھیں تب کچھ خراب حالت کی وجہ سے آپ نے جو لکھا اس کی تکلیف میں محسوس ہوتی تھی کہ آپ نے اتنی سی عمر میں کیسے کیسے دکھ دیکھ لیے ہیں اور ابھی تک دیکھ رہی ہیں کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ بیٹوں کی نسبت بیٹیاں اپنے والدین کے زیادہ قریب ہوتی ہیں اور ان کی فرماں بردار ہوتی ہیں اور ہم آپ کو اور خود کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات بالکل حقیقت ہے۔ اللہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ کی اور دنیا کی سب ماؤں کو لمبی عمر اور صحت والی زندگی عطا کرے آمین۔

ڈیئر عشرت آپ کے خط میں میرے لیے کوئی سوال نہیں ہے مگر پھر بھی آپ کو اس محفل میں اس لیے شامل کر رہی ہوں کیونکہ آپ نے بہت خوب صورت لفظ تحریر کیے ہیں پوری دنیا میں ہر انسان خواہ وہ کسی بھی ملک اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو "ماں" اس کے لیے قدرت کا سب سے انمول اور قیمتی تحفہ

ہے۔لفظ ماں کو اگر ہم اپنی زندگی سے نکال دیں تو پیچھے سوائے صفر کے اور کچھ بھی نہیں بچتا۔

میں بھی ہوں میرے اندر میری ماں کی جان ہے اور آج جتنی خوشیاں اور کامیابیاں مجھے حاصل ہیں ان سب کے پیچھے کہیں نہ کہیں میری ماں کی دعاؤں کا ہاتھ ہے۔میں نے جتنی بھی مشکلات اپنی ماں کی زندگی بچانے کے لیے فیس کیں شاید میری جگہ میری کوئی اور بہن بھی نہ کر سکتی مگر اپنی ماں کو زندہ رکھنے کے لیے یہ سب مشکلات دکھ اور اذیتیں میرے نزدیک اب کوئی معنی نہیں رکھتیں آپ کی محبت اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔

❁ اس نشست کے سب سے آخر میں اعزازی طور پر خط شامل کروں گی ایک بہت پیارے بھائی ایڈووکیٹ شوکت نعیم سیال کا فیصل آباد سے اور یہ خط صرف میرے لیے ہی نہیں بلکہ ایک عام سی لڑکی کو نازیہ کنول نازی بنانے والے میرے پیارے آنچل کے لیے بھی کسی فخر سے کم نہیں لکھتے ہیں۔

☆ آپی میں ایک نالائق اسٹوڈنٹ...... آج سے چند سال پہلے تعلیم کو خیر آباد کہہ چکا تھا مگر تب سے آپ کی کہانی (وطن کی مٹی) کا پھٹا ہوا ورق ملا جس کی ایک لائن نے میری زندگی بدل دی کہ

"آپ چاہیں تو اس مٹی کو کچھ نہ دیں مگر جو قرض اس مٹی نے تم پر چڑھا دیا وہ ادا کر دیں تو آپ نے اس مٹی سے اپنی محبت کا حق ادا کر دیا۔"

اور آپ کی اسی ایک لائن نے میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ آج میں لاء گریجویٹ ہوں اگلے سال میں سی ایس ایس کے امتحان میں بیٹھ رہا ہوں اور ان شاء اللہ بہت جلد میرے جسم پر ایک اے ایس پی کی وردی ہوگی۔ میں شاید کامیابی کی اس آج تک بھی نہ آتا اگر آپ کی لکھی وہ ایک لائن نہ پڑھتا۔

You Are a Source Of Inspiration For Me.

اللہ آپ کو دونوں جہاں کی خوشیاں نصیب فرمائے اور آپ یونہی اپنے قلم سے چراغ جلائے رکھیں اندھیرے دور کرتی رہیں۔آمین۔

پیارے بھائی آپ کے الفاظ نے میرے لیے خون کی دو بوتلیں لگنے جیسا کام کیا ہے۔بہت پہلے جب میرا ناول "اس شہر محبت میں" شائع ہوا تھا تو آنچل کی مدیرہ محترمہ فرحت آرا آپا نے مجھے خود فون کر کے شاباش دی تھی اور یہ بتایا تھا کہ ان کے پاس سیکڑوں لڑکیوں کے خطوط آرہے ہیں جنہوں نے میرا یہ ناول پڑھ کر پانچ وقت کی نماز شروع کر دی تھی اس شہر محبت کے بعد آنچل ہی میں میرا ناول "اے محبت تیری خاطر" پڑھ کر سیکڑوں بہنوں نے نا صرف موبائل فون ترک کر دیا بلکہ مجھے خود ذاتی طور پر بہت سی لڑکیوں کی ماؤں نے فون کر کے شکریہ ادا کیا کہ میں نے ان کی بیٹیوں کی زندگی کی اصلاح کے لیے ایسا جادوئی ناول لکھا۔ ماہنامہ کرن میں میرا ایک ناول "بات زندگی کی ہے" جو میں نے عشق رسول میں قادیانیت کے خلاف لکھا تھا پڑھ کر بہت سے لوگوں نے سراہا اور اپنی اپنی زندگیاں درست کیں تو یہ سب جہاد ہے اور میں الحمدللہ اس بات پر فخر محسوس کرتی ہوں کہ میرا اللہ مجھ سے یہ کام لے رہا ہے میں سمجھتی ہوں دیپ سے دیپ جلا کر ہی اس چمن میں روشنی کی جا سکتی ہے ورنہ جتنا درد اس اداس لفظوں کی لکھاری کے سینے میں اپنی قوم اور اس ملک کی مٹی کے لیے ہے شاید وہ درد میں برداشت ہی نہ کر پاؤں اور خاک اوڑھ لوں آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے بے حد شکریہ۔

❁ آخر میں عائشہ عاشو، جویریہ بلال، زارا عثمان، مدیحہ اسلم، کراچی سے وانیہ خان، ہانیہ راجپوت، سیدہ روش ترمذی، لاہور سے مہوش ملک، بہاولپور سے آصفہ نرجس عارف والا سے عائشہ اقبال، چکوال سے کشف زہرہ، حنا حورعین آغا آسیہ بتول، گجرات سے مہوش مان، اقرا امان، ایمان علی، ارحم انصاری، فیصل آباد، فروا احسن لیاقت پور، ہادیہ ایمان راولپنڈی اور دیگر بہنوں کے سوالات میں اسی سلسلے کی مختلف نشستوں میں دے چکی ہوں لہٰذا آپ کو شامل نہیں کر پائی بے حد معذرت۔

انڈیا میں مہکتا آنچل، پاکیزہ آنچل اور حنا کے مدیر مصطفیٰ قریشی بھائی اور نامور لکھاری غزالہ پروین قریشی آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔ زندگی رہی تو ان شاء اللہ پھر کہیں کسی پلیٹ فارم پر ضرور ملاقات ہوگی۔ اپنی محبت اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا عاصمہ میری جان آپ کی محبت کی نذر یہ نظم۔

ہم تو بس خواب ہیں کچھ پل کے لیے دیکھو ہمیں
پھر کسی آنکھ کسی نیند میں آئیں گے نہیں
پھر کسی راہ کسی موڑ پر ہم ہوں گے نہیں
ہم تو بس گرد ہیں کچھ دیر میں ہٹ جائیں گے
ہم تو خوشبو ہیں ہمیں رنگ نہ دینا کوئی
حرف احساس کو چھو کے گزر جانا ہے ہمیں
ہم تو آنسو ہیں بہیں گے تو نہ لوٹیں گے کبھی
ہم تو بس زخم ہیں سینے کا ہمیں بھرنا ہے
ہم وہ احساس کی بیلیں ہیں جو چھاؤں چاہیں
زرد کی دھوپ جو چھو لیں تو ہمیں مرنا ہے
ہم تو بس خواب ہیں کچھ پل میں بکھرنے والے

(یار زندہ صحبت باقی)

☺

بزم خیال میں تیرے حسن کی شمع جل گئی
درد کا چاند بجھ گیا، ہجر کی رات ڈھل گئی
جب تجھے یاد کرلیا، صبح مہک مہک اٹھی
جب ترا غم جگا لیا، رات مچل مچل گئی

"اوگاڈ! اب کیا ہوا...... ہم پہلے ہی لیٹ ہوگئے ہیں اور تمہاری اس بائیک کو اسی وقت ہی خراب ہونا تھا؟" مائدہ نے بائیک سے اترتے ہوئے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور گھبرا کر بولی۔

"ریلیکس یار! گیارہ ہی بجے ہیں ابھی کوئی رات نہیں گزر گئی ہے جو تم اس قدر پریشان ہورہی ہو تم پھر میرے ساتھ ہو کسی غیر کے ساتھ نہیں۔" حماد بائیک کے قریب بیٹھ کر ٹائر چیک کرتے ہوئے نرمی سے گویا ہوا۔

"بابا کے لیے گیارہ بجے آدھی رات ہوتی ہے' تین بجے وہ تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے ہیں تو پھر دوپہر میں ہی قیلولہ کرتے ہیں۔"

"خیر مجھے کیا بتا رہی ہو میں بھی اسی گھر میں رہتا ہوں اور چچا جان کی ڈیلی روٹین کو جانتا ہوں۔"

"اور بابا کے مزاج کو جان کر بھی جاننا نہیں چاہتے ہو اگر ان کو پتا چل گیا ہم اس طرح آوارہ گردی کررہے ہیں تو......" کہتے کہتے وہ مارے خوف کے جھرجھری لے کر بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہوگئی۔

"تو...... تو کیا ہوگا جملہ مکمل کرواپنا۔"

"اس سے آگے میں سوچنا ہی نہیں چاہتی' بابا کا غصہ بے حد خراب ہے۔" حماد نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے سیاہ اسکارف میں لپٹے شفاف دودھیائی رنگت والے رعنائی سے بھرپور چہرے کو دیکھا تو اس کی چاہت کی لے پر دھڑکتی دھڑکنوں میں خوش کن ارتعاش سا ہلچل مچانے لگا تھا۔

"ایک بات بالکل سچ سچ بتاؤ گی؟" وہ قریب آکر بھاری لہجے میں بولا۔

"ہوں......" وہ اس کی آنچ دیتی نگاہوں سے سراسیمہ ہوکر گویا ہوئی۔

"لڑکیاں واقعی ڈرپوک ہوتی ہیں یا ایکٹنگ کرتی ہیں؟" اس کے قریب آنے پر وہ بے ساختہ چند قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"فالتو کی بکواس مت کرو' میں آئندہ تمہارے ساتھ نہیں آؤں گی تمہارے دماغ کی طرح اکثر تمہاری بائیک بھی خراب ہوجاتی ہے۔"

"بائیک خراب نہیں ہوئی صرف ٹائر پنکچر ہوا ہے جو ابھی لگ جائے گا۔" وہ سڑک کے اس پار پنکچر لگانے والے کی دکان دیکھتا ہوا اطمینان بھرے لہجے میں بولا اور مائدہ کا خوف وفکر سے برا حال تھا۔ دوسرا اس کے اطمینان پر دل جل کر خاک ہوا جارہا تھا وہ اس کے اصرار پر امی اور تائی کی اجازت لے کر کھانے پر آئے تھے۔

حماد پہلے اسے سی ویو لے گیا سمندر کی ٹھنڈی لہروں سے کھیلتے ہوئے وقت گزرنے کا احساس نہ رہا پھر ڈنر اور کافی کے بعد حماد بار بار اس کے کہنے پر وہاں سے اٹھا تھا اور ابھی آدھا راستہ بھی طے نہ ہوا تھا کہ رہی سہی کسر ٹائر پنکچر نے پوری کردی تھی۔

"اب کتنی اور دیر لگے گی یہاں؟" وہ بائیک وہاں کھڑی کرتا آیا تو وہ پوچھ بیٹھی۔

"زیادہ دیر نہیں لگے گی' تم فکر مت کرو۔" اس نے

تسلی دی۔

❀....❀....❀

مردانہ قہقہے کے ساتھ نسوانی بے باک قہقہہ فضاؤں میں بکھرا اور قہقہوں میں تبدیل ہوتا چلا گیا‘ ایوننگ نیوز پیپر پڑھتے ہوئے یوسف صاحب کی نگاہیں بے ساختہ ہی برابر والے لان میں گئی تھیں۔

”لاحول ولاقوۃ! شریف لوگوں کے درمیان بھی اب اس قماش کے لوگ بسنے لگے ہیں۔“ لان میں ایک نوجوان لڑکی جینز اور سلیولیس ٹاپ میں دو مردوں کے ساتھ کھڑی بے تحاشا ہنس رہی تھی‘ اس کا ساتھ مرد بھی دے رہے تھے جتنی تیزی سے ان کی نگاہیں اس طرف اٹھی تھیں اس سے بھی پھرتی سے پلٹی تھیں وہ فوراً اٹھے اور تیز تیز چلتے کمرے میں آگئے۔

”ایک گلاس پانی دو بیگم!“ وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئے۔

”ارے کیا ہوا آپ کو؟ چہرہ کتنا سرخ ہو رہا ہے تنفس بھی تیز ہے۔“ مہربانو روم ریفریجریٹر سے پانی گلاس میں انڈیل کر انہیں دیتی ہوئی تشویش بھرے لہجے میں استفسار کرنے لگیں۔

”کیا بے حیائی کا دور آگیا ہے مہربانو! ہم صدمے میں ہیں۔“ وہ ان کو ساری بات بتا کر حیران و افسردہ لہجے میں گویا ہوئے۔

”کیوں اتنا رنجیدہ ہوتے ہیں آپ یہ بھی ہوسکتا ہے ان کا آپس میں ایسا کوئی تعلق نہ ہو‘ بعض گھرانوں میں بہن بھائیوں میں بھی ایسی بے تکلفی پائی جاتی ہے‘ ہنسی مذاق چلتا ہے۔“

”بہن بھائی..... کیسی باتیں کرتی ہو مہربانو! ارے ان پاکیزہ رشتوں کی خوشبو دور سے ہی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہ بال میں نے دھوپ میں سفید نہیں کیے ہیں‘ ان بالوں کی سفیدی میں عمر کے مشاہدے سے تجربے موجود ہیں۔“

”ارے چھوڑیں آپ یوسف! ہر کوئی اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے وہ جو بھی کرتے ہیں انہیں کرنے دیں اس دور میں کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا۔“

”برائی کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے بیگم! ایسا نہ ہو کسی کے گھر کی آگ ہمارے گھر تک پہنچ جائے اور سب جل کر خاک ہوجائے۔“

”پھر کیا کریں گے آپ؟“ شوہر کو مضطرب دیکھ کر وہ بھی فکر مند ہوگئیں۔

”میں ابھی علاقے کے کچھ معززین سے مل کر ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کرتا ہوں‘ مجھے یقین ہے کوئی بھی ایسی بازاری عورتوں کو اپنے درمیان دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ ایسی بدقماش عورتیں شرفاء میں نہیں رہ سکتی۔“ وہ گلاسز درست کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”آپ بھی ہر بات سر پر سوار کرلیتے ہیں‘ پہلے چائے پی لیجیے ملائکہ نے کیک بنایا ہے‘ وہ چائے کی ٹرالی لارہی ہے۔“

”ابھی تو میری پانی پینے کو بھی طبیعت نہیں چاہ رہی‘ واپسی پر پیوں گا‘ پہلے اس معاملے کو کلیئر کروانے دو۔“ وہ کہہ کر چلے گئے۔

”مما! پاپا کہاں گئے‘ کچھ غصے میں بھی لگ رہے تھے؟“ ملائکہ نے باپ کو دور سے جاتے دیکھا تھا وہ ماں سے آکر پوچھنے لگی۔

”آپ کے پاپا کو کچھ کام تھا اچانک یاد آنے پر گئے ہیں۔“ وہ کھڑکیوں کے پردے درست کرتی ہوئیں اسے ٹالنے کی غرض سے بولیں۔

”میں نے جو سینڈوچ اور کیک تیار کیا ہے اس کا کیا بنے گا اب؟“

”فکر کیوں کرتی ہو بیٹا! آپ کے پاپا کچھ دیر بعد آجائیں گے اور شاید جب تک عمر بھی آجائے تو ساتھ مل کر سب انجوائے کریں گے۔“ انہوں نے مسکرا کر منہ بسورتی بیٹی کو تسلی دی۔

❀....❀....❀

وہ گنگناتی ہوئی سیڑھیاں اتر رہی تھی معاً اس کی نگاہ منہ دھوتے حماد پر گئی تو وہ رک گئی۔ حماد کا چہرہ فیس واش کے

جھاگ سے سفید ہو رہا تھا جس کو وہ دونوں ہاتھوں سے رگڑنے میں مصروف تھا۔

"کتنے بھی جتن کرلو تم گورے ہونے والے نہیں۔" وہ اس کے قریب پہنچ کر ہنس کر گویا ہوئی ساتھ ہی نل بھی بند کردیا تھا۔

"مائدہ! شرافت سے نل کھول دو میری آنکھیں جل رہی ہیں۔" اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے نل کھولنے کی کوشش کی تھی جس کی لائن وہ بیسن کے نیچے سے بند کرکے ہنستے ہوئے بھاگ گئی تھی۔

"ہاہا...... ہمت ہے تو کھول لو خود ہی کلو قصائی۔"

"مائدہ کی بچی...... میں تمہیں چھوڑنے والا نہیں ہوں میرے ہاتھوں سے بچ کر دکھانا تم اب۔" اس نے جیسے تیسے وال کھول لیا تھا ان چند لمحوں میں آنکھیں جلن و تکلیف کے مارے کھل کر نہیں دے رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد متواتر پانی سے منہ دھونے کے بعد آنکھیں کھلی تھیں جو سرخ انگارہ ہو رہی تھیں اس نے قریب لگے ہینگر سے تاول کھینچا منہ ہاتھ صاف کرتا وہ آئینے میں ایک نظر خود پر ڈالتا آگے بڑھ گیا۔

"کیا بات ہے کیوں بن بات اکیلی ہنسے جارہی ہو کتنی بار سمجھایا ہے تمہارا یہ بات بے بات ہنسنا مجھے قطعی پسند نہیں۔" رضوانہ نے پراٹھا توے پر ڈالتے ہوئے بیٹی کو سرزنش کی۔

"امی! بے بات کہاں ہنس رہی ہوں کوئی بات ہے تو ہنس رہی ہوں نا۔" وہ تصور میں حماد کی جھنجھلائی ہوئی کیفیت دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

"جانتی ہوں میں کوئی فضول ہی بات ہوگی چلو جلدی سے ناشتا ٹیبل پر لگاؤ حماد کو ہسپتال جانے میں دیر نہ ہوجائے اور تمہیں کالج۔" وہ ہاٹ پاٹ میں پراٹھے رکھ کر اسے دیتی ہوئی گویا ہوئیں اور پھرتی سے آملیٹ بنانے میں لگ گئیں چند لمحوں بعد وہ نفاست سے ٹیبل پر ناشتے کے تمام لوازمات رکھ چکی تھی۔

"ارے حماد...... بیٹا یہ آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟" وہ تیار ہوکر آیا تو اس کے وجیہہ چہرے پر آنکھوں کی سرخی کچھ زیادہ ہی نمایاں تھی۔ ناشتا سرو کرتیں رضوانہ نے چونک کر پوچھا تھا جبکہ ان کے برابر بیٹھی مائدہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر پھر ہنسنے لگی تھی۔ حماد نے لمحہ بھر اسے گھور کر دیکھا اور گویا ہوا۔

"خالہ جانی! شاید کسی کی بری نظر لگ گئی ہے میری خوب صورت آنکھوں کو پلیز نظر ضرور اتار دیجیے گا۔"

"ارے کس بدبخت کی ایسی بری نگاہ ہے مجھے تو کوئی اوپری مخلوق لگتی ہے جس کی ایسی بھاری نظر ہے۔" رضوانہ نے بھانجے کی محبت میں نہ اس کے شوخ طنز کو محسوس کیا اور نہ بیٹی کی دبی دبی ہنسی کو صرف اس کی آنکھوں کو دیکھ کر وہ فکر مندانداز میں سوچتے ہوئے گویا ہوئیں جبکہ حماد کے برابر میں بیٹھی رخسانہ نہ جانتے ہوئے بھی کچھ سمجھ گئی تھیں۔

"ہاں بالکل خالہ جان! ٹھیک پہچانا آپ نے وہ کوئی چڑیل ہی ہے۔"

"دیکھ رہی ہیں آپ تائی جان! حماد مجھے چڑیل کہہ رہا ہے۔" حسب عادت وہ خود پر تنقید برداشت نہ کرتے ہوئے کہہ اٹھی حماد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔ رخسانہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ چمک اٹھی جبکہ رضوانہ نے بیٹی کو گھورتے ہوئے تنبیہی لہجے میں کہا۔

"اچھا یہ تمہاری شرارت ہے پھر تم نے تنگ کیا حماد کو کتنی بار تمہیں سمجھایا ہے بدتمیزی مت کیا کرو مگر تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"اونہوں رضوانہ...... کیوں ڈانٹ رہی ہو مائدہ کی ان چھوٹی چھوٹی شرارتوں سے تو رونق ہے زندگی میں۔" تائی نے فوراً حمایت کی۔

"شرارت اور بدتمیزی میں فرق ہوتا ہے باجی۔"

"مائدہ بیٹا! تم ناشتا کرو اور اپنی ماں کی باتوں پر دل نہ جلایا کرو اس کو حماد کی شرارتیں دکھائی نہیں دیتی جو کسی طرح کم نہیں ہے۔" ہمیشہ کی طرح انہوں نے مائدہ کی حمایت لیتے ہوئے بیٹے کو برا بھلا کہا تھا کیونکہ مائدہ کو کالج اور حماد کو ہسپتال جانا تھا اس لیے بات آگے بڑھ نہ سکی اور وہ

ناشتے کے بعد اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہو گئے تھے۔ وین نہ آنے کی وجہ سے مائدہ کالج حماد کے ساتھ بائیک پر گئی تھی جو گھر آتے ہوئے عارف صاحب کی نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکے تھے۔

"مائدہ حماد کے ساتھ کیوں گئی ہے؟" وہ گھر میں آتے ہی گرجے تھے۔ رضوانہ جو صفائی کے لیے ماسی کا انتظار کر رہی تھی شوہر کو بے وقت گھر آتے دیکھ کر کچھ پریشان ہوئی تھیں مستزاد اس سوال نے حواس باختہ کر دیا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں مائدہ وین میں جانے کی بجائے حماد کے ساتھ کالج کیوں گئی ہے اور تم خاموش کھڑی ہو۔" وہ قریب آ کر بولے۔

"وہ...... دراصل آج وین نہیں آئی تھی اس لیے حماد کے ساتھ بھیج دیا۔"

"حماد کے ساتھ بھیجنے سے بہتر تھا خود رکشہ ٹیکسی کر کے چھوڑ آتیں۔"

"عارف کیوں اس طرح سوچتے ہیں بھلا حماد کوئی غیر لڑکا نہیں ہے مائدہ کا منگیتر ہے آپ کے بڑے بھائی کا بیٹا ہے اس گھر کا فرد ہے۔" رخسانہ فوراً ہی بہن کی مدد کو آتے ہوئے مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

"بھابی! میں مانتا ہوں اس بات کو لیکن شریعت کی رو سے منگنی کوئی شرعی تعلق نہیں ہے یہ صرف بڑوں کے مابین ہونے والا ایک معاہدہ ہے کچے کاغذ کی تحریر ہے جو حتمی نہیں ہے کہ یہ تعلق کل بھی قائم رہے گا۔"

"اللہ نہ کرے عارف! کبھی کبھی آپ زبان خنجر کی طرح استعمال کرتے ہیں جس کا وار سیدھا دل پر ہوتا ہے۔ ہماری تو دلی خواہش ہے مائدہ اور حماد کا بندھن جو بچپن میں آصف بھائی کے سامنے زبانی کلامی باندھا گیا تھا وہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے ہمارے بچے خوش و خرم زندگی گزاریں۔"

"یہ خواہش صرف میرے مرحوم بھائی کی نہیں تھی رضوانہ! تم سب کے ساتھ میری بھی یہی تمنا ہے لیکن میں وقت کی نزاکتوں سے باخبر ہوں وقت کے چلن کو سمجھ رہا ہوں۔ میں اس تعلق کو اسی عزت و وقار کے ساتھ جوڑنا چاہتا ہوں جو ہمارے خاندان کا وطیرہ رہا ہے۔" انہوں نے دونوں خواتین کو رنجیدہ رنجیدہ دیکھ کر رسانیت سے سمجھایا۔

"تمہاری باتیں درست ہیں عارف! مگر یہ بھی تو سوچو وقت کروٹ لے چکا ہے کچھ تو ہمیں وقت کی چال کے ساتھ چلنا چاہیے۔ ہمیں اپنے بچوں پر اعتماد ہے بھروسہ ہے اپنی تربیت پر بچے اگر کچھ وقت ساتھ گزار لیں تو کوئی حرج نہیں پھر کل کو انہیں ایک ہونا ہی ہے۔"

"بھابی! آپ شاید میری بات سمجھنا ہی نہیں چاہتی ہیں یاد رکھیے آج کی عاقبت نااندیشی کل کا ناسور بن جاتی ہیں۔ غلط فیصلے غلط راہوں پر ہی لے جاتے ہیں۔" وہ کہہ کر رکے نہیں تھے۔

❁......❁......❁

مہربانو نے ممتا بھری نظروں سے خوبرو اسمارٹ بیٹے کو دیکھا' جس کے سرخ و سپید چہرے پر سنجیدگی و وقار جاذبیت بن کر چھائی ہوئی تھی۔ سوٹ میں ملبوس وہ لیپ ٹاپ میں مصروف تھا ان کو دیکھ کر وہ سیدھا ہو بیٹھا اور لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کرنے کے بعد دھیمے انداز میں مسکرا کر بولا۔

"آیئے مما! میں چند لمحوں بعد آپ کے پاس ہی آنے والا تھا۔"

"ملائکہ نے بتایا ہے کہ آپ آج ڈنر گھر پر نہیں کریں گے۔" وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے خوش مزاجی سے گویا ہوئیں۔

"جی مما! بزنس ڈیلیگیشن کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے کچھ بزنس میٹرز ہیں وہ بھی حل کرنے ہیں' مجھے واپسی پر ٹائم لگ جائے گا۔"

"بھائی! آپ تو روز بروز مصروف ہوتے جا رہے ہیں' مما کی اپنی مصروفیت ہے' پاپا نے کبھی ہمیں ٹائم دیا ہی نہیں ایک آپ سے تھوڑی بہت گپ شپ ہو جاتی تھی سو وہ بھی اب خواب بن گئی ہے' زینی میں کالج سے آ کر بے حد بور ہوتی ہوں۔" ملائکہ وہاں آ کر شکایتی لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"سوری ڈیئر! جیسے ہی فری ہوا تو تم کو ڈنر اور شاپنگ کراؤں گا اور آؤٹنگ بھی کریں گے۔ لانگ ڈرائیو پر چلیں گے آئی پرامس یو۔" عمر نے لیپ ٹاپ رکھتے ہوئے اس سے وعدہ کیا۔

"سوری بھائی! مجھے یہ سب ہرگز نہیں چاہیے۔" وہ منہ بنا کر کہہ اٹھی۔

"پھر کیا چاہیے آپ کو؟" وہ متحیر ہوا۔

"بھابی...... مجھے بھابی چاہیے گھر کی خاموشی خوشیوں میں بدلنے کے لیے بھابی آئیں گی تو مجھے دوست بھی ملے گی اور سسٹر بھی۔" اس کی فرمائش پر مہربانو مسکرا رہی تھیں جبکہ وہ ہکا بکا کھڑا تھا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے مانگ! عمر اب ماشاء اللہ سے آپ کا کاروبار بھی اسٹیبلشڈ ہو چکا ہے اب آپ کی شادی ہو جانی چاہیے۔ آپ کے پاپا بھی کئی بار مجھے کہہ چکے ہیں اگر آپ کسی کو پسند کرتے ہیں تو مجھے بتائیں۔"

"پسند...... مما! پاپا نے جس طرح اپنی نگاہوں میں جکڑ کر تا زیست رکھا ہے ایسی گرفت میں کسی کو پسند ناپسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' میری کوئی پسند نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے احساس ہے بیٹا! یوسف نے آپ دونوں سے سخت رویہ رکھا ہے لیکن اس کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ وہ آپ سے پیار نہیں کرتے' بلکہ یہ ان کی محبت ہی تو ہے جو آپ آج کامیاب لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔"

"اوکے مما! مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ رسٹ واچ دیکھتا ان کی بات سنی ان سنی کیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جائیں بیٹا! فی امان اللہ۔" انہوں نے خوشی خوشی اسے رخصت کیا' اس کے جانے کے بعد ان کے چہرے پر تکلیف دہ خاموشی چھا گئی تھی۔

"مما! بھائی اور پاپا کے درمیان فاصلوں کی خلیج کب ختم ہوگی؟"

"خدا جانے کب یہ فاصلے مٹیں گے' یوسف کی شروع دن سے یہی عادت رہی ہے وہ آپ سے اور عمر سے از حد محبت و پیار کرتے ہیں۔ ہر معمولی سی معمولی ضرورت انہوں نے بنا کہے پوری کی ہے' دنیا کی ہر آسائش و سہولت دی ہے ماسوائے اس کے کہ وہ ماں باپ کی طرح ناز نخرے نہیں اٹھائے' وہ سمجھتے تھے بچوں سے بے جا لاڈ پیار ان کا مستقبل برباد کرتا ہے۔"

"ہمارے مستقبل کا تو پتا نہیں لیکن ہمارا حال پاپا برباد کر چکے ہیں۔ اسپیشلی پاپا کے رف اینڈ روڈ برتاؤ نے عمر بھائی کو فرسٹریٹ کر دیا ہے وہ خود کو ڈرگ جیلر اور بھائی کو کوئی خطرناک قیدی سمجھتے رہے ہیں۔ مجھ سے تو ان کا رویہ پھر بھی بہت بہتر ہے اور بھائی پاپا کے سامنے سانس بھی کھل کر نہیں لیتے' یہ کیسی محبت ہے مما؟"

"میں نے تو بہت سعی کی اور کر رہی ہوں' وہ اب عمر کو اس کی مرضی سے فیصلے کرنے دیں' وہ خود مختار ہے آزاد ہے اسے حق ہے اپنی مرضی سے جینے کا۔"

"مما پلیز آپ پاپا کو سمجھائیں' وہ اپنا برتاؤ چینج کریں' میری خواہش ہے جب ہم چاروں ساتھ بیٹھیں تو گپ شپ کریں' ہنسے بولیں' ہمارے درمیان احترام و چاہت بھری بے تکلفی ہو' ہم روبوٹس کی طرح اپنے اپنے کام انجام دے رہے ہوں۔" اس کی آواز نم ہو گئی۔ مہربانو نے اسے سینے سے لگا لیا تھا آنکھیں ان کی بھی بھر آئی تھیں۔

ان کے نظریات سے بے خبر یوسف صاحب اپنی ہمسایہ میں موجود ان ماں بیٹی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اپنے ہم عمر لوگوں سے رابطوں کے لیے سرگرم تھے۔ پہلی ملاقات ان کی ماہتاب صاحب سے ہوئی تھی جو اس علاقے میں خاصے اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ انہوں نے ان کے آگے یہ مسئلہ پیش کیا تو وہ بھی ان کے ہم خیال نکلے اور محلے کے کچھ اور صاحبان کو ساتھ ملانے کا وعدہ کر کے ایسے گئے کہ ایک ماہ گزرنے کے بعد بھی وہ نہ گھر پر دستیاب ہوئے نہ فون پر۔ ان کی اس بے اتفاقی کی وجہ بھی وہ اس وقت سمجھے جب ان کے بیٹے کو رات کے اندھیرے میں پڑوس میں آتے دیکھا۔ وہ بھی ہمت ہارنے والے نہ تھے' ان ماں بیٹی کو علاقے سے نکالنے کا

تہیہ کر چکے تھے اب وہ سکون سے بیٹھنے والے نہ تھے۔ حالانکہ وہ سمجھ گئے تھے اس علاقے میں کوئی بھی ان کا ساتھ دینے والا نہیں ہے کسی کے بیٹے کا تعلق اس گھر سے جڑ گیا تھا تو کسی کے بھائی کی آمدورفت وہاں بڑھ چکی تھی اور کتنے ہی ایسے تھے جو چھپ چھپ کر اس گھر کی طرف جاتے دکھائی دیتے تھے۔

❀......❀......❀

"تمہاری ہاؤس جاب مکمل ہوتے ہی میں تمہاری شادی کردوں گی۔" رخسانہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"لوہ ریئلی امی! کیا بات کہی ہے آپ نے دل خوش ہوگیا۔" وہ اچھل کر مارے خوشی کے ماں سے لپٹ گیا۔

"پہلے اچھی طرح سے میری بات سنو۔" وہ سنجیدگی سے دور ہوتے ہوئے بولیں۔

"شادی ہونے تک تم مائدہ سے نہیں ملو گے اور......"

"امی! آپ مجھے زندہ دیکھنا نہیں چاہتیں؟" وہ کراہ اٹھا۔

"یہ کیا اول فول بک رہے ہو حماد! ماں سے اس طرح بات کرتے ہیں؟" اس کی جذباتیت پر غصے سے بولیں۔

"گستاخی معاف امی جان! میں اپنی کیفیت بیان کررہا ہوں، نجانے کیوں میں مائدہ سے اتنی محبت کرتا ہوں؟ ایسا لگتا ہے وہ دل ہے اور میں دھڑکن ہوں، ہم ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہیں۔"

"اور ماں کچھ نہیں ہے جو تمہیں دیکھ کر جیتی ہے۔ آصف جب ہمیں چھوڑ کر گئے تو تم چھ برس کے تھے تب سے اب تک میری زندگی کا محور تمہاری ذات ہے۔"

"امی...... میری سوئٹ امی......" اس نے آگے بڑھ کر انہیں محبت سے بازوؤں میں بھر لیا اور ان کے ہاتھ چومتا عقیدت سے بولا۔

"جو آپ سے محبت ہے وہ بہت اسپیشل ہے اس محبت کا کوئی بھی ثانی نہیں آپ کی محبتوں کا قرض میں کبھی ادا کر ہی نہیں کرسکوں گا۔"

"بس بس زیادہ جذباتی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو ویسے بھی عارف نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ اس نازک دور میں پھونک پھونک کر چلنا ہی بہتر ہے پھر کون سا وہ پردے میں بیٹھ جائے گی ایک گھر میں رہتے ہوئے ہزاروں موقع ملیں گے دیکھنے کے بات کرنے کے۔ باہر کے سیر سپاٹے ختم کرو بس۔"

"کون سا روز روز لے کر جاتا ہوں امی! آپ چچا کو سمجھائیں نا۔" وہ سخت مضطرب و بے کل ہو رہا تھا، عجیب محبت تھی اسے مائدہ سے ایک لمحے کی جدائی بھی اسے مرغ بسمل کی مانند تڑپانے لگتی تھی۔

"مائدہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اسے بھی سمجھایا ہے میں نے اور سچ پوچھو تو وہ بچی پردہ کرنے کو بھی راضی ہے۔ ایک تم ہو کہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں ہو۔" وہ بڑبڑاتی ہوئیں کمرے سے نکل گئیں۔

❀......❀......❀

رات واپسی پر دیر ہوگئی تھی جلد گھر پہنچنے کے لیے اسے کار دوڑانی پڑ رہی تھی۔ سرد رات تھی موسم خاصا ابر آلود ہو رہا تھا سڑکوں پر ٹریفک بھی برائے نام تھا وہ اپنی دھن میں کار ڈرائیو کررہا تھا کہ اس نے دیکھا کچھ فاصلے پر کار کھڑی تھی جس کے دروازے وا تھے، قریب ہی دو لڑکے ایک لڑکی کو پکڑے کار کی طرف لا رہے تھے۔ لڑکی بُری طرح مزاحمت کررہی تھی ان کی گرفت سے نکلنے کے لیے اس نے فوراً کار روکی اور پھرتی سے ان کو للکارتا ہوا باہر نکلا اور کوٹ کی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا (جو عموماً وہ اپنی سیفٹی کے لیے رکھتا تھا) ان لڑکوں نے گھبرا کر لڑکی کو وہیں چھوڑا اور تیزی سے کار میں بیٹھ کر فرار ہوگئے۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں مس؟" وہ بھاگ کر اس لڑکی کے قریب آیا جو اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے سنہری بال بکھرے ہوئے اور ہونٹوں پر ٹیپ تھی اس نے فوراً ٹیپ نوچ کر ہٹایا اور کھڑی ہونے کی سعی میں کراہ کر رہ گئی جس بے دردی سے اسے کھینچا گیا تھا اس سے اس کی ٹانگ میں چوٹ آئی تھی وہ کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی۔

"پلیز! مجھ سے اٹھا نہیں جا رہا ہے آپ سپورٹ دیں مجھے۔" وہ از حد درد بھرے لہجے میں گویا ہوئی تو عمر نے تذبذب بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا' وہ ہمیشہ لڑکیوں سے دور رہا تھا۔

"پلیز میری مدد کریں! مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔" وہ لڑکی تقریباً رو پڑی تھی اس نے سہارا دینے کے لیے بازو بڑھایا اور ساتھ ہی گویا ہوا۔

"کون لوگ تھے وہ اور آپ کو اغواء کیوں کرنا چاہتے تھے؟"

"میں نہیں جانتی وہ کون تھے' گھر جا رہی تھی کہ اچانک ہی انہوں نے کار سے نکل کر ایک نے مجھ پر گرفت کی اور دوسرے نے ہونٹوں پر ٹیپ لگا دیا تھا اگر آپ ٹھیک وقت پر نہ آتے تو......"

"اس وقت آپ کو تنہا گھر سے نہیں نکلنا چاہیے تھا۔" اس لڑکی نے ابھی بھی اس کے بازو کا سہارا لیا ہوا تھا' چوٹ کے باعث وہ اپنے سہارے سے کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی۔

"میری مما بیمار تھیں ان کی دوائی لینے کی خاطر گھر سے نکلی تھی۔ دوائی لے کر آ رہی تھی کہ یہ سب ہو گیا۔" اس نے وجہ بیان کی۔

"کہاں سے آئی ہیں...... میرا مطلب کہاں جائیں گی آپ؟ اس واقعہ کے بعد آپ کو تنہا چھوڑنا مناسب نہیں۔" وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

"اے بلاک میں رہتی ہوں' بے حد شرمندہ ہوں آپ پر بوجھ بن گئی ہوں۔"

"اے بلاک...... وہاں تو میں بھی رہائش پذیر ہوں' آئیے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔" وہ اس کا بازو تھامے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کار میں بیٹھ گئی تھی۔ فاصلہ چونکہ زیادہ نہیں تھا وہ دس منٹ بعد اس کے بتائے گئے گیٹ کے سامنے کار روک چکا تھا۔

"ارے آپ تو ہماری پڑوسن ہیں' یہ برابر والا بنگلہ ہمارا ہے۔" وہ باہر دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

"جی...... کبھی آپ کو دیکھا نہیں ہے یہاں پر۔"

"میں بزنس ٹور پر تھا' چھ ماہ بعد واپس لوٹا ہوں۔"

"ہمیں یہاں آئے پانچ ماہ ہوئے ہیں' کیا آپ مجھے گھر تک سہارا نہیں دیں گے؟" اس کے بھرے بھرے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ تھی۔

"میں آپ کے گھر میں اطلاع کر دیتا ہوں' کوئی لے جائے آپ کو۔" وہ کچھ خنک لہجے میں مخاطب ہوا۔

"گھر میں مما کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور وہ بھی بیمار ہیں۔" عمر نے گہرا سانس لے کر اسے سہارا دیا' گیٹ بیل بجانے پر درمیانی عمر کی عورت نے دروازہ کھولا اور بیٹی کو دیکھ کر حیرانی سے استفسار کیا۔

"یہ کیا ہوا تم تو بالکل ٹھیک ٹھاک گئی تھیں؟" لڑکی نے کچھ نہیں کہا' عمر کو لے کر وہ لاؤنج میں آ کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ عورت بھی پیچھے آ گئی تھی اور عمر کو جانچتی نگاہوں سے دیکھتی رہی' لڑکی نے مختصراً اپنی آپ بیتی سنائی تھی اور ساتھ عمر کا تعارف بھی کروایا' وہ سب سن کر عمر کے واری صدقے ہونے لگی۔

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں' یہ میرا فرض تھا' اب مجھے اجازت دیں۔"

"آپ بیٹھیں تو سہی بیٹا! پہلی بار گھر آئے ہیں' میں کافی لاتی ہوں۔"

"نہیں شکریہ' پلیز ٹائم بہت ہو گیا ہے۔" وہ جانے کو مڑا۔

"بہت مدد کی ہے آپ نے میری' میں دل سے آپ کی عزت کرتی ہوں۔ کیا آپ مجھے اپنا نام نہیں بتائیں گے؟" اس کا لہجہ از حد مترنم تھا۔

"عمر...... عمر یوسف کہتے ہیں مجھے۔" خلاف عادت وہ مسکرا کر بولا۔

"پریٹی نیم! مجھے چاندنی کہتے ہیں' یہ میری مما ہیں فردوس بیگم!"

"یہ میرا کارڈ ہے' کبھی ضرورت پڑے تو بلا جھجک یاد کیجیے گا۔" اس نے جیب سے وزیٹنگ کارڈ نکال کر چاندنی

کو دیا نامعلوم ان کو تنہا دیکھ کر ہمدردی کا جذبہ اس کے اندر سرائیت کر گیا تھا یا چاندنی کے چاند جیسے روشن و گلاب جیسے مہکتے حسن نے اسے سحر زدہ کر ڈالا تھا۔

چاندنی اور اس کی ماں پر بھی اس کی ہینڈسم و ڈشنگ پرسنلٹی اثر کر گئی تھی۔ چاندنی ماں کا سہارا لیے منع کرنے کے باوجود بھی اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی فردوس بیگم نے پُرخلوص انداز میں دوبارہ آنے کی دعوت دی تھی۔ وہ گھر میں آیا تو اپنا آپ کچھ بدلا بدلا لگا تھا' مما اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں وہ ان سے مل کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔

❀......❀......❀

فردوس نے گہری نظروں سے بیٹی کو دیکھا جو ابھی بھی خوش بو کے حصار میں مقید تھی۔ کیا خوش بو تھی سحر انگیز' اپنے حصار میں جکڑ لینے والی۔

"پاؤں تو تمہارا بالکل ٹھیک ہے اس لڑکے کا سہارا لے کر تم ایسے چل رہی تھیں جیسے کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہے پہلے تو میں گھبرا گئی تھی لیکن جب تمہارے چہرے پر نگاہ پڑی تو سمجھ گئی تمہاری نیت خراب ہو گئی ہے اس پر۔" ان کے قہقہے کا ساتھ اس نے بھی بھرپور انداز میں دیا تھا۔

"عجیب مرد تھا وہ مما' وہ قمر کا بچہ مجھے کسی بوجھ کی مانند سڑک پر پھینک کر بھاگا تھا فور' تو مجھ سے اٹھا ہی نہیں گیا تھا۔ مجھے بھی یہی لگی تھی کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں نے گھبرا کر اس سے مدد کو کہا تھا اس نے شاید حادثاتی طور پر میری جان بچائی تھی مگر مجھے چھو کر سہارا دینے کو تیار نہ تھا' بڑی منتوں کے بعد اس نے سہارا دیا تھا بازو سے اور اتنا سمٹا سمٹا رہا گویا غلطی سے بھی مجھ سے ٹچ ہوا تو پتھر کا ہو جائے گا۔ مما! کیا مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو عورت کو نگاہوں سے بھی چھونا برا سمجھتے ہیں؟" چاندنی ابھی بھی عمر کی خوشبو کے حصار میں تھی۔

"ارے میری جان! تم تو ایک ہی ملاقات میں عمر کی گرویدہ ہو گئی ہو اب کے تیر الٹا چل گیا ہے۔" وہ اس کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔

"بس مما! وہ جس قدر ہینڈسم ہے اس قدر ہی بے پروا اور روڈ بھی ہے۔ ایک نگاہ اس نے میری طرف بھرپور انداز میں ڈالنا گوارا بھی نہیں کی۔"

"میری جان! وہ دیکھتا بھی کیسے؟ تم نے اس کے تعارف سے یہ نہیں جانا کہ وہ اس خبطی بڈھے کا بیٹا ہے جس نے پورے علاقے میں ہمارے خلاف محاذ کھول رکھا ہے وہ اسی تگ ودو میں لگا رہتا ہے کسی نہ کسی طرح ہمیں یہاں سے نکال باہر کرے۔ ماہتاب صاحب اور رضوی صاحب جیسے اثر و رسوخ والے صاحبان کے بیچ ہمارے گروہ نہ ہوتے تو ہم کب کے یہاں سے شہر بدر کر دیئے گئے ہوتے اس بڈھے نے ابھی بھی ہار نہیں مانی ہے۔"

"او گریٹ آئیڈیا مما! آپ دیکھئے گا وہ بڈھا اب کس طرح سے اپنی ہی داڑھی میں منہ چھپا کر بیٹھتا ہے اسی کے ہتھیار سے اس کو ایسی شکست دوں گی کہ وہ جی نہیں پائے گا۔"

"ارے چھوڑ میں کہتی ہوں کیوں آگ سے کھیلنا چاہتی ہو۔"

"مما! قمر دوبارہ ہاتھ آنے والا نہیں ہے اب لائف اسپنڈ کرنے کے لیے ہم کو کوئی تگڑی آسامی تو چاہیے اور وہ عمر سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتی ہے۔" اس نے ماں کو عمر کا دیا ہوا وزیٹنگ کارڈ دکھاتے ہوئے کہا اور فردوس کی جہاندیدہ نگاہوں نے بیٹی کی نظروں میں لو دیتی چاہتوں کی ضیاء محسوس کر لی تھی۔ آج انہونی ہوئی تھی کل تک اس شمع پر پروانے جل مرتے تھے آج وہ شمع خود عمر پر پروانہ وار نثار ہو گئی تھی۔

"مما آپ کیا سوچ رہی ہیں؟"

"وہ قمر بدمعاش تمہیں ڈنر کے بہانے سے لے کر گیا تھا مکار آدمی نے ذرا بھی احساس ہونے نہیں دیا کہ وہ تمہیں اغوا کر کے لے جانے کا پلان بنا کر آیا تھا اگر بروقت عمر نہیں آتا تو نا معلوم کہاں لے کر جاتا میری بچی کو اور نہ جانے کس طرح سے پیش آتا تم سے؟" وہ ایک جھرجھری لے کر رہ گئی تھیں۔

"میں قمر کو اس کے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتی مما! میں چکنی مچھلی کی طرح اس کی گرفت سے نکل جاتی۔"

❀......❀......❀

اس نے حماد کو غصے سے دیکھا جس نے بائیک ساحل پر روک دی تھی۔

"ارے بھئی کب تک اس طرح گھور گھور کر دیکھتی رہو گی؟ مانا کہ بے حد ہینڈسم و اسمارٹ بندہ ہوں لیکن خوب صورت ہونے کا یہ مقصد تھوڑی ہے تم نظر لگا کر ہی چھوڑو۔" وہ اس کی نگاہوں کی تپش کو اپنے شوخ لہجے کی ٹھنڈک میں سمو کر گویا ہوا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا حماد! میرے بار بار منع کرنے کے باوجود تم یہاں آ گئے ہو۔" مائدہ نے غصے سے کہتے ہوئے اس سے ہاتھ چھڑایا اور وہیں کھڑی ہو گئی۔

"تم سیدھے طریقے سے میرے ساتھ آنے پر راضی کب ہوتی ہو ہر بار مجھے اسی طریقے سے تمہیں لانا پڑتا ہے اور تم بجائے میری احسان مند ہونے کے خفا ہوتی ہو یہ تمہارا برتاؤ ٹھیک نہیں ہے مائی ڈیئر! تم ناراض ہوتی ہو تو میں تمہیں منا لیتا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا ایک دم ہی سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"مگر یاد رکھنا جس دن میں ناراض ہو گیا تم مجھے منا نہیں پاؤ گی۔" نامعلوم کیسا حزن اتر آیا تھا اس کے لہجے میں ہنستے مسکراتے چہرے پر دبیز سنجیدگی چھا گئی تھی۔

یہ کیا کہہ دیا تھا اس نے مائدہ کا دل پل بھر کو تھم سا گیا تھا وہ جہاں تھی وہاں جم سی گئی پھر دوسرے پل اسے لگا سامنے سمندر کی موجوں کا تمام نمک اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا ہو اور لہریں آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے بہنے لگی تھیں۔

"او گاڈ! یہ سمندر اور سمندر جیسی آنکھیں رکھنے والی لڑکی! معاف کر دو مجھے میں جانتا ہوں عورت کے آنسو اور سمندر میں یکسانیت ہے۔ میں مذاق کر رہا تھا تم سے

میری کیا مجال جو تم سے خفا ہوں اور اور اگر کبھی ہو بھی جاؤں گا......" اسے بے تحاشہ روتے دیکھ کر وہ قدرے بوکھلا کر بے ربط بول رہا تھا وہ بھی کہ روئے جارہی تھی۔

"مائدہ پلیز...... کیوں میری برداشت کا امتحان لے رہی ہو تم؟"

"اور تم کیا کہہ رہے ہو حماد! ایسی بات کرکے تم نے مجھے زندگی سے دور کرنے کی سعی کی ہے کیا میں تم سے دور رہنے کا تصور کرسکتی ہوں؟"

"اب تم نے محسوس کیا کس طرح دل بند ہونے لگتا ہے جب کوئی اپنا ہم سے دور ہونے کی سعی کرتا ہے۔ تم نے محسوس کیا نہ اپنوں سے جدائی کے خیال سے کس طرح زندگی سانسوں سے خالی ہونے لگتی ہے۔ مجھے امید ہے تم آئندہ کبھی مجھے دکھی کرنے کی کوشش نہیں کروگی۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔ مائدہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلادیا پھر دونوں مسکراتے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گئے تھے یہ موسم سرما کی ڈھلتی ہوئی دوپہر تھی۔ سمندر پرسکون تھا لہریں ہولے ہولے ساحل سے ٹکرا کر لوٹ رہی تھیں ہواؤں میں ٹھنڈک تھی جو سورج کی شعاعوں سے خوش گوار لگ رہی تھی۔

"ایسے سرد موسم میں بھی کوئی ساحل سمندر پر آتا ہے بھلا؟" اس نے بھونی ہوئی مونگ پھلی کھاتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہاں ان کے علاوہ ایک کپل تھا جو خاصا دور موجود تھا اور اتنے ہی فاصلے پر ایک فیملی تھی اور چند لوگ تھے اکا دکا اونٹ والے تھے ماحول میں طمانیت بھری خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔

"ایسے موسم میں ہی تو سمندر پر آنے کا مزہ ہے دیکھ رہی ہو کتنا سکون ہے۔ قدرت کس قدر نزدیک محسوس ہورہی ہے ہر شے میں رب کی وحدت کا نور چمک رہا ہے عام دنوں میں ایسا کہاں ممکن ہے یہ سب محسوس کرنے کے لیے سکون و تنہائی میسر ہونی چاہیے۔" وہ قدرت کے ہر نظارے کا شیدائی تھا مالک کائنات کی ہر صناعی اسے مسرور و شاداب کردیتی تھی۔ وہ ہر موسم کو خوب انجوائے کرتا تھا۔

"حماد! تم ڈاکٹر کیوں بن گئے ہو؟ تمہیں تو شاعر و ادیب ہونا چاہیے تھا۔ ہر موسم کو جس اپنائیت و شدت سے تم محسوس کرتے ہو ایسا کرتے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ گرمی سردی خزاں و بہار اور بارش ہر موسم آتا ہے اور چلا جاتا ہے لیکن تمہارے دل پر ہر موسم اپنا رنگ چھوڑ جاتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ حماد کے چہرے سے از حد مسرت عیاں تھی وہ پیراڈائز کے ساحل پر موجود تھے جہاں دھوپ سمٹنے لگی تھی۔

"ڈاکٹر اور رائٹر کی ایک قدر مشترک ہے ویسے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔"

"اچھا وہ کیا قدر ہے جو مشترک ہے؟" وہ چہرے پر آنے والی لٹوں کو پیچھے کرتی ہوئی گویا ہوئی جبکہ وہ فضا میں اڑتے پنچھیوں کو دیکھ رہا تھا جو سمندر کی لہروں کے مانند قطار در قطار محو پرواز تھے۔

"دیکھو ڈاکٹر جسم کا علاج کرتا ہے اور رائٹر روح کا ڈاکٹر ادویات کے ذریعے اور ادیب اشعار و تحریروں کے ذریعے طمانیت و خوشیاں فراہم کرتا ہے۔ عزم دونوں کا ایک ہی ہے یعنی خلق خدا کی خدمت کرنا۔"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو اس بارے میں کوئی کمنٹس پاس نہیں کرسکتی کیونکہ میں نہ رائٹر ہوں نہ شاعرہ ہوں اور نہ ڈاکٹر ہوں۔"

"ایک ڈاکٹر کی لائف پارٹنر تو بننے والی ہو۔"

"حماد! اگر ایسی باتیں شروع کیں تو میں دوبارہ تمہارے ساتھ آنے والی نہیں۔" حماد کو شوخی میں دیکھ کر وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اوکے بابا! سوری تم تو مذاق میں بھی سیریس ہوجاتی ہو تم سے اچھی میری کولیگز ہیں جو میرے مذاق کا جواب مذاق میں ہی دیتی ہیں اب تم ان سے جیلسی فیل کروگی۔" وہ ہنستا ہوا بولا۔

❁.....❁.....❁

وہ راکنگ چیئر کی بیک سے سر ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا اس کے سنجیدہ چہرے پر کچھ دکھ و کبیدگی

بھرے تاثرات تھے۔

کئی دنوں سے مما کا اصرار تھا کہ وہ شادی کرے کیونکہ وہ اب اسٹیبلشڈ تھا' خاندان کے کئی لوگ اسے داماد بنانے میں انٹرسٹڈ تھے اور اہم بات یہ تھی مما' پاپا بھی دل سے خواہاں تھے اس کی خوشیاں دیکھنے کے لیے اور وہ بھی ہامی بھر ہی لیتا اگر مما کی پسند کی کوئی لڑکی اس کی ہم سفر بننے کے لیے منتخب کی جاتی مگر یہاں بھی ہمیشہ کی طرح پاپا کی مرضی و پسند مساط کیے جانے کا ارادہ پروان چڑھ رہا تھا۔ ان کی ڈکٹیٹرشپ نے اس کی زندگی کے ہر اس پل کو بے رنگ و بو کر ڈالا تھا جو نوجوان زندگی کے بے فکر لاابالی و کھلنڈرے رنگ ہوتے ہیں اب مزید وہ ان خوف زدہ بداعتماد اور بے کیف رنگوں سے اپنی باقی ماندہ زندگی بے نور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''عمر! یوسف کے دوست کی بیٹی ہے، میں اس کا نام بھول گئی ہوں' وہ چاہتے ہیں آپ کی لائف پارٹنر وہ لڑکی بنے۔''

''مما! میں کب تک پاپا کی انگلی پکڑ کر چلوں گا؟ کب تک ان کی آنکھوں سے دیکھوں گا؟ کب تک ان کے ذہن سے سوچوں گا' میرے خیال میں اب مجھے پاپا کے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ شادی میرا پرسنل میٹر ہے اور کس سے کرنی ہے یہ فیصلہ میں خود کروں گا' پاپا نہیں۔'' یک دم ہی سیل بج اٹھا تو وہ چونک کر سوچوں سے باہر نکلا تھا۔

''ہیلو۔'' اس نے اسکرین پر چمکتے نامانوس نمبر دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہیلو...... کیسے ہیں آپ؟ آپ نے پلٹ کر خیریت ہی دریافت نہیں کی؟'' دوسری جانب سے خاصی دلکش و مترنم آواز ابھری تھی وہ دم بخود رہ گیا۔ کون تھی وہ جو اتنی اپنائیت سے بات کر رہی تھی؟

''ہیلو...... ہیلو مسٹر عمر!'' آواز میں کچھ پریشانی در آئی۔ آپ نے مجھے پہچانا نہیں شاید' میں چاندنی ہوں' آپ نے میری......''

''اوہ یس! ایم سوری میں آپ کو پہچان نہ سکا تھا۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''اب تو پہچان لیا ناآپ نے؟'' اپنی گرم جوشی کے جواب میں اس کا سرسری انداز چاندنی کو مضطرب کر گیا جبکہ وہ اسی انداز میں کہہ رہا تھا۔

''جی' پہچان گیا ہوں' کہیے کیسے کال کی آپ نے' خیریت ہے؟'' چند لمحے خاموشی کے بعد التجائیہ انداز میں گویا ہوئی تھی۔

''جی بے حد ضروری کام ہے میں فون پر نہیں بتا سکتی اگر آپ گھر تشریف لے آئیں تو بہت مہربانی ہوگی' آپ آئیں گے نا؟''

''ایسا کیا کام ہے جو آپ فون پر نہیں بتا سکتیں؟'' لہجہ سرد تھا۔

''کام ہی ایسا ہے اگر آپ نہ آنا چاہیں تو میں فورس نہیں کروں گی' ہم تنہا عورتوں کی مدد بھلا کوئی مرد کیوں کرنے لگا؟'' اس کا خوب صورت لہجہ ایک دم ہی بھیگ سا گیا اور ساتھ ہی لائن ڈسکنیکٹ کردی تھی۔ عمر چند ثانیے ہاتھ میں موجود موبائل فون دیکھتا رہا پھر وہ میٹھی میٹھی روٹھی روٹھی سی آواز حواسوں پر غالب آنے لگی تھی وہ کتنی دیر یونہی گم سم بیٹھا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''ارے بیٹا! چاندنی ویسے ہی بزدل و کمزور دل لڑکی ہے اس کی کال پر آپ اپنا کام چھوڑ کر آگئے میں بے حد شرمندگی محسوس کررہی ہوں۔'' فردوس معذرتی لہجے میں سامنے بیٹھے عمر سے گویا تھیں جو سیدھا وہاں چلا آیا تھا۔

''بزدلی کی کیا بات ہے مما! رات میں نے خود محسوس کیا تھا کوئی گیٹ کھولنے کی کوشش کررہا تھا' کسی نے خاصی محنت کی تھی وہ تو شاید قسمت اچھی تھی جو لاک کھل نہ سکے اور وہ کئی لوگ تھے میں جو دور سے لگی کھڑی تھی ان کے قدموں کی آواز صاف سنی تھی۔'' وہاں موجود چاندنی نے خاصے بھولپن و خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''آپ اسی ٹائم کال کرتیں مجھے' میں دیکھتا کون لوگ تھے؟''

"ارے اچھا ہوا بیٹا جو اس وقت چاندنی کو کال کرنے کا خیال نہیں آیا۔"

"کیوں کہہ رہی ہیں آپ اس طرح میں اسی لیے کارڈ دے کر گیا تھا کہ پریشانی میں آپ کی مدد کرسکوں۔" وہ خاصا مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

"وہ چور ڈکیت ہوں گے بیٹا اور ایسے لوگوں کے پاس اسلحہ لازمی ہوتا ہے بلا جھجک فائر کردیتے ہیں وہ لوگ۔ میں نہیں چاہتی ہماری وجہ سے آپ پر کوئی آنچ بھی آئے اللہ آپ کو ہمیشہ محفوظ رکھے بہت نیک و بے غرض بچے ہیں آپ کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے مجھے۔" وہ واری صدقے جانے لگیں۔

"آپ بہت نائس ہیں آنٹی! میں گارڈز آپ کے گیٹ پر لگا دیتا ہوں۔" وہ ان خوش اخلاق و سادگی پر اپنے سرد و خشک رویے پر نادم ہونے لگا۔

"ارے نہیں نہیں بیٹا! یہاں کے لوگ تو پہلے ہی ہم پر انگلیاں اٹھاتے ہیں ہم ماں بیٹی کے بارے میں نامعلوم کیا کیا نازیبا باتیں کرتے ہیں۔ دراصل مردوں کے معاشرے میں ہم جیسی بے سہارا عورتوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا' ہمیں لوٹ کا مال سمجھتے ہیں اگر ان چاہ پوری کردو تو ٹھیک ہے ورنہ ہم جیسی بدنصیب عورتیں گالی بن کر رہ جاتی ہیں۔" باوجود ضبط کے ان کی آواز بھرا گئی تھی۔ چاندنی کے مومی رخساروں سے سفید موتی پھسلنے لگے کنول جیسی خوش نما آنکھوں میں طغیانی سی در آئی۔

"آنٹی! میں خود کو فرشتہ نہیں کہہ رہا لیکن آپ مجھے ان مردوں سے مختلف پائیں گی جو عورتوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کو مردانگی سمجھتے ہیں۔"

"جگ جگ جیو میرے بچے! آپ نے مردانگی کی لاج رکھی ہے ہمارے لیے تو آپ فرشتہ ہی ہیں۔ ارے نماز کا ٹائم ہونے والا ہے پہلے میں کافی لاتی ہوں پھر نماز ادا کروں گی' آج انکار کی گنجائش بالکل نہیں ہے بیٹا۔" وہ ایک دم ہی وال کلاک دیکھتی ہوئی اٹھی تھیں' ساتھ ہی اسے تنبیہ بھی کی تھی۔ چاندنی نے آنسو خشک کرلیے تھے مگر روٹھی روٹھی کھڑی تھی۔

"ایم سوری' میں نے آپ کو کال کی' نیکسٹ ٹائم نہیں کروں گی۔" عمر کو اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ ایک ادائے خفگی سے گویا ہوئی۔

"کیوں...... آپ شاید بے حد خفا ہیں مجھ سے' کیا ہوا؟" اس کے پُر وقار لہجے میں کچھ کچھ خجالت و تکلف سا تھا۔

"آپ کو احساس نہیں ہے کس قدر روڈ لہجے میں بات کی تھی آپ نے' لڑکیوں سے اس طرح بات کرتے ہیں کیا؟"

"میرے ایٹی ٹیوڈ سے آپ ہرٹ ہوئیں' میں گلٹی فیل کررہا ہوں دراصل' مجھے گرلز سے بات کرنے کے مینرز نہیں ہیں میرا مطلب ہے میں...... میری کسی سے فرینڈ شپ نہیں ہے اس لیے میں معذرت خواہ ہوں۔" اس کے وجیہہ چہرے پر شرمندگی آمیز دھیمی مسکراہٹ ابھر آئی تھی' وہ اس کے انداز پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"وعدہ کرتا ہوں اب بھی آپ سے اس لہجے میں بات نہیں کروں گا۔" اس کی مسکراتی نگاہوں میں محبت کی قندیلیں لو دینے لگی تھیں پھر اس کی بے رنگ زندگی میں چاندنی کرنیں پھیلانے لگی اور وعدے و ملاقاتیں بڑھنے لگیں۔

❁......❁......❁

رضوانہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کڑی نگاہوں سے بیٹی کو دیکھا تھا جو فون پر باتیں کررہی تھی ان کو آتے دیکھ کر جلدی سے الوداعی جملے کہہ کر فون بند کردیا تھا اور بکھرے کشنز سمیٹنے لگی تھی۔

"کب ختم ہوں گی تمہاری لاابالی حرکتیں' شرم کرو کچھ۔ حماد لڑکا ہے وہ ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ سکتا جو تم با آسانی سمجھ سکتی ہو مگر تم ہو کے کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔ گھر میں وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے اور گھر سے باہر ہو تو تم فون سے دور ہٹنا گوارا نہیں کرتی۔"

"ممی! کیوں آپ ہم پر اتنی نظر رکھتی ہیں؟ حماد کوئی

غیر نہیں ہے، میرا کزن ہے اور ہم ایک دوسرے کے ہونے والے ہیں، یہ آپ لوگوں کا ہی فیصلہ ہے پھر اعتراض بھی آپ لوگ ہی کرتے ہیں ہمارے ملنے جلنے پر؟"

"ہاں یہ ہمارا ہی فیصلہ ہے کہ تم دونوں کی شادی کر دی جائے لیکن اس کا یہ مقصد ہر گز نہیں ہے کہ تم خاندانی اقدار کی پامالی کرو۔"

"ممی! میں اور حماد ملتے ضرور ہیں مگر خدا گواہ ہے ہم نے کبھی بھی آپ کی محبت اور اعتماد کو معمولی سا بھی داغدار کرنے کی سعی نہیں کی کبھی بھی۔" اس کی شفاف نگاہیں و مضبوط لہجہ اس کی بات کی گواہی دے رہا تھا۔

"مانتی ہوں میں تمہاری ہر بات سچی ہے، حماد کے اعلیٰ کردار سے بھی میں واقف ہوں مگر بیٹی! ہم خاندانی لوگ ہیں ہمارے ہاں یہ سب معیوب سمجھا جاتا ہے۔ عارف بھی میرے سگے پھوپی زاد تھے، بچپن میں ہی ہماری منگنی کر دی گئی تھی جب ہم ان رشتوں کے معنی سے بھی ناواقف تھے ہمارے درمیان تب سے ہی پردہ حائل کر دیا تھا پھر وہ پردہ شادی پر ہی ختم ہوا تھا۔" رضوانہ نے مسکراتے ہوئے اس کو رسانیت سے سمجھایا۔

"ممی! وہ سب اس دور میں ممکن تھا جو گزر گیا آپ اس دور کی بات کریں جہاں کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود بھی رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔"

"جو ناجائز رشتے کہلاتے ہیں اور ان رشتوں کی گند پورے معاشرے کے بگاڑ کا باعث بن رہی ہے، شریف لوگوں کا جینا ہی مشکل ہو گیا ہے۔"

"اُفوہ ممی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں سب جگہ ایسا نہیں ہوتا۔"

"میں صرف تمہاری بات کر رہی ہوں، آج ایسی کوئی بات نہیں کرو جو کل تمہیں پچھتانے پر مجبور کر دے۔" وہ ماں کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

❀......❀......❀

یوسف صاحب کی زیرک نگاہیں خاموشی سے بیٹے کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں، چائے کا مگ جس کے لبوں سے لگا ہوا تھا مگر نگاہیں بار بار رسٹ واچ کو چھو رہی تھیں۔ لوازمات سے بھری ٹیبل سے ماں و بہن کے اصرار پر بھی کچھ نہیں لیا تھا نامعلوم ان کے خوف سے یا مروتاً ہاف کپ پی لے لی تھی۔

"برخوردار! کس سے ملنے کی ایسی بے قراری ہے جو کچھ ٹائم اپنی فیملی ممبرز کے ہمراہ گزرنا بھی محال لگ رہا ہے آپ کو؟" وہ تیکھے لہجے میں عمر سے مخاطب ہوئے تھے عمر نے ماں کی طرف دیکھا جن کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کانپ گئی چہرے کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔

"فرینڈ سے ملنے جا رہا ہوں۔" اس نے نگاہیں اٹھائے بغیر آہستگی سے کہا۔

"فرینڈ سے...... یہ فرینڈ کون ہے، جس کے آگے گھر والوں کی اہمیت صفر ہے۔"

"آپ کہاں جانتے ہیں عمر کے سارے فرینڈز کو۔"

"جانتی تو تم بھی نہیں ہو صاحب زادے کے سارے فرینڈز کو لیکن یہ کوئی نئی دوستی لگتی ہے، جس نے تمام ہوش و حواس سلب کر دیئے ہیں، میں بھی ملنا چاہوں گا اس نئے فرینڈ سے، میں بھی ساتھ چل رہا ہوں۔" یوسف کی جہاندیدہ نگاہوں نے اس کی بے قراری سے کچھ اخذ کر لیا تھا یا شاید وہ اس میں بغاوت کی بو سونگھ چکے تھے۔ عمر کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا اس نے جھٹکے سے مگ ٹیبل پر رکھا تو وہاں موجود ملائکہ نے سراسیمہ ہو کر ماں کی طرف دیکھا جو پہلے ہی بدحواس تھیں۔

"پاپا! اب مجھے آپ کی گائیڈنس کی ضرورت نہیں ہے پلیز میں اچھے اور برے کی تمیز کر سکتا ہوں، مجھے گائیڈ کرنا چھوڑ دیں آپ پلیز۔" سالوں کی دل میں بھری کدورت آج زبان پر در آئی تھی، ماحول یک دم مکدر ہو گیا۔ فضا گویا ایک دم ہی ساکت ہو گئی مہربانو اور ملائکہ دہل کر رہ گئی تھیں جبکہ عمر آتش فشاں کی مانند کھڑا تھا۔

"گڈ نیوز ہے...... ماشاء اللہ میرا بیٹا جوان ہی نہیں عقل مند بھی ہو گیا ہے، اعلیٰ فہم و فراست کا مالک بن گیا اور ہمیں خبر ہی نہیں ہوئی۔" عمر کے اس بدلے ہوئے انداز

سے وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئے تھے۔

"یوسف! آپ بھی بے وجہ کی باتیں کرتے ہیں، جانے دیں عمر کو یہ فرینڈ سے ملنے جا رہا ہے جلد واپس آجائے گا۔" مہربانو نے حوصلہ کر کے ان کے درمیان بات کو طول پکڑنے سے روکا تھا۔

"جائے شوق سے جائے لیکن ایک بات تم بھی کان کھول کر سن لو باہر کی دوستیاں باہر ہی رہنی چاہئیں اس گھر میں تمام فیصلے کرنے کا اختیار مجھے ہے اور......" وہ عمر کو گھور کر گویا ہوئے۔ "مجھے ہی رہے گا اپنے حق کے لیے میں کسی کی پروا کرنے والا نہیں ہوں۔" ان کے لہجے میں عجیب قطعیت و جارحیت تھی وہ گھر سے چلا آیا تھا گھر سے کچھ دور چوک پر چاندنی اس کا انتظار کر رہی تھی وہ احتیاطی تدابیر کے تحت یہی طریقہ کار اپنائے ہوئے تھی۔ شروع میں عمر نے سخت ناپسند کیا تھا اسے اس طرح پک اینڈ ڈراپ کرنے پر ان ماں بیٹی نے بدنامی، رسوائی اور لوگوں کی باتوں، طعنوں کا خوف ظاہر کیا تو اس کی سمجھ میں بھی بات آ گئی تھی کیونکہ وہ چاندنی کو دل و جان سے چاہنے لگا تھا اور جانتا تھا ماں اور بہن اس کی خوشی میں خوش ہوں گی اس کے برعکس باپ کو منانا از حد مشکل اور صبر طلب مرحلہ ہوگا کیونکہ وہ خاندان سے باہر بیٹی دینے اور لینے کے بہت خلاف تھے اس دور میں بھی وہ اپنی روایات کے قائل تھے۔

چند ملاقاتوں میں وہ چاندنی کے اس قدر قریب آ گیا تھا کہ اب جدائی کا تصور بھی سوہان روح تھا۔ دوسری طرف چاندنی کی بھی یہی خواہش تھی وہ جلد از جلد اس کی بن جانا چاہتی تھی وہ اور اس کی ممی مل کر اس پر شادی کے لیے دباؤ ڈال رہی تھیں، آج بھی وہ ڈنر کرنے اپنے پسندیدہ ہوٹل میں آئے تو چاندنی نے اسے پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی۔

"بہت اداس لگ رہے ہو، جھگڑا ہوا ہے کسی سے؟" مینیو کارڈ نظر انداز کر کے اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"نہیں، کسی سے جھگڑا نہیں ہوا۔" اس نے مخروطی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"کوئی تو بات ہے جو موڈ اتنا آف ہے، کیا شادی کی بات کی ہے؟"

"شادی کی بات......؟ تم میرے پاپا کی فطرت سے واقف نہیں ہو، وہ نیرو مائنڈڈ، بیک ورڈ اور بے حد سیلفش ہیں وہ آسانی سے ہماری شادی نہیں ہونے دیں گے۔" وہ گویا خود سے ہم کلام تھا شدید ڈپریشن کے باعث اس کی صاف پیشانی پر نیلی رگ ابھر آئی تھی۔

❀......❀......❀

"ارے تم سے ابھی تک یہ پیاز نہیں کاٹی گئی حد ہوتی ہے نالائقی اور پھوہڑپن کی بھی سورج سر پر چڑھ آیا ہے تمہارے بابا اور حماد کے گھر واپسی میں کیا ٹائم رہ گیا ہے ان کو وقت پر کھانا نہ ملے تو گھر سر پر اٹھا لیتے ہیں اور تم ہو کے ذرا سی پیاز کاٹ کر آنکھیں بند کیے بیٹھی ہو۔" رضوانہ نے کچن میں قدم رکھتے ہی پیاز کا ڈھیر جوں کا توں رکھا دیکھ کر غصے میں کہا۔ مائدہ ایک پیاز کاٹنے کے بعد آنکھوں میں ہونے والی جلن کے باعث بے حال تھی، پیچھے آتی رخسانہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"توبہ ہے رضوانہ! کبھی نرمی سے بھی بات کر لیا کرو بچی سے تمہاری زبان جو ریل کی طرح چلتی ہے تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔"

"باجی! آپ اس کی ناجائز طرف داری ہر وقت نہ کیا کریں، ایگزامز سے فارغ ہو گئی ہے اب گھر داری سیکھ لینی چاہیے تاکہ ہم کبھی گھر میں نہ ہوں تو یہ کھانا پکا سکے ابھی بھی دیکھیں قورمے کے لیے، پیاز کاٹنے کو دے کر گئی تھی کہ آتے ہی پکا لوں گی مگر یہ مہارانی ایک پیاز کاٹ کر آنسو بہانے بیٹھ گئی ہے ایسا بھی ہوتا ہے کیا؟" وہ بڑبڑاتے ہوئے کام میں لگ گئی تھیں۔

"اپنا دل مت جلاؤ، آہستہ آہستہ سب کام کرنا آ جائے گا اور قورمہ چکن کا پکنا ہے جو منٹوں میں پک جاتا ہے۔" مائدہ کو آنکھ کے اشارے سے باہر جانے کا کہہ کر وہ بھی پیاز کاٹنے لگی تھیں۔

"جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق پاؤں دبا کر

بھاگ لو یہاں سے تم۔" وہ اسے جاتے دیکھ کر طنزاً گویا ہوئی تھیں' مائدہ جھجک کر رک گئی۔

"لان میں کپڑے سوکھ چکے ہوں گے ان کو پریس کرکے ہینگ کرو۔"

"جی اچھا ممی!" وہ کہہ کر باہر نکل آئی اور باہر لگے بیسن سے منہ ہاتھ دھوکر بالوں میں برش کرکے وہ لان کے اس حصے کی طرف چلی آئی جہاں پر ماربل کا فرش گھاس و پودوں سے خالی تھا۔ سرخ ٹائلز والی چھت اور جدید طرز سے بنا یہ کبھی گیراج کے طور پر استعمال ہوتا تھا' آصف کی وفات کے بعد عارف کاروباری کرائسز میں اپسے پھنسے کے یکے بعد دیگرے دونوں گاڑیاں فروخت کرنی پڑی تھیں' بینک بیلنس صفر ہوکر رہ گیا تھا۔

حالات ان تھک محنت کے بعد پہلے جیسے تو نہ ہوسکے تھے البتہ بہتر ضرور تھے انہوں نے اپنے استعمال کے لیے ایک پرانی شیراڈ خرید لی تھی۔ حماد نے ان کے لیدر کے بزنس میں دلچسپی نہ لی تھی وہ ڈاکٹر بننا چاہتا تھا اس کے شوق کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اسے میڈیکل کالج میں ایڈمیشن دلایا تھا اور ساتھ ہی بائیک بھی دلا دی تھی۔

مائدہ کامرس کا ایگزام دے کر فارغ تھی' وہ تمام کپڑے سمیٹ کر اندر جانا ہی چاہتی تھی جب اس کی نگاہ شیڈ کے نیچے کھڑی حماد کی بائیک پر پڑی تو وہ چونک گئی۔

"ارے تم کب آئے؟" وہ کپڑے روم میں رکھ کر اس کے روم میں چلی آئی' جو خلاف عادت خاموش و سنجیدہ بیڈ پر نیم دراز گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"ابھی' کچھ ہی دیر پہلے آیا ہوں' بیٹھو نا تم۔" وہ چونک کر گویا ہوا۔

"کیا بات ہے حماد! تم خاموشی سے گھر آئے اور اب پریشان اور اداس دکھائی دے رہے ہو اس طرح سیریس تو تم کبھی نہیں ہوئے۔" وہ بھی خاصی پریشان ہوکر استفسار کرنے لگی۔

"رات ایک کیس آیا ہسپتال میں وہ دونوں گرل بوائز محبت کرتے تھے' شادی کرنا چاہ رہے تھے لیکن وہ ہی

غزل

آنکھوں آنکھوں میں بچھڑنے کا اشارہ کرکے
خود بھی رویا بہت وہ ہم سے کنارہ کرکے
سوچتا رہتا ہوں تنہائی میں بیٹھ کے انجام خلوص
پھر اسی جرم محبت کو دوبارہ کرکے
چکا دی ہیں تیرے شہر کی گلیاں میں نے
اپنے ہر اشک کو پلکوں پہ ستارا کرکے
چلو دیکھ لیتے ہیں حوصلہ اپنے دل کا ہم
کچھ روز تیرے بغیر گزارہ کرکے
ایک ہی شہر میں رہنا ہے ملنا نہیں
چلو دیکھ لیتے ہیں یہ اذیت بھی گوارا کرکے
اس بار محبت میں خسارا نہ ہو شاید
چلو دیکھ لیتے ہیں اس دل کو پھر سے تمہارا کرکے

اعتبار ساجد
سمیرا تعبیر...... سرگودھا

ہمارے معاشرے کے فرسودہ رسم و رواج' ذات و پات' امیری و غریبی کی بے بیہانہ چپقلش ان کی راہ کی رکاوٹ بن گئی اور ان کو انتہائی موڑ پر لے گئی۔"

"اوہ...... ایسا کیا ہوا ان کے ساتھ؟" اس کی پریشانی میں وہ بھی شریک ہوگئی تھی۔

"انہوں نے زہر کھا کر خودکشی کرلی۔" وہ اضطرابی کیفیت میں مبتلا تھا۔

"مائی گاڈ! حماد یہ تو بہت برا طریقہ ہے گناہ کی موت۔"

"اس کے ذمہ دار وہ والدین ہیں جو نہ مذہبی اقدار کو مانتے ہیں' اپنی جھوٹی انا کی تسکین کے آگے بچوں کی خواہشوں کو رد کردیتے ہیں۔" کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بکھرے بال اور سرخ آنکھیں وہ بکھرا بکھرا لگ رہا تھا۔

"لڑکی کی ڈیڈ باڈی اس کے گھر والے لے گئے وہ جانبر نہ ہوسکی تھی اور وہ لڑکا بچ گیا ہے دو دن بعد ہوش آیا ہے اسے اور آنکھ کھولتے ہی اس نے اپنی محبوبہ کا پوچھا گھر والوں نے جھوٹ کہہ دیا وہ لڑکی گھر چلی گئی ہے اس کے

صحت مند ہوتے ہی ان کی شادی کردی جائے گی۔ لڑکا خوش ہے اس کی خودکشی رنگ لے آئی اب گھر والے پچھتا رہے ہیں ان کی شادی کروتے تو اچھا ہوتا اور میں سوچ رہا ہوں چند ہفتے بعد وہ ڈسچارج ہوکر گھر جائے تو گھر والے کب تک اسے بہلائیں گے؟ جب اس پر یہ انکشاف ہوگا کہ ساتھ جینے ومرنے کی قسمیں کھانے والے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے ہیں' جدا ہوگئے ہیں تو وہ کس طرح فیس کرے گا؟'' اس کی آنکھوں میں نمی تھی وہ یک ٹک مائدہ کو دیکھ رہا تھا۔

''سوسیڈ.....لیکن تم ایک ڈاکٹر ہو حماد! اس طرح کیسز کو خود پر حاوی کرو گے تو تم کسی کو انجکشن بھی نہیں لگا پاؤ گے ڈاکٹرز تو بہت سخت دل ہوتے ہیں اور اس فیلڈ میں سنگ دل ہونا ہی بیسٹ ہے۔'' اس نے رسانیت سے اس کو سمجھانے کی سعی کی تھی۔

''میں اپنے پیشے کی ریکوائرمنٹ پوری کرتا ہوں مائدہ! مگر اس حادثے نے میرے دل پر بے حد اثر ڈالا ہے میں نے رات سے کچھ نہیں کھایا یہاں تک کہ کافی تک نہیں پی' اس لڑکے کی نگاہوں میں جو من کی جوت جلتی میں دیکھ رہا ہوں' وہ جوت بجھے گی تو اس کی زندگی ہی اندھیر ہوجائے گی۔''

❁......❁......❁

سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگاتی فردوس ترچھی نظروں سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں جو سیل کان سے لگائے محوِ گفتگو تھی اس کے چہرے کے بنتے بگڑتے زاویوں کے ساتھ ساتھ ان کی نگاہوں کا ارتکاز بھی بدل رہا تھا۔

''ہوں' کیا کہہ رہا ہے عمر! بات کی اس نے شادی کی یا محض ٹائم پاس کررہا ہے دوسرے لوگوں کی طرح جو آتے ہیں دل بہلاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں؟'' اس کے چہرے پر چھائی غم وجھنجلاہٹ دیکھ کر وہ طنزاً گویا ہوئی تھیں۔

''مما! وہ عام لوگوں جیسا بالکل بھی نہیں ہے اس نے کبھی کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کی ہے' بہت محبت کرتا ہے وہ مجھ سے عزت کرتا ہے۔''

''مردوں کے کئی روپ ہیں' میری جان! یہ سب تم کو عمر گزرنے کے ساتھ معلوم ہوگا' میں کہتی ہوں بلاوجہ اس لڑکے کی خاطر ٹائم ضائع نہ کرو' وہ ٹیڑھے مزاج کے باپ کی اولاد ہے' اس کے مزاج میں سیدھا پن کس طرح ہوسکتا ہے۔ وہ صرف تمہیں الجھا رہا ہے کسی موقع کی تلاش میں ہے جب بھی موقع ملا وہ تمہیں دودھ میں مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔''

''عمر ایسا نہیں ہے یہ مجھے یقین ہے مما!'' وہ بکھرے بالوں کو سمیٹتی ہوئی بولی۔

''نامعلوم تم کن خوش فہمیوں کی وادی میں گم رہنے لگی ہو چاندنی! عمر کی خاطر تم نے دوسرے فرینڈز پر دروازے بند کردیے ہیں اور محسوس ہوتا ہے تم اپنے ساتھ میرے نصیب پر بھی قفل لگارہی ہو' تمہاری اس بے رخی سے یہاں آنے والے ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ ان لوگوں کی وجہ سے ہم یہاں رہ رہے ہیں ورنہ سب سے بڑا ہمارا مخالف عمر کا باپ ہے اور اسے کسی روز معلوم ہوگیا عمر سے تمہاری دوستی کا تو نامعلوم وہ کیا کر گزرے گا۔'' اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے اندیشوں بھرے لہجے میں کہا۔

''میں شادی کے بعد عمر کو اس کے گھر میں نہیں رہنے دوں گی' ہم تینوں لندن شفٹ ہوجائیں گے۔ عمر اپنے والدین کو راضی کرلے گا تو ہم یہاں سے شفٹ کرجائیں گے پھر عمر کا باپ بھی ہم کو پہچان نہ سکے گا۔'' چاندنی نے بھی سگریٹ سلگاتے ہوئے مستقبل کی باتیں کی تھیں۔

''وہ آج ہی اپنی مما اور بہن سے بات کرے گا۔''

''اچھا جو بھی کرنا ہے' جلدی کرو ویسے بھی عمر کے باپ سے ہی ہمیں زیادہ خطرہ ہے اور عمر ہی اس کے غرور کو چکنا چور کرسکتا ہے۔''

❁......❁......❁

مہر بانو بیٹے کی خواہش جان کر سکتے میں رہ گئی تھیں دل پر پہاڑ جیسا بوجھ آن پڑا تھا جبکہ وہ ان کی حالت سے بے

خبر کہہ رہا تھا۔

"مما! چاندنی نہایت نیک اور حسین لڑکی ہے اور اس کی می بھی نفیس و اعلیٰ کردار کی مالک ہیں' شوہر کی وفات کے بعد چاندنی کی پرورش انہوں نے بہت مشکل حالات میں کی ہے۔ تنہا عورت ہو کر بھی بڑی بہادری کے ساتھ کٹھن وقت کا مقابلہ کر کے چاندنی کو تعلیم و تہذیب سکھائی ہے۔"

"بیٹا! آپ اپنی پڑوس میں رہنے والی ماں بیٹی کی بات کر رہے ہیں؟" دل میں ایک موہوم سی آس ابھری شاید بیٹا کسی اور کے متعلق کہہ رہا ہو۔

"جی می...... فردوس آنٹی اور چاندنی کی بات کر رہا ہوں۔" وہ بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے بولا اور ان کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا' سنجیدہ' بردبار بیٹے نے پہلی بار کوئی لڑکی پسند کی بھی تو......

"کیا آپ ٹھیک ہیں مما! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے...... کیا ہوا آپ کو؟" وہ ان کو پسینہ پسینہ دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ بیڈ پر ڈھے گئیں۔ موسم بے حد سرد باہر تیز و تند ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے اس نے تیزی سے پردے ہٹا کر کھڑکیوں کھول دیا تھا' فین آن کر کے لابی میں رکھے ڈسپینسر سے گلاس میں پانی بھر لایا اور قریب بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے پلایا۔

"میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں ابھی۔" وہ گلاس رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں' میں ٹھیک ہوں اب۔" وہ شال سر پر ڈالتی ہوئیں اٹھ بیٹھیں۔

"مما! میں یہ سوچ کر بے حد ایکسائٹڈ تھا کہ آپ میری بات سن کر بے حد خوش ہوں گی' یہ آپ کی ہی خواہش تھی نا کہ میں کوئی اچھی پیاری سی لڑکی پسند کرلوں مگر آپ کا برتاؤ بتا رہا ہے آپ کو میری بات سن کر صدمہ پہنچا ہے۔"

"وہ لوگ کون ہیں...... کیا کرتی ہیں؟ محلے میں ان کے بارے میں کیا باتیں پھیلی ہوئی ہیں' لوگ ان کے

دعا

بھلائی کرو گے بھلائی ملے گی
دعائیں جو دو گے دعا ہی ملے گی
سچ بولنے کا قصد جو کرو گے
جھوٹ سے تم کو رہائی ملے گی
خدمت کرو گے جو دوسروں کی
باطن کی تم کو صفائی ملے گی
ہر اک پل پکارو گے جو تم خدا کو
واللہ رب کی ثنائی ملے گی
صلی علیٰ کا جو ورد کرو گے
صبائے مدینہ آئی ملے گی
رضائے محمد ﷺ رضائے خدا ہے
کلمہ سے تم کو بقائی ملے گی
شمع ہدایت کی مانگو دعائیں
ثمرات نیک جائی ملے گی
کوثر خالد سر کو جھکاؤ
پھر ہی تجھے اونچائی ملے گی

کوثر خالد...... جڑانوالہ

بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ سب آپ نہیں جانتے' وہ گھر بسانے والی عورتیں نہیں ہیں۔"

"پلیز مما! آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں' میں نے کبھی بھی آپ کے منہ سے کسی کے لیے برائی نہیں سنی ہے اور آپ ان پر بہتان تراشی کر رہی ہیں جو ہمارے معاشرے کی ستائی ہوئی مظلوم اور بے سہارا عورتیں ہیں آپ کب سے دوسروں کی باتوں پر یقین کرنے لگیں' لوگوں کا تو کام ہی دوسروں کی عزت نیلام کرنا ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں حیرانی و تنفر کی آمیزش تھی۔

"لوگوں کی بات نہیں کر رہی ہوں میں عمر! ان عورتوں کو خود آپ کے پاپا نے دیکھا ہے غیر مردوں کے ساتھ وہ ان کے سخت خلاف ہیں۔"

"اوہ پاپا! ان کو پوری دنیا خراب و بدمعاش دکھائی دیتی ہے سوائے اپنے' نامعلوم سب خاندانیت کا زعم ان کے دل

سے زائل ہوگا۔"

"عمر! یہ کس لہجے میں اپنے باپ کے لیے بات کررہے ہو آپ؟ ایک تھرڈ کلاس لڑکی کی خاطر باپ کی عزت وادب فراموش کر بیٹھے ہو؟" وہ حیرت ودکھ سے اس کی برہمی ونفرت آمیز لہجہ دیکھ رہی تھیں' کچھ دنوں سے وہ بدلا بدلا تھا' خشک رویہ اور سب سے بے نیازی کا یہ سبب ہوگا ان کو معلوم نہ ہوسکا تھا۔

"میں کوئی گستاخی نہیں کررہا ہوں' پاپا کی فطرت آپ بھی بخوبی جانتی ہیں کسی کو بھی ناپسند کرنے کے لیے ان کو وجہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے خوامخواہ لوگوں سے دشمنیاں کرنے کا کریز ہے ان کو۔"

"عمر...... عمر میرے بچے...... ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو کوئی اپنے باپ کے لیے اس طرح بولتا ہے انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا تم لوگوں کے لیے؟" وہ آنے والے وقت سے خوف زدہ ہوکر رونے لگی تھیں۔

"مما! آپ مجھے ایموشنل بلیک میل کرنے کی سعی نہ کریں' میں چاندنی کے علاوہ کسی اور لڑکی کو بیوی بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"میرے بچے! آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے یوسف پر بھروسہ نہیں ہے تو جا کر محلے کے لوگوں سے دریافت کرو' ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔ آپ محلے میں کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اگر رکھتے تو ان چال باز عورتوں کے جال میں نہ پھنستے اس بری طرح سے جنہوں نے آپ کو ماں وباپ کا احترام ہی بھلا دیا ہے۔" وہ آبدیدہ تھیں۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے مما! چاندنی نائس لڑکی ہے۔"

"میں بھی بیٹی کی ماں ہوں اور بیٹیوں کی عزت و حرمت مجھے بھی بے حد عزیز ہے لیکن اس قسم کی لڑکیاں گھر جالو کرسکتی ہیں بسا نہیں سکتی' آپ اس کو بھول ہی جاؤ تو اچھا ہے۔" بیٹے کی ہٹ دھرمی و بدلحاظی ان کے اندر سوئی عورت کو جگا گئی۔ بلکتی ممتا کو نظر انداز کرکے وہ سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔

"آپ میرا ساتھ نہیں دیں گی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟"

"ہوں...... یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

"ایک بار پھر سوچ لیں' مما! میں گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔" ان کو سخت و بے لچک دیکھ کر اس نے دھمکی دی۔

"جائیں' چلے جائیں ..... ایک لڑکی کی خاطر ہم کو چھوڑنے کا ظرف ہے آپ میں تو ہم بھی آپ کے بغیر جینا سیکھ لیں گے۔" اس نے جلتی آنکھوں سے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔

❀......❀......❀

"حماد! تم نے کیوں اس لڑکے کی اسٹوری خود پر حاوی کرلی ہے اب تو اسے ڈسچارج ہوئے بھی کئی دن ہو چکے ہیں' مصروف ہوگیا ہوگا وہ اپنی زندگی میں اس دنیا میں مرنے والے کے پیچھے کوئی مرتا نہیں ہے۔" وہ ہسپتال سے آیا تو وہ اس کے لیے کافی دیتے ہوئے بولی۔

"تم کس طرح سے کہہ سکتی ہو؟ وہ ہماری طرح ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے' کیا تم میرے بغیر اور میں تمہارے بنا رہ سکتا ہوں' بتاؤ مجھے؟ تمہارے دل سے بھی میری طرح یہی صدا آرہی ہے نا نہیں کبھی نہیں۔"

"خدا کے واسطے حماد! کیوں اس طرح کی باتیں کررہے ہو تم؟ ہمارے والدین نے ہمارا رشتہ طے کیا ہے' تعلق جوڑا ہے' تم ان سے کمپیئر کیوں کررہے ہو اپنے آپ کو۔ ہمارا معاملہ تو بالکل مختلف ہے ان سے۔"

"میں یہ سوچ کر شاکڈ ہونے لگتا ہوں جب اس لڑکے کو معلوم ہوگا وہ لڑکی دنیا میں نہیں ہے اسے تنہا چھوڑ کر جاچکی ہے تو......"

"تو کچھ نہیں اس کو چند دن افسوس ہوگا پھر وہ کسی دوسری کو چاہنے لگے گا' اب یہ لیلیٰ مجنوں کا دور تو ہے نہیں جو مجنوں 'لیلیٰ لیلیٰ' چیختا صحراؤں میں گم ہوجائے۔ اس دور میں جتنا گہرا زخم لگتا ہے وہ اتنی تیزی سے بھرتا ہے' پلیز تم یہ کافی پیو ٹھنڈی ہوجائے گی۔" اس نے موضوع بدلتے ہوئے کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں پکڑایا۔

"آج ڈنر باہر کرتے ہیں' آؤٹنگ سے موڈ چینج ہوگا۔" کئی دنوں بعد اس کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی تھی۔

"جی نہیں' بابا اور ممی نے سختی سے پابندی لگادی ہے باہر جانے پر۔"

"ناممکن' تمہیں لے جانے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"صرف چند دنوں کی بات ہے پھر ہمیں کوئی نہیں روکے گا۔" وہ گردن جھکا کر شرمیلے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"میں ابھی بھی کسی پابندی کو نہیں مانتا۔" اس کے معاملے میں وہ اسی طرح جذباتی ہوجایا کرتا تھا۔

"میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی حماد! ہماری شادی میں زیادہ عرصہ نہیں ہے وہ ہی کروں گی جو ہمارے بڑوں کا حکم ہے۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی مگر ٹوٹنے کی آواز دور تک آئی تھی۔

❀......❀......❀

"واؤ مما!" چاندنی سیل فون اچھالتے ہوئے ماں سے لپٹ گئی۔

"ارے بہت خوش لگ رہی ہو کیا عمر نے اپنے والدین کو منالیا؟"

"منا لیا ہونہہ...... مما! عمر نے اس بڈھے سے وہ سارے بدلے ایک ساتھ لے لیے ہیں جو ذہنی طور پر ہمیں ٹارچر کرتا رہا تھا آج اسی اکڑو کا بیٹا اس کے شملے پر لات مار کر مجھ سے کورٹ میرج کرنے والا ہے۔"

"ارے میں واری' میں قربان...... یہ تو بڑی انہونی خبر ہے لیکن یہ سب ہوا کیسے...... یہ خبر سچ تو ہے' تم نے غلط تو نہیں سنا؟" اس کے ساتھ خوشی میں جھومتی وہ وسوسے کا شکار ہوئی۔

"ارے نہیں بھئی یہ سب میرے حسن کا کرشمہ ہے' محبت کا جادو ہے۔ عمر نے بتایا اس کی مما نے ہم ماں بیٹی پر گھٹیا الزامات لگائے جو وہ برداشت نہ کرسکا اور ان کے درمیان خوب تلخ کلامی ہوگئی' اس دوران اس کا باپ بھی وہاں آگیا تھا مگر کمرے میں آنے کے بجائے باہر چھپ کر ان کی باتیں سنتا رہا تھا' جب عمر کمرے سے نکلا تو اس نے عمر کو خوب کھری کھری سنائی اور عاق کرنے کی دھمکی دی۔"

"اُف یہ تو سراسر گھاٹے کا سودا ہوا اب عمر کو باپ کی پراپرٹی سے پھوٹی کوڑی بھی ملنے والی نہیں ہے' ہمیں اس کنگلے کا کیا کرنا ہے۔" فردوس کے ارمانوں پر ایک دم اوس پڑ گئی تھی۔

"بائی گاڈ! مرا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے مما! عمر نے اپنی پراپرٹی بھی ٹھیک ٹھاک بنالی ہے پھر اس کا اپنا بزنس ہے وہ باپ کے پیسے کا ذرا بھی محتاج نہیں ہے' بہت دولت ہے اس کے پاس۔"

"واہ ماں صدقے' کمال کردیا چاندنی' بڑھاپا سنور جائے گا میرا۔ کان کھول کر سن لو شروع شروع میں نیک بیوی جیسا حلیہ رکھنا ہوگا تاکہ عمر کو کسی بھی قسم کا شک نہ ہو بعد میں سب ہینڈل کرلوں گی میں۔ بس ابتدائی دنوں میں کچھ تکلفات ہوں گے۔" وہ دیوار گیر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتی ہوئی بولی۔

"ہاں ہاں فکر نہ کرو' کوئی شکایت کا موقع نہیں دوں گی' اچھا چلو سامان سمیٹیں اب یہ گھر چھوڑنا ہوگا۔" وہ بے حد خوش تھیں' معاً ڈور بیل بجی تو فردوس نے گیٹ کھولا اور خوف سے چیخ پڑی تھی۔

(آخری قسط آئندہ ماہ)

❀

راحت وفا
موم کی محبت

قسط نمبر 8

تری نگاہ تغافل کو کون سمجھائے
کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار بھی تو نہیں
تو ہی بتا کہ تری خامشی کو کیا سمجھوں
تری نگاہ سے کچھ آشکار بھی تو نہیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین بے انتہا حسن کی مالک ہے ہر شخص اس کے حسن کے قصیدے پڑھتا ہے۔ وہ ایک فرم میں جاب کرتی ہے اور وہاں مرزا صاحب نے جھوٹی محبت کا راگ آلاپ کر اس کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔

چار سال پہلے شرمین کی زندگی میں صبیح احمد آیا اور اتنا ہی عرصہ ان کی محبت پروان چڑھی۔ پھر صبیح احمد تعلیم مکمل کر کے کراچی واپس چلا گیا اور وعدہ کر گیا کہ وہ جلد ہی رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح احمد کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور صبیح کی شادی فریحہ سے کر دیتی ہیں۔

زینت آپا شرمین کی کزن ہیں ان کا بیٹا بوبی بھی شرمین کے عشق میں گرفتار ہے اور آئے دن شرمین سے اظہار محبت کرتا رہتا ہے جبکہ شرمین عمر کے فرق کے حساب سے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کرتی ہے۔

شرمین پریشان ہو کر صبیح احمد کو خط لکھتی ہے اور اسے کراچی آنے کا بتاتی ہے لیکن صبیح احمد خود پہلی فلائٹ سے شرمین کے پاس پہنچ جاتے ہیں شرمین سمجھتی ہے کہ شاید اب وہ اس سے شادی کر کے اسے یہاں سے لے جائیں گے لیکن جب صبیح احمد شرمین کو اپنی شادی کا بتاتے ہیں تو وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ شرمین کا محبت پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اسے محبت نام سے نفرت ہو جاتی ہے۔

مرزا صاحب پہلے سے شادی شدہ ہونے کے ساتھ بچوں کے باپ بھی ہیں۔ ان کے گھر میں ساس بہو کا روایتی جھگڑا ہر وقت رہتا ہے جس سے وہ کافی پریشان رہتے ہیں لیکن بیوی کو سمجھانے کے بجائے اس کے آگے بچھے جاتے ہیں اور آفس میں شرمین سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔

عارض ایک بزنس مین ہے اس کی نظر میں لڑکیاں صرف وقت گزاری کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس لیے عارض نے ابھی تک شادی نہیں کی لیکن بہت سی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ عارض کا بہترین دوست صفدر ہے جو ایک فرم میں جاب کر رہا ہے۔ عارض کی پہلی ملاقات شرمین سے سڑک کنارے ہوتی ہے اور وہ اس کے حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ شرمین سے اظہار محبت کرتا ہے تو وہ نخوت سے انکار کر دیتی ہے۔

بوبی نے اپنی فضول حرکتوں سے شرمین کو پریشان کر رکھا ہے۔ بالآخر شرمین کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ بوبی کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہے۔

عارض اپنی سچی محبت کا یقین دلا کر شرمین کو قائل کرنے کو کہتا ہے اور صفدر دوستی کا بھرم رکھتے ہوئے ہامی بھر لیتا ہے۔

صفدر انتہائی شریف انسان ہے صفدر کی ماں (جہاں آرا بیگم) صفدر کی شادی کرنا چاہتی ہیں اور اس سلسلے میں

لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ ایک لڑکی انہیں پسند آتی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ صفدر بھی اس لڑکی کی تصویر دیکھ لے مگر وہ ماں کی خوشی میں خوش ہے۔

شرمین صفدر کے کہنے پر عارض سے ملتی ہے اور اس سے منگنی کرلیتی ہے شرمین کو لگتا ہے کہ اس منگنی کے بعد سب معاملات ٹھیک ہوجائیں گے مگر ایسا نہیں ہوتا۔

بوبی بھی انگوٹھی لے کر شرمین کے پاس منگنی کی غرض سے آتا ہے لیکن جب شرمین اسے اپنی اور عارض کی منگنی کا بتاتی ہے تو بوبی کو دکھ ہوتا ہے اور وہ خودکشی کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن بوبی کی ماں (زینت) اسے بروقت ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کی جان بچاتی ہے اور پھر اپنے اکلوتے بیٹے کی محبت میں مجبور ہوکر زینت آپا ملک چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہیں ان کی نظر میں شرمین سے دوری بوبی کے دل سے شرمین کا خیال نکال دے گی مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کینیڈا جاکر بوبی وہاں کی رنگینیوں میں کھو کر ماں کو ہی بھول جاتا ہے۔

صفدر کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوتی ہے زیبا جہاں آرا کی پسند ہے صفدر بھی اس شادی سے خوش ہے مگر شادی کی اولین رات اس کے ارمانوں پر اوس پڑ جاتی ہے جب زیبا اسے اپنی ناکام محبت کی کہانی سناتی ہے صفدر صرف اپنی ماں (جہاں آرا بیگم) کی وجہ سے زیبا کو اپنے گھر رکھنے پر تیار ہوجاتا ہے وہ دونوں ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ عارض شرمین سے محبت کے عہدوپیماں کرکے بزنس کے سلسلے میں امریکا آتا ہے اور یہاں اس کا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے۔

شرمین کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اس کی اماں کی طبیعت دن بدن خراب رہنے لگی ہے زینت آپا بھی بوبی کو کینیڈا چھوڑ کر واپس آگئی ہیں مرزا صاحب نے بھی جھوٹی محبت کے اظہار سے شرمین کو عاجز کر رکھا ہے۔

صفدر کو زیبا سے شدید نفرت ہوگئی ہے لیکن وہ اپنی ماں کی وجہ سے زیبا کو گھر سے نہیں نکال سکتا اور نہ ہی اپنی ماں کو زیبا کی حقیقت بتا سکتا ہے۔

جہاں آرا کو زیبا کی خراب طبیعت کسی خوشی کا باعث معلوم ہورہی ہے۔ وہ صفدر کو زیبا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کو کہتی ہیں مگر وہ ٹال جاتا ہے اور خود ایک روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوکر ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ جہاں آرا بیگم اس کے ہاتھ اور سر پر بندھی پٹی دیکھ کر گھبرا جاتی ہیں۔

شرمین سے بے لوث محبت کرنے والی اس کی ماں خالق حقیقی سے جاملی ہیں وہ غم کی تصویر بن کر رہ گئی ہے۔ صفدر اور زینت آپا اس کی دلجوئی کررہے ہیں۔ کینیڈا سے عارض بھی فون کرکے اسے صبر کرنے کو کہتا ہے۔

عارض کا آپریشن بھی کامیاب ہوگیا ہے اور وہ پاکستان آنا چاہتا ہے۔ لیکن جب شرمین سے اپنی بے انتہا محبت کا جواب مانگتا ہے تو وہ ذہنی الجھن کی وجہ سے ٹھیک جواب نہیں دے پاتی جس سے عارض کو کافی مایوسی ہوتی ہے اور وہ واپس پاکستان آنے کا ارادہ چھوڑ کر وہیں کینیڈا میں مصروف ہوجاتا ہے۔ دو دن کی چھٹی کے بعد جب شرمین واپس آفس آتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی سیٹ کسی اور کو دے دی ہے۔ شرمین اس حرکت کی بابت ان سے پوچھتی ہے تو مرزا صاحب اس کی غیر حاضری کی وجہ بتا کر اسے اپنی پرسنل سیکرٹری کی پیش کش کرتے ہیں جس پر شرمین غصہ سے انہیں سناتی ہوئی وہاں سے چلی جاتی ہے۔

زیبا کو اپنے اندر ہونے والی تبدیلی خوش آئند لگ رہی ہے۔ وہ سوچ رہی ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ صفدر زیبا کو اپنے گھر میں رہنے کے لیے اس کے سامنے شرط رکھ دیتا ہے۔

زینت آپا شرمین کو لے کر اپنے گھر آجاتی ہیں اور اب وہ چاہتی ہیں کہ شرمین ہمیشہ وہیں رہے جبکہ وہ بوبی کو

بھی سمجھا کر دیکھ چکی ہیں لیکن اب زینت آپا ممتا کے ہاتھ مجبور ہو کر شرمین کو بوبی کا ساتھ قبول کرنے کے لیے دل میں دعا کر رہی ہیں۔

بوبی بھی شرمین کے اپنے گھر آنے پر خوش ہے اور اس سے جلد واپس آنے کا وعدہ کرتا ہے وہ اب تک شرمین کو نہیں بھولا تھا شرمین بوبی کے گھر آ کر پریشان ہے جبکہ زینت آپا نے اپنا بزنس بھی شرمین کے حوالے کر دیا ہے۔

زیبا صفدر کی شرط مانتے ہوئے گھر چھوڑ دیتی ہے اور اتفاق سے اس کی ملاقات اپنی بہن نمی سے ہوتی ہے جو ایک عرصہ سعودی عرب رہنے کے بعد اب طلاق لے کر واپس آ گئی ہے۔

صفدر عارض کو کچھ حد تک زیبا کی بے وفائی کا بتاتا ہے تو وہ بھی ششدر رہ جاتا ہے اور صفدر کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ زیبا کو طلاق دے دے لیکن وہ اپنی ماں کی خراب طبیعت کا بتا کر اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے۔

نمی صفدر سے فون پر رابطہ کے بعد اس سے ملتی ہے اور اپنی طرف سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ زیبا کو معاف کر کے اسے اپنا لے مگر صفدر اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے۔ جس پر نمی کو مایوسی ہوتی ہے۔

شرمین زینت آپا کی میڈیسن لے کر واپس گاڑی کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہے جب اس کا سامنا ایک بار پھر مرزا صاحب سے ہوتا ہے۔ شرمین انہیں دیکھ کر ناگواری کا اظہار کرتی ہے جس پر مرزا صاحب بیوی کی موت اور ایک بچی کی پیدائش کا بتا کر اسے پرپوز کرتے ہیں شرمین غصہ سے انہیں مزید سناتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے۔

صفدر زیبا کو لینے اس کے گھر آتا ہے لیکن زیبا اس کی شرط ماننے سے انکار کرتے ہوئے گھر جانے سے بھی انکار کر دیتی ہے جس پر صفدر غصہ سے اسے سناتا ہوا گھر سے نکل جاتا ہے اس سے زیبا کی یہ ضد برداشت نہیں ہو رہی لیکن ساتھ ہی اسے یہ ڈر بھی ہے کہ کہیں زیبا جہاں آرا کو خود کچھ نہ بتا دے بوبی بھی امریکہ سے واپس آ جاتا ہے شرمین اس کو دیکھ کر حیران ہوتی ہے اس کے لیے بوبی کا انداز نیا نہیں ہے زینت آپا کی خوشی بھی دیدنی ہے، وہ بوبی کو سمجھاتی ہے کہ جو بات شرمین کو پسند نہیں اس سے گریز کرے۔

عارض ڈاکٹر کو چیک کرانے کے بعد گھر واپسی پر ایک صاحب کو اپنی گاڑی میں لفٹ دیتا ہے وہ صاحب گاڑی میں والٹ بھول جاتے ہیں گھر آنے پر منیجر معید الرحمان والٹ عارض کو دیتا ہے۔ عارض والٹ کو ایک نظر دیکھتا ہے تو چونک جاتا ہے اس میں شرمین کی تصویر موجود ہے عارض نا چاہتے ہوئے والٹ کی تلاشی لیتا ہے ایک کارڈ ہاتھ لگتا ہے جس پر صبیح احمد کا نام لکھا ہے۔

جہاں آرا خود زیبا کو لینے اس کے گھر جاتی ہیں اور زیبا کی ماں (حاجرہ) انہیں زیبا کی خراب طبیعت کا بتا کر انہیں خوشخبری سناتی ہیں جہاں آرا بیگم خوش ہونے کے ساتھ صفدر پر حیران بھی ہوتی ہیں کہ اس نے ابھی تک انہیں کیوں نہیں بتایا گھر آ کر وہ صفدر سے مٹھائی منگواتی ہیں جس پر وہ حیران ہو جاتا ہے۔

〈اب آگے پڑھیے〉

❁┈┈✿✿┈┈❁

میڈیسن کھانے کے بعد اس نے عجیب سی نظروں سے نمی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ رقصاں خوشی کے ہمراہ ملال کے سائے بھی لرزاں تھے۔ یہ نوید حیات جاوداں تھی کہ وہ بیٹے کی ماں بنے گی تو یہ احساس خزاں بھی کچوکے لگا رہا تھا کہ جس کو باپ اپنانے سے انکاری ہو اس کی کیا خوشی؟

"کیوں افسردہ ہو؟" نمی نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے دھیرے سے پوچھا۔

"نہیں، خوش ہوں۔"

"خوشی کے ساتھ دکھ بھی نظر آ رہا ہے۔"

"وہ تو ہمیشہ رہے گا۔"

"منی نہ سوچو، میں نے فون تو کیا ہے صفدر بھائی کو۔"

"کیا کہا؟"

"فی الحال تو دبا دبا غصہ ہی تھا فون کاٹ دیا۔"

"پھر...... پھر تمہیں کیا امید رکھنی چاہیے؟" زیبا نے دکھ سے ہنستے ہوئے کہا۔

"امید تو اچھی رکھنی چاہیے بیٹے کی خوش خبری پر ان کا دل پسیجنا تو چاہیے۔"

"مگر میں صفدر کو جان گئی ہوں وہ دل کے اچھے ہیں مگر اپنی انا کی خاطر ایسا ردعمل ظاہر کر رہے ہیں۔"

"کچھ بھی کہو، کان کو ادھر سے پکڑ و یا ادھر سے۔"

"ہونہہ...... مجھے مشکل لگتا ہے۔"

"اچھا خیر، مت ٹینشن لو سب اچھا ہوگا۔"

"ہوگا یا نہیں، میرا تو بیٹا ہی ان شاء اللہ میرا سب کچھ ہوگا۔" وہ ایک دم مسرور سی ہو کر مسکرانے لگی۔

"ہونہہ، گڈ اور دیکھنا وہ ایک روز اپنے بیٹے کی محبت میں کھنچے چلے آئیں گے۔" منی نے انتہائی وثوق اور یقینی انداز میں کہا تو وہ کافی مطمئن سی ہوگئی۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر کیا ردعمل اختیار کرتے ہیں یا تو آئیں گے یا نہیں، آئیں گے تو صلح پسندی کا راستہ اختیار کریں گے یا اسی طرح خفا ہوں گے۔ مگر یاد رکھنا اب جو بھی بات کرنا سوچ سمجھ کر کرنا قطعاً کمزور پڑنے کی ضرورت نہیں۔" منی نے سمجھایا اس نے تائید میں گردن ہلائی، لیکن اس میں بہت گہری سوچ موجود تھی۔ وہ چپ رہی تو منی نے ہی کہا۔

"دیکھو، اچھی طرح سوچ لو، تم انہیں یہ کہہ کر دیکھ لو کہ اپنے بیٹے کو ہی تسلیم کرلو، زمانے کا خیال کرلو، بیٹا تو تمہارا ہی ہوگا۔"

"منی، میرا دماغ خراب نہیں ہے میں ہرگز اس سے یہ بھیک نہیں مانگوں گی۔" وہ بہت سخت لہجے میں بولی تو منی خاموش ہوگئی۔

"تم خود سوچو کیا یہ اس کے لیے نئی بات ہوگی۔ اسے بیٹے بیٹی سے فرق نہیں پڑتا جب کہ دنیا کہ یہ اولاد وہ تسلیم نہیں کرتا تو بس پھر کیا گنجائش رہ گئی؟ عورت اولاد کے احساس پر اپنا آپ ہار دیتی ہے۔ مرد نہیں، یہ مجھے اب اندازہ ہو رہا ہے میں صفدر سے کوئی خیرات نہیں مانگوں گی، مجھے اس سے خلع چاہیے، مجھے مزدوری بھی کرنی پڑی تو کروں گی۔"

"اللہ نہ کرے تم میرے ہوتے کیسی باتیں کر رہی ہو؟" منی نے اسے گلے سے لگالیا۔

"تمہارا بڑا احسان ہے بلکہ تم تو شاید میری مددگار بن کے آئی ہو۔"

"اللہ مددگار ہے میں کیا اور میری ہستی کیا؟ بس اتنی ہی فکر ہے کہ اماں اور ابا کے لیے میری وجہ سے پریشانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔" اس کا گلا رندھ گیا۔

"اللہ ان کے لیے بھی بہتری کا راستہ پیدا کرے گا۔ وہ تو تمہیں ہی قصوروار سمجھتی ہیں۔"

"ہاں، انہیں اور کچھ نہیں پتا وہ معصوم ہیں انہیں جانتیں کہ ایک لغزش سے کیسے قیامت بپا ہوئی۔"

"اللہ غارت کرے اس مردار کو۔" منی کی نگاہوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔

"اس کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

"بے شک، شاید مر کھپ بھی گیا ہو۔"

"اللہ مجھے اس بے غیرت کی صورت کبھی نہ دکھائے۔"

"چلو ٹینشن نہ لو، میں تمہارے لیے یخنی بناتی ہوں پھر گپیں لگائیں گے۔" نفیس نے اس کے موڈ کو بحال کرنے کے لیے کہا اور اٹھ کر باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔

❁......❁❁❁......❁
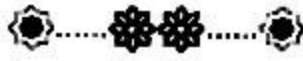
خوشگوار موسم کے پیش نظر آغا جی نے شرمین اور صفدر کے لیے چائے کا انتظام لان میں ہی کروالیا بہت سی چیزیں خانساماں نے کچھ ہی دیر میں تیار کر کے ٹرالی بھجوادی تھی۔

"لو بھئی، کھاؤ، سب کچھ کھانا ہے۔" بابا نے شرمین اور صفدر کو کہا تو شرمین نے مسکرا کر پلیٹ تھام لی کباب، فش، نگٹس پلیٹ میں ڈالنے کے بعد کہا۔

"بابا مجھے تو بہت بھوک لگی ہے آفس سے سیدھے آپ کے پاس آئے ہیں۔ صفدر بھائی کو بھی کوئی مسئلہ درپیش ہے آپ سے شیئر کریں گے۔"

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں؟" بابا نے الجھن میں گرفتار صفدر سے کہا۔ مگر وہ شاید ان سے شیئر کرنے کا ارادہ بدل چکا تھا اس لیے پکوڑا کھاتے ہوئے بولا۔

"ارے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بس عارض کی طرف سے ٹینشن سی ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ متفکر سے بولے۔

"کوئی رابطہ نہیں، شرمین سے بھی بات نہیں کرتا۔"

"اچھا میں پوچھوں گا بلکہ میں نے کچھ دیر پہلے اسے میسج کیا ہے کہ آج میری بہو گھر آرہی ہے۔"

"کوئی خاص مصروفیت ہوگی۔" شرمین نے ٹالا۔

"ہاں شاید مگر پھر بھی۔" آغا جی بھی فکر مند سے ہوگئے۔

"چھوڑیں میں خود اس سے نپٹ لوں گا۔" وہ چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولا۔

"بابا، عارض کو کوئی مسئلہ ضرور ہے۔" اس کا دل مٹھی میں لے کر عارض نے بند کر رکھا تھا ذرا سا موقع پا کر دل کی بات کہہ دی۔

"بظاہر تو ایسا نہیں لگتا لیکن شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہو، عارض نے بے پروائی تو اختیار کر رکھی ہے منیجر نے بتایا ہے کہ کھانے پینے، سونے جاگنے میں بہت غیر معمولی رویہ اختیار کرلیا ہے۔ میں خود بھی پریشان ہوں لیکن ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا۔" بابا نے اس کی تسلی کی خاطر تفصیل بیان کی۔

"واہ، مزہ آگیا بہت مزے کے کباب تھے اور چائے بھی میری پسند کی بنائی تھی۔" شرمین نے بابا کی پریشانی دور کرنے کے لیے گفتگو کا موضوع بدلا۔

"عارض کی پیدائش کے وقت سے آج تک خانساماں کے رحم و کرم پر ہیں اب تم آجاؤ گی تو کھانے کا اصل لطف آیا کرے گا۔"

"بس اب آپ عارض کو یخنی سے آنے کا کہہ دیں۔" صفدر نے ٹکڑا لگایا۔

"کہوں گا...... مگر جوان اولاد کو آدمی کیا کہہ سکتا ہے؟"

''بابا آپ عارض کو سختی سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔'' شرمین نے کہا وہ جانتی تھی کہ عارض سے وہ کتنی محبت کرتے ہیں۔

''ٹھیک کہتی ہو اس میں تو میری جان ہے۔''

''بہرحال، شرمین کی وجہ سے تو اسے آنا چاہیے۔'' صفدر نے کہا۔

''ہاں، بالکل مجھے گھر کا سناٹا کھانے کو دوڑتا ہے۔ بچوں کی قلقاریاں سننے کو بے تاب ہوں۔'' صفدر ان کے اس جملے پر پہلو بدل کر رہ گیا۔ اس کے کانوں میں امی کی آواز آنے لگی۔

وہ بھی تو اتنی ہی بے قرار ہیں اور پھر ان کی تو اللہ نے گویا سن بھی لی ہے۔ ایک میں ہی اس خوشی سے انہیں محروم رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر انہیں پتا چل جائے کہ زیبا امید سے ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ الٹرا ساؤنڈ رپورٹ کے مطابق ان کا پوتا ہے تو وہ خوشی سے اچھل پڑیں گی اور ایک سیکنڈ بھی زیبا کو نگاہوں سے دور نہ کریں۔ مگر میں، میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

''صفدر کیا سوچنے لگے؟'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ اور سوچتا بابا نے چونکا دیا۔

''جی وہ کچھ نہیں بس اب اجازت دیجیے۔'' صفدر نے خفت سے ہنس کر کہا۔

''جی بابا بس اب اجازت دیں۔'' شرمین بھی بولی۔

''رات یہیں رہ جاؤ۔'' بابا نے شرمین سے کہا۔

''نہیں بابا، زینت آپا فکر مند ہوں گی اور ان کی میڈیسن میں ہی دیتی ہوں۔'' اس نے معذرتی انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے، خوش رہو۔''

''او کے، اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔''

گاڑی گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے شرمین نے کھڑکی سے منہ باہر نکال کر صفدر سے پوچھا۔

''آپ تو کچھ بابا سے شیئر کرنے والے تھے۔''

''ہمنہہ، لیکن پریشانی اپنے تک ہی رکھنی چاہیے۔'' وہ بھی اپنی گاڑی نکالتے ہوئے با آواز بلند بولا۔

''اس کا مطلب آپ پریشان ہیں۔''

''ہمنہہ، شاید۔''

''مجھ سے شیئر کریں۔''

''کریں گے، لیکن اس وقت نہیں دیر ہو رہی ہے۔'' صفدر نے کہا اور گاڑی نکال لے گیا۔ وہ بھی کچھ سوچتے ہوئے اپنے رستے پر چل دی۔

❀......❀❀......❀
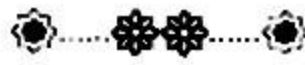
گیراج میں گاڑی کھڑی ہی کی تھی کہ بوبی پوری تیاری کے ساتھ اپنی گاڑی کی چابی گھماتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ کچھ حیران پریشان سی اپنی گاڑی سے باہر نکلی تو وہ بولا۔

''یہ قطعاً نہیں کہنا کہ تھک گئی ہوں۔''

''مطلب؟'' وہ اس کی نقالی پر مسکرائی۔

''مطلب یہ کہ ہم باہر جا رہے ہیں کچھ ضروری چیزیں خریدنی ہیں اور پھر چائنیز۔'' اس نے اپنی ترنگ میں کہا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''بوبی، میں سچ مچ بہت تھکی ہوئی ہوں اور کچھ بھی کھانے کی گنجائش نہیں ہے۔'' اس نے دھیرے سے ہاتھ

چھڑایا اور بولی۔
''ایسا کیا کھالیا کہاں گئی تھیں؟'' وہ پوچھ بیٹھا۔
''کسی سے ملنا تھا بس وہاں چائے کے ساتھ بہت کچھ کھالیا۔''
''کس سے ملنا تھا؟'' بوبی نے ناگواری سے پوچھا۔
''بوبی پیمل از دس کہ میں بہت تھکی ہوئی ہوں اور آرام کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی تو وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔
''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ساری شام میں نے انتظار کیا ہے تمہیں ساتھ چلنا ہے۔''
''بوبی پلیز۔''
''نہیں میں پروگرام نہیں بدل سکتا۔'' وہ اڑ گیا۔
''مجھے زینت آپا کو دیکھنا ہے۔''
''وہ ٹھیک ہیں، سو رہی ہیں۔''
''بوبی، ہر ضد پوری نہیں کی جاسکتی۔''
''اور میں ہر ضد پوری کرنے کا عادی ہوں۔''
''بوبی، کیا بدتمیزی ہے۔'' اسے غصہ آگیا۔
''مجبوری ہے اسی بدتمیز کے ساتھ عمر بھر رہنا ہے۔'' بوبی نے غیر دانستہ انداز میں کہہ دیا تو وہ چڑ گئی۔
''بوبی میرے ساتھ جانا ہے تو بدتمیزی سے اجتناب کیا کرو۔''
''شرمین کبھی خود کو فرصت سے دیکھنا پھر میری بات بدتمیزی نہیں لگے گی۔'' وہ اس کی ستارہ نما آنکھوں میں جھانکتے ہوئے عالم جذب میں بولا تو وہ اور زیادہ جھنجلا گئی۔
''بوبی زینت آپا کو بھی ساتھ لے چلتے۔''
''وہ پرہیزی کھانا کھاتی ہیں بے آرام ہوتیں اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے بتایا۔
''مگر میں انہیں ملے بغیر نہیں جاتی۔'' اس نے بھی اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
''واپسی پر مل لینا۔''
''باہر رہنے سے تم کافی بے پروا ہو گئے ہو۔''
''وہاں ماحول ہی ایسا ہے کہ آدمی کھو جاتا ہے۔''
''بس پلیز بحث کر اس نہیں کرنی۔'' اس نے ٹوکا۔
''شرمین، میری خوشی تم ہو تم مجھے خوش دیکھنا کیوں نہیں چاہتیں۔''
''بوبی! تم کیسے یہ کہہ سکتے ہو؟ تم مجھے جس حیثیت اور مقام پر عزیز ہو، اس پر تم رہنا پسند نہیں کرتے، تمہیں یہ سمجھانا مشکل ہے کہ میری زندگی کس قدر تلخ ہے۔ وہ کہتے ہیں ناکہ
تلخ اتنی تھی کہ پینے سے زبان جلتی تھی
زندگی آنکھ کے پانی میں ملالی ہم نے
اس نے کچھ عجب سے انداز میں حال دل بیان کیا تو وہ خود پر کنٹرول نہ کرسکا۔ جھٹکے سے گاڑی روکی اور بولا۔

''شرمین! میری زندگی تو تم ہو میرے اندر جھانک کر دیکھو میں کیا بنا سکتا ہوں تمہاری زندگی کو۔'' وہ کچھ دکھ سے مسکرائی اور بولی۔

''گاڑی چلاؤ نتھے سے ذہن پر بوجھ نہ ڈالو۔''

''کبھی تو مجھے بڑا سمجھوں میں جنون کی حد تک محبت کرتا ہوں۔'' وہ چلایا۔

''گاڑی چلاؤ ورنہ میں یہاں اتر رہی ہوں۔'' وہ سخت غصے میں آ گئی۔

''میری بات کا جواب دو۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر کلائی سختی سے تھام کر کہا۔ تو وہ لمبی سانس بھر کر بولی۔

''بوبی محبتیں ایسے نہیں ہوتیں مجھے معلوم ہے محبت کرنے والوں کی حقیقت۔''

''غلط فلسفہ ہے تمہارا۔''

''ابھی چلو پھر بات کریں گے۔'' اس نے دھیرے سے کہا اور کلائی آزاد کرا کر باہر دیکھنے لگی، اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

❁......❁❁......❁
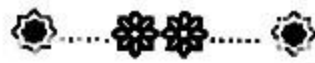
اپنی چابی سے باہر سے گیٹ کھول کر گاڑی اندر لایا۔

گیٹ لاک کیا برآمدے کا ازجی سیور جل رہا تھا۔ امی کے کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ وہ ٹھٹکا ایسا کبھی پہلے نہیں ہوا تھا امی اس کی آمد تک اپنے کمرے کی لائٹ جلا کر اس کا انتظار کرتی تھیں۔ تسبیح پڑھتے ہوئے اس کی آمد کی منتظر رہتی تھیں پھر آج کیا بات ہوگئی؟ وہ فکرمند سا لپک کر کمرے میں داخل ہوا۔ لائٹ آن کی تو وہ بستر میں تھیں چہرہ سرخ تھا ہلکی سی آنکھیں کھلیں اور پھر بوجھل ہو کر بند ہوگئیں۔

''امی..... امی.....'' اس نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تو دوبارہ آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی اس نے پیشانی چھوئی تو وہ کویا دہک رہی تھی۔

''امی آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔''

''ہمنہہ؟'' وہ بڑبڑائیں۔

''اوہ میرے خدا، امی آپ مجھے فون کر دیتیں۔'' وہ تڑپ اٹھا تھا انہوں نے کچھ نفرت سے دیکھا اور گردن دوسری طرف موڑلی۔

''امی، ناراض ہیں؟'' وہ اور بے قرار ہو کر ان سے لپٹ گیا۔

''دور..... دور ہو جاؤ۔'' وہ بمشکل بولیں۔

''وجہ..... امی پلیز آپ کو مجھے فون کرنا چاہیے تھا۔''

''جاؤ نافرمان اولاد سے کچھ نہیں کہنا، جاؤ۔'' جہاں آرا بیگم سخت غصے میں تھیں صفدر سمجھ گیا کہ مٹھائی نہ لانے پر ناراض ہیں۔

''امی، صبح مٹھائی لے آؤں گا۔''

''مٹھائی نہ لانا ماں کا کفن لانا، میں نے نافرمانی کے لیے پالا پوسا تھا۔'' بخار کی شدت کے باوجود وہ کرخت لہجے میں بولیں۔

''اللہ نہ کرے آپ کو میری عمر بھی لگ جائے۔'' وہ دیوانہ وار ان کا چہرہ چومنے لگا۔

''صفدر جاؤ یہاں سے بس۔''

"امی، مجھے معاف کردیں میں بھول گیا تھا آپ کو میڈیسن دیتا ہوں کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا، میں لاتا ہوں۔"

"نہیں، ہرگز نہیں کچھ نہیں کھانا تم اپنی ضد پوری کرو میری بہو اور بچے کی خوشی سے مجھے محروم کرو۔"

"آپ کو کس نے یہ بتایا؟" وہ حیرت سے بولا۔

"کیوں، کیا مجھے نہیں بتانا چاہیے تھا۔" وہ اور غصے سے بولیں۔

"میرا مطلب تھا۔" وہ ہکلایا۔

"دیکھو، صفدر مجھے راضی رکھنا چاہتے ہو اپنے حق میں خوش رکھنا چاہتے ہو تو میری بہو کو لے آؤ، وہ امید سے ہے۔" وہ بولتے بولتے معصومیت سے مسکرادیں اسے جھٹکا لگا۔

"مطلب، زیبا نے امی کو بتادیا سب۔" وہ سوچنے لگا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"جی، سوچتا ہوں۔"

"مطلب؟"

"آپ کے لیے دودھ گرم کر کے لاتا ہوں۔" اس نے ٹالا۔

"پہلے بتاؤ۔"

"یہ اس نے کہا ہے آپ کو۔" وہ کچھ بدبے غصے کے ساتھ بولا۔

"تمہاری ساس نے بتایا، میں نہ جاتی تو ہرگز نہ تم بتاتے۔"

"اچھا تو آپ وہاں گئی تھیں۔"

"ظاہر ہے مٹھائی اسی لیے منگوائی تھی۔"

"اچھا، میں دودھ لے کر آتا ہوں آپ میڈیسن لے کر سو جائیں بخار اترے گا تو صبح بات کریں گے۔" وہ ان کا جواب لیے بغیر باہر نکل آیا وہ بخار کی شدت سے بوجھل آنکھیں بند کر کے پھر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئیں۔

❖......❁❁......❖

نیند آنکھوں میں مسلط نہیں ہونے دیتا
وہ میرا خواب مکمل نہیں ہونے دیتا
آنکھ کے شیش محل سے وہ کسی بھی لمحے
اپنی تصویر کو اوجھل نہیں ہونے دیتا
رابطہ بھی نہیں رکھتا ہے سروصل کوئی
اور تعلق بھی معطل نہیں ہونے دیتا
دل تو کہتا ہے ٹوٹ کے آتا ہمیں
یہ دلا سہ مجھے پاگل نہیں ہونے دیتا

سر کے بال مٹھیوں میں سختی سے جکڑے وہ مجذوبانہ کیفیت سے دوچار رات کے تیسرے پہر تک جاگ رہا تھا۔ آنکھوں میں نیند کی بے وفائی کا سوگ بپا تھا۔ جسم درد کر رہا تھا۔ کانوں میں امی کے الفاظ کی گونج تھی۔ جس کا ڈر تھا وہی ہوگیا تھا۔ وہ جان چکی تھیں کہ زیبا امید سے ہے ان کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی تھی۔ پہلے انہیں اس کی شادی کی آرزو تھی اور پھر پوتے پوتی کی خواہش اپنی جگہ فطری اور سچی تھی۔ مگر وہ نہیں جانتی تھیں کہ اصل بات کیا ہے؟ اتنا بے درد اور سفاک تو

میں نہیں تھا کہ آپ کو اتنی بڑی خوشی سے محروم رکھتا۔اب جبکہ مجھے معلوم ہے کہ میرا بیٹا ہے اس کی کوکھ میں ہے تو بھی میں مغموم ہوں بے حس ہوں لاتعلق ہوں۔ چاہتے ہوئے بھی اس خوشی کو قبول نہیں کرسکتا۔ میں نے اپنی اولاد کے لیے زیبا کی خطا معاف نہیں کی اور نہ ہی کرسکتا ہوں کیونکہ اس کا جرم بہت بڑا ہے۔ آپ کی ضد اور فرمان میرے سر آنکھوں پر مگر میں کیسے خود کو سمجھاؤں؟" وہ خود سے جنگ لڑ رہا تھا۔

"صفدر، تم اپنی بوڑھی ماں کی نافرمانی کیسے کرسکتے ہو ان کی کتنی زندگی بچی ہے؟ اگر انہیں کچھ ہوگیا تو کس سے معافی مانگو گے۔ ان کی خوشی کے لیے زیبا کو گھر لے آؤ۔ اسے ان کی خوشی میں پڑا رہنے دو تم کوئی تعلق نہ رکھنا۔ تمہاری ماں تو خوش رہیں گی۔ ان کی بات مانے بنا کوئی چارہ نہیں۔ مان لو ان کی بات۔" اسے چاروں طرف سے یہی سنائی دیا۔ مگر وہ ہونٹ چباتا رہا سر کے بالوں پر ستم ڈھاتا رہا۔ طبیعت مائل نہیں ہو رہی تھی۔ امی کی بات مان لینے کا مطلب تھا زیبا کو گھر میں لانا اور بچے کو قبول کرنا اگر بچہ قبول کرلیا تو زیبا کو بھی رکھنا پڑے گا۔ ہرگز نہیں، اس نے خلع مانگی ہے بچے کے بعد اسے خلع دی جاسکتی ہے۔ اسے نکالنے سے کیا حاصل ہوگا؟ وہ بچہ ہی تو چھوڑنا نہیں چاہتی بچے کو دیکھ کر امی اسے نہیں چھوڑیں گی۔"

"اف میرے خدا! میں پاگل ہو جاؤں گا۔" وہ چلا اٹھا اور بے دم سا اوندھے منہ بستر پر گر گیا۔ بنا کسی فیصلے کے بنا کسی نتیجے کے۔

❁.....❁❁.....❁
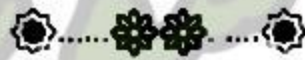
دور سے فجر کی اذان سنائی دے رہی تھی۔

وہ گہری نیند میں تو گیا ہی نہیں تھا جلدی سے اٹھا دھیان امی کی طرف گیا وہ جانے کیسی ہیں؟ یہ سوچ کر سیدھا ان کے کمرے میں آگیا۔ وہ تخت پر جائے نماز سیدھی کر رہی تھیں۔

"امی۔" اس نے محبت سے پکار کر اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ گرم تھیں، سانس بھی حدت آمیز تھی۔ اس کی محبت پر انہوں نے اس کی پیشانی چومی۔

"اتنی صبح کیوں اٹھ گئے۔"

"آپ کی طبیعت کی وجہ سے اور فجر کا وقت بھی تو ہوگیا ہے۔" اس نے انہیں آرام سے تخت پر بٹھایا۔

"بس مجھے رات بھر تو غنودگی سی تھی۔ مگر فجر کی اذان پر اللہ نے جگا دیا۔"

"آپ کو اس وقت بھی بخار ہے۔"

"اتر جائے گا جس مالک نے آزمایا ہے وہی آزمائش سے باہر نکالتا ہے۔"

"آپ نماز پڑھیں، میں بھی پڑھ کر آپ کے لیے ناشتا بناتا ہوں۔" وہ بولا مگر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"جی؟" وہ کچھ نہ سمجھا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ میرا حکم مان رہے ہو کہ نہیں۔"

"تو..... کون سا حکم؟" وہ ہکلایا۔

"جاؤ..... جو ماں سے ردو کد کرے وہ میرے نزدیک بے ایمان ہے۔" انہوں نے غصے سے کہا اور نماز کی نیت باندھ لی وہ شرمندہ سا کچھ دیر کھڑا رہا پھر اپنے کمرے کی طرف آگیا۔

ماں کی ناراضی اپنی جگہ تھی رب کو راضی کرنے کے لیے نماز کی تیاری کی پھر سچ مچ وہ اللہ کے حضور رو دیا گڑگڑایا اور اللہ سے فیصلے کی رہنمائی، انگتا رہا۔ جب جائے نماز سے اٹھا تو دل کو کچھ سکون تھا۔ قرار تھا کہ ماں کی حکم عدولی نہیں کرنی اور

باتیں بعد کی ہیں اللہ کو منانا اور ماں کو ناراض رکھنا ممکن نہیں۔ اللہ تو ملتا ہی ماں کی دعا سے ہے اس وقت اس کے لیے اللہ اور ماں کو راضی رکھنا ضروری تھا۔ وہ فیصلہ کر کے کچن میں آیا چائے بنائی انڈے فرائی کیے سلائس سینکے۔ راحی کے پاس آ گیا وہ اب تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"صفدر مجھے کس رشتے سے یہ بنا کر دے رہے ہو؟" انہوں نے سختی سے پوچھا۔

"اپنی ماں کو ایک بیٹا یہ بتائے گا کیا؟" وہ مسکرایا۔

"میرا بیٹا اس وقت ہوگا جب میری بات مان لے گا۔"

"آپ کی بات تو میں جان قربان کر کے بھی پوری کروں مگر۔"

"یہ اگر مگر ہی تو ہے کیا ہوتا ہے دیوار کی چنائی کرتے ہوئے رہ جانے والی درازیں، جو دیوار کی مضبوطی میں کمزوری پیدا کرتی ہیں۔"

"آپ کو کیسے یقین ہے کہ رشتے مضبوط ہیں؟" اس نے ناشتہ ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"کمزور تم نے بنا رکھے ہیں تمہیں بیوی اور اپنے بچے سے وابستگی نہیں۔" وہ سختی سے بولیں تو وہ بڑی ہمت کے ساتھ ضبط کر گیا کڑوا سچ نہ بتا سکا۔

"اچھا آپ ناشتہ کریں۔"

"کر لوں گی میرے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں۔"

"اللہ آپ کو سلامت رکھے۔"

"جاؤ، جا کر ابھی زیبا کو لے کر آؤ۔"

"جی دن تو چڑھنے دیں آپ ناشتہ کریں گولی کھائیں۔" وہ بولا۔

"نہیں پہلے، ابھی جاؤ۔" انہوں نے تحکم سے کہا تو اسے ماننا پڑا۔

"ٹھیک ہے پھر جلدی سے یہ ناشتا کریں دوا کھائیں تو میں جاتا ہوں۔" اس نے سینے پر پتھر رکھتے ہوئے کہا۔ وہ مطمئن ہوئیں خوشی سے چہرہ کھل اٹھا۔

❀......❀❀......❀

اس کی غیر متوقع آمد ننھی کے لیے حیران کن تھی۔

اسے لیے اندر آئی تو دوسرا حیرت کا جھٹکا زیبا کے لیے تھا جوس کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھا۔ بیڈ کی سائیڈ پر رکھ کر وہ اٹھی اور حیرت زدہ سی اس کے سپاٹ چہرے پر پھیلی غم غصے کی لکیریں دیکھنے لگی۔ پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ رخ موڑ کر بولا۔

"کتنی معصوم دکھتی ہو مگر کس قدر چالاک ہو؟"

"آپ کو بڑی دیر میں پتا چلا اور آپ اب بتانے آئے ہیں۔" زیبا کو بھی غصہ آ گیا۔

"صفدر بھائی پلیز آپ بیٹھیں میں ناشتہ بناتی ہوں۔" ننھی نے گرما گرمی کم کرنے کے لیے کہا۔

"میں ناشتہ کر کے آیا ہوں۔" وہ روکھا سا بولا۔

"اچھا میں چائے لاتی ہوں۔" ننھی چلی گئی تو وہ بولا۔

"چالاک نہ ہوتیں تو مجھ کو پھانستی کیا؟" وہ زہر بھری مسکراہٹ سے بولا۔

"صفدر صاحب اگر انگارے برسانے تھے تو آنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"میں مجبور ہو کر بھیجا گیا ہوں۔"

"کیا مجبوری ہے۔"

"خیر..... میرے ساتھ چلو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا بچے کا فیصلہ بھی وقت کرے گا۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"مجھے اب یہ کہنا پڑے گا خدارا مجھے اپنے بچے کے ساتھ رہنے دیں۔"

"بند کرو یہ ڈرامہ، میری ماں کو بلیک میل کر کے اب یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔" وہ رعونت سے بولا تو زیبا بھڑک اٹھی۔

"میں نے آپ کی امی کو کچھ نہیں کہا وہ مجھے ملی تک نہیں۔"

"ہنہہ..... بہر کیف تمہارا منصوبہ فی الحال کامیاب ہو گیا۔"

"افسوس کوئی باپ اپنے بچے کو منصوبہ بھی کہہ سکتا ہے۔"

"افسوس تم جیسی عورت ایسا بھی کہہ سکتی ہے۔" وہ پلٹ کر حملہ آور ہوا تو زیبا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"اس سے بہتر تھا آپ مجھے قابل رحم ہی نہ سمجھتے۔"

"کیا تمہیں رحم نہیں ملا؟" اس نے پوچھا۔

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مادر رحمی ہے میرے پاس۔" وہ فخریہ انداز میں بولی۔

"ہنہہ یہ بھی میرا رحم ہے تم پر۔"

"رحم کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔" اس نے گویا یاد دلایا۔ تو کچھ دیر اس نے چپ رہ کر کہا۔

"اب چلو سامان اٹھاؤ مجھے آفس بھی جانا ہے۔"

"چائے گرما گرم....." منھی نے آ کر کہا۔

"شکریہ مجھے جلدی ہے۔"

"صفدر بھائی پلیز بیٹھیں تو اور آپ کو بیٹے کی ایڈوانس مبارک باد دینی ہے۔"

"م اپنی سیلی کو دیں مجھے اجازت دیں بس۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

"منھی کیا کروں؟" زیبا نے پریشانی سے پوچھا۔

"فوراً جاؤ آگے بھی اچھے کی امید رکھو۔"

"یہ شخص مجھے پتھر مار مار کر لہولہان کر مارے گا۔"

"کچھ بھی ہو تم اچھائی کی امید اللہ سے رکھو، اب جاؤ سامان میں پہنچا دوں گی۔" منھی نے اسے گلے سے لگا کر دھیرے سے کہا تو وہ رو دی۔

"منھی میرا دل نہیں مان رہا۔"

"پلیز اب جاؤ صفدر بھائی خود لینے آئے ہیں ناراض ہوں گے۔"

"وہ صرف اپنی امی کی وجہ سے آئے ہیں۔"

"کچھ بھی سہی۔ وہ تمہارے لیے سہارا ثابت ہوں گی۔ اب تم اللہ پر بھروسہ کر کے جاؤ۔" منھی نے اسے ہینڈ بیگ، میڈیسن وغیرہ دیتے ہوئے سمجھایا وہ دل کڑا کر کے کمرے سے نکلی وہ بے دردی سے سگریٹ پھونک رہا تھا اسے دیکھ کر تلخی سے بولا۔

"اگر نخرے میں ہو تو بیٹھی رہو، سمجھا لوں گا میں امی کو۔"

”صفدر بھائی زیبا کی میڈیسن نہیں مل رہی تھیں۔“ ننھی نے لقمہ دیا۔

”پہلے یہ بتادیں کہ دھکے دے کر کب نکالیں گے؟“

”جلد، بہت جلد۔“

”تو پھر پڑا رہنے دیں مجھے یہیں۔“

”مرضی ہے۔“ وہ یہ کہہ کر لمحہ بھی نہیں رکا۔ تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ ننھی پیچھے دوڑی۔ مگر وہ رکا نہیں۔

”اوہ زیبا نہیں کہنا تھا ایسا کچھ۔“

”ننھی جانے دو مجھے نہیں جانا بس۔“ زیبا غصے سے کہہ کر واپس کمرے میں گھس گئی۔

وہ اس قدر بھنایا ہوا تھا کہ جہاں آرا بیگم سمیت شرمین نے بھی حیرت سے اسے دیکھا وہ کچھ نارمل بھی ہوا لیکن پھر بھی چہرہ غماز تھا دلی کیفیت کا۔

”پھر اکیلے چلے آئے؟“ جہاں آرا بیگم پھٹ پڑیں۔

”اس کے پاؤں پڑ جاتا۔“ وہ پانی کا گلاس بھر کر غٹا غٹ پی گیا۔

”تمہارا مسئلہ کیا ہے؟“ جہاں آرا بیگم کو صد درجہ غصہ آ گیا۔

”آنٹی پلیز آپ کی طبیعت خراب ہے غصہ نہ کریں۔“ شرمین نے جلدی سے مداخلت کی۔

”سوری شرمین بہن۔“ صفدر شرمندگی سے کہہ کر بیٹھ گیا۔

”صفدر مجھے تمہاری نافرمانی کی توقع نہیں تھی۔“ جہاں آرا یہ کہہ کر رخ موڑ کر لیٹ گئیں۔

”امی وہ نہیں آئی آپ جا کر لے آیئے گا۔“ صفدر نے نرمی سے کہا۔

”بھائی کیوں ناراض ہیں، مسئلہ کیا ہے؟“ شرمین نے پوچھا۔

”کچھ نہیں وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی اور میں رکھنا نہیں چاہتا۔“ وہ دھیرے سے بولا۔

”یہ کیا بات ہوئی؟“ شرمین نے حیرت سے پوچھا۔

”چھوڑیں لمبی داستان ہے آپ سنائیں کیسے آنا ہوا؟“

”صفدر بھائی میں عارض کے لیے فکر مند ہوں۔“

”خیریت؟“

”رابطہ نہیں اور میرے حالات کچھ بدل رہے ہیں میں عارض سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“ وہ بولی۔

”تو ابھی بات کر لیتے ہیں۔“ وہ بات کرنے کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ کہیے میرا پیغام دے دیجیے گا۔“ وہ بولی۔

”میں بات کر کے آتا ہوں آپ بیٹھیں۔“ وہ علیحدگی میں بات کرنے کی غرض سے باہر چلا گیا تو جہاں آرا بیگم بولیں۔

”شرمین میں کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔“

”ارے نہیں..... نہیں میں آفس میں لنچ کر کے آئی ہوں۔“

”بہو کو لانا نہیں میں بیمار رہنے لگی ہوں۔“ وہ بولیں۔

”آپ خود چل کر بات کریں۔“

”اب ایسا ہی کروں گی ویسے میں زیبا کی امی کو تاکید کر آئی تھی کہ اسے لے آؤ۔“

"چلیں کوئی بات نہیں آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں آ جائیں گی۔" اس نے تسلی دی۔
"صفدر کی مرضی نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں۔"
"وہ بھلا کیوں ایسا چاہیں گے۔"
"پتا نہیں اب دیکھو زیادہ امید سے ہے اسے اپنے گھر میں ہونا چاہیے مگر یہ سنتا ہی نہیں۔"
"واہ...... ماشاءاللہ پھر تو بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔" شرمین نے خوشی سے کہا کمرے میں داخل ہوتے صفدر نے سن کر پوچھا۔
"کس بات کی مبارک باد۔"
"صفدر بھائی، ابا حضور بننے کی۔" شرمین نے شرارت سے کہا۔
"اوہ...... اچھا امی سے صبر نہیں ہوا۔" وہ سنجیدہ ہوگیا۔
"اس میں صبر کی کیا بات ہے؟" امی چڑ گئیں۔
"خیر شرمین بہن، وہ عارض نے فون تو اٹینڈ کیا ہے مگر وہ مصروف تھا۔ رات میں تفصیل سے بات ہوگی۔" وہ کچھ بات نبھانے کے سے انداز میں بولا۔
"ایسی بھی کیا مصروفیت؟" اس نے گلہ کیا۔
"وہ خود بات کرے گا تم سے، میں نے سمجھایا ہے۔"
"عارض ایسا کیوں کر رہا ہے؟"
"صفدر کے دوست سے ایسی توقع ہی رکھو۔" امی نے ٹکڑا لگایا۔
"امی کوئی پرابلم ہوگی اسے آپ نیگیٹو کیوں سوچنے لگی ہیں؟"
"ٹھیک ہے مجھے اجازت دیں۔" شرمین نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔
"وہ بات کرے تو سب پوچھ لیجیے گا۔" صفدر نے دھیرے سے کہا وہ کچھ نہ سمجھی۔
"اگر نہ کیا تو۔"
"تو آپ کر لیجیے گا بلکہ ضرور کیجیے گا۔"
"کوئی مسئلہ لگ رہا ہے۔" وہ کچھ خدشات کے پیش نظر بولی۔
"کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں خود الجھ گیا ہوں۔" صفدر نے بہت آہستگی سے کہا۔
"مجھے محسوس ہو رہا ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
"اللہ کارساز ہے کیوں مایوس ہوتی ہیں؟" صفدر نے اٹھ کر کہا۔
"خیر آپ آنٹی کی خواہش کا خیال کریں۔"
"میں اسی خیال کی وجہ سے اس کے پاس گیا تھا۔"
"آپ آنٹی کو لے جائیں۔"
"ٹھیک ہے آپ اپنا خیال رکھیے گا۔" صفدر نے باہر چلتے ہوئے کہا۔ شرمین نے جہاں آرا بیگم کا ہاتھ تھام کر چوما خدا حافظ کہا کر باہر نکل آئی۔

❁......❁❁......❁
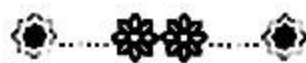
مسلسل چار پانچ بیل جانے کے بعد عارض نے فون ریسیو کیا۔

"یار حد کردی تم نے مجھے کتنے بہانے بنا کر شرمین۔ بہن کو بھیجنا پڑا کچھ احساس بھی ہے تم کو۔" صفدر فون ریسیو کرتے ہی اس پر برس پڑا۔

"سوری۔"

"سوری، فار واٹ ایک معصوم لڑکی سے جھوٹ بولنے پر۔" صفدر مزید تاؤ کھا گیا۔

"جھوٹ نہیں مجبوری اور مصلحت۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسی مجبوری اور مصلحت؟ اب مجھے تفصیل سے بتاؤ بات کیا ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"بتایا تو ہے کہانی ختم ہوگئی بس۔"

"کہانی، مطلب ایک لڑکی سے عہد و پیمان باندھ کر ملک سے باہر جاؤ اور کہانی ختم کر دو اتنا آسان دستور بنایا ہے تم نے۔"

"میں نے کچھ نہیں بنایا میں اس پر مسلط تھا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی سو میں۔ نے فیصلہ کرلیا کہ کہانی ختم کردی جائے۔" عارض نے آہستہ آہستہ بات کی۔

"عارض یہ کیسا بہتان ہے...... اس پر یہ ظلم کیوں کر رہے ہو؟"

"کیسا بہتان، یہ سچ ہے اسے کسی اور سے محبت ہے۔"

"یہ غلط ہے تم اس سے بات کرو مجھ میں تو ہمت ہی نہیں ہے۔"

"صفدر پلیز میں نے کہا ہے ناں کہ اسے میرا پیغام دے دو۔"

"نہیں پلیز آج رات وہ فون کا انتظار کرے گی اس سے بات کرنا اور پلیز اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو اسے یہ صدمہ نہ دو تم نے محبت کی تھی فلرٹ نہیں۔" صفدر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں نے محبت کی ہے یہ محبت ہی ہے کہ اسے کسی اور سے محبت کے لیے آزاد کر دیا ہے۔" عارض نے ایک طویل سانس بھرنے کے بعد بات مکمل کی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" صفدر نے کہا۔

"میں اس سے بات کروں گا، خود کہہ دوں گا۔"

"کیا؟" صفدر نے دکھ سے پوچھا۔

"میں کہہ دوں گا جو کہنا ہوگا۔" عارض نے کہا۔

"عارض تم ٹھیک نہیں کر رہے، ایسا کیا کہو گے؟"

"جرح نہ کرو بس میں خود اسے سمجھا دوں گا وہ جس سے محبت کرے اس کے ساتھ خوش رہے۔"

"تمہاری محبت یہی تھی کہ بیچ سفر میں دھوکہ دو تمہاری عادت نہیں گئی میں شرمندہ ہوں کہ شرمین سے تمہاری وکالت کی۔" صفدر کو غصہ آ گیا۔

"دیکھو، وہ خود یہ تسلیم کرے گی کہ میرا فیصلہ درست ہے۔"

"مگر تمہاری محبت تو بھاڑ میں گئی جس کا نام لے...... لے کر مرتے تھے اسے اس طرح دھوکہ دو یہ کہاں کی انسانیت ہے؟" صفدر نے ایک اور کوشش کی اس کا ضمیر جگانے کے لیے مگر وہ آسانی سے بات ٹال گیا۔

"تمہارے مسئلے کا کیا ہوا؟" عارض نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"وہیں کا وہیں۔ بے زندگی جہنم بن گئی ہے مگر میرے اور تمہارے مسئلے میں فرق ہے تم اس پر غور کرو اس سے بات کرنے

سے پہلے سوچا اور پھر بات کرو وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

"میں بات کرلوں گا تم اسی کی بات کرتے رہنا میرے دل کی کیفیت نہ سمجھنا۔" عارض نے زچ ہو کر کہا۔

"میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا کہانی ایسے کیسے ختم ہو سکتی ہے۔" صفدر نے بھی کچھ تلخی سے کہا۔

"بس ہو گئی میں ہی ایسا تھا اور ایسا ہوں۔" وہ اڑ گیا۔

"افسوس، تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"یار، میں نے غلط فیصلہ نہیں کیا وہ کسی اور کی محبت ہے، میں کیسے یقین دلاؤں، میں نے اسے ٹوٹ کر چاہا ہے لیکن پھر میرے اندر سب کچھ ٹوٹ پھوٹ گیا۔" وہ کربناک سے لہجے میں کہہ گیا۔

"تو......تم نے کہانی ختم کر دی۔"

"ایسا ہی ہے۔"

"او کے، اللہ حافظ۔"

"ناراض۔" اس نے کہا۔

"نہیں ناراض ہونے نہ ہونے سے کیا حاصل؟" صفدر کا لہجہ شکایتی تھا۔

"میں آج رات بات کرلوں گا۔"

"مرضی ہے۔"

"اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔"

اس نے بجھے دل کے ساتھ فون بند کیا اور اپنے سامنے رکھے کافی کے یخ بستہ مگ کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے گرما گرم بھاپ اڑا رہا تھا مگر اب اس کے دل کے اندر دھواں اڑا رہا تھا اور باہر ایک یخ بستگی سی تھی صفدر کا ایک ایک لفظ نشتر زنی کر رہا تھا وہ صفدر کو کیسے بتاتا کہ نرمین سے دوری کی کتنی بڑی اور کڑی سزا بھگت رہا تھا۔ اس سے دور ہو کر کس حوصلے سے اسے جدا کیا ہے وہ اعتراف محبت نہ کر سکی۔ محض اس لیے کہ وہ کسی اور کی محبت ہے یہ بات وہ پہلے کہہ دیتی تو وہ محبت ہی نہ کرتا۔"

اس نے ٹھنڈا مگ وہیں چھوڑا ڈور بیل سن کر دروازہ کھولا منیجر صاحب بریف کیس سمیت اندر آ گئے۔

"جی منیجر صاحب۔"

"سر آغا صاحب نے پراجیکٹ فائل کے بارے میں دریافت کیا ہے اور آپ کو فون کرنے کی تاکید کی ہے۔"

"ٹھیک ہے اور۔" وہ اس وقت کسی سے بھی بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"اور کچھ کاغذات پر آپ کے دستخط چاہیے۔ آپ کے کھانے پینے کے بارے میں بہت فکر مند تھے سر۔" منیجر صاحب نے بات مکمل کی بریف کیس سے کاغذات نکالے تو وہ بیزاری سے بولا۔

"پلیز ٹیبل پر رکھ دیں میں کر دوں گا۔" منیجر صاحب نے خفت سے کاغذات رکھے اور بریف کیس بند کر کے چلے گئے تو وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند کر بیٹھ گیا۔

❁......❁❁❁......❁
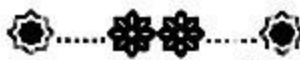
منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر واش روم سے باہر آئی، بالوں میں برش کیا اور زینت آپا کے کمرے میں آئی وہ بستر پر دراز تھیں اس نے سلام کیا اسی اثنا میں بوبی کمرے میں داخل ہوا اور بولتا چلا گیا۔

"کہاں تھیں کب سے چائے کے لیے انتظار کر رہے ہیں؟"

"وہ دراصل میں کہیں چلی گئی تھی۔" شرمین نے کچھ غیر معمولی سنجیدگی سے جواب دیا زینت آپا نے واضح طور پر محسوس کیا۔

"کہاں...... یہ آپ کی کہاں کیا مصروفیت تھی؟" بوبی نے لاابالی پن سے پوچھا۔

"بوبی یہ کیا سوال ہے؟" زینت نے شرمین کی خاموش سی پریشانی محسوس کرتے ہوئے بوبی کو تنبیہہ کی۔

"ہاں کیوں نہ کروں سوال، کب سے چائے دم پر رکھی ہے بلکہ اب تو دم بھی نکل گیا ہوگا۔" بوبی نے مزید تیزی سے زبان چلائی۔

"میں بابا سے کہتی ہوں اور بنائیں۔" شرمین نے اٹھتے ہوئے کہا تو زینت نے اس کا ہاتھ دبا کر منع کر دیا۔

"بابا تو اپنے چک گئے ہیں اور چائے بوبی ہی پلائے گا۔" زینت نے کہا۔

"چک...... مطلب۔"

"بابا کی بہن فوت ہوگئی ہے اطلاع آئی تو میں نے فوراً بھیج دیا۔" زینت آپا نے بتایا۔

"اوہ اور پھر کام آپ نے کیسے ہوں گے۔" شرمین نے پوچھا۔

"نہیں نصیبن کھانا تو خانساماں ہی بناتا ہے۔"

"آپ کو تو فرصت نہیں ملتی کہ اپنے ہاتھ کا کھانا کھلاؤ۔" بوبی نے شرمین کو کہا۔

"ارے، بے چاری کو کام سے فرصت نہیں ملتی، اب جاؤ چائے لے کر آؤ مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔" زینت نے بوبی کو ڈپٹتے ہوئے کہا۔ وہ ہنستا ہوا چلا گیا تو زینت نے شرمین سے پوچھا۔

"شرمین کوئی خاص بات ہے۔"

"نہیں، سب روٹین کی باتیں ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"لیکن فکرمند اور پریشان لگ رہی ہو۔"

"کچھ خاص نہیں۔"

"بتاؤ۔"

"آپا، عارض کی طرف سے کچھ فکرمند ہوں۔"

"کیسی فکر؟" زینت بھی پریشان ہوگئیں۔

"آج رات بات ہوگی۔"

"بات ہوگی...... مطلب......!" انہیں حیرت سی ہوئی۔

"جی جب رشتوں میں بناوٹ آجائے تو ان کے لیے فکرمند ہی ہونا چاہیے۔ عارض کا بات نہ کرنا، مصروف رہنا اور یہ کہنا کہ آج وہ بات کرے گا۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے کوئی خوش گوار بات نہیں کرنی۔"

"تمہیں کس نے کہا میرا مطلب ہے کیا وہ تم سے بات ہی نہیں کرتا۔" زینت نے بہت زیادہ تعجب سے پوچھا۔

"جی، بہت دن سے یہ تو صفدر بھائی نے بتایا ہے۔"

"تو تم اس کے والد سے بات کرو بلکہ میں کرتی ہوں کیا چکر ہے؟ کیا کوئی اور مصروفیت تو شروع نہیں کرلی۔" زینت آپا کا جس طرف اشارہ تھا شرمین سمجھ گئی۔

"تو کر سکتا ہے میں کون سا رکاوٹ بنوں گی۔"

"میں نے کہا ہے اس کے بابا سے بات کرو۔"

"وہ اپنی مرضی کا مالک ہے، مجھے پروا نہیں۔"
"پروا کیوں نہیں پروا ہونی چاہیے۔"
"چھوڑیں آپا میں نے محبت کی بے حرمتی پر الفاظ ضائع نہیں کرنے۔"
"یہ لیں جناب چائے حاضر ہے ود پکوڑا ز۔" بوبی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو شرمین نے کہا۔
"کھا مڑ آپا کے لیے تو کچھ اور بنوالیتے، یہ تلی ہوئی چیزیں نہیں کھاتیں۔"
"او... نہیں میں نے کھانا لیٹ کھایا ہے، بس چائے پیوں گی۔" زینت آپا نے انکار کر دیا۔
"بابا کی واپسی کب ہوگی؟" بوبی نے پوچھا۔
"نہیں معلوم بیوہ بہن کی تدفین کے بعد بھی انہیں ہی دیکھنا ہوگا۔" زینت نے جواب دیا۔
"چلیں آ جائیں گے۔" شرمین نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔
"ویسے بھی رات ہم باہر ڈنر کریں گے ماما بھی چلیں گی۔" بوبی نے نئی بخ لگائی۔ تو شرمین نے فوراً سنجیدگی سے معذرت کر لی۔
"میں معذرت چاہتی ہوں روز روز باہر کے کھانے میں پسند نہیں کرتی۔"
"میں تو کرتا ہوں۔"
"تو کرو، اپنے فرینڈز کے ساتھ۔" شرمین نے کہا۔
"میرے کون سے فرینڈ ہیں میرا سب کچھ تو تم ہو۔" وہ مسکرایا۔
"بوبی شرمین ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ویسے بھی وہ تھکی ہوئی ہے۔ خانساماں سے کہہ کر جو چاہو، بنوالو۔"
"باہر صرف کھانا نہیں ہوتا۔"
"باہو کی میرے مزاج میں گنجائش نہیں سوری۔" شرمین خالی کپ رکھ کے وہاں سے اٹھ گئی۔ وہ آوازیں دیتا رہا مگر وہ پلٹی نہیں۔

❁......❀❀......❁
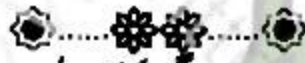
حاجرہ بیگم پانی لے کر آئیں تو اسے اپنے ہی خیالوں میں گم دیکھ کر بولیں۔
"دال چاول ٹھنڈے ہو رہے ہیں کھاتی کیوں نہیں ہو؟"
"اماں دل نہیں چاہ رہا۔"
"دل چاہے یا نہ چاہے تمہیں کھانے کی ضرورت ہے۔" حاجرہ قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔
"تو کیسے کھاؤں؟" وہ بیزار تھی۔
"تمہیں دلی سکون حاصل نہیں ہے کتنی ناشکری ہو اچھا گھر مل گیا ساس بے قرار شوہر لینے آیا اور تمہارے مزاج ٹھکانے پر نہیں۔"
"اماں مجھے سکون سے یہ دات یہاں گزارنے دو۔" وہ برا مان گئی۔
"زیبا تمہارا دماغ گھوس چرنے چلا گیا ہے ننھی کو تمہیں سمجھانا چاہیے کیوں نہیں بھیجا تمہیں صفدر کے ساتھ۔"
"اماں کیوں ننھی کو الزام دیتی ہو؟ اس نے تو بہت کہا تھا مگر میں نہیں گئی۔"
"حد ہو گئی جہاں آرا بیگم سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں چھوڑ آؤں گی۔"
"مجھے نہیں جانا۔" وہ برائے نام چاولوں سے بھوک مٹانے لگی۔

"ان کا بچہ ہے، وقت آگے کی طرف بڑھ رہا ہے، اچھی خوراک تمہیں چاہیے آرام چاہیے۔ اپنے گھر جا کر رہو، پھر دیکھنا وہ کس قدر تمہارا خیال رکھتے ہیں۔" حاجرہ بیگم نے سمجھایا۔

"ہنہہ۔ خیال آپ کو کچھ نہیں اندازہ۔" وہ طنزیہ ہنسی۔

"کوئی شکایت ہے تو میں بات کرتی ہوں۔"

"اماں ابھی وہاں نہیں جا سکتی وقت آیا تو ضرور سوچوں گی۔"

"دیکھو بیٹا تمہارے ابا مستقل بستر کے ہو گئے ہیں میں بوڑھی اور بیمار کمرے کے کرائے پر گزارہ مشکل سے چل رہا ہے اور تمہیں اندازہ ہی نہیں آگے کے اخراجات کا۔"

"آپ غم نہ کریں میں زیور بیچ دوں گی۔ بعد میں نوکری کرلوں گی۔"

"یہ حل نہیں۔ بھان میں ایسے کون سے کیڑے نکل آئے؟"

"بس مجھے نہیں جانا۔" وہ جھلائی۔

"محلے والے باتیں کرتے ہیں باپ دادا کا نام اچھالنا ہے تم نے مگر میں تمہیں چھوڑ کر آؤں گی میں صفدر سے معافی مانگوں گی۔" حاجرہ نے کافی سختی سے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا؟"

"میری بچی وہی تمہارا اصل گھر ہے، اصل ٹھکانہ ہے۔"

"اماں خدا کے لیے۔" وہ چڑ گئی۔

"تم نے کتنا اچھا موقع گنوا دیا۔ میں تو دعائیں مانگ رہی تھی کہ وہ لوگ تمہیں لے جائیں اب خلع کا لفظ منہ سے نہ نکالنا۔" وہ سمجھا کر برتن اٹھائے گئیں اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی آنے والے حالات کے بارے میں تو وہ سوچ سکتی ہے جو گزرے حالات کی پرچھائیوں سے نکل سکے اس کا تو تلخ ماضی اسے رات دن کند چھریوں سے ذبح کرتا رہتا تھا اس کی سزا ہی تو اتنی طویل ہوگئی تھی اسی کی اذیت میں مبتلا تھی۔ وہ اماں کو کیسے بتائے کہ خلع اس کی زبان پر کیوں مطالبہ بنا؟ صفدر کو جو حقیقت معلوم ہے اس کی وجہ سے وہ تو مجھے دنیا سے نکالنے پر آمادہ ہے اسے میرا گناہ قابل معافی نہیں لگتا۔ یہ صرف میری اولاد ہے صفدر کی نہیں صفدر جیسا معتبر اپنی اولاد کے لیے مجھ جیسی ماں قبول کیسے کر سکتا یہاں سے تم بھیجنا چاہتی ہو، وہاں سے صفدر کی امی بلانا چاہتی ہیں مگر میرا میرے بچے کا جس سے رشتہ ہے وہ تو ہمارے وجود سے بھی انکاری ہے۔ وہ تو ہمیں دیکھ کر راضی نہیں میں وہاں کس کے لیے جاؤں، چلی بھی جاؤں تو بے عزتی کی سانسیں لے کر کتنے عرصہ وہاں رہ پاؤں گی بچے کی پیدائش تک یا پھر اس سے بھی پہلے۔" اس نے بے دم سی ہو کر تکیے پر سر رکھا اور بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔

❁......❁❁......❁

رائٹنگ ٹیبل پر کہنیوں پر چہرہ ٹکائے وہ منتظر تھی۔

حالانکہ دل کم فہم نے اشارہ دے دیا تھا کہ اب عمر نہ موسم نہ وہ رستے کہ وہ پلٹے اس دل کی مگر خام خیال کا یہ عالم کہ یہ نہیں جانتی۔

کون ہے معتبر زمانے میں
کس کے وعدے پر اعتماد کریں
بھول جانے کی عمر بیت گئی

آؤ اک دوسرے کو یاد کریں
نفرت کی دھوپ میں برسات سے پہلے ہر کسی کو ہمدرد سمجھ لیتے ہیں ہم بھی کتنے سادہ تھے محبتوں کے تجربات سے پہلے
یہ بارش
یہ ہَوا
یہ دھنک
یہ موسم...... کس کس سے محبت تھی تری ذات سے پہلے......

"اب یہ عالم ہے کہ ترا انتظار نہیں بترے فون کا انتظار ہے اس حادثے کا انتظار ہے جو خوشی کا ہوگا یا غم کا نوحہ..... کون جانے تم کیا کہو گے؟ مجھے محبت کی سیج ملتی ہے یا نا آسودہ محبت کی سولی۔"

اس نے طویل سانس بھر کر اپنے سیل فون کو دیکھا۔ وہ خاموش تھا بالکل اس کے دل کی دھڑکنوں کی طرح وال کلاک کی سوئیوں کی ریس کا مقابلہ جاری تھا ان کی زندگی سے بھرپور آواز کی جانب متوجہ ہوئی تو بڑی دیر اردگرد کی خبر نہ رہی......

اذیت ناک تھکن سے کنپٹیاں درد کرنے لگیں۔ گردن اکڑ گئی تو اٹھ کر بیڈ پر دراز ہوگئی۔ پیروں سے کمر تک چادر اوڑھ کر آنکھیں موند لیں کان فون کی طرف ڈیوٹی پر مامور کردیے۔ مگر ڈیوٹی اس قدر سخت تھی کہ کان بھی تھک کر سو گئے اور اس نے چت لیٹے ہوئے غیر معمولی تھکن محسوس کی تو جسم کی کربناک گزارش پر غور کیا۔ کمر تختہ بن گئی تھی رحم کھا کر دائیں کروٹ لے لی۔ پھر کچھ وقت مزید گزر گیا تو بائیں طرف رخ موڑ لیا۔ اس کے بعد شاید وہ تھک کر بوجھل آنکھوں کو سلانے لگی۔ ایسا کرنے سے پہلے دل چاہا کہ خود عارض کا نمبر ملالے۔

مگر محبت کی خوددار فطرت نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس نے سوچ کر فون سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور ذہن کو دل کا آزاد چھوڑ دیا۔ خود کو راضی کرلیا کہ اب جو ہو سو ہو۔ کچھ بھی پیغام آئے کوئی فکر کی بات نہیں...... یہ سوچنے کی دیر تھی کہ گہری نیند کی وادیوں میں پہنچ گئی اسے علم ہی نہ ہوسکا کہ دوسری جانب طویل سخت جنگ لڑنے کے بعد کسی نے فون کرنے کی جرأت نہ پا کر بمشکل تمام ایفائے عہد کی پہلی منزل طے کی اور اپنا پیغام لفظوں کی تھالڑی میں پرو کر بھیج دیا۔ پلک جھپکتے میں ہَوا کے دوش پر وہ فون کے سینے میں دھڑکا اور خاموش ہوگیا۔ وہ اس کی آواز نہ سن سکی۔ کیونکہ غفلت کی نیند سو چکی تھی جس میں انتظار کی تھکن اور مایوسی کی گہری غفلت موجود تھی۔

شرمین نے صفدر کے سامنے موبائل رکھ دیا' صفدر نے اسکرین پر نظریں جمائیں تو بہت مختصر پیغام درج تھا۔

میری خاموشی مسلسل کو
ایک مسلسل گلہ سمجھ لیجیے

تمہیں' تمہاری محبت کے لیے آزاد کررہا ہوں
دعا کو
عارض

صفدر نے غور سے میسج پڑھنے کے بعد شرمین کو دیکھا جس کی آنکھوں کے کونوں میں شفاف پانی جمع ہو کر چمک رہا تھا مگر مایوسی اور کم ہمتی کا دور دور تک شائبہ نہیں تھا۔ وہ ہمت سے پیپر ویٹ کو دائیں ہاتھ سے میز کی سطح پر گھما رہی تھی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں شرمین۔ بہن! اس مختصر میسج سے کچھ واضح نہیں ہو رہا میں اس سے بات کروں گا' سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"پلیز صفدر بھائی! آپ میرے حوالے سے اب کبھی بھی کوئی بھی بات نہیں کریں گے۔"

"صفدر بھائی! Trust is like a paper! Once it's Crumpled it can't be perfect again"

"آپ نے ٹھیک کہا۔" صفدر تو خود اسی قسم کی اذیت بھری زندگی کا سامنا کررہا تھا اسے کیا کہتا۔

"آپ قطعاً کچھ نہ سوچیں مجھے حالات سے لڑنا آتا ہے محبت کی سوداگری لوگ ایسے ہی کرتے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی لفظ سب سے زیادہ بے عزت ہورہا ہے تو وہ محبت ہے میں اس لفظ پر غور نہیں کرتی۔"

"تاہم پھر بھی اس کی ضرورت اور طلب تو رہتی ہے شرمین بہن!"

"طلب بھی بدل جائے گی اعتبار اٹھتا جارہا ہے۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"بہرکیف! آپ رنجیدہ نہ ہوں میں حالات ٹھیک کرنے کے لیے کوشش کروں گا۔"

"مگر آپ عارض سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے مگر میں اپنے ریفرنس تو بات کرسکتا ہوں۔"

"جی۔"

"اب اجازت دیں آپ کا فون سن کر سیدھا یہاں آگیا آفس جانا بھی ضروری ہے۔"

"جی شکریہ صفدر بھائی! بس آپ کو ہی پکارنا اچھا لگا۔"

"ہمیشہ پکار سکتی ہیں میں بہت شرمسار ہوں۔"

"کس لیے؟ آپ ایسا بالکل نہیں کہیں۔"

"اجازت......"

"جی ضرور۔"

"اپنا خیال رکھیے گا۔"

"وہ تو رکھنا ہی ہے۔"

صفدر اٹھ کر چلا گیا تو ضبط کے سمندر میں طغیانی کا عمل شروع ہوگیا۔ دو موٹے موٹے آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر پھیل گئے۔

ہاں تھا ایک قرض سا شخص
وہ بھی مجھ سے قضا ہوگیا

بنا کسی جرم کے بنا کسی خطا کے کتنی آسانی سے زندگی میں آیا اور کتنی آسانی سے رخصت ہوگیا۔ یہ بھی اس کی طوفانی محبت نفرت سی ہونے لگی ہے اس کم بخت محبت نے کیسے قطرہ قطرہ بوندوں کی صورت نگاہوں سے ٹپکتی ہے اور تڑپنے کو چھوڑ دیتی ہے۔

"شرمین! اب تو اس کو چھوڑ دے فریب دینا سیکھ جا۔ محبت کو دوسروں کا خسارہ یاد نے پی جا یہ درد بھرے آنسو۔ اس نارسائی کی آگ میں جھلسنے سے کیا حاصل؟ وہ بھنورا تھا اس کی فطرت ہرجائی ہے۔ اسے بھول جا نکال دے دل سے۔ کچھ وقت دے اسے دل مضطرب! کہ میں اسے فراموش کردوں۔" وہ بند آنکھوں میں مضبوط منصوبے محفوظ کررہی تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور یونہی دروازہ کھول کر اندر آگیا۔ اس کی آنکھوں کی کہانی شاید اس نے پڑھ لی جھک کر بولا۔

"خوب صورت آنکھوں پر سارے جہاں کو واردوں کیوں نم ہیں یہ۔"

"پلیز بوبی! مجھے ڈسٹرب مت کرو۔" وہ جلدی سے فائلیں کھولنے لگی۔
"ڈسٹرب تو آپ ہیں۔"
"نہیں' بیٹھو کافی منگواؤں۔" وہ ٹال گئی۔
"نہیں' جوس پیتے ہیں مگر باہر جا کر۔"
"سوری! ضروری اسائنمنٹ ہیں آج ہی انہیں کلیئر کرنا ہے۔"
"بھاڑ میں گئیں آپ کی اسائنمنٹ' زندگی کی خوشیاں ضروری ہیں' چلیں اٹھیں۔" بوبی نے فائلیں ہاتھ سے پرے دھکیل کر کہا تو وہ چند منٹ اسے دیکھنے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁.......❁.......❁
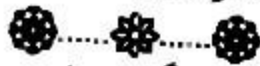
بوبی نے دو تین گھنٹے سڑکوں پر گاڑی دوڑانے کے بعد گھر کا رخ کیا تو وہ بولی۔
"بوبی! ابھی سے گھر آ آفس میں ضروری کام کرنے والے ہیں۔"
"کام تو زندگی بھر چلتے رہیں گے' لائف میں کچھ اور بھی کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔" گیٹ سے اندر گاڑی لاک کر کے وہ بولا تو شرمین نے خاموشی سے اندر جانے میں عافیت سمجھی۔
"شرمین! مسئلہ کیا ہے؟" وہ پیچھے بولتا ہوا آیا' وہ پلٹی چند لمحے اسے دیکھا اور پھر دھیرے سے کہا۔
"بوبی! کبھی کبھی کچھ کہنے اور سننے کو دل نہیں چاہتا میں اس فیز سے نکل کر تاؤں گی۔"
"کچھ تو ہے مجھے بتاؤ۔" وہ بضد ہو گیا۔
"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ یہ کہہ کر آگے بڑھی تو وہ پھر سامنے آ گیا۔
"شرمین! میری طرف دیکھو میں نے محسوس کیا ہے کہ تم اپ سیٹ ہو۔"
"فار گاڈ سیک! میں ٹھیک ہوں۔" وہ جھنجلا اٹھی مگر وہ مشتعل ہو کر آگے بڑھا اس کی کلائی تھام کر کھینچتا ہوا صوفے کے قریب لایا اور جھٹکے سے سامنے بٹھا کر بولا۔
"جب میں کہہ رہا ہوں کہ تم اپ سیٹ ہو تو ہو۔"
"بوبی! اگر ایسا ہے بھی تو تمہاری اس بحث سے مزید اپ سیٹ ہو رہی ہوں۔" اس نے نرمی اختیار کی۔
"بتاؤ گی نہیں۔"
"نہیں! بس مجھے ریسٹ کرنا ہے۔"
"او کے' لیکن کھانا ہم نے ساتھ کھانا ہے۔"
"اوہ! اچھا یاد دلایا' بابا تو ہیں نہیں' کھانا میں دیکھتی ہوں۔"
"کچھ نہیں دیکھنا' کھانا تقریباً تیار ہے۔ خانساماں فش فرائی کر رہا ہے۔" زینت اسی طرف آ گئیں۔
"واہ فرائی فش۔" بوبی خوش ہو کر چلایا۔
"دونوں ہاتھ دھو کر آ جاؤ۔"
"زینت آپا! آپ کیوں کام میں لگ جاتی ہیں؟" شرمین نے کہا۔
"کہاں سارا کام تو خانساماں نے کیا۔"
"یہ بابا کچھ لمبی چھٹی پر نہیں چلے گئے۔" بوبی بولا۔
"آ جائیں گے ہو گی کوئی وجہ ورنہ وہ غفلت نہیں برت سکتے۔" زینت نے کہا۔

"میں چینج کر کے آتی ہوں۔" شرمین نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ بوبی نے زینت سے اس کے متعلق کہا۔

"ماما! شرمین کے ساتھ کوئی مسئلہ ضرور ہے۔"

"کیسا مسئلہ؟"

"وہ اپ سیٹ ہے اس کی آنکھیں تر تھیں۔"

"ہو سکتا ہے اس بے چاری کی زندگی میں ہے ہی کیا؟" زینت افسردہ سی ہو گئیں۔

"ماما! اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ شرمین کو سارے جہاں کی خوشیاں دے دوں۔"

"خوشیاں مقدر سے ملتی ہیں اور تم اس سے ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے وہ مزید پریشان ہو جائے۔"

"ماما میں شرمین کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں پوچھوں گی کیا بات ہے؟"

"آپ آ گئیں تو میں نے اس کی جان چھوڑ دی ورنہ پوچھ کر رہتا۔" بوبی نے بڑے وثوق سے کہا تو زینت نے سمجھایا۔

"بوبی! اسے زچ نہ کرنا ورنہ وہ یہاں سے چلی جائے گی بڑی مشکل سے میں نے اسے سنبھالا ہے وہ جس طرح میرا خیال رکھتی ہے شاید ہی تم بھی رکھ سکو۔ مجھے اس کی موجودگی سب سے زیادہ پیاری ہے۔" زینت نے ڈھیر ڈھیر سے بڑے دسان سے کہا تو بوبی کو بہت اچھا لگا۔

"بس تم اسے تنگ نہ کیا کرو۔"

"ماما! میں اس سے محبت کرتا ہوں عشق ہے وہ میرا۔" وہ جھوم کر بولا تو زینت نے تنبیہ کی۔

"بس چپ کھانا لگوا رہی ہوں آ جاؤ۔" زینت یہ کہہ کر چلی گئیں تو بوبی نے ان کی بات کا جواب بڑبڑاہٹ کے ذریعے دیا۔

"ماما! آپ کیا جانو شرمین کی محبت میری روح میں کیسے سمائی ہے؟ وہ میرے خون میں گردش کرتی ہے میری پلکوں میں اتر کر میرے ساتھ سوتی ہے۔ میری کھلی آنکھوں سے نکل کر مجھے صبح بخیر کہتی ہے کر اسے یہ سب خود نہیں معلوم کہ وہ میری ذات کا حصہ ہے وہ اب تک عمروں کے فاصلوں میں میری محبت کو محصور کیے ہوئے ہے۔ شرمین! کاش...... شرمین...... تم کبھی یقین کر سکو۔"

❁......❁......❁

جبکہ شرمین کی نمناک نگاہوں کے سامنے وہ انگوٹھی تھی جو عارض کے اور اس کے رشتے کی دلیل تھی وہ اتار کے اس نے عارض کے فیصلے کو تسلیم کر لیا تھا۔ دل کڑا کر کے خود کو پھر سے محبت کے فریب سے الگ کر لیا تھا۔

"شرمین! کتنی احمق ہو تم اس رشتے پر بھروسہ کرتی ہو جو لوگوں کے کاروبار سے زیادہ اہم نہیں جسے زمانے میں لوگوں نے سب سے کمتر اور غیر یقینی رشتہ بنا دیا ہے۔ صبیح احمد کتنی دور تمہیں محبت کے سہارے اپنے ساتھ گھسیٹتے رہے تم انتظار کی سولی پر چڑھ کر ان کے ساتھ وابستہ رہیں پھر اپنے مادی نفع کی خاطر انہوں نے تمہیں انتظار کی سولی سے اتار دیا تب بھی انگوٹھی ایسی ہی کسی اندھی دراز میں قید کر دی۔ صبیح احمد کی نام نہاد محبت دولت کے ترازو میں تل گئی پھر تم نے عارض پر کیوں کر اعتبار کر لیا کیوں اپنی تقدیر میں ایک اور محبت کی گردش لکھی؟ کیا کافی نہیں تھا صبیح احمد کی نارسائی کا دکھ۔ اب کس طرح عارض کی بے وفائی کا صدمہ برداشت کرو گی ایسا صدمہ جس میں نہ تمہیں اپنا گناہ پتا ہے اور خطا کا علم ہے کس قدر مختصر ہے

تمہاری تحقیر کی کہانی‘ دو سطروں میں اس نے تمہیں نکال باہر کیا۔ تمہاری ذات کے پندار کو چکنا چور کردیا۔ کچھ نہیں بچا تمہارے پاس‘ کچھ نہیں۔ ایک بار پھر تم نے دھوکہ کھالیا...... مگر بھول جانے کی عادت اپنائیں آگے ہم‘ بھول جائیں گے عارض بالکل‘ اپنی پہلی چاہت فصیح احمد کی طرح۔“

ایک بار پھر دراز کی تاریکی میں انگوٹھی اتر گئی‘ وہ اٹھی منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ کچھ حوصلہ اکٹھا کیا‘ بال برش کیے اور پوری ہمت کے ساتھ قدم اٹھائے اسے بوبی کی نظروں کا سامنا کرنا تھا۔ اس کے سوالوں کی رو سے خود کو محفوظ رکھنا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ درد بتانے سے نہیں سہہ جانے سے کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پوری طرح خود کو طاقتور بنا چکی تھی۔ بوبی سے نظریں ملانے کا حوصلہ اکٹھا کرچکی تھی‘ اندر بے شک طوفان تھا‘ زلزلہ تھا‘ بھونچال تھا مگر باہر پُرسکون‘ مسکراتا چہرہ تھا۔ آنکھوں میں کاجل کی لکیر تھی اور لبوں پر چمکیلا گلابی رنگ بہار دکھلا رہا تھا۔

❀......❀......❀
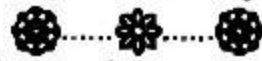
دو تین دستک دینے کے بعد دروازہ کھلا۔ زیبا جہاں آرا کو دیکھ کر متحیر رہ گئی‘ سلام کیا اور دروازے سے ایک طرف ہوکر اندر آنے کا راستہ دیا انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

”آئیں بیٹھیں۔“ اس نے صحن میں بچھے پلنگ کی طرف اشارہ کیا۔

”ماں کہاں ہے تمہاری؟“

”جی ابا کے ساتھ ہسپتال میں ہیں۔“

”خیریت؟“ جہاں آرا فکرمند ہوگئیں۔

”ابا کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے۔“

”تو...... تم نے ہمیں بتایا تک نہیں اور کیا تمہارا شوہر اس قابل بھی نہیں۔“ جہاں آرا کو یہ بات بالکل پسند نہیں آئی کہ انہیں اطلاع تک نہیں دی گئی۔

”انہیں ہم سے کوئی نسبت نہیں ہے۔“ زیبا کے لبوں سے نکلا۔

”انہیں یا تمہیں؟ وہ لینے آیا اور تم نے انکار کردیا۔“ وہ ہلکی سی تختی سے بولیں۔

”بس آپ اسی پر اعتبار کریں جو صفدر کہتے ہیں۔“

”دیکھو بیٹا! اللہ نے ہمیں خوشی دی۔ ہمارے رنجشوں میں ضائع نہیں کرتے اب سب شکوے شکایت بھول کر میرے ساتھ چلو۔“ جہاں آرا نے بڑی محبت سے اسے سمجھایا۔

”ابا ہسپتال میں ہیں‘ میں کیسے جاسکتی ہوں؟“

”تو صفدر بھی اس گھر کا بیٹا ہے وہ دیکھ بھال کرے گا‘ تم گھر چلو یہاں تنہا رہ کر کیا کرسکتی ہو؟ میری بچی! سب بھول جاؤ‘ صفدر کی میں خوب کھنچائی کرچکی ہوں۔“

”آپ کے لیے چائے بناتی ہوں۔“ زیبا بولی۔

”نہیں اس کی ضرورت نہیں‘ بس تیاری کرو اپنی حالت دیکھو۔ کیسے ہلدی جیسی رنگت ہوگئی ہے۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”کہاں ٹھیک ہو؟ ان دنوں صحت کا اچھا ہونا ضروری ہوتا ہے۔“

”بس یہ میرا مقدر ہے۔“ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی۔

”اللہ خیر کیا ہوا مقدر کو۔“ جہاں آرا بیگم نے ایک دم ہی اسے بڑھ کر سینے سے لگایا۔

"امی! فی الحال تو میری جان ابا میں پھنسی ہے' ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ نہیں چاہتی تھی کہ بے کار میں اس موضوع پر ان سے بات کرے' کیونکہ کوئی فائدہ نہیں تھا صفدر کا ذہن بدلنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ بہتر تو یہی تھا کہ اس کا نام بھی نہ لیا جائے۔

"زیبا! فون ملاؤ' صفدر سے میری بات کراؤ۔" انہوں نے کہا۔

"وہ امی...... بیلنس نہیں ہے۔" اس نے نظریں چرائیں۔

"تو وہ پھر......"

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں آپ آرام سے بیٹھیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"حاجرہ آئے گی گھر۔"

"چاچی ابا کی طبیعت کی وجہ سے ان کو تنہا نہیں چھوڑیں گی۔" اس نے بتایا۔

"میری بات مانو' میرے ساتھ چلو' صفدر کو ہسپتال بھیج دیں گے۔" جہاں آرا نے خیال ظاہر کیا۔

"اور گھر میں کون رہے گا؟"

"ہاں' یہ بات بھی ہے پھر میں تمہارے پاس ہی ہوں۔"

"جی ٹھیک ہے' میں چائے لاتی ہوں اور کھانا بھی بناتی ہوں۔" زیبا نے دھیرے سے کہا' ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ دروازہ پوری قوت سے دھڑ دھڑایا تھا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"اللہ خیر......" بے اختیار کہہ کر وہ تیز قدموں سے دروازے کی طرف بھاگی' دروازہ بنا پوچھے کھول دیا تو ہونق رہ گئی۔ وہ دروازے کے عین وسط میں سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ ایک دم ایک طرف ہو کے کھڑی ہوگئی' وہ جھٹکے سے اندر آتے ہوئے بولا۔

"امی! یہاں آئی ہیں نا۔"

"جی' اندر ہیں صحن میں۔" اس نے مدہم لہجے میں بتایا۔

"اوہ اچھا' ویسے ایک بات بتاؤ' میری امی پر کون سا جادو کر رہی ہو؟" وہ خاصی طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ سلگ اٹھی۔

"جو آپ پر نہیں کیا۔"

"وہ تو مجھ پر چل بھی نہیں سکتا۔" وہ طنزیہ مسکرایا۔

"مجھے چلانا بھی نہیں' بس میرا پیچھا چھوڑ دیں۔" وہ یہ کہہ کر آگے چل دی وہ دہک اٹھا۔ اس کا لہراتا بازو پکڑ کر سختی سے بولا۔

"تم میرے رستے میں کبھی ہو ہی نہیں۔"

"پلیز چھوڑیں میری کلائی۔" وہ بھی سختی سے کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ لمحہ بھر رکا اور پھر صحن کی طرف آ گیا' جہاں آرا اسے دیکھ کر کھل اٹھیں۔

"ارے صفدر! اچھا کیا تم آ گئے' میں دعا کر رہی تھی۔"

"آپ کو یہاں آنے کی اتنی جلدی تھی؟"

"اور کتنی دیر کرتی تھی؟" انہوں نے الٹا سوال کیا۔

"امی! مجھے بتا کر تو آ جاتیں' ضروری کاغذات لینے گھر گیا تو وہ لاک تھا۔" وہ بدستور غصے کے ساتھ بولا۔

”تمہیں بتانے کا مطلب تھا کہ مجھے نہیں آنا تھا۔“ جہاں آرا نے زیبا کو اشارے سے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

”آپ کو بس ضد تھی۔“

”صفدر! زیبا ہمارے گھر کی بہو ہے، میں لینے آئی ہوں۔“

”آپ کا جو دل چاہے کریں ان کا یہی پلان تھا۔“ اس نے براہ راست زیبا کو گھورا۔

”آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔“ زیبا نے کہا۔

”یہ کہانی انہیں سناؤ۔“ وہ حملہ آور ہوا۔

”صفدر! میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اصل جھگڑا کیا ہے؟“ جہاں آرا چلا اٹھیں۔

”یہ ان سے پوچھیں میں جلدی میں ہوں آفس پہنچنا ہے بس آپ کی فکر تھی اسی لیے یہاں آیا۔“

”صفدر! زیبا کے والد ہسپتال میں ہیں، تم ہمیں گھر لے چلو اور خود ہسپتال جاؤ، پتا کرو۔“ انہوں نے تحکم سے کہا تو وہ بھنا اٹھا۔

”امی! مجھے آفس پہنچنا ہے۔“

”رہنے دیں امی!“

”نہیں صفدر جو کہا ہے وہی کرو۔“

”امی! کیا کروں؟“

”ہمیں گھر چھوڑو اور ہسپتال جاؤ۔ زندگی کے سب کام چلتے رہتے ہیں۔“

”یہ آپ کا فیصلہ ہے یا آپ کی بہو بیگم کا؟“ وہ لفظ چبا چبا کر بولا۔

”ہم دونوں کا اسے اپنے گھر میں ہونا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے چلیے۔“ اس نے ہتھیار پھینک دیے۔

”چلو زیبا! ضروری سامان اٹھا لو۔“

”تھوڑا سا وقت دیں۔“ وہ حالت مجبوری میں اٹھ کر کمرے میں گئی تو وہ پیچھے ہی آ گیا۔

”داد دیتا ہوں تمہاری ہوشیاری کی۔“

”صفدر! آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔“

”میں ٹھیک سمجھا ہوں، چلو گریا ورکھنا کانٹوں پر گھسیٹوں گا تمہیں۔“

”میں جانتی ہوں۔“ وہ کپڑے سمیٹتے ہوئے بولی۔

”ہونہہ.....“ وہ پھنکار کر چلا گیا۔

❀.....❀.....❀

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اس نے آنکھیں موندے موندے کہہ دیا۔

”آ جاؤ۔“ دروازہ کھلا اور زینت آپا اندر آ گئیں، وہ ایک دم پیر سمیٹ کر اٹھ بیٹھی۔

”آپ..... مجھے بلا لیا ہوتا۔“

”ایک ہی بات ہے بس گھٹنے میں درد بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ تھوڑا بہت تو چلنا چاہیے۔“ وہ بائیں گھٹنے کو ہاتھ سے دباتے ہوئے بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''تو ڈاکٹر سے ٹائم لے لیتے ہیں۔''
''ارے نہیں' ڈاکٹر صاحب نے بتایا تو تھا کہ شوگر کی وجہ سے درد ہے۔''
''تو آپ شوگر پر کنٹرول کیا کریں۔''
''کرتی تو ہوں' پھر بھی بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔''
''بس خیال رکھا کریں۔''
''چھوڑو یہ بتاؤ تم ٹھیک ہو۔'' انہوں نے محبت سے اس کی ویران آنکھوں میں دور تک جھانکا۔
''میں...... میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔'' وہ اس اچانک کے سوال پر گڑبڑا گئی۔
''نہیں...... ٹھیک نہیں ہو' ہمیں غیر سمجھتی ہو۔'' انہوں نے شکوہ کیا۔
''ارے آپا! ہرگز نہیں' میرا تو آپ کے سوا کوئی نہیں۔''
''تو پھر اپنا غم' پریشانی شیئر کیوں نہیں کرتیں؟''
''آپا! ایسا کچھ نہیں ہے۔''
''ایسا ہے' پہلے بوبی کے کہنے پر مجھے یقین نہیں تھا مگر اب تمہیں غور سے دیکھنے کے بعد یقین آ گیا ہے۔'' انہوں نے وثوق سے کہا۔
''بوبی تو پگلا ہے۔''
''نہیں اب ایسا بھی نہیں کہ وہ تمہیں نہ سمجھے۔''
''ٹھیک کہتی ہیں آپ۔''
''بات کیا ہے؟''
''کچھ خاص نہیں آپا! بس زندگی میں تغیر تو آتا رہتا ہے' خاص کر میری زندگی تو ہے ہی تلاطم خیز۔''
''یہ تو زندگی کا حسن ہے' ایک جگہ تو ٹھہرے رہنا کمال نہیں۔'' زینت نے اس کی بات کو حوصلہ دیا۔
''اس لیے میری زندگی پر زوال کے بادل چھائے رہتے ہیں۔''
''شرمین! پھر وسد کھونا تو کیا بات ہے؟''
''کچھ نہیں' عارض نے مجھ سے معذرت کر لی ہے۔'' اس نے دھماکہ خیز مواد کو بڑی نرمی سے ان کے سامنے انڈیلا۔
''کیا مطلب؟'' وہ چونکیں۔
''مطلب یہ کہ اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے اپنی قسموں سے' اپنے وعدوں سے اور اپنے دعوؤں سے۔'' وہ کرب سے مسکرائی تو شدید چونکنے کی باری اب ان کی تھی۔
''عارض...... عارض نے کیا کہا؟''
''آپا! اپنی انگوٹھی واپس لے لی ہے؟''
''کیوں...... کیوں بھئی...... کیا مسئلہ ہو گیا ہے اسے اب؟'' وہ ایک دم مشتعل ہو گئیں۔
''نہیں معلوم۔''
''مگر یہ کوئی کھیل تماشا ہے' ایسا کیسے کر سکتا ہے وہ۔''
''کر سکتا تھا تو ایسا کر بھی لیا' خیر آپ ٹینشن نہ لیں۔''
''شرمین! صرف ٹینشن...... مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے خود اس کے بارے میں جاننے کی کوشش

کیوں نہیں کی؟"

"اس سے کیا ہو جاتا؟ چہرے تو انسان دیکھ لیتا ہے' روح کی اصلیت کیسے جانی جاسکتی ہے۔"

"لیکن شرمین! یہ معمولی بات تو نہیں ہے۔"

"آپا! پلیز غم نہ کریں' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"غم تو نہیں مگر افسوس بہت ہے' اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"اب چھوڑیں اس کو میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ ٹالتے ہوئے اٹھی مگر زینت آپا نے منع کر دیا۔

"چائے تو بن رہی ہے' بابا آ گئے ہیں۔"

"اچھا' بابا آ گئے۔"

"ہاں آ گئے ہیں مگر اپنے ساتھ اپنی بھانجی بھولی کو بھی لے آئے۔"

"بھولی...... یہ کون ہے؟" شرمین نے حیرت سے پوچھا۔

"بابا کی بھانجی' بے چاری اکیلی رہ گئی تھی۔"

"او تو آپ نے اجازت دے دی۔"

"دینی ہی تھی' بابا پرانے خدمت گار ہیں لڑکی بہت اداس اور سہمی ہوئی ہے۔"

"ظاہر ہے لیکن بابا کے ساتھ رہے گی؟"

"ہاں لیکن زیادہ وہ تمہارے کام کاج دیکھے گی۔ ایک تو لڑکی ہے دوسرا تمہارے ساتھ اس کا دل بہلا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی ملتی ہوں اس سے۔"

"فی الحال تو کوارٹر میں ہے' تھکی ہوئی ہے میں نے ہی بھیج دیا۔"

"اچھا کیا۔" وہ بولی۔

"بس بوبی ناک منہ چڑھا رہا تھا۔"

"ہیں' وہ کیوں......؟"

"کہ کیوں رکھا ہے' اس کا رکھ رکھاؤ بہت اجڈ سا ہے۔"

"یہ تو اس کے ماحول کی وجہ ہے' خیر میں بوبی کو سمجھا دوں گی۔"

"اچھا اب کوئی سوچ نہیں ہونی چاہیے آؤ باہر' منہ سوجا ہو تو میرے ساتھ۔"

"آپا! میں نے پہلی بار یہ اذیت برداشت نہیں کی۔"

"جانتی ہوں' اصل تو اس کم ذات صبیح احمد نے اذیت دی تھی۔" زینت آپا کا منہ کڑواہٹ سے بھر گیا' اس نے کربناک مسکراہٹ سے انہیں دیکھا اور طویل سانس بھر کے رہ گئی۔

❀......❀......❀

وہ بازار سے گوشت سبزی اور امی کے آرڈر پر بطور خاص پھل اور مختلف جوسز لایا۔ کچن میں سب کچھ رکھ کے بے دھیانی سے اپنے کمرے میں آ گیا مگر اگلے ہی لمحے اسے بیڈ پر سویا دیکھ کر ٹھٹکا اور ساتھ میں تلملا کر بیڈ کے قریب پہنچ کر دبے لہجے اور مدہم آواز میں چیخا۔

''مہارانی! یہ تھا تمہارا منصوبہ' میرے کمرے میں' میرے بستر پر کس رشتے سے آرام فرما رہی ہو۔'' وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔

"وہ آپ نے سونا ہے تو میں باہر چلی جاتی ہوں۔"
"اور پھر...... پھر آ جاؤ گی، رہو گی تو میرے سر پر مسلط۔"
"تو مجھے نکال دیں پھر۔" وہ کچھ سنبھل کر کھڑی ہوگئی۔
"ہنہہ! تم نے چال ہی بڑی چلی ہے۔" وہ گھور کر بولا۔
"کوئی چال نہیں چلی، میں تو کوئی دلچسپی نہیں رکھتی تھی۔" اس نے بھی ترخ کر کہا تو وہ غصے سے پھٹ پڑا۔
"تو پھر کیوں آ ئیں؟ اور آنا تھا تو میری شرط کیوں نہیں مانی۔"
"آپ کی شرط تو کبھی نہیں مانی جاسکتی، مجھے آپ کے ساتھ رہنے کا کوئی شوق نہیں۔" وہ بولی۔
"اچھا...... اچھا اب جاؤ یہاں سے۔" وہ چڑ سا گیا۔
"آپ سو جائیں، میں پھوپی امی کے پاس بیٹھتی ہوں۔"
"اور امی کو رو رو کر بتانا کہ میں نے کمرے سے نکال دیا ہے۔" اس نے بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا تو وہ پلٹی اور بولی۔
"میں اب نہیں روتی صفدر صاحب۔"
"کیوں اب تم نے تاج پہن لیا ہے؟" وہ طنزیہ بولا۔
"یہی سمجھا ہے میں نے، میرے پاس ایسا ہی لعل ہے کہ میں اب روتی نہیں۔" اس نے صفدر کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔
"اس لعل سمیت ہی بے عزت ہو کر باہر جاؤ گی۔"
"اگر اس کے اور میرے مقدر میں ایسا ہی لکھا ہے تو کیا ہو سکتا ہے؟"
"اس کا مقدر تمہاری وجہ سے خراب ہوا ہے۔"
"آپ کون ہوتے ہیں اتنی بڑی بڑی باتیں کرنے والے؟ اللہ کا خوف نہیں ہے کیا؟" وہ بہت بے بس ہو کر بولی تو وہ اعتراف کر بیٹھا۔
"مجھے انسان سے حیوان بنادیا، محبت کا ایسا چہرہ دکھایا کہ نفرت کے شعلوں میں مسلسل جل رہا ہوں۔"
"آپ کو وہ قول بھول گیا جو آپ نے کہا تھا۔" وہ دکھی ہوگئی۔
"سب بھول گیا ہوں، جب سامنے آتی ہو تو پاگل ہو جاتا ہوں۔" وہ رخ موڑ کر بولا، کمرے میں جہاں آرا داخل ہوئیں تو کچھ عجیب سا ماحول دیکھ کر بولیں۔
"کیا ہوا...... تم کھڑی کیوں ہو؟"
"وہ بس لیٹے لیٹے تھک گئی تھی۔" زیبا نے جلدی سے وضاحت کی۔
"اور صفدر! تمہیں تو ہسپتال جانا تھا، جاؤ۔ شہد کیوں نہیں لائے؟" انہوں نے کئی باتیں ایک ساتھ کہہ ڈالیں تو وہ جل گیا۔
"امی پلیز بہو کے عشق میں دیوانی نہ ہو جائیں، میں تھکا ہوا ہوں۔"
"خیال کرو ہسپتال میں حاجرہ بہن اکیلی ہیں، کھانا لے جاؤ۔"
"امی نھی سے بھان کے پاس۔" زیبا نے کہا تو وہ بولیں۔
"وہ نھی بے چاری کوئی مرد نہیں ہے، اسے جانا چاہیے۔"
"چلا جاتا ہوں، آپ کو میرا احساس نہیں۔" وہ کمبل پھینک کر اٹھا اور جوتے پہننے لگا۔

"امی! میں بھی چلی جاؤں۔" زیبا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
"ارے نہیں بیٹا! اس حال میں ہسپتال نہیں جانا' تم آرام کرو۔" جہاں آرا یہ کہہ کر باہر چلی گئیں جبکہ صفدر نے یہ موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔
"ہنہہ۔ تم آرام کرو میں ہوں نا تمہارا نوکر۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا تو وہ سر تھام کر بیٹھ گئی۔

❁......❁......❁

ریسٹورنٹ کے گرم اور خواب آگیں ماحول میں آرکسٹرا کی ہلکی ہلکی موسیقی میں سب خوش و خرم کھانے پینے میں مصروف تھے۔ ایک وہی کانٹے چھری سے کھیل رہا تھا' کئی روز سے بڑھی شیو بے ترتیب بال' سیاہ کوٹ' الجھا الجھا میز کی سطح کو گھورتا' کچھ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ لڑکیوں کے دلوں کو پوری قوت سے کھینچ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ اپنی ٹیبل سے اٹھی اور اس کے پاس آ کر مسکراتے ہوئے بولی۔
"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔
"شکریہ' میرا نام بجارا ٹھور ہے۔" اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔
"میں مسلمان ہوں۔"
"اوہ...... کہاں کے رہنے والے ہیں؟"
"پاکستان۔"
"پھر تو ہم بہت اچھے دوست بن سکتے ہیں۔" وہ گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔ سانولے رنگ' تیکھے نقوش کے ساتھ شارٹ کٹ ہیئر اسٹائل میں وہ خاصی پُرکشش تھی لیکن اس نے سرسری سی نگاہ ڈال کر اپنی سرد کافی کے مگ پر نظریں مرکوز کرلیں۔
"آپ نے بتایا نہیں۔" اس نے پوچھا۔
"کیا......؟"
"آپ کا نام؟"
"عارض۔"
"واؤ' بیوٹی فل نیم۔"
"ایکسکیوزمی!" وہ یہ کہہ کر اٹھنے لگا تو وہ جلدی سے بولی۔
"یہ تو بری بات ہے آپ مجھے تنہا چھوڑ کر جارہے ہیں۔"
"سوری! میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔"
"نہ کیجیے فی الحال ایک کپ چائے تو ساتھ پی سکتے ہیں۔" اس نے بہت دلنشین انداز میں کہا کہ وہ واپس ٹک گیا اور ویٹر کو قریب بلا کر چائے کا آرڈر دے دیا۔
"شکریہ آپ یہاں روز آتے ہیں؟"
"چند دنوں سے۔"
"میں بھی اکثر اسی ریسٹورنٹ میں آتی ہوں۔"
"آپ یہاں...... میرا مطلب ہے یہاں رہتی ہیں؟"

"نہیں نہیں' میری بڑی بہن اور بہنوئی یہاں رہتے ہیں۔ میں دوسری بار یہاں آئی ہوں' ہم کلکتہ کے رہنے والے ہیں۔"

"اوکے۔" وہ مختصر سا کہہ کر خاموش ہوگیا' چائے آ گئی۔

"کتنی شوگر۔"

"ون ٹی اسپون۔"

"آپ کافی ڈسٹرب دکھتے ہیں آنکھیں بھی سرخ ہیں۔" وہ کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"یہ میرا پرسنل معاملہ ہے' سوری۔"

"سوری آپ یہاں......"

"بزنس کرتا ہوں۔"

"پلیز مجھے غلط نہ سمجھئے گا آپ کو ڈسٹرب سا دیکھ کر میں رہ نہ سکی۔" وہ وضاحت کرنے لگی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا۔

"آپ سے مل کر اچھا لگا۔" وہ پھر چائے اپنے اندر انڈیل کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا ہم دوبارہ مل سکتے ہیں؟"

"ممکن نہیں ہی۔"

"میں یہاں تنہا بور ہوجاتی ہوں۔" اس نے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بتایا۔

"مس سنجنا' بائے۔" وہ اس سے زیادہ کچھ نہ بولا آگے بڑھ گیا۔

❀......❀......❀

چھٹی کا دن تھا وہ کافی دیر سے سو کر اٹھا تو بھوک کا شدید احساس ہوا' ہاتھ منہ دھو کر فوراً کچن کی طرف آیا۔ شرمین اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔ بھولی سنک میں جمع ناشتے کے برتن دھو رہی تھی' بوبی اندر آتے کے فوراً ابکائی لیتا چٹکی سے ناک دبا کر باہر نکلا۔ شرمین کچھ نہ سمجھ کر باہر نکلی تو وہ برس پڑا۔

"تم پاگل ہو یا تمہاری ناک بند ہے' کس قدر گندے تیل کی بُو آ رہی ہے اور تم اس کے ساتھ کچن میں ہو۔"

"کون سی بُو کس کے ساتھ؟"

"وہی جو بابا تحفہ لائے ہیں' مس بھولی!"

"ہش.....ایسی کیا بات ہے' تیل اس نے لگایا ہوا ہے' تمہیں کیا؟" شرمین نے غصہ کر ڈانٹا۔

"اور سارا گھر سڑ رہا ہے' جہاں سے گزرتی ہے گندے تیل کی بُو آ رہی ہے اور کپڑے۔ بھی کتنے گندے ہیں؟"

"اچھا اچھا تم بتاؤ کیا کرنے آئے تھے؟" شرمین نے دھیرے سے اسے بریک لگائی کہ کہیں بھولی سن نہ لے۔

"ناشتا کرنا ہے' باہر لان میں۔ اُف میرا سر چکرا رہا ہے۔" وہ کہتا ہوا باہر سے ہی لان کی طرف چلا گیا' وہ اندر آئی تو بھولی ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہوں' تو برتن دھل گئے۔"

"جی باجی!"

"بھولی! تم پریشان نہ ہونا' بس یہ چھوٹے صاحب ذرا نازک مزاج ہیں۔"

"جی باجی!" وہ نازک مزاج کا مطلب تک نہیں جانتی تھی' بس ویسے ہی کہہ دیا۔

”اچھا دیکھو کچھ دیر بعد میرے کمرے میں آنا اب بڑی بیگم صاحبہ کے پاس جاؤ ان کو کوئی کام ہے تو کردو۔“ شرمین نے بہت نرمی سے کہا۔

”میں کوشش کروں گی کہ آپ کی باتیں سمجھ جاؤں۔“ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی تو شرمین کو اس کی معصومیت پر ہنسی آ گئی۔

”ہاں! بالکل سب سمجھ میں آ جائے گا فکر نہ کرو خوش رہو۔“

”مجھے ماں یاد آتی ہے اپنا گھر یاد آ رہا ہے۔“ وہ ایک دم ہی رونے لگی۔

”ارے ایسے تھوڑا کرتے ہیں کیا یہ گھر نہیں ہے؟ تمہارے ماموں ہیں ہم سب ہیں اپنا دل لگاؤ۔ مرنے والوں کے ساتھ مر تو نہیں سکتے۔“ شرمین نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

”میں یہاں رہنے کے قابل نہیں۔“

”کیوں؟ میں تمہیں طریقہ بتاؤں گی ابھی تم جاؤ میں چھوٹے صاحب کا ناشتا بنا لوں پھر بات کریں گے۔“

”بی بی جی! آپ بھی جائیں بابا کے لیے ناشتا میں بنا کر لاتا ہوں۔“ اسی وقت خانساماں آ گیا۔ شرمین نے ان کے کہنے پر اپنا چائے کا کپ لیا اور باہر لان میں بوبی کے پاس آ گئی وہ اخبار پڑھ رہا تھا۔

”خانساماں ناشتا لا رہا ہے۔“

”اوکے۔“ بوبی نے دلچسپ نظروں سے اس کے نکھرے نکھرے سادہ سے چہرے کو تکتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اپنے خیالوں میں محو چائے کی چسکی لے رہی تھی عارض کا چہرہ نظروں میں تھا۔ بوبی کے لیے ناشتا آ گیا تو وہ بولا۔

”میرا ساتھ نہیں دو گی؟“

”اوں ہونہہ..... نہیں بس ایک مرتبہ ناشتا کر چکی ہوں۔“

”تو کیا ہوا؟“

”تو یہ کہ مزید کی گنجائش نہیں۔“

”پلیز، تھوڑا سا۔“

”بوبی! ہر بات کی ضد نہیں کرتے۔“

”تو پھر مان کیوں نہیں جاتیں۔“ وہ ناشتا چھوڑ کر بیٹھ گیا تو وہ مزید غصے میں آ گئی۔

”ہر بات ماننے کی نہیں ہوتی۔“

”مجھے تمہاری ہر بات ماننا اچھا لگتا ہے۔“

”تمہاری اپنی مرضی ہے اور میری اپنی۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”شرمین! اگر تم گئیں تو میں سارے برتن توڑ دوں گا۔“ اس نے دھمکی دی۔

”توڑ دو اس طرح تم مجھے مجبور کرتے ہو۔“ وہ بھی ضد پر اڑ گئی۔

”تو پھر یہ لو۔“ بوبی نے ٹرے اٹھا کر فرش پر دے ماری اور منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔

”بوبی! مجھ سے اب بات مت کرنا۔“ وہ غصے سے کہہ کر چلی گئی تو اسے اور زیادہ غصہ آ گیا پیچھے سے چلایا۔

”کچھ نہیں کھاؤں گا بھوکا مر جاؤں گا سن لو۔“ مگر وہ رکی نہیں۔

❁.......❁.......❁

بوبی نے جیسا کہا ویسا ہی کرنا تھا شرمین کو اندازہ تھا مگر پھر بھی وہ ذہن جھٹک کر بھولی کے لیے اپنے پرانے ذرا چھوٹے سائز والے کپڑے تلاش کر کے نکالتی رہی۔ بھولی آنکھیں پھاڑے اس کے کمرے کو دیکھ رہی تھی اس نے ایسا

کمرہ صرف ٹی وی ڈراموں میں دیکھا تھا۔
"کیا دیکھ رہی ہو؟" شرمین نے پوچھا۔
"باجی! آپ کا کمرہ آپ کی طرح خوب صورت ہے۔"
"ارے تم تو بڑی اچھی باتیں کرتی ہو۔"
"باجی! مجھے باتیں نہیں آتیں۔"
"آجائیں گی۔"
"آپ سے سیکھ جاؤں گی۔"
"اچھا' یہ لو کپڑے تمہارے لیے ہیں اور بھی بازار سے لا دوں گی۔"
"یہ تو بہت اچھے ہیں۔"
"ہاں لیکن میری بات توجہ سے سنو اچھی طرح نہانا' بالوں کو شیمپو کرنا اور یہ تیل اب نہیں لگانا' بڑی گندی سی بُو ہے۔"
"اچھا جی۔"
"اور یہ اتنا سرمہ بھی نہیں لگاتے۔"
"یہ کجل ہے (کاجل ہے)۔" اس نے آنکھیں مٹکائیں۔
"کچھ بھی ہے یہ اتنا نہیں لگاتے۔" اس نے سمجھایا۔
"میری آنکھیں اچھی نہیں ہیں؟"
"اچھی ہیں تم بہت اچھی ہو بس اب کچھ تبدیلی لاؤ۔" اس نے اپنے دو سلیپر بھی اسے نکال کر دیے۔
"میں جاؤں؟"
"ہاں پہلے نہاؤ صاف ستھری بن کر آنا۔"
"جی اچھا۔" وہ مسکرا کر جانے لگی تو شرمین نے کہا۔
"اپنے ماموں کو میرے پاس بھیجو۔"
"ماموں تو باہر گئے ہیں۔"
"جب آجائیں تب۔"
"ٹھیک ہے' میں کمرہ صاف کرنے کب آؤں؟"
"نہا کر صاف ستھری ہو کر اب جاؤ۔" وہ چلی گئی تو وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ یو بی ابھی تک اسی پوزیشن میں بیٹھا تھا اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکان کھیل گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تھک گیا ہے دل وحشی مرا فریاد سے بھی
جی بہلتا نہیں اے دوست تری یاد سے بھی

اے ہوا کیا ہے جو اب نظم چمن اور ہوا
صید سے بھی مراسم ترے، صیاد سے بھی

"نزاکت بیٹا کہاں ہو؟ بھائی آ گیا کھانا لگا دو۔"
ٹی وی پر اپنا پسندیدہ ڈرامہ دیکھتے ہوئے نزاکت کے کانوں میں امی کی آواز آئی تو وہ منہ بناتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"چلو خیر ہے میں ریپیٹ ٹیلی کاسٹ میں دیکھ لوں گی۔" اس نے سوچتے ہوئے کچن کی راہ لی۔
کھلے برآمدوں اور صحن پر مشتمل یہ چار کمروں کا گھر مکینوں کے لیے کافی تھا اگرچہ PECHS میں لوگوں نے پرانے گھر توڑ کر نئے اسٹائلش گھر تعمیر کر لیے تھے مگر نزاکت کی امی عالیہ بیگم کو یہ گھر بے حد عزیز تھا جس کی مالیت ہی کروڑوں روپے کی تھی۔ مرنے سے پہلے ان کے سسر نے وہ کام کیا تھا جو آج تک کوئی نہ کر سکا اور اپنا گھر اپنی بہو کے نام کر دیا' بیٹے کو بٹھا کر انہوں نے باقاعدہ اجازت لی۔

”دیکھو بیٹا! ہمارے بعد شرعی طور پر اس گھر پر تمہارا حق ہے مگر ہم تمہاری اجازت سے یہ گھر اپنی اکلوتی بہو کے نام کرنا چاہ رہے ہیں‘ ہماری پوتی کے علاوہ تمہاری کوئی نرینہ اولاد نہیں‘ ہم ڈرتے ہیں کہ خدانہ کرے تمہیں کچھ ہوگیا اور تمہیں داماد بھی اچھا نہ ملا تو ہماری بہو تو رل جائے گی جو ہم نہیں چاہتے اور اس کی وجہ ہمارے ایک دوست تھے جن کا انتقال تمہارے بچپن میں ہوگیا تھا ان کی بھی صرف ایک ہی بیٹی تھی جسے وہ پاگلوں اور دیوانوں کی طرح چاہتے تھے انہوں نے گھر اپنی بیٹی ہی کے نام پر تعمیر کیا تھا اور اپنی زندگی میں ہی پراوڈنٹ فنڈ وغیرہ کا بھی نومنی بیٹی کو ہی ٹھہرایا تھا پھر اچانک ان کی وفات ہوگئی‘ روپیہ پیسہ گھر سب کچھ بیٹی کو مل گیا‘ بیٹی کی منگنی وہ اپنی زندگی میں ہی کر چکے تھے‘ شادی کے بعد بھابی نے بیٹی داماد کو اپنے دو منزلہ گھر میں نیچے رکھ لیا خود وہ اوپر رہتی تھیں‘ کبھی کبھار میری ان سے بینک میں ملاقات ہوجاتی تھی جہاں وہ اپنے شوہر کی پینشن لینے آتی تھیں پھر اچانک ان کی آمدورفت کم ہوگئی پھر ایک دن وہ مجھے شادی میں ملیں تو میرے پوچھنے پر رونے لگیں۔ ”بھائی صاحب آپ کے مرحوم دوست نے میرے ساتھ پتہ نہیں کیا دشمنی نکالی کہ مکان بیٹی کے نام کر گئے‘ داماد کو کاروبار میں خسارہ ہوا تو بیٹی نے شوہر کے دباؤ میں آ کر یا مجبوراً میں نہیں جانتی‘ اس نے گھر بیچ دیا اور بیٹی داماد نے مجھ سے مشورہ لینا بھی گوارہ نہیں کیا اور میں بے گھر ہوگئی۔ بیٹی داماد کے ساتھ گلستان جوہر کے ایک فلیٹ میں رہتی ہوں‘ جو تیسری منزل پر ہے‘ بیٹی کے تین بچے ہیں‘ چڑچڑا شوہر سارا دن گھر میں ہنگامہ رہتا ہے‘ جوڑوں کے درد کی وجہ سے میں نہ کہیں آنے کی رہی نہ جانے کی‘ داماد سیدھے منہ بات نہیں کرتا‘ بیٹی بھی شوہر کے سامنے لیے دیے رہتی ہے‘ یوں لگتا ہے ان پر بوجھ ہوں‘ آپ کے بھائی کی پینشن سے چھوٹی موٹی ضروریات تو پوری کرلیتی ہوں مگر بیماری دکھ تکلیف کے لیے بیٹی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں یہ مجھے گوارہ نہیں کم ازکم میرے لیے سائبان تو چھوڑ جاتے۔“ مجھے بے حد افسوس ہوا کیونکہ میں نے اپنے دوست فرحان کو بہت سمجھایا تھا کہ گھر بھابی کے نام سے بنواؤ۔

”اگر تم خوشی سے اجازت دو تو......“ علیم الدین بھی انہیں کے بیٹے تھے بے حد ملنسار‘ خوش اخلاق اور ایثار وقربانی کا پیکر ان کا گھر جنت کا نمونہ تھا جب تک اماں زندہ رہیں ساس اور بہو میں روایتی رشتہ نہ تھا بلکہ اکثر لوگ ماں بیٹی ہی سمجھتے تھے‘ پھر سسر کی بھی ساس کے مرنے کے بعد انہوں نے بیٹی کی طرح خدمت کی کسی بھی قسم کی کوئی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ علیم الدین کو بھلا کیا اعتراض ہوتا مگر عالیہ بیگم شوہر کے آگے شرمندہ شرمندہ سی رہتیں کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے انہوں نے گھر کا حق دار بہو کو ٹھہرایا‘ پھر سسر کے انتقال کے بعد بھی علیم الدین نے اپنے رویے سے ثابت کردیا کہ وہ باپ کے فیصلے سے خوش ہیں۔

...... ☆☆☆ ......

اچانک ایک حادثے میں عالیہ کے بہن بہنوئی دس سال کا بیٹا چھوڑ کر گزر گئے اور بغیر عالیہ کے کہے علیم الدین ان کے بھانجے احتشام کو گھر لے آئے جو اس حادثے سے کافی سہم گیا تھا لیکن دونوں میاں بیوی کی توجہ اور محبت نے اس کو نارمل بچہ بنانے میں دیر نہیں لگائی۔ نزاکت اور وہ ایک ہی اسکول میں ساتھ آتے جاتے تھے لیکن جب اے لیول کرنے احتشام دوسرے اسکول چلا گیا تو نزاکت نے رو رو کر گھر سر پر اٹھالیا۔ حالانکہ دونوں میں کانٹے اور اینٹ کا بیر تھا مگر بقول عالیہ ’کانا مجھے بھائے نہیں اور کانے کے بنا چین بھی نہیں‘ بڑی مشکلوں سے عالیہ نے اسے سمجھا بجھا کر اسکول جانے کے لیے راضی کیا‘ یوں تو علیم الدین کو دونوں ہی بچے بے حد عزیز تھے لیکن احتشام سے انہیں خصوصی لگاؤ اور محبت تھی شاید نرینہ اولاد کی کمی وہ اس سے پوری کررہے تھے۔ وہ خود بھی خالہ کے مقابلے میں خالو سے زیادہ قریب تھا۔ نزاکت بچپن ہی سے بے حد سرخ وسفید اور گول مٹول بچی تھی‘ ماں باپ کی چاہت کا محور ماں کا تو بس نہیں تھا کہ اس کو دنیا کی ہر نعمت کھلادیں‘ نتیجتاً وہ بڑے ہوکر بھی موٹی ہی رہی‘ اس

کی گوری رنگت' لمبے گھنے بال اور بڑی بڑی آنکھیں اس کے مٹاپے میں چھپ سی گئی تھیں۔ اس کا منہ سارا دن چلتا رہتا تھا اور برگر اور جنک فوڈ اس کی کمزوری' اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ لوگ کس طرح اس کے مٹاپے کا مذاق اڑاتے ہیں مگر جب احتشام اسے "موٹی" کہہ کر بلاتا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی۔ آج بھی جب اس نے کھانے کی ٹرے احتشام کے سامنے رکھی تو وہ کراہ کر بولا۔

"نزاکت خدا کے لیے تم آلو کم پکایا اور کھایا کرو ورنہ کھا کھا کر کسی دن پھٹ جاؤ گی' خدا جانے خالہ نے تمہارا نام "نزاکت" کیوں رکھا' تمہارا نام تو میرے حساب سے "برکلتھم کی آخری توپ" ہونا چاہیے تھا بھلا بتاؤ "گوشت کے پہاڑ" کا نام نزاکت۔" اس نے مزے سے بریانی کھاتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"احتشام بھائی!" نزاکت زور سے دھاڑی' آپ کون ہوتے ہیں مجھے ٹوکنے والے' خود کو دیکھا ہے کبھی آئینے میں' اونٹ رے اونٹ' تیری کون سی کل سیدھی' شروع کرو تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔" نزاکت نے برا سا منہ بنایا تو احتشام کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ اپنے ۶ فٹ ۳ انچ قد اور کسرتی جسم کے ساتھ وہ بے حد اسمارٹ اور نمایاں لگتا تھا لیکن رنگ اس کا کافی دبتا ہوا تھا جس پر اکثر نزاکت چوٹ کستی رہتی تھی۔

"تم جلتی ہو میری اسمارٹنس سے۔" اس نے پھر چھیڑا۔

"میری جلتی ہے جوتی۔" نزاکت بھنا کر بولی۔

"بھلا کالے کوے سے میں کیوں جلوں گی۔" وہ بھی اس کی رنگت پر چوٹ کرنے سے باز نہیں آئی۔

"خیر مجھے گندمی رنگ بے حد پسند ہے بلکہ لڑکیاں تو مرتی ہیں میرے رنگ پر' تمہاری طرح تھوڑی' "پھیکا شلجم' یا "ماش کی دھلی دال......" اس نے جملہ چست کیا جو نزاکت کی برداشت سے باہر تھا وہ چمچہ لے کر اس کے پیچھے دوڑی تو وہ کمرے میں داخل ہوتی خالہ کے پیچھے چھپ گیا۔

"خالہ مجھے اس بلڈوزر سے بچایئے۔" وہ گھگھیا کر مسکین سی شکل بنا کر بولا۔

"نزاکت پاگل ہوئی ہو احتشام تم سے بڑا ہے کیوں ہاتھا پائی پر اتر آئی ہو؟"

"امی سمجھالیں اس کالے دیو کو میرے منہ نہ لگے ہر وقت میرے کھانے کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔" نزاکت چمچہ پھینک کر رونے لگی اور عالیہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

انہوں نے بڑھ کر نزاکت کو گلے سے لگایا اور احتشام کو کمر پر ایک دو ہتھڑ رسید کرتے ہوئے خفگی سے بولیں۔

"بہت تنگ کرتے ہو میری بچی کو' آنے دو تمہارے خالو کو میں شکایت کروں گی' میری نازک بدنی' کو تم موٹی کہتے ہو۔" عالیہ کی شرارت محسوس کر کے احتشام نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"میں کہاں تنگ کرتا ہوں' اس بارہ من کی دھوبن کو۔" نزاکت نے گھور کر دونوں کی طرف دیکھا اور غصے سے واک آؤٹ کر گئی۔

"کیا بدتمیزی ہے احتشام۔" خالہ نے قہر آلود نظروں سے اسے گھورا' تم جانتے ہو' تمہارے ساتھ کھانے کے لیے بھوکی بیٹھی تھی اور تم نے ناراض کر دیا۔ جانتے ہو وہ بھوک کی کتنی کچی ہے۔" نزاکت کمرے میں آ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ احتشام جو اس کے من میں مدتوں سے بسا تھا جس کی ہر بات اس کے سینے میں محبت کے سوئے جذبات میں آگ لگا دیتی تھی وہ جب اس کو مذاق کا نشانہ بناتا تو وہ اللہ سے شکوہ کرنے لگتی کہ اللہ تو نے مجھے موٹا کیوں بنایا اور امی نے زیادہ کھانے کی عادت کیوں ڈالی؟" وہ جب بھی ڈائٹنگ کرنے لگتی' اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے اور پیٹ میں اینٹھن سی ہونے لگتی' آج بھی وہ روتے روتے سوگئی اور خواب میں اپنے شہزادے کے ساتھ محبت کی وادیوں میں گھومنے لگی۔

"کھٹ کھٹ!" اس کا حسین سپنا ٹوٹ گیا۔

”آجاؤ بھئی کون ہے؟“ وہ بیزاریت سے بولی اور اٹھ کر بیٹھ گئی‘ تب احتشام اندر داخل ہوا‘ اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی‘ اس نے گھبرا کر دوپٹہ اپنے شانوں پر پھیلالیا۔

”آپ کیوں آئے ہیں میرے کمرے میں؟“ وہ تلخی سے بولی۔ ”تمہیں کھانا کھلانے پتہ ہے جب تم بغیر کھائے اٹھ گئیں تو مجھ سے بھی کھایا نہیں گیا۔“ احتشام پیار سے بولا۔

”مجھے نہیں کھانا آپ کھالیں۔“ وہ روٹھ کر کرسی پر آبیٹھی۔

”ناراض ہو......؟“ اس نے پیار سے پوچھا۔

”میں بھلا حسن کے دیوتا سے کیوں ناراض ہونے لگی موٹی‘ بھدی‘ گوشت کا پہاڑ۔ آپ پر تو لڑکیاں مرتی ہیں تو انہیں کے پاس جائیں۔“ آخر میں اس کی آواز بھرا گئی اور احتشام کو ہنسی آگئی وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیتے ہوئے جذب کے عالم میں بولا۔

”میں تو تم سے مذاق کرتا ہوں‘ نزاکت تم جیسی بھی ہو خدا کی قسم میری جان ہو‘ میں تو تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا‘ بس تمہارا روٹھنا اور منہ پھلانا اچھا لگتا ہے‘ اس لیے چھیڑتا ہوں۔“ نزاکت نے بے ساختہ نظریں اٹھائیں‘ اس کی نگاہوں میں محبت کا ایک ٹھاٹھے مارتا سمندر تھا اور الفاظ میں سچائی اور گہرائی‘ اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

”خدا کے لیے نزاکت اب مان بھی جاؤ‘ کتنی بدذوق اور کوڑھ مغز ہو حس مزاح بالکل کہیں مٹاپے میں چھپ گئی۔“ وہ پھر چھیڑنے سے باز نہیں آیا۔

”پھر مذاق۔“ نزاکت بھنا گئی۔

”حد ہوگئی۔“ احتشام کراہ کر بولا۔ ”یہاں چوہوں نے پیٹ میں قیامت مچارکھی ہے باقاعدہ ریس ہورہی ہے اور تمہیں احساس ہی نہیں۔ روٹھنے سے فرصت نہیں۔“

”بلی چھوڑ دیجیے!“ وہ شرارت سے بولی پھر ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھادیا اور دونوں مل کر کھانا کھانے لگے۔

”اب تو ناراض نہیں ہو نا موٹی بھینس۔“ نزاکت نے تڑپ کر نگاہیں اٹھائیں وہ مسکرا رہا تھا اور ایک خوب صورت مسکراہٹ نے اس کے چہرے پر اجالا سا بکھیر دیا تھا‘ اس کی روشن آنکھیں ہنس رہی تھیں‘ نزاکت نے پہلے غصے سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی پھر اس کے سحر سے متاثر ہوکر نظریں جھکالیں پھر اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتی ہوئی ٹرے اٹھا کر باہر نکل آئی‘ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور من میں مدھر نغموں کی گونج تھی۔

❁......❁......❁

دن یونہی گزر رہے تھے‘ نزاکت اور احتشام کی نوک جھونک اور لڑائی جھگڑے جاری تھے‘ سارا دن عدالت لگی رہتی اور عالیہ بیگم دونوں کو سمجھا سمجھا کر عاجز آجاتیں‘ اسی دوران علیم الدین کے ایک چچیرے بھائی جو انہیں سگے بھائیوں کی طرح عزیز تھے معہ فیملی کے چھٹیاں گزارنے لاہور سے آگئے۔ ان کی اکلوتی بیٹی بے حد گوری اور اسمارٹ تھی‘ نزاکت کو خوامخواہ اپنے مٹاپے کی وجہ سے احساس کمتری ہونے لگی۔ وہ تھوڑی سی خودسر اور نخریلی بھی تھی۔ ”خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے۔“ اس کو اپنی خوب صورتی پر غرور بھی بہت تھا‘ اس لیے جانے کیا کیا چہرے پر لگاتی اور کھاتی رہتی تھی۔ قیمتی قیمتی لوشنز‘ پرفیومز اور ڈائٹ چارٹ ہر وقت‘ وہ انہی کی فکر میں رہتی تھی‘ اس کے لیے کھانا بھی ایک مسئلہ تھا مگر اس کے باوجود جو تازگی نزاکت کے چہرے پر تھی ادھر وہ مفقود تھی۔ نہ اس کی رنگت میں گلابوں جیسی مہک تھی نہ شبنم جیسی تازگی۔ ڈائٹنگ کر کر کے اس نے اپنا رنگ روپ اور چہرے کی تازگی ونکھار ختم کردیا تھا۔ برخلاف اس کے اس کا بھائی عالیان‘ بے حد خوش مزاج اور خوش اخلاق تھا اور جلد ہی اس کی احتشام سے دوستی ہوگئی تھی اگرچہ علیم الدین کے یہ کزن ٹھیک ٹھاک متمول تھے‘ لاہور ڈیفنس میں ان کا ہزار گز کا گھر ان کی امارت کا منہ بولتا ثبوت تھا لیکن غرور و تکبر ان میں نام کو نہیں تھا۔ شروع شروع تو نزاکت کے امی ابو

اپنا گھر ان کے شایانِ شان نہ ہونے کی وجہ سے کچھ شرمندگی کا شکار رہے لیکن ان کے کزن کے رویئے نے جلد ہی یہ احساس زائل کردیا۔ خاص طور پر عالیان بالکل اپنے والدین کا پرتو تھا سنجیدہ پرکشش اور عاجزی کا پیکر جبکہ اس کی بہن شہرینہ بالکل الٹ تھی۔ عالیان کو حیرت ہوتی تھی جب سارا دن احتشام کو نزاکت کا مذاق اڑاتے دیکھتا کیونکہ اس کی گلابی رنگت تیکھے نقوش بھرا بھرا گداز بدن اور گھٹاؤں جیسی زلفیں اس کے دل پر اثر کرنے لگی تھیں اور آنکھوں میں بس گئی تھیں۔ اس کو یقین تھا کہ چچی جان نزاکت کے لیے احتشام کو ہی زندگی کا ہم سفر چنیں گی مگر احتشام اور نزاکت کی سارے دن کی نوک جھونک نے اس کو قدرے اطمینان دلا دیا کہ نزاکت کو اپنانے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں۔ اسی دوران احتشام دوستوں کے ساتھ ناردرن ایریاز گھومنے چلا گیا تو نزاکت کو لگا اس کا دل ہی نہیں پورا گھر ویران ہوگیا۔ ایک دن موقع دیکھ کر عالیان ماں سے لپٹ گیا۔

"اماں مجھے نزاکت چاہیے۔"

"باؤلا ہوا ہے نزاکت نہ ہوئی کوئی کھلونا ہوگیا۔" وہ بگڑ کر بولیں پھر کچھ سوچتے ہوئے گویا ہوئیں۔ "میرا خیال ہے بھابی نزاکت کی شادی احتشام سے کریں گی گھر کا اور دیکھا بھالا بچہ ہے۔"

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا لیکن آپ نے خود بھی دیکھا ہے دونوں سارا وقت لڑتے رہتے ہیں ایک منٹ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے اور پھر شادی تو ساری زندگی کا فیصلہ ہے۔" عالیان جلدی سے بولا۔

"کہہ تو تم ٹھیک ہی رہے ہو نزاکت مجھے بھی پسند ہے مگر......" وہ شرارت سے بولیں۔

"ذرا موقی ہے مگر خیر شیر اور بکری جب ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے تو وہ خود بخود دوستی ہوجائے گی۔"

"مگر اماں یہ تو آپ کے ساتھ زیادتی ہوگی۔" عالیان نے احتجاج کیا۔ "آپ تو پہلے ہی بہت دبلی ہو چکی ہیں۔" عالیان کے جوابی حملے پر چچی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

✿......✿....✿

آج کل نزاکت سخت پریشان تھی۔ عالیان کا التفات اس پر دن بدن بڑھتا جارہا تھا۔ وہ جس طرح متبسم لبوں سے اس کی طرف دیکھتا اس کا دل چاہتا اس کی آنکھیں نوچ لے یا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے شہرینہ کو ڈاکٹر بنا دیکھ کر اب اس کو اپنے سابقہ فیصلے پر افسوس ہورہا تھا۔ علیم الدین ڈاکٹر تھے اور ان کی شروع سے خواہش نزاکت کو ڈاکٹر کے روپ میں دیکھنے کی تھی مگر وہ بے حد ڈرپوک اور بزدل تھی مینڈک کی چیر پھاڑ اور ارتھ وارم دیکھ کر اس کا جی متلانے لگتا۔ اس کے باوجود اچھے نمبروں سے پاس ہونے کے اس نے میڈیکل لائن اختیار کرنے سے صاف انکار کردیا اور بی کام میں داخلہ لے لیا لیکن اپنے خالو کی اس خواہش کا احترام احتشام نے کیا اور اب وہ ہاؤس جاب کے بجائے USMLE کی تیاری کررہا تھا ساتھ ہی خالو کے پرائیویٹ کلینک میں بھی بیٹھتا تھا جو وہ صبح سرکاری ملازمت کے بعد شام کو چلاتے تھے جب احتشام اور شہرینہ اس پیشے سے متعلق گھنٹوں باتیں کرتے تو نزاکت کے سینے پر سانپ لوٹ جاتے اسی دوران جب عالیہ بیگم سے جٹھانی نے نزاکت کے لیے عالیان کے رشتے کی بات کی تو انہوں نے شوہر کو بتانا ضروری سمجھا اور وہ سوچ میں پڑ گئے۔

"بیگم میرا تو خیال احتشام اور نزاکت کے رشتے کے لیے تھا ہمارے سامنے کا بچہ ہے پھر اس طرح نزاکت بھی ہماری نظروں کے سامنے رہے گی یعنی کہ 'ہلدی لگی نہ پھٹکری رنگ بھی چوکھا آئے'......" وہ ذرا بھی سنجیدہ نہ تھے اس رشتے پر۔

"سوچا تو میں نے بھی یہی تھا لیکن دونوں جس طرح ایک دوسرے سے لڑتے ہیں مجھے نہیں لگتا کہ ساری زندگی ایک دوسرے کو برداشت کریں گے۔"

"خیر لڑنے جھگڑنے کی تو بات ہی مت کریں ہم تم نہیں لڑتے کیا؟"

"علیم الدین صاحب، ہم میاں بیوی ہیں ایک

دوسرے کا لباس ایک دوسرے کی عزت ایک دوسرے کی ضرورت...... ہمیں تاعمر ساتھ رہنا ہے کیونکہ نکاح کا بندھن اگر فریقین چاہیں تو سب سے مضبوط...... ورنہ دھاگے سے بھی زیادہ نازک بندھن ہوتا ہے اور اس رشتے کو مضبوطی صبر ایثار اور قربانی تحمل و برداشت دیتا ہے۔ ہزاروں اختلافات کے باوجود ہم اسے دل میں نہیں رکھتے۔ کیونکہ محبت تو اس پانی کی طرح ہوتی ہے جو کھڑا رہے تو بدبو دیتا ہے سڑ جاتا ہے اور ناپاک ہوتا ہے اور بہتا رہے تو پاک اور صاف ہوتا ہے اور جس رشتے میں پہلے ہی اتنی دراڑیں ہوں وہ نکاح کے بعد کیا بھر جائیں گی؟"

"بات تمہاری ٹھیک ہے مگر میں چاہتا ہوں تم ایک مرتبہ نزاکت اور احتشام سے پوچھ ضرور لو ورنہ ایسا نہ ہو بعد میں پچھتانا پڑے۔" عالیہ بیگم سوچ میں پڑ گئیں اور نزاکت کی ماں بن کر تھوڑی سی خود غرض بھی۔ مالی طور پر احتشام کا عالیان سے کوئی مقابلہ نہیں تھا احتشام کو مستقبل بنانے میں ٹائم لگنا تھا جبکہ عالیان ویل اسٹیبلشڈ تھا۔ بی اے کے بعد وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھا تین لاکھ کی پرکشش تنخواہ کے ساتھ گاڑی بونس علیحدہ پھر اپنے باپ کی جائیداد کا تنہا وارث۔

ان کے میاں بھی ڈاکٹر تھے ساری زندگی وہ تنہائی کا شکار رہیں۔ ان کے پاس گھر کے لیے وقت ہی نہیں ہوتا تھا وہ تو اتوار کو بھی اپنے پرائیویٹ کلینک جاتے تھے تب جاکر عزت سے گزر بسر ہوتی تھی۔ ہر تقریب میں عام طور پر وہ تنہا ہی شریک ہوتی تھیں اور انہیں اکثر علیم الدین سے اس کی شکایت بھی رہتی تھی۔ اور بھانجا بھی ڈاکٹر بن رہا تھا وہ کیسے اپنی بیٹی کو اس غیر محسوس آگ میں جھونک دیتیں جس کا شکار وہ ساری زندگی رہیں وہ تو اکثر مذاق مذاق میں کہتی بھی تھیں کہ خدا نہ کرے کہ کسی کی شادی ڈاکٹر سے ہو۔" ان کو احتشام سے بے حد محبت تھی مگر بیٹی کی ممتا اس پر غالب آ گئی اور انہوں نے نزاکت سے پوچھے بغیر ہاں کردی تب جٹھانی نے جھجکتے ہوئے شہرینہ کے لیے احتشام کا رشتہ مانگ لیا ساتھ ہی انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ احتشام کی باہر کی تعلیم کا پورا خرچہ خود اٹھائیں گی بلکہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں اس کی پوری پوری مدد کریں گی عالیہ بیگم خوش ہو گئیں مرحوم بہن بہنوئی کے آگے سرخرو ہوجائیں گی جب احتشام کو ایک اونچا مقام مل جائے گا مگر جب انہوں نے اپنے شوہر سے رشتے کی بات کی تو خرچے کی بات گول کر گئیں کیونکہ وہ جانتی تھیں احتشام کو وہ بے حد چاہتے ہیں انا پرست اور خود دار بھی بہت ہیں خرچے کی بات سن کر بھتیجے سے اکھڑ جائیں گے۔

✿......✿......✿

نزاکت رات کا کھانا تیار کررہی تھی کہ عالیان دبے پاؤں اندر آ گیا وہ گھبرا گئی۔

"آپ باہر چلیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو کہہ دیں میں دے دوں گی۔"

"آخر تم مجھ سے اتنی کتراتی کیوں ہو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ چچی جان نے تمہارے رشتے کے لیے ہاں کردی ہے بلکہ احتشام بھی میرا بہنوئی بن جائے گا۔" اس کا لہجہ خمار آلود ہوگیا۔

"بس چند دن کی دوری ہے پھر تم ہمیشہ کے لیے میری بن جاؤ گی اور شہرینہ کو بھی اس کی خوابوں کی تعبیر مل جائے گی وہ بھی احتشام کو بہت پسند کرتی ہے۔" وہ باہر جاچکا تھا سینے میں ایک "آگ" لگا کر نزاکت کو لگا اس کا وجود شعلوں کی زد میں ہے اس کے کانوں نے یہ کیا سنا تھا کیا محبت کی عمر اتنی مختصر تھی کہ اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ خواب دریا برد ہوگئے۔

"جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے"

وہ بری طرح رونے لگی تب عالیہ بیگم نے کچن میں قدم رکھتے ہوئے خوشی خوشی اس کے کانوں میں زہر انڈیلا۔

"نزاکت میں نے تمہاری بات عالیان سے اور احتشام کی شہرینہ سے طے کردی ہے اب میری بیٹی راج کرے گی۔" انہوں نے بے اختیار اسے گلے سے لگالیا۔

"امی......!" نزاکت زور سے چیخ پڑی۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" مگر انہوں نے اس کے تاثرات جانے بغیر سلسلہ کلام جاری رکھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم بے حد خوش رہو گی' ٹھیک ٹھاک دیکھے بھالے جانے پہچانے اور پیسے والے لوگ ہیں' پہلے میرا ارادہ احتشام کے لیے تھا لیکن تم دونوں کو تو لڑنے ہی سے فرصت نہیں' میں نے سوچا اپنی مرضی تم دونوں پر مسلط کرنا ٹھیک نہیں' احتشام بھی سوچ سکتا تھا خالہ نے اس سے احسانوں کا بدلہ لے لیا' پھر ہم اس کو کیا دے سکتے تھے جو شہرینہ سے شادی کر کے اس کو ملنے والا ہے۔"

"امی مجھ سے پوچھ تو لیتیں یہ آپ نے کیا کر دیا' آپ اور ابو تو گھر کی ایک معمولی چیز بھی مجھ سے پوچھے بغیر نہیں خریدتے' اور میری زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی طے کر دیا۔ آپ نے کب بیٹی کو دولت کے پیچھے بھاگتے دیکھا تھا؟ کب زندگی میں مادی چیزوں کو میں نے اہمیت دی' میری دنیا تو بڑی محدود اور میرے خواب تو بڑے سادہ تھے آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ دولت میری ترجیحات میں شامل ہے آپ نے دولت کے ترازو میں میری خوشیاں تول لیں' امی آپ نے یہ کیا کیا؟"

وہ بغیر ماں سے کچھ کہے دل ہی دل میں سوچتی ہوئی کمرے میں آ گئی اور کمرہ بند کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی' آج اسے احتشام شدت سے یاد آ رہا تھا' اور شاید یہ اس کی محبت کی شدت ہی تھی کہ احتشام اپنا دورہ مختصر کر کے آ گیا اور حیران رہ گیا۔

"نزاکت یہ تم ہو؟" اس نے حیرت سے اس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا' جو جل جل کر اور کوڑھ کوڑھ کر آدھا بھی نہیں رہا تھا' اس کے سامنے نزاکت کی شکل میں ایک نازک دھان پان سی دوشیزہ کھڑی تھی جس کی آنکھوں میں دکھ کے سائے ہلکورے لے رہے تھے اور چہرہ حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"موٹی تم نے میری بات کو سیریس لے لیا۔ یار مجھے تو اپنی وہی گول مٹول ہنستی کھلکھلاتی نزاکت ہی پسند ہے'

غزل

بھلا دوں گی تجھے میں ذرہ دل پر اختیار ہونے دے
سب کی دوا کروں گی زخموں کو بے شمار ہونے دے
رنجشوں کے سوا تو نے دیا بھی کیا اے زندگی!
اب اجل کو ہی میرا طلب گار ہونے دے
قبل اس کے کہ ہر سانس اشکوں میں ڈوبے
مت باندھ بندھ دل پر آنکھیں اشکبار ہونے دے
اب کرنے کو اس ہرجائی پر بچا ہی کیا تھا
بے وفائی پر اپنی اس کو شرمسار ہونے دے
تیری آغوش میں ہی بکھروں گی یہ ارمان زندہ رکھ
بس میرے درد کی حدوں کو پار ہونے دے

حمیرا قریشی...... لاہور

لڑتی جھگڑتی' غصہ کرتی' اور برے برے منہ بناتی۔"

نزاکت کا دل چاہ رہا تھا دھاڑیں مار مار کر رو دے۔

"کیا بات ہے وزن کے ساتھ ساتھ قوت گویائی بھی رخصت ہو گئی لگتا ہے میری جدائی کا زیادہ ہی اثر ہو گیا۔" وہ شوخی سے بولا اور نزاکت جواب دیے بغیر پلٹ گئی۔

✿......✿......✿

رات اس نے خالہ کو جا لیا۔

"خالہ امی کوئی خاص بات ہے کیا مہمان بھی اب تک یہیں ہیں کہیں ان کا دل آپ کے خوبرو بیٹے پر تو نہیں آ گیا۔" اس نے شرارت سے کالر جھاڑے۔ اور وہ ہنس پڑیں۔

"شریر کہیں کا اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہے' دراصل تیری تائی نے نزاکت کو عالیان کے لیے مانگا ہے اور شہرینہ کے لیے تجھے پسند کیا ہے اور میں نے ہاں کر دی۔" یہ دیکھے بغیر کہ احتشام کے ماتھے پر انگنت شکنوں کا جال تن گیا ہے اور شریر آنکھوں میں انگارے دہکنے لگے ہیں۔

"بیٹا عالیان بہت بڑی پوسٹ پر کام کر رہا ہے پھر تایا تائی بھی کافی متمول ہیں' گاڑی بنگلہ نوکر چاکر روپے پیسے کی ریل پیل میری بیٹی عیش کرے گی پھر شہرینہ سے رشتہ

ہونے پر تمہارے خوابوں کی بھی تکمیل ہوجائے گی' تمہاری اعلیٰ تعلیم کا خرچ وہی لوگ اٹھائیں گے۔"

"خالہ امی اپنی بیٹی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا آپ کو پورا حق ہے لیکن آپ نے میرے بارے میں اتنا بڑا فیصلہ مجھ سے پوچھے بغیر کیسے طے کرلیا؟" وہ غصے سے دھاڑا۔

"بیٹا مجھے تم پر اعتماد تھا کہ تم انکار نہیں کرو گے' بے شک تم میرے بھانجے ہو لیکن ماں بن کر پالا ہے تمہیں۔ کیا ماں ہونے کی حیثیت سے میرا اتنا بھی حق نہیں۔" آخر میں ان کی آواز گلوگیر ہوگئی اور احتشام نے جھپٹ کر انہیں گلے لگالیا۔

"خالہ امی میرا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا آپ کو سارے حقوق حاصل ہیں' آپ کسی فقیرنی یا چمارن سے بھی میرا رشتہ طے کردیں گی تو مجھے انکار نہ ہوگا' میں ذرا جذباتی ہوگیا تھا لیکن ایک بات میں واضح کردوں تائی امی کو بتادیں میں کوئی بکاؤ مال نہیں' میری بولی نہ لگائیں' ابھی میرے بازوؤں میں اتنا دم ہے کہ میں اپنا خرچہ خود اٹھا سکوں۔" وہ تیزی سے اٹھ کر باہر چلا گیا اور عالیہ بیگم کو لگا کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔

❁......❁......❁

رات کے کھانے پر سب موجود تھے سوائے احتشام کے پھر نزاکت سے بھی کھانا نہیں کھایا گیا' سب سو رہے تھے اور نزاکت احتشام کے انتظار میں جاگ رہی تھی اس نے آتے ہی پہلا سوال کیا۔

"تم نے کھانا کھایا؟"

"آپ نے کھایا؟" نزاکت نے سوال کے جواب میں سوال کیا' احتشام کا دل گداز ہوگیا۔

"آؤ دونوں مل کر ساتھ کھاتے ہیں۔" نزاکت کھانا کھاتے کھاتے رو پڑی۔

"احتشام بھائی میں مرجاؤں گی اگر میری شادی عالیان سے ہوئی تو۔"

"اف پاگل لڑکی یہ سارا فساد احتشام بھائی کہنے کا ہے اب تو بھائی کہنا چھوڑ دو اور سنو آئندہ میرے سامنے مرنے کی باتیں مت کرنا' میں کیا تمہارے بغیر زندہ رہ سکوں گا ہم دونوں ہی ان شاء اللہ ایک ساتھ زندہ رہیں گے کس کی مجال جو میری موٹی بھینس کو مجھ سے جدا کرے۔" نزاکت کو ہنسانے کے لیے اس نے چھیڑا مگر اس کے آنسو نہ تھمے۔

"بے شک آپ شہرینہ سے شادی کرلیں' وہ خوب صورت بھی ہے۔ اور دولت مند بھی لیکن اگر میری شادی عالیان سے کی گئی تو میں خودکشی کرلوں گی۔" اس نے دھمکی دی۔

"خبردار" وہ خفا ہوگیا۔ "اب اگر تم نے مرنے مارنے کی باتیں کیں تو پٹ جاؤ گی اور رہا شہرینہ سے شادی کا سوال تو بھئی معاملہ دل کا ہے' دل گدھی پر آئے تو پری کیا۔ ہمیں تو اپنی یہ بھینس ہی پسند ہے جو جل جل کر اب سیخ سلائی ہوگئی ہے اور بالکل اچھی نہیں لگ رہی بس تم خوش رہو اللہ کے بعد مجھ پر بھروسہ رکھو میں اتنی آسانی سے ہار ماننے والا نہیں۔"

❁......❁......❁

خالو کا کلینک عموماً احتشام ہی کھولتا تھا آج اس نے خاص طور سے اٹینڈنٹ کو تاکید کی تھی کہ جیسے ہی خالو ابو آئیں انہیں اندر بھیج کر کسی مریض کو اندر نہ آنے دینا۔ جب تک کہ وہ مریض کو خود نہ بلائے۔ آج کل سب ہی بہت مسرور تھے' شہرینہ کی ہنسی روکے نہیں رک رہی تھی عالیان کی آنکھیں اندرونی مسرت کے احساس سے دمک رہی تھیں ایک احتشام ہی تھا کھویا کھویا لگتا اور خالو ابو کی جہاندیدہ نظریں' اس کا بغور مطالعہ کررہی تھیں ادھر ان کی بیٹی کو جانے کیا ہوا تھا جب سے اس کی بات طے ہوئی تھی وہ دن بدن گھلتی جارہی تھی' چہرے کی شادابیاں اور گلابیاں زردیوں میں ڈھل گئی تھیں جس کو سب "گول مٹول" کہتے تھے خطرناک حد تک سوکھتی جارہی تھی جیسے کسی نے خون نچوڑ لیا ہو۔ ڈری ڈری' سہمی سہمی' ایک خوف زدہ ہرنی کی طرح یہ ان کی وہ بیٹی تو نہ تھی جو سارا دن چہچہاتی بلبل کی

طرح ان کے آنگن میں چہکتی رہتی تھی۔

❁......❁......❁

ہفتے کی شام منگنی کے لیے مقرر ہوئی۔ نزاکت کی امی نے بہت کم لوگوں کو مدعو کیا تھا' نزاکت اور احتشام نے ویسے ہی اپنے دوستوں کو بلانے سے انکار کردیا تھا' رسم شروع کرنے سے پہلے احتشام کا انتظار تھا جس کو امی نے صبح سے گجرے لینے بھیجا تھا اور اب شام ہورہی تھی' علیم الدین بھی بے چینی سے ٹہل رہے تھے' اس کا موبائل بھی بند تھا' نزاکت تو ویسے ہی برسوں کی بیمار لگ رہی تھی' قیمتی کپڑوں میک اپ اور زیورات نے بھی اس کا حزن وملال ختم نہیں کیا تھا' اچانک علیم الدین کا موبائل بج اٹھا' وہ اسے لے کر کونے میں چلے گئے ان کے چہرے سے پریشانی ہویدا تھی اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں' کچھ بولے بغیر وہ تیزی سے سب کو حق دق چھوڑ کر جاچکے تھے اور عالیہ بیگم کے دل کو پنکھ لگ گئے تھے' نزاکت کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں رنگ میں بھنگ پڑ گیا تھا' مہمان آنا شروع ہوگئے تھے اور ان دونوں کی کوئی خبر نہ تھی' اچانک ایمبولینس کے شور سے محلہ گونج اٹھا۔

''اللہ رحم کرے۔'' عالیہ بیگم کے منہ سے نکلا' تب ہی کئی لوگ احتشام کو اسٹریچر پر ڈالے اندر داخل ہوئے جو سر سے پیر تک پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا اس کا ایک جگری دوست اور کلاس فیلو ڈاکٹر بھی اس کے ہمراہ تھا جس نے ڈرپ پکڑی ہوئی تھی۔ نزاکت اور عالیہ بیگم ایک ساتھ چیخنے لگیں' نزاکت جو کمزوری سے پہلے ہی بے حال تھی یہ صدمہ برداشت نہ کرسکی اور بے ہوش ہوکر ماں کی بانہوں میں آرہی' جس کو فوراً ہی ڈاکٹر حماد نے سکون کا انجکشن لگایا' نزاکت کی بے ہوشی پر سب سے زیادہ تشویش عالیان کو تھی۔

''کیا ہوا میرے بچے کو۔'' خالہ نے بے قراری سے پوچھا۔

''پھول خرید کر روڈ کراس کررہا تھا کہ گاڑی نے ٹکر مار دی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے' ڈاکٹر تو چھوڑ نہیں رہے

ردا فاطمہ

میری طرف سے آنچل اسٹاف اور آنچل کی پیاری سی قارئین کو خلوص دل سے السلام علیکم! میرا نام ردا فاطمہ ہے۔ میرا تعلق ننکانہ کے چھوٹے سے گاؤں ڈھوک لس سے ہے۔ ہم تین بہن بھائی ہیں' سب سے بڑی میں' اس سے چھوٹا اسامہ اور سب سے چھوٹا فیضان ہے۔ میں 10 جولائی 1996ء کو پیدا ہوئی' فرسٹ ائیر کی طالب علم ہوں۔ آٹھویں جماعت میں تھی جب میرے ابو اس دنیا سے چل بسے۔ ٹیچر اور رائٹر بننے کا شوق ہے۔ آنچل کی تمام کہانیاں میری فیورٹ ہیں' فیورٹ ناول نگار سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی ہیں۔ آنچل سے میرا تعارف کزنز سے ہوا مجھے آنچل کے علاوہ کوئی اور ڈائجسٹ اچھا نہیں لگتا صرف میں آنچل ہی پڑھتی ہوں۔ آنچل کی میں جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔ میری فیورٹ فرینڈ عائشہ سدرہ' ماریہ' صبا' فائزہ اور سارہ ہے۔ میری چار پھوپو ہیں جو دنیا کی بیسٹ پھوپو ہیں۔ فیورٹ ٹیچرز' مس صائمہ' مس رومانہ' مس فائقہ' مس شاہین (جیسا کہ میری پھوپو بھی ٹیچر ہیں)۔ فیورٹ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' فیورٹ کلاس فیلو کائنات اور کلثوم ہیں۔ میری کزنز کرن' خان' صوبیہ اور ثمانی سارے فیورٹ ہیں۔ اللہ میرے نانا کو لمبی زندگی دے اور میرے پھوپھی' دادا' دادی اور نانو کو جنت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ اب آپ کو زیادہ بور نہیں کروں گی اللہ آنچل کو ترقی دے آمین۔

تھے ڈاکٹر سدیم اپنی ذمہ داری پر ڈسچارج کرا کر لائے ہیں ویسے کوئی سیریس چوٹ نہیں' صرف دماغ پر اثر ہوا ہے اور یادداشت صحیح طور پر کام نہیں کررہی' ساتھ ہی ڈر ہے کہ کہیں پیر نہ کٹانا پڑے؟''

''پھر ہوسپٹل میں رکھنا تھا نا گھر کیوں لے آئے؟'' خالہ بے قراری سے بولیں۔

''کیسے رکھتا آج اس کی منگنی جو ہے۔'' ڈاکٹر علیم الدین دکھ سے بولے۔

''ارے بھاڑ میں جائے منگنی بیٹے کی زندگی سے

زیادہ تھوڑی ہے۔'' وہ بے قراری سے رونے لگیں۔ اسی دوران احتشام کو ہوش آ گیا اور وہ اجنبی نظروں سے خالہ کو گھورنے لگا۔

''میرے چاند یہ کیا ہو گیا' اس گھر کی خوشیوں کو کس کی نظر لگ گئی۔'' وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

''آپ کون ہیں؟'' بڑی دقت سے اس نے سوال کیا۔

''بیٹا خالہ ہوں تمہاری۔'' وہ روتے ہوئے بولیں۔

''خالہ! کیسی خالہ کون سی خالہ' میں نہیں جانتا کسی خالہ والا کو بس مجھے اپنے ابو امی کے پاس جانا ہے' ابھی بھیج دیں۔'' وہ جانے کی ضد کرنے لگا اور سب پریشان ہو گئے جونہی نزاکت کو ہوش آیا وہ تیر کی طرح اس کے پاس پہنچی۔

''احتشام بھائی! میں نزاکت پہچانا آپ نے' آپ جس کو سارا دن موٹی بھینس کہتے تھے۔''

''موٹی بھینس!'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔ ''جاؤ یہاں سے نہیں جانتا میں تمہیں' دفع ہو جاؤ سب کے سب اور مجھے اپنے ماں باپ کے پاس بھیج دو ورنہ میں کیس کر دوں گا۔'' وہ بری طرح چیخا پھر کراہنے لگا۔

''پلیز آپ لوگ اسے تنگ نہ کریں' میں اپنے رسک پر ڈسچارج کرا کر لایا ہوں۔ مجھے لگتا ہے اسے alzhemer کی بیماری ہو گئی ہے۔'' ڈاکٹر سدیم نے سنجیدگی سے کہا تو سب ہونق ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگے۔

''اس بیماری میں انسان اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہے جو کبھی بحال ہو جاتی ہے' کبھی یادداشت ختم ہو جاتی ہے۔'' اس نے وضاحت کی اور شہرینہ کا منہ بن گیا' نزاکت کے آنسو نہیں تھم رہے تھے اور سسکیاں حلق میں پھنس رہی تھیں' ساتھ کھڑے لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

''بجائے اس کے کہ آپ لوگ شکر کریں کہ احتشام کی جان بچ گئی سب لوگ رو رہے ہیں مجھے یقین ہے آج نہیں تو کل یادداشت بھی بحال ہو جائے گی۔ لیکن ٹانگ ٹھیک بھی ہو گئی تو لنگ باقی رہے گا۔'' سدیم کی آواز بھرا گئی اور اس نے آنکھوں پر رومال رکھ لیا۔ شہرینہ اس کے امی ابو اور عالیان ایک دوسرے کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور خوب صورت فیروزی جدید تراش خراش کے لباس میں نزاکت کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ عالیہ بیگم بدحواس ہو کر دکھ سے بولیں۔

''جانے کس کی نظر لگ گئی میرے چاند کو۔'' نزاکت نے احتشام کے سارے کام اپنے ذمے لے لیے تھے کھانا کھلانا' پانی پلانے سے لے کر دوا کھلانے تک ہر کام وہ بڑی محبت اور چابک دستی سے کر رہی تھی' ملال کا کوئی رنگ اور تھکن کا کوئی احساس اس کے چہرے پر نہیں تھا' جبکہ شہرینہ کھڑے کھڑے آتی اور طبیعت پوچھ کر چلی جاتی تھی۔ ڈاکٹر سدیم کمرہ بند کر کے جب اس کی بینڈیج کرتے تو اس کی کراہوں سے ماں کا دل بھی بری طرح کٹنے لگتا۔ ایک دن شہرینہ کمرے ہی میں تھی جب احتشام نے ایک دم پوچھا۔

''یہ لڑکی کون ہے؟''

''تمہاری منگیتر ہے بیٹا شہرینہ' اسی سے تو اس دن تمہاری منگنی ہو رہی تھی' جب تم زخمی ہوئے تھے۔'' عالیہ بیگم دکھ سے بولیں۔

''تو اب کر دینا کون سی دیر ہو گئی ہے' لڑکی تو مجھے بہت پسند ہے' بس آپ آج ہی اسے انگوٹھی پہنا دیں۔'' احتشام ضد کرتے ہوئے بولا۔ عالیہ نے بے بسی سے شہرینہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''اونہہ! لنگڑا کہیں کا' یادداشت سے فارغ' کیا میرے لیے یہی رہ گیا ہے اپاہج۔'' وہ دوسرے کمرے میں آ کر باآواز بلند بڑبڑائی۔

''بری بات ہے شہرینہ' ایسے نہیں کہتے' وہ آج نہیں تو کل ٹھیک ہو جائے گا۔'' عالیان نے تنبیہہ کی۔

''بس بس آپ تو رہنے ہی دیں' آپ کو اپنی فکر پڑ گئی نا مگر میں بتا دیتی ہوں آپ کی شادی نزاکت سے ہو یا نہ ہو میں اس دماغی فارغ سے شادی ہرگز نہیں کروں گی۔''

"کیا بات ہے بیٹا کیوں چیخ رہی ہو۔" تائی نے اندر داخل ہو کر حیرت سے کہا۔

"بس امی کل ہی واپس چلیں' مجھے نہیں رہنا' کیا پتہ آپ بیٹے کی خاطر بیٹی کو بھی لنگڑے لولے کے پلے باندھ دیں۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"پاگل ہوئی ہو آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے' ذرا صبر کرلو عالیان کی منگنی ہو جانے دو پھر میں کوئی مناسب وقت دیکھ کر انکار کروں گی۔"

✿......✿......✿

عالیان حیران تھا کہ کتنی عجیب لڑکی ہے' نزاکت میرے تو سائے سے بھی گھبراتی ہے اور سارا دن احتشام کی خدمت میں لگی رہتی ہے' جو اس سے کتنا چڑتا ہے' واقعی بڑی خوبیوں کی مالک ہے نزاکت' نیک خدمت گزار اور صابر۔" اس کی نظر میں نزاکت کی اہمیت اور بڑھ گئی۔

صبح ناشتے کے بعد جب احتشام کے سوا سب میز پر تھے تائی نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"عالیہ میں اب واپس جانے کا سوچ رہی ہوں' بہت دن رہ لیے تم آج اجازت دو تو عالیان نزاکت کو انگوٹھی پہنا دے؟" نزاکت کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور اس سے بیٹھا نہیں گیا۔

"میرا خیال ہے دونوں کام ایک ساتھ ہی ہو جائیں تو اچھا ہے' احتشام سے بھی کہتے ہیں' شہرینہ کو انگوٹھی پہنا دے' جو کام کل ہونا تھا وہ آج ہو جائے تو اچھا ہے۔" علیم الدین نے متانت سے کہا تو تائی ایک دم بول پڑیں۔

"دیکھو بھئی شہرینہ کی تو میں ابھی دو تین سال تک شادی کروں گی نہیں' پھر منگنی کا فائدہ؟ ہاں عالیان کے لیے میں تیار ہوں۔"

"لیکن بھابی پہلے تو آپ نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا؟" عالیہ کی آواز بھرائی۔

"کیونکہ پہلے ہمارا بیٹا تندرست و توانا اور لنگڑا نہ تھا' اب ایک لنگڑے سے بھابی اپنی بیٹی کی شادی کیوں کریں

پتلی ساز

پتلی ساز کے من میں
کوئی نہ جانے
کیا سمائی
بنائیں کمال مہارت سے
حسین وخوبرو
ماہ رخ وماہ وش
پتلیاں
جن میں زندگی کی رمق
فقط
پتلی ساز کی ڈوریوں کی جنبش سے ہے
جو نہ جانے
کب' کہاں' کہیں وقت
تھم جائے
تماشا گاہ زیست میں
تماشا دکھاتی
یہ حسین پتلیاں
پتلی ساز کے اسٹور روم میں'
ابدی نیند سو جاتی ہیں
وہ پھر نئی پتلیاں بنا کر
منظر عام پر لاتا ہے
اور بالآخر......
انہیں بھی اپنے اسٹور روم کی زینت بنالیتا ہے

سمیرا بتول مغل...... شاہ کوٹ

گی؟" علیم الدین نے صاف صاف بات کی۔

"ایسا نہیں ہے علیم الدین۔" تایا شرمندگی سے بولے۔ "ہم تم سے شرمندہ ہیں' شہرینہ راضی نہیں' لیکن نزاکت کے لیے ہم تیار ہیں۔"

"کوئی بات نہیں بھائی صاحب' جس طرح نزاکت میری بیٹی ہے اسی طرح احتشام بھی میرا ہی بیٹا ہے' بہتر یہی ہے کہ اس بات کو یہیں ختم کردیں' ہمیں بھی نزاکت بیٹی کی شادی کی کوئی جلدی نہیں۔" علیم الدین نے بڑی

سہولت اور وقار سے انکار کردیا پھر احتشام کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے بولے۔

"بیٹے تمہیں ہر چیز وقت پر تو مل رہی ہے نزاکت تیمار داری میں کوئی کسر تو نہیں چھوڑ رہی۔"

"نہیں جی نرس تو ضرورت سے زیادہ ہی خیال رکھ رہی ہے۔" وہ زندہ دلی سے مسکرایا تو نزاکت خاموشی سے اٹھ کر کچن میں آ گئی اور رونے لگی' احتشام کی بے بسی کا احساس کر کے آہٹ پر وہ مڑی تو عالیان رخصت ہونے کے لیے کھڑے تھے۔

"کیوں رو رہی ہو بے وقوف احتشام بالکل ٹھیک ہے اس کو یہ نہیں معلوم کہ جو محبت کرتے ہیں وہ چھینتے نہیں بلکہ دان کرتے ہیں اور پھر میری محبت کا پودا تو ابھی جڑ بھی نہیں پکڑ سکا تھا اس نے تو محبت کی نرم و نازک کیاری میں ابھی صرف زندہ رہنے کی کوشش ہی کی تھی لیکن احتشام کی محبت تمہارے لیے ایک تناور درخت کی سی ہے' جس کی جڑیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں' ایسے درخت کو اکھاڑیں تو پھر وہ زندہ نہیں رہتا مر جاتا ہے' خدا تم دونوں کی محبت کو سلامت رکھے' اس کو کہنا کہ زندگی کوئی ڈرامہ یا فلم نہیں کہ چوٹ لگنے سے یادداشت چلی جائے اور چوٹ لگنے ہی سے واپس آجائے۔ ویسے بھی وہ اتنا اچھا ایکٹر نہیں' تمہیں دیکھ کر جو اس کی آنکھوں میں چمک اور والہانہ پن نمایاں ہوتا ہے وہ مجھ سے مخفی نہ تھا میں ڈاکٹر نہ صحیح لیکن جانتا ہوں Alzheimer کی بیماری چوٹ لگنے سے نہیں ہوتی اور اس عمر میں تو بالکل بھی نہیں۔" نزاکت سمجھ ہی نہیں سکی کہ عالیان کا کیا مقصد ہے وہ ٹرے لگا کر کمرے میں کھانا لائی۔

"احتشام بھائی کھانا کھالیں۔"

"آج میں امی ابو کے ساتھ میز پر بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا۔" اس نے نعرہ لگایا اور کہیں سے سدیم بھی نکل کر آ گیا۔

"اٹھ بے سالے بہت ڈرامہ ہو گیا' میں تو زبردستی کی پٹی کر کر کے تھک گیا تھا۔" دوسرے ہی لمحے احتشام اپنے پیروں پر کھڑا تھا' نزاکت کی چیخ نکل گئی اور عالیہ دوڑی دوڑی آئیں اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

احتشام نے ایک دم ان کو گود میں اٹھالیا۔

"ہاں میری خالہ آپ کے اور نزاکت کے لیے ہٹا کٹا ہوں اور باقی سب کے لیے لنگڑا' فارغ الدماغ۔" پھر کھانے کی میز پر علیم الدین صاحب نے ڈرامے کا پس منظر بتایا جو انہوں نے اس کے دوست ڈاکٹر سدیم کے ساتھ مل کر کھیلا تھا' انہیں آج بھی وہ دن یاد تھا جب ان کے کلینک میں احتشام ان کی گود میں سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا اور ان کو لگا تھا اگر وہ چپ نہیں ہوا تو ان کا دل بند ہو جائے گا' انہیں احتشام سے اپنی اولاد کی طرح محبت تھی ان کے اصرار پر جب اس نے جھجکتے ہوئے اپنا مسئلہ بتایا تو ان کے چہرے پر تفکرات کا جال بن گیا' پہلے تو انہوں نے اسے خوب ڈانٹا پھر سینے سے لگا کر پیار سے بولے۔

"اپنے خالو ابا پر بھروسہ ہے نا اس لیے بے فکر ہو جاؤ' اور سب کچھ اللہ پر چھوڑ دو' وہ بہتر کرنے والا ہے۔" بس پھر احتشام کے دوست سدیم کی مدد سے ڈرامہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔

رات بھیگتی جا رہی تھی اور احتشام اس کے بالوں سے اٹھتی ہوئی بھینی بھینی خوشبو کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میری موٹی بھینس۔" احتشام نے سرگوشی کی' دھیرے دھیرے نزاکت کی پلکیں اٹھیں اس کی نگاہوں سے ٹکرائیں اور پھر شرم سے جھک گئیں' منزل سامنے تھی اب ڈر کیسا۔

وقت کا سیل بہا لے گیا سب کچھ ورنہ
پیار کے ڈھیر لگے تھے مرے کھلیانوں میں
شاخ سے کٹنے کا غم ان کو بہت تھا لیکن
پھول مجبور تھے ہنستے رہے گل دانوں میں

جلدی جلدی بھاپ اڑاتا گرم آملیٹ اس نے پلیٹ میں نکالا۔

''اسوہ...... ناشتہ لے آؤ یار میں لیٹ ہو رہا ہوں۔'' ارتضیٰ کی ڈائننگ ٹیبل سے آتی آواز نے اسوہ کے ہاتھوں میں مزید توانائی بھر دی۔ چائے کپ میں انڈیل کر آملیٹ پراٹھا اور مکس سبزی کا سالن ٹرے میں سجا کر بڑے کور سے تمام لوازمات ڈھانپ کر اس کی دوسری پکار سے قبل ہی وہ ڈائننگ ٹیبل تک پہنچ چکی تھی۔

''اف کتنی ہڑبونگ مچاتے ہیں آپ۔'' ٹرے اس کے سامنے رکھ کر اس نے دیوار گیر گھڑی پر نظر دوڑائی تو ساڑھے نو کو چھوتے ہندسے کو دیکھ کر اس کا موڈ سخت آف ہو گیا اس کے پھولے ہوئے چہرے پر ایک نظر ڈال کر وہ مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائے رغبت سے ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

''آپ یہاں آ کر کچھ زیادہ ہی بزی ہو گئے ہیں۔ حذیفہ کو بھی ٹائم نہیں دیتے ہمیشہ مجھ سے شکایت کرتا ہے۔'' حذیفہ کا نام لے کر درحقیقت وہ اپنی شکایت کر رہی تھی اور اسوہ کا یہ ڈھکا چھپا انداز ارتضیٰ کو تو خوب ہی بھایا تھا تب ہی ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا کرسی کی پشت سے دونوں ہاتھوں سے اس کے کندھے پکڑے جو ڈائننگ چیئر پر بیٹھی تھی۔

''حذیفہ کو تو میں بعد میں دیکھ لوں گا ہاں اگر اس کی ممی ناراض ہے تو یہ خفگی میں ابھی دور کر سکتا ہوں۔'' شرارت سے اس کی سماعتوں میں سرگوشی انڈیل کر وہ اس کے تپے ہوئے چہرے سے محظوظ ہونے لگا۔ اسوہ کو اس سے اس قدر دلیری کی امید نہ تھی لہٰذا بری طرح ٹپٹائی، اس میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اس کا حصار توڑ پاتی۔

''چھوڑیں مجھے، حذیفہ کا پیپر ہے آج مجھے اسے اٹھا کر پیپر ریوائز بھی کرانا ہے پھر اس کو اسکول کے لیے ریڈی کرنا ہے۔'' تمتمائی رنگت اور لجایا گھبرایا انداز نظریں جھکائے وہ جلدی سے بولی، ارتضٰی نے رحم کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔

''اسوہ۔'' اس کی آواز پر اس کے قدم زنجیر ہوگئے۔

''حذیفہ اور تم میری زندگی کی اولین ترجیحات میں سے ہو بہت اہم پراجیکٹ پر کام کررہا ہوں اس لیے جناب تھوڑی حق تلفی ہورہی ہے آپ کی اس کے لیے آئی ایم رئیلی ویری سوری۔'' اس کے ہاتھ تھام کر وہ محبت سے گداز لہجے میں بولا۔

''پلیز ایسا مت کہیں میں آپ کی مصروفیت سمجھتی ہوں۔'' وہ لمحوں میں نادم ہوئی تو ارتضٰی نے بغور اس کی گلابی پڑتی رنگت کا جائزہ لیا اور ایک عجیب سے سرشاری وطمانیت سے اس کے رخسار کو ہولے سے چھوتا وہ اندر کی سمت بڑھ گیا۔ اسوہ چند لمحے وردی میں سجا اس کا کسرتی وجود مشاق نگاہوں سے تکتی رہی اور پھر مسکراتی ہوئی حذیفہ کے کمرے کی طرف چل دی۔

ارتضٰی آرمی آفیسر تھا۔ آرمی میں سروس کے سبب اس کا ٹرانسفر مختلف شہروں میں ہوتا رہتا تھا تین ماہ قبل اس کا تبادلہ پشاور میں ہوا اور وہ پشاور کے کینٹ میں کیپٹنز کی رہائش کے لیے مخصوص بنگلے میں رہائش پزیر تھے۔ اس کے ہمراہ اس کا پانچ سالہ بیٹا حذیفہ اور خوب صورت سی بیوی اسوہ بھی تھے۔ اسوہ میں حسن و جمال کے ساتھ ساتھ وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں جن کی کوئی بھی مرد خواہش کرسکتا ہے۔ دس سال قبل اس کی زندگی میں بطور شریک حیات شامل ہونے والی لڑکی اسوہ زیاد نے اس کی زندگی کو جنت بنا دیا۔ ذہنی وقلبی اطمینان حد سے سوا تھا۔ ہاں کمی تھی تو بس اولاد جیسی نعمت کی۔

پانچ سال کے جاں گسل انتظار کے بعد خدا نے انہیں اولاد نرینہ سے نوازا۔ تب ہی شاید حذیفہ ماں کی غیر معمولی توجہ اور چاہت کا حق دار ٹھہرا مگر اسوہ کی ممتا کی پیاس تھی کہ بڑھتی ہی جاتی وہ کبھی اس احساس سے سیر نہ ہوتی۔

حذیفہ اس کا پانچ سالہ بیٹا فرسٹ اسٹینڈرڈ کا طالب علم بلا کا حاضر جواب اور ذہین وفطین جس نے اس کی گود کو ممتا کی گرمی سے گرما دیا اور درودیوار کو اپنی معصوم قلقاریوں کی مہک سے مہکا دیا اس کی کل کائنات اس کے گرد گھومتی تھی وہ اس کی سب سے قیمتی متاع تھا۔ انہی سوچوں میں گھری وہ نہایت دلکش رنگوں سے مزین حذیفہ کے کمرے تک پہنچ چکی تھی۔ سامنے ہی بیڈ پر دراز سفید اور جامنی امتزاج کے کمبل میں محو استراحت حذیفہ پر کسی سلطنت کے شہزادے کا گماں ہوتا تھا یا شاید ہر ماں کے لیے اس کا بیٹا شہزادہ ہی ہوتا ہے۔

اس کی سیاہ آنکھوں کے غلاف قدرے ابھرے اور عالم خواب میں بھی بے حد نمایاں تھے کمرے میں ہیٹر آن ہونے کے سبب پر حدت سانسیں چہرے پر گلابیت کا گہرا عنصر بکھیر رہا تھا اور اس کے بے حد گلابی ہونٹ باہم پیوست۔ بے تحاشہ خوب صورت لگ رہے تھے۔ وہ عالم خواب میں اس قدر وجیہہ وشکیل لگ رہا تھا کہ اسوہ اس کی نیند میں خلل ہرگز پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے محبت پاش نگاہوں سے وہ تک رہی تھی جب دامن گیر ہوتے نمی کے احساس نے اسے حیران کر ڈالا۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ بے ساختہ رخساروں تک گئے اور گیلی سطح پر پھیلے تو خود ساختہ اور لایعنی سوچوں نے اس کے شعور کو جکڑ لیا اس کا دل بری طرح گھبرا اٹھا۔ دامن میں سر پٹختی منفی

سوچوں سے سر جھٹکتے ہوئے حذیفہ کے بیڈ کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ بہت محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور اپنے ہونٹ اس کی پیشانی پر ثبت کیے۔

''حذیفہ میری جان۔'' محبت سے لبریز ممتا کے بے اختیار کرتے جذبوں سے گندھے الفاظ اس کے لبوں کی قید سے آزاد ہوئے تو وہ بھی مما کہتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔ شاید ممتا کی لمس کی تمازت محسوس کر کے وہ بھی بیدار ہو چکا تھا۔

''حذیفہ کیا آج اٹھنے کا موڈ نہیں آپ نے پیپر کا بھی ریوائز نہیں کیا۔ ٹائم دیکھا ہے سات بج رہے ہیں۔'' اسے یوں ہی خود سے لپٹائے وہ بولی۔

''مما میرا آج اسکول جانے کا بالکل موڈ نہیں۔'' اس سے الگ ہوتے ہوئے وہ منہ بسور کر چھٹی کرنے کی خواہش دل میں لیے مچل اٹھا۔

''آج آپ کا پیپر ہے اینڈ چھٹی ناٹ الاؤڈ، اسکول نہیں جائے گا میرا بیٹا تو پڑھے گا کیسے اور پڑھے گا نہیں تو پاپا کی طرح ملک و قوم کی خدمت کیسے کرے گا۔'' اسوہ نے اس کے گلابی اور نازک پیروں میں سلیپر پہنائے۔

''اوکے میں اسکول جاؤں گا مگر ایک شرط پر۔''

''کون سی شرط۔'' اس نے شرط عائد کی تو اسوہ کی استفہامیہ نگاہیں اس کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔

''آج پک اینڈ ڈراپ کی ڈیوٹی پاپا کی ہوگی میں ڈرائیور کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔'' اسوہ نئی مشکل میں پھنس گئی ارتضیٰ تو خود جلدی نکلنے والا تھا وہ اسے کیسے روکتی۔ اتنے میں ارتضیٰ بھی وہاں آ گیا۔ وہ بھی حذیفہ سے ملے بغیر باہر نہیں جاتا تھا۔

''اٹھ گیا میرا پرنس......'' ارتضیٰ نے کہا تو وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔

سانحہ پشاور کے شہداء کے نام

میرے خون سے کھیلنے تجھ کو مٹائے گا میرا خون
ایک دن بوئے گا اور رنگ لائے گا میرا خون
میری بہادری تو دیکھ تیرے سامنے میں ڈٹ گیا
اک سپاہی کی اولاد ہوں سپاہی بتائے گا میرا خون
میری شہادت کی قسم روز قیامت نہ معاف کروں گا تمہیں
میرے والدین کے بے بس آنسوؤں کی داستاں خدا کو سنائے گا میرا خون
میرے ملک میں امن پیار ثبت ہوگا ایک دن دشمنوں
تجھے تیرے انجام تک پہنچائے گا میرا خون
میں پھول کھلا تھا اک حسین باغ میں تو کیوں مجھے نوچ لیا
خدا کی قدرت سے اور پھول اس باغ میں کھلائے گا میرا خون
بدلہ ضرور لیں گے خدا کی مدد سے تیرا میرے زین
رائیگاں نہیں جانے دے گی یہ قوم تیرا خون

صبا ما الیاس...... ماہندر

''پاپا۔''

''جی پاپا کی جان۔'' ارتضیٰ نے بیڈ پر بیٹھ کر اسے گود میں بیٹھا لیا جب وہ لاڈ سے بولا۔

''پاپا آج آپ مجھے اسکول چھوڑنے جائیں نا۔''

''حذیفہ پاپا لیٹ ہو رہے ہیں وہ آج نہیں جا سکتے کل پکا والا پرامس۔ میں خود اپنے بیٹے کو ڈراپ کردوں گا۔'' ارتضیٰ نے محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''کل کس نے دیکھی ہے مجھے آج آپ کے ساتھ جانا ہے تو مطلب آج ہی جانا ہے۔'' حذیفہ کی بات سن کر اسوہ کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا اور اس کے مسکراتے لب لمحوں میں سکڑ گئے۔

''کیا ہو گیا ہے ارتضیٰ آپ میرے بیٹے کی اتنی سی خواہش پوری نہیں کر سکتے۔'' وہ تڑپ کر آگے بڑھی اور قدرے تلخی سے گویا ہوئی ساتھ ہی آنکھوں سے نمی چھلکنے کو بے تاب تھی۔ اسوہ کے جذباتی انداز اور بچے کے سامنے اس قدر تلخ آواز پر ارتضیٰ

اچھا خاصا شاکی ہوا جو اپنے بیٹے کے لاڈ پیار میں اکثر ہی غیر معمولی جذباتیت کا شکار ہوجاتی تھی جبکہ ارتضٰی کی گھورتی الزامیہ نگاہوں کا مفہوم پڑھ کر اسوہ اچھا خاصی خائف ہوئی۔

"نو میٹنگ کینسل...... آج ارتضٰی حیدر صرف اپنے بیٹے کی ڈیوٹی پر مامور ہے۔ چلو اب جلدی سے تیار ہوجاؤ۔" اس کے نرم رخسار کو ہولے سے چھو کر اس نے کہا۔

"آپ ورلڈ کے بیسٹ پاپا ہیں۔" اس کے گلے میں بانہیں ڈالے وہ لاڈ سے بولا اور ہرن کی طرح قلانچیں بھرتا کمرے سے ملحقہ واش روم میں گھس گیا۔ جبکہ ارتضٰی موبائل کان سے لگا کر میٹنگ کا شیڈول چینج کرنے کی ہدایت جاری کرتا کمرے سے نکل گیا۔

"گڈ بائے ماما۔" اسکول کے لیے بالکل تیار کھڑے حذیفہ نے اس کے رخسار کو چومتے ہوئے کہا اور کب سے گاڑی میں محوِ انتظار ہارن پر ہارن بجاتے ارتضٰی کی سمت لپکا۔ لمحوں میں گاڑی کا انجن غرایا اور دائیں بائیں پھیلے سبزے کے سمندر کو چیرتے بھورے چمک دار سنگ مرمر سے مزین روش پر پھسلتی گاڑی داخلی گیٹ عبور کر گئی تو ایک ٹھنڈا سانس فضا کے سپرد کرتی وہ واپس لاؤنج میں آگئی۔ عروسہ (ملازمہ) کو کام سمجھا کر اس نے عمر (بیٹ مین) کو بلایا اور سامان کی لسٹ تھمائی۔ آج حذیفہ نے چکن منچورین اور چائنیز رائس کی فرمائش کی تھی۔

"بی بی جان کیا حذیفہ بابا کے کمرے کی صفائی کردوں۔" دوپٹے سے ہاتھ پونچھتے ہوئے عروسہ نے استفسار کیا تو وہ نفی میں سر ہلاتی اٹھ گئی۔

"نہیں عروسہ تمہیں بتایا ہے کہ حذیفہ کے کمرے کی دیکھ بھال میں خود کرتی ہوں۔" حذیفہ کے کمرے میں پہنچ کر اس نے بکھری چیزیں سمیٹنا شروع کیں۔ بیڈ شیٹ پر اس کی شب خوابی کے سبب پڑی سلوٹوں کو بھرپور محبت سے درست کرنے کی نیت سے آگے بڑھی جب لینڈ فون کی چنگھاڑتی بیل نے اس کی توجہ کے ارتکاز کو توڑ ڈالا۔ وہ کام ادھورا چھوڑ کر فون کی سمت متوجہ ہوئی اور جو خبر اس کی سماعتوں سے گزری وہ قیامت سے پہلے قیامت برپا کرنے کو کافی تھی۔ دل پر ہاتھ رکھتی پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیوار کو تکتی رہی۔ دل ودماغ بس سائیں سائیں کر رہا تھا۔

سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفلوج ہوگئیں اس کی بند ہوتی آنکھوں میں حذیفہ کا چہرہ ابھرا اور پھر ہر شے عمیق تاریکی میں محو ہوگئی۔

❁......❁......❁

ظلم و بربریت کی ہولناک داستان جس نے خون ریزی کا جاں گسل کھیل کھیلا۔ معصوم کلیوں کو کھلنے سے قبل ہی خاک میں ملا دیا۔ سفاکیت اور بے حسی کی ایسی الم ناک تحریر جس نے تاریخ کو دہلا دیا۔ ماؤں کے کلیجے چیر کر دل نکال لیا ایسا تاریخ ساز واقعہ جس نے عالم اسلام کے سینے میں خنجر گھونپ کر آہوں کا طوفان برپا کردیا۔ خاک اڑاتے ان چاند چہروں میں ایک چہرہ اسوہ کے دل کا چین پانچ سالہ حذیفہ کا بھی تھا۔ وہ حذیفہ جس نے اسے ماں کے درجے پر فائز کرکے اسے دلکش اور کیف آگیں جذبے کے حصار میں قید کیا۔ تب اس کی زندگی کو اپنی معصوم مسکراہٹوں سے مزین کیا جب وہ مکمل طور پر مایوس ہوچکی تھی۔ وہ اس کی خوشیوں کا محور تھا جس نے اسے ہمہ وقت کی مصروفیت سے دوچار کیا۔ اسے مقصدِ حیات عطا کیا وہ اس کا نورِ نظر تھا اور اس کی وجہ ایک یہ بھی ہوسکتی تھی کہ حذیفہ کی پیدائش کے بعد وہ مزید بچوں کو جنم دینے کی صلاحیت کھو چکی تھی تب ہی اس کا تمام پیار اور توجہ صرف حذیفہ میں ہی سمٹ آئی تھی کبھی کبھی حذیفہ کے

سمیرا راجہ

السلام علیکم ٹو آل آنچل فیملی! کیسے ہیں آپ سب؟ میرا نام سمیرا ہے نک نیم بلو اینڈ ٹومی ہے۔ میں نے 11 ستمبر کی پیاری سی صبح اس دنیا میں رنجہ قدم فرمایا' میرا ایک بھائی ہے' ہم سات بہنیں تھیں پر اب صرف چھ ہیں۔ میری بڑی بہن اب اس دنیا میں نہیں رہیں' دعا ہے کہ اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب کریں۔ میں آزاد کشمیر کے کیوٹ سے گاؤں نعمان پورہ میں رہتی ہوں' میں اور میری کزن انعم آنچل باقاعدگی سے پڑھتی ہیں' میں بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ "جنت کے پتے" میرا فیورٹ ناول ہے اور یہ ناول مدتوں میرے ذہن پر نقش رہے گا' نمرہ احمد از مائی موسٹ فیورٹ رائٹر۔ مدیحہ اور صنم میری فرینڈ ہیں مدیحہ کی شادی ہوچکی ہے۔ میری فیورٹ ڈش بریانی ہے' سویٹ میں چاکلیٹس پسند ہیں۔ رنگ مجھے سبھی اچھے لگتے ہیں' رنگوں سے کھیلنا میرا مشغلہ ہے۔ ڈریسز میں لانگ شرٹ چوڑی دار پاجامہ اور ساتھ لمبا سا دوپٹہ اور فراکس تو سارے ہی اچھے لگتے ہیں۔ جیولری میں کانچ کی چوڑیاں اور کنگن پسند ہیں' موسم بہار کا اچھا لگتا ہے پھول سارے ہی اچھے لگتے ہیں۔ بارش کی تو میں دیوانی ہوں۔ خواہشیں یوں تو بہت ساری ہیں پر سب سے بڑھ کر یہ کہ بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوجائے۔ مجھے خود خاموش رہنا اور دوسروں کو سننا اچھا لگتا ہے' اپنی سسٹر حمیرا کے ساتھ بہت اٹیچ ہوں۔ میری خامیاں یہ ہیں کہ اعتبار کرنے میں بالکل دیر نہیں لگاتی' خوبیاں یہ ہیں کہ جھوٹ نہیں بول سکتی چاہوں بھی تو نہیں۔ مجھے ایسے لوگ قطعاً پسند نہیں جو ہوتے کچھ ہیں اور نظر کچھ آتے ہیں۔ تمام ریڈرز کو یہی کہوں گی خوش رہیں خود بھی اور اپنے سے وابستہ تمام لوگوں کو بھی خوش رکھیں۔ اللہ پاک آپ سب کا اور میرا حامی وناصر ہو' اللہ حافظ۔

بارے میں اس کی حد درجہ حساسیت اور جذباتیت پر ارتضیٰ اچھا خاصا چڑ جاتا مگر وہ بے بس تھی اس جذبے کے سامنے جس عرف عام میں "ماتا" کہتے ہیں۔ وہ بے اختیار اور لاچار تھی اس رشتے کے سبب جسے "ماں بیٹے کا رشتہ" کہا جاتا ہے۔

آرمی پبلک اسکول آف پشاور پر دہشت گردی کے عفریت اور خون میں لپٹی خونچکاں حکایت کا سن کر وہ ہوش کھو بیٹھی تھی اور آنکھ کھولتے ہی اسے ارتضیٰ نظر آیا تھا جو اس پر جھکا کچھ کہہ رہا تھا۔

"حذیفہ۔" اس کی آواز سرگوشی سے بلند نہ تھی۔

"حذیفہ کو الوداع کہو تاکہ وہ اپنی آخری پناہ گاہ میں جاسکے۔" سرخ ڈوروں سے بھرپور نگاہیں لٹھے کی مانند سفید پڑی رنگت اسوہ پر جما کر ضبط کے کڑے مراحل طے کرتا ارتضیٰ اسے کوئلوں کی بھٹی میں دھکیل گیا۔ جواباً وہ نفی میں سر ہلاتی اٹھ بیٹھی دو آنسو خاموشی سے اس کے رخساروں پر لڑھک آئے ایسے ہی بے آواز آنسو جو صبح حذیفہ کو بے دار کرتے سمے بن بلائے اس کے عارض بھگو گئے۔

اس کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا۔ اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہورہا تھا وہ بھاگتی ہوئی بے تابی سے لان میں آئی سامنے ہی چھوٹے سے تابوت میں اس کا لخت جگر موت کی گود میں سر رکھے ابدی نیند سو رہا تھا موت کا سفاک منظر اس کی ماتا سے جیت گیا۔ دائیں بائیں خاکی وردی میں ملبوس کتنے ہی سپاہی سر جھکائے مؤدب سے کھڑے تھے۔ اس کی ٹانگوں سے جان ختم ہوگئی اور وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

"مما آج چکن منچورین اور چائنیز رائس بنا لیجیے گا۔" حذیفہ کی نٹ کھٹ او نرم آواز اس کے شعور میں گونجی۔ اذیت کا کرب ناک کھیل اس کی سانسوں پر چلنے لگا۔

''کل کس نے دیکھا ہے۔'' ایک اور سرگوشی بے بسی کا شدید اور بے کل کرتا احساس اس کا سینہ چھلنی کرنے لگا۔

''حذیفہ.....'' درد آواز کی صورت اختیار کرتا آسمان کا سینہ شق کرتا فضاؤں میں اتر گیا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

''حذیفہ اٹھو میری جان۔ میری گود کو سونا مت کرو، یہ آنگن تو تمہارے دم سے آباد تھا۔'' گرتی پڑتی وہ اس کے تابوت تک پہنچی اور سر رکھ کر بے ساختہ چلائی۔

''اسوہ سنبھالو خود کو..... حذیفہ کا سفر مشکل مت کرو۔'' ارتضیٰ نے پیچھے سے آکر اسے تھاما جو اس معصوم موت پر خود بھی ٹوٹ گیا تھا۔

''حذیفہ کا سفر..... ارتضیٰ میرا بچہ اس قابل ہے کہ منوں مٹی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ کیا اس کی عمر اتنی ہے کہ وہ مجھ سے پہلے اس سفر پر گامزن ہو۔'' اس کے لہجے میں عجیب سے کرلاہٹیں تھیں۔ ارتضیٰ نے بے بسی سے دیوانوں کی طرح چلاتی اسوہ کو دیکھا اور آرمی کے سولجرز کو تابوت اٹھانے کا اشارہ کیا۔

''نہیں..... میرے حذیفہ کو مت لے جاؤ، ارتضیٰ اسے میرے پاس رہنے دو، وہ اندھیرے میں ڈر جائے گا ارتضیٰ یہ چلا گیا تو مجھے مما کون کہے گا میرے آنگن کی رونقیں کون آباد کرے گا۔ میں دعا کس کے لیے مانگوں گی۔'' وہ روتی ہوئی اس کے قدموں میں گر گئی۔ عروسہ نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا وہ بے تاب ہو کر دوڑی مگر وہ لحہ بہ لحہ اس سے حذیفہ کو دور لے جا رہے تھے وہ دھاڑیں مارتی ہوئی سبز گھاس سے بچھے فرش پر بیٹھ گئی۔ اس نے بڑی حسرت سے اپنی سونی گود کو دیکھا۔

''حذیفہ زندگی اور موت کے سودے کا یہ وقت درست نہیں تھا۔ میرے جری بیٹے میری خواہش تھی میرے جنازے کو تم کندھا دیتے تمہیں بڑھتے دیکھنا میری اولین آرزو تھی۔ مگر قسمت ہم دونوں کے لیے بے رحم نکلی۔ تمہارا جنازہ میرے کندھے پر ہے اور تمہیں لحد میں، میں خود اتاروں گا۔ میرے بہادر بیٹے مجھے ناز ہے تم پر تم نے کس قدر بے باکی سے موت کا مقابلہ کیا مگر یہ سچ ہے تمہارے جانے کے بعد جسم میں تھکاوٹ اتر آئی ہے تمام توانیاں دم توڑ گئیں ہیں تمہارے بابا کا خوشیوں سے ناطہ ٹوٹ گیا الوداع میرے بیٹے خدا تمہارا دائمی سفر آسان کرے۔''

تابوت کا ایک کنارہ پکڑے دھیرے دھیرے چلتے ہوئے کیپٹن ارتضیٰ حیدر رضیہ کھو بیٹھا۔ گرم گرم پانی کے قطرے لحہ بہ لحہ اس کی آنکھوں سے پھسلنے لگے کلمہ شہادت کی صدائیں ہر سو فضاؤں میں بلند ہونے لگیں اور ان صداؤں سے اس کا سینہ شق ہونے لگا۔

سر شام اترتی دھند، گھروں کو لوٹتے پرندے، شام میں ملتی شب فضاؤں میں اترتی ٹھنڈک، افق کے کناروں پر پھیلتی سندوری رنگت، آسمان کے سینے پر پھیلی تاریکی، ہواؤں سے سرسراتے پتوں، در و دیوار میں اترتی ویرانی، آنسوؤں سے تر چہرے، انسانیت کو للکارتے وحشت ناک سناٹے، سفاکیت کی تحریر کا اقرار کرتی ویران گودیں اور شب گزیدہ سحر ہر اک کے لبوں پر ایک ہی بین کر لا رہا تھا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

الوداع ننھے شہیدوں الوداع!

تمنائے دل
نادیہ فاطمہ رضوی

بلا کی دھوپ سے آئی ہوں میرا حال تو دیکھو
بس اب ایسا کرو تم سایہ دیوار ہو جاؤ
ابھی پڑھنے کے دن ہیں لکھ بھی لینا حال دل اپنا
مگر لکھنا تبھی جب لائقِ اظہار ہو جاؤ

سورج کی کرنیں چہار سو پھیلیں آسمان کو حسین تر بنا رہی تھیں' دن بھر کا تھکا ماندہ سورج اپنی گود سے تمام روشنیوں کے جگنو آسمان کو سونپ کر غروب ہونے کی تیاریوں میں محو تھا۔ چہچہاتے سُر الاپتے پرندے اب اپنے اپنے آشیانوں کی جانب مسرور و شاداں لوٹ رہے تھے شام کی شہزادیاں خراماں خراماں رخصت ہوتی رات کی پریوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں' وہ روزانہ اپنے کمرے کی واحد کھڑکی سے ڈھلتی شام اور آتی سیاہ رات کا منظر بہت توجہ اور گہرائی سے دیکھتی تھی اور ہمیشہ ان اڑتے پرندوں کو اپنے اپنے ٹھکانوں کی جانب لوٹتے ہوئے دیکھ کر سوچا کرتی کہ کتنی خوش نصیب مخلوق ہے جو اپنے پُرسکون گھونسلوں میں جا کر چین کی نیند سوتی ہے' ہر طرح کی فکر و اضطراب سے بے نیاز اپنوں کے سنگ' سوچ کے ساغر میں ڈبکیاں لگاتے ہمیشہ کی طرح رات کے آنچل نے دیکھتے ہی دیکھتے فلک کو اپنی سیاہی سے ڈھانپ لیا تھا اور اب آسمان میں ستارے نیا جہاں آباد کیے چاند کی آمد کے منتظر تھے جو بادلوں کی اوٹ میں چھپا اپنا جلوہ دکھانے کے لیے کسی شوخ محبوبہ کی طرح اٹکھیلیاں کر رہا تھا' رامیہ نے ایک تھکی تھکی سانس فضا میں خارج کی اور کھڑکی سے ہٹ کر اپنے بستر پر بیٹھ کر بیڈ کراؤن سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں جب ہی ہلکی سی دستک دے کر کوئی خاموشی سے اندر چلا آیا۔

رامیہ بخوبی جانتی تھی کہ اس وقت اس کمرے میں کون آیا ہے' وہ چند ثانیے اسے ہنوز اسی پوزیشن میں بیٹھا دیکھتا رہا پھر سامنے دھری کرسی پر بیٹھ کر آہستگی سے گویا ہوا۔

"لگتا ہے آج بہت تھک گئی ہو۔" ذیشان کی آواز کمرے میں گونجی تو ناچار اس نے اپنی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر سر ہلا کر نرمی سے کہا۔

"ہاں شاید بہت تھک گئی ہوں' اب دل چاہتا ہے کہ ڈھیر سارا آرام کروں' گہری نیند سو جاؤں تاکہ میرے روم روم میں رچی یہ تھکن اتر جائے۔"

"رامیہ تم کیوں خود کو دوسروں سے الگ تھلگ رکھتی ہو' عائشہ' نائمہ اور نازش کی طرح کیوں سب سے گھل مل کر نہیں رہتیں' ہنسا بولا کرو۔ اس گھر کی سرگرمیوں میں حصہ لیا کرو' آخر تم اور ریوں سے الگ تھوڑی ہو۔" وہ ہمیشہ کی طرح اسے پھر سمجھانے بیٹھ گیا تھا۔

"میں الگ ہوں ذیشان! یہ گھر میرا نہیں ہے' یہاں رہنے والے لوگ میرے اپنے نہیں ہیں اور نہ ہی اس گھر کے مکینوں کے دلوں میں میری حیثیت نائمہ' نازش اور عائشہ جیسی ہے۔ یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو پھر مجھ سے جھوٹ کیوں بولتے ہو۔" رامیہ اسے بغور دیکھتے ہوئے کٹیلے لہجے میں بولی پھر نخوت سے سر جھٹک کر گویا ہوئی۔

"مجھے بھی اس گھر اور یہاں کے رہنے والوں کو اپنا کہنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" رامیہ کی بات پر وہ محض اسے خاموشی سے دیکھتا رہ گیا وہ کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہی تھی یہ حقیقت تھی کہ اس گھر کے لوگوں کے لیے وہ ناپسندیدہ ہستی تھی وہ ابھی کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک دستک

دے کر غڑاپ سے نائمہ اندر داخل ہو کر کھائی سے بولی۔
"اگر یہاں سے فرصت مل جائے تو نیچے ڈرائنگ روم میں تشریف لے آئیے پھپھو اور ارمان بھائی آئے ہوئے ہیں۔" رامیہ ایسے طنزیہ جملوں کی عادی تھی لہٰذا نائمہ کی بات پر اسے کوئی فرق نہیں پڑا البتہ ذیشان تیزی سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

❁......❁......❁

"یا اللہ یہ اچھی صورتیں کس کے نصیب میں ہوتی ہیں ایک آدھ ہمیں پلیز مجھے بھی دے دیجیے ناں اُف کیا غضب کی شخصیت تھی کاش یہ شخص میرا مقدر بن جائے۔"
عفیفہ حسب معمول اپنا راگ الاپ رہی تھی جب کہ نوٹ بک پر تیزی سے قلم چلاتے ہوئے رامیہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی بکھر رہی تھی جبکہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا تھا طوبیٰ رامیہ کو مسکراتے دیکھ کر خود بھی مسکرا دی اسے اپنی یہ انوکھی اور دنیا سے ناراض سہیلی دل و جان سے عزیز تھی۔
"رامیہ یہ اپنی عفیفہ اتنی دل پھینک رنگین مزاج اور فلرٹی لڑکی ہے کہ ہر نیا بندہ دیکھ کر اس کی آنکھیں ماتھے تک کھل جاتی ہیں اور پورے بتیس دانت فوراً باہر آجاتے ہیں۔ خدا کے واسطے لڑکی کچھ تو حیا کا دامن پکڑ لے آخر اس چھچھوری لڑکی سے ہم نے کیوں دوستی کر لی رامیہ!" آخر میں طوبیٰ مصنوعی پشیمانی سے بولی تو رامیہ کھل کر مسکرا دی، پھر تمکین انداز میں گویا ہوئی۔
"تم فکر مت کرو یہ ایسا بادل ہے جو گرجتا ہے برستا نہیں بس یہ صرف دور سے بیٹھ کر آہیں بھرنے اور دہائیاں دینے کے علاوہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتی۔"
"تو کیا کروں رامیہ! مجھے کوئی لفٹ ہی نہیں دیتا۔" عفیفہ رونی صورت بنا کر بولی اس وقت وہ اپنے کیمپس کے لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔
"تمہیں کس سے لفٹ لینے کی چاہت ہو رہی ہے؟ میتھس ڈیپارٹمنٹ کا اظفر عقیل یا پھر انگلش ڈیپارٹمنٹ کے عمر کاظمی کی توجہ چاہیے۔" طوبیٰ اسے چھیڑنے کے انداز میں بولی تو عفیفہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"اُف یار! یہ دونوں تو پرانے ہوگئے تم نے شاید اس کو دیکھا نہیں آج میں نے اسے کیمپس کی پارکنگ پر دیکھا تھا اُف کیا بتاؤں طوبیٰ میں تو اسے دیکھتے ہی دل ہار بیٹھی۔" بولتے بولتے عفیفہ آخر میں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر لہک کر بولی۔
"دیکھا رامیہ! تم نے کتنی کمینی لڑکی ہے یار اسے اپنے فلرٹ پن میں اس نے لڑکوں کو بھی مات دے دی ہے۔"
طوبیٰ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے رامیہ سے مخاطب ہو کر بولی جو ہنوز نوٹ بک پر جھکی ہوئی تھی۔
"ہاں ہاں خود کے پیروں میں تو منگنی کی زنجیر پڑی ہوئی ہے نا تب ہی میری آزادی سے جلتی ہو۔" عفیفہ اس پر چڑھ دوڑی اور پھر حسب معمول دونوں میں تکرار شروع ہوچکی تھی۔ رامیہ نے اطمینان سے نوٹ بک بند کی اس کا کام مکمل ہوچکا تھا۔
"تم دونوں پلیز بعد میں لڑ لینا پہلے کینٹین چلو مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے آج ناشتا بھی گول ہوگیا تھا۔"
"کیا.....تم نے ناشتا نہیں کیا ارے پاگل پہلے کچھ کھا لیتی اب تو ایک بجنے والا ہے تم اتنی دیر سے بھوکی ہو۔" طوبیٰ حیران ہوتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں بولی تھی عفیفہ بھی رامیہ کی طرف متوجہ ہوئی۔
"بس او کے یار مجھے وقت ہے اکثر میں کھانا بھی گول کر جاتی ہوں اب پلیز کینٹین چلو مجھ سے مزید بھوک برداشت نہیں ہو رہی کل رات بھی ایسے ہی سو گئی تھی۔"
"رامیہ میری جان! تم اپنا خیال کیوں نہیں رکھتیں۔" رامیہ کی بات سن کر طوبیٰ اور عفیفہ انتہائی مغموم سی ہوگئیں وہ دونوں رامیہ کے گھر کے ماحول اور ان کے مکینوں کے سلوک سے بخوبی واقف تھیں جب ہی عفیفہ دل گرفتگی سے بولی۔
"ارے تم دونوں فکر کیوں کرتی ہو بہت سخت جان ہوں میں اتنی آسانی سے نہیں مر سکتی۔" رامیہ طنزاً بولی تو عفیفہ اس سے تیزی سے لپٹ گئی۔
"اگر ایسی بات آئندہ کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا

سمجھی۔“ وہ گلوگیر لہجے میں بولی تو طوبیٰ کی آنکھوں میں بھی نمی پھیل گئی رامیہ بھی جیسے چپ سی ہوگئی پھر مسکرا کر اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولی۔

”اچھا بابا...... اب پلیز کینٹین چلو۔“

”ہاں بھئی چلو ورنہ یہ بھوکی کہیں ہمیں ہی نہ کھا جائے۔“ طوبیٰ ہنستے ہوئے اٹھ کر بولی تو رامیہ اور عفیفہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

✿......✿......✿

ابراہیم صاحب تیار ہوکر ناشتے کی میز پر آئے تو ہمیشہ کی طرح مسز ابراہیم کو انتہائی فریش موڈ میں ملازم کے ہمراہ ناشتے کی میز سجاتے ہوئے دیکھا انہیں دیکھ کر ابراہیم صاحب اندر تک تروتازہ ہوگئے۔

”صبح بخیر‘ مسز ابراہیم!“ وہ ہمیشہ اپنی بیوی کو اسی طرح مخاطب کرتے تھے‘ مسز ابراہیم نے بھی مسکرا کر انہیں ”صبح بخیر“ کہا کہ اسی دم انس بھی عجلت میں ڈائننگ ہال میں داخل ہوا اور دونوں کو گڈ مارننگ کہہ کر بائے بول کر جانے لگا۔

”ارے ارے برخوردار! ہوا کے گھوڑے پر کیوں سوار ہو یونیورسٹی کہیں بھاگی نہیں جارہی ہے‘ چلو پہلے ناشتا کرو۔“ ابراہیم صاحب اسے ٹوکتے ہوئے بولے تو وہ رک گیا۔

”پاپا پلیز مجھے جانے دیجیے آج یونیورسٹی میں پہلا دن ہے مجھے کافی گھبراہٹ ہورہی ہے۔“ انس نروس ہوکر بولا۔

”شاباش بیٹا یوں لڑکیوں کی طرح گھبرا شرما کر تم اپنے باپ دادا کا نام خوب روشن کرو گے غالباً آج عافین کا بھی پہلا دن ہے وہ موصوف کہاں ہیں۔“ ابراہیم صاحب گویا ہوئے۔

”پاپا! عافین بھائی تو اس دنیا میں بہت الو کھا پیس ہیں‘ وہ تو پورا اصطبل بیچ کر سو رہے ہیں مگر مجھے وقت پر جانا ہے۔“ وہ بار بار اپنی کلائی پر بندھی رسٹ واچ کی جانب دیکھ رہا تھا۔

”بیٹا ہم تمہیں خالی پیٹ ہرگز نہیں جانے دیں گے لہٰذا آرام سے ٹیبل پر آ کر بیٹھ جاؤ۔“ مسز ابراہیم اپنے بیٹے کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں تو انس بُرے بُرے منہ بناتا ہوا کرسی پر ٹک گیا۔

”مما یہاں میرے کوئی دوست نہیں ہیں اور کیمپس میں پہلے ہی دن سب ایک دوسرے سے دوستیاں کرلیتے ہیں پھر وہ کسی کو اپنے گروپ میں شامل نہیں کرتے۔“ انس اپنے جلدی جانے کا جواز بتاتے ہوئے بولا۔

”مائی ینگ سن! بن جائیں گے تمہارے دوست‘ تم اس بات کی فکر مت کرو۔“ ابراہیم صاحب اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولے تو ناچار اس نے دودھ کا گلاس ہاتھ میں تھام لیا۔

✿......✿......✿

آج پورے کیمپس میں بڑی گہما گہمی رہی‘ نیا سیشن شروع ہوچکا تھا لہٰذا ہر جگہ نئے چہرے بے فکر انداز میں قہقہے بکھیرتے اور ایک دوسرے پر شوخ جملے اچھالتے نظر آرہے تھے‘ عفیفہ صاحبہ ہر چہرے پر نگاہ ڈالتی کہ شاید وہ پارکنگ والا ڈیشنگ بندہ اسے دکھائی دے جائے مگر ہر بار وہ ناکام ہوجاتی۔

”ہوسکتا ہے وہ یہاں کا اسٹوڈنٹ نہ ہو‘ ایسے ہی کسی کام سے آیا ہو۔“ طوبیٰ اس کی بے چینی دیکھ کر بولی۔

”ہوسکتا ہے مگر کاش وہ...... وہ دیکھو...... وہ کھڑا ہے۔“ مایوسی سے بولتے بولتے اچانک عفیفہ فرط جذبات وخوشی سے مغلوب ہوکر اچھل کر بولی۔ بے ساختہ رامیہ اور طوبیٰ نے بھی عفیفہ کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا بلو جینز پر رف سی اسکن رنگ کی ٹی شرٹ آنکھوں میں بلیک گلاسز لگائے واقعی وہ شخص بہت سی نگاہوں کا مرکز بننے کا اہل تھا جب کہ بوگن ویلا کی کنج کے قریب کھڑے عافین علی شاہ کی تیز نگاہوں نے ان تینوں کو خود پر نگاہ مرکوز کیے بخوبی دیکھ لیا تھا۔

”اچھا اب دیکھ لیا ناں اپنے الو کو کیا خیال ہے اب گھر چلیں۔“ طوبیٰ عفیفہ سے بول کر اپنے موبائل سے ڈرائیور کو فون کرنے لگی۔

"اس بندے کو دیکھ کر دل تو نہیں چاہ رہا مگر گھر تو چلنا ہے نا۔" عفیفہ لاچاری سے بولی۔

"او کے طوبیٰ، عفیفہ میں بھی نکلتی ہوں ورنہ پوائنٹ مس ہو جائے گی۔" رامیہ عجلت میں بولی۔

"یار میں تمہیں ہر بار کہتی ہوں کہ میرے ساتھ گاڑی میں چلو مگر تم ہر بار منع کر دیتی ہو۔" یہ کہہ کر وہ انہیں خدا حافظ کہہ کر نکل گئی تو عفیفہ اور طوبیٰ دونوں ایک دوسرے کو محض دیکھتی رہ گئیں۔

❁......❁......❁
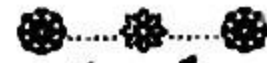
وہ منتشر سوچوں میں گھری پراگندہ ذہن اور تھکے وجود سمیت مہک ولا میں داخل ہوئی تو نازش اور عائشہ کو بادام کے درخت کے نیچے رکھے لکڑی کے جھولے پر بیٹھے پایا جو انتہائی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ اسے آتا دیکھ کر نازش نے عائشہ کے کان میں کچھ کہا تو دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ ہمیشہ کی طرح رامیہ نے ان کے رویوں کو نظر انداز کرنا چاہا مگر اس بار وہ ایسا نہیں کر سکی، اشتعال و ناگواری کی تند لہر اس کے اندر سے اٹھی تھی جس نے پوری طرح سے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، وہ تنتناتی ہوئی ان کے سروں پر جا پہنچی۔

"کیوں میرے چہرے پر کوئی لطیفہ لکھا ہوا ہے جسے پڑھ کر تم لوگ یوں قہقہہ لگا رہی ہو یا پھر تم دونوں کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے۔"

"شٹ اپ رامیہ! دماغی توازن ہمارا نہیں تمہارا خراب ہو گیا ہے، ہم بھلا تمہیں دیکھ کر کیوں ہنسیں گے۔" عائشہ بدتمیزی سے صاف مکر کر بولی۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں تم دونوں کو دوسروں کی ذات پر کیچڑ اچھالنے اور غیبتوں کے علاوہ آتا ہی کیا ہے؟" رامیہ بہت کم کسی سے الجھتی تھی اور جب وہ الجھتی تھی تو پھر مقابل کو اپنی جان چھڑانا مشکل ہو جاتی تھی۔

"جب کسی کی ذات عیب دار ہو تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے اس پر کیچڑ اچھالنے کی۔" عائشہ نے اسے مزید تپایا اور پھر ان کے درمیان شدید جھڑپ شروع ہو گئی۔

"تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ تم یوں کسی کے کردار کی دھجیاں اڑاؤ، کسی کی نیک نامی پر انگلی اٹھانا گناہ کبیرہ ہے سمجھیں۔" رامیہ طیش کے عالم میں تقریباً چلا کر بولی۔

"اونہہ پارسائی کا دعویٰ کرنے والے اکثر منہ کے بل گرتے ہیں رامیہ بی بی!" عائشہ بدبدو بولی تو رامیہ گویا جلتے تنور میں جا گری۔

"بہت خوب دوسروں کے دامن میں کیچڑ کے چھینٹے ڈھونڈنے سے بہتر ہے کہ تم اپنے گریبان میں جھانکو۔" رامیہ تنتنا کر بولی۔

"عائشہ تم اس کے منہ کیوں لگ رہی ہو زمانے بھر کی بدتمیز اور تیز زبان کی لڑکی ہے یہ۔" نازش اسے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی تو ان لوگوں کا شور سن کر صالحہ چچی اور اسماء تائی اندر سے برآمد ہوئیں جنہیں دیکھ کر عائشہ اور نازش اور بھی شیر ہو گئیں۔

"تائی امی! آپ اس رامیہ کو سمجھا لیں کہ یہ ہم سب سے بات مت کیا کرے، یہاں انسان رہتے ہیں اس جیسے جنگلی نہیں اگر یہاں رہنا ہے تو انسانوں کی طرح رہے ورنہ جنگل میں چلی جائے۔" عائشہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"ہاں ہاں چلی جاؤں گی مجھے بھی تم جیسے انسانوں کے درمیان رہنے کا کوئی شوق نہیں۔" وہ لفظوں کو چبا چبا کر بولی تو اسماء تائی انتہائی غضب ناک ہو گئیں۔

"کیوں اپنی ماں کی طرح چاند چڑھانے کا ارادہ ہے کیا، خبردار جو اس گھر سے جانے کا سوچا بھی ورنہ تمہارے تایا سے کہہ کر تمہاری ٹانگیں تڑوا دوں گی سمجھیں۔" وہ تلملا کر بولیں جب کہ رامیہ تائی کے منہ سے لفظ ماں سن کر یوں خاموش ہوئی جیسے کسی نے چلتی مشین کا بٹن اچانک بند کر دیا ہو وہ پھر وہاں رکی نہیں تیزی سے پلٹ کر چلی گئی جب کہ چاروں خواتین اونہہ کر کے رہ گئیں۔

"بھابی مجھے تو ذیشان کے مستقبل پر خوف آتا ہے نجانے بھائی صاحب کو کیا ہو گیا ہے کہ اس دو گز کی لمبی زبان کی لڑکی کو اپنی بہو بنانے پر بضد ہیں۔" سب سے پہلے صالحہ چچی نے زہر اگلا تھا۔

"ارے میں کیا کروں صالحہ! تم تو ان کی ضد سے واقف ہو اپنے مرتے بھائی سے وعدہ کرلیا تھا کہ اس آفت کی پرکالہ کو اپنے سر پر بٹھالیں گے اونہہ کم بخت اپنے ماں کے ایوارڈ لے کر یہ بنا بہو گی؟ بھی کہاں۔" اسماء تائی جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہوئے بولیں۔

"مگر بھابی یہ ذیشان کے ساتھ ناانصافی ہوگی یہ تو آنکھوں دیکھی مکھی نگلنے والی بات ہوئی ناں۔" صالحہ چچی تاسف سے بولیں۔

"ایک لڑکی کے دل میں اپنی بھابی کو لے کر کتنے ارمان ہوتے ہیں امی اور یہ فتنہ پھلجھڑی رامیہ...... رامیہ کیا ہماری بھابی بننے کے لائق ہے۔" نازش نے بھی زہر اگلا تھا۔

"اب میں کیا کرسکتی ہوں وہ ذیشان بھی تو دل و جان سے راضی ہے۔" اسماء تائی چڑ کر بولیں۔

"اونہہ...... اپنے پیچھے دیوانہ جو بنا رکھا ہے اس رامیہ نے ذیشان جیسے سیدھے سادھے لڑکے کو۔" عائشہ نخوت سے بولی۔

❁......❁......❁
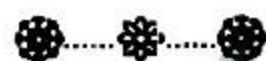
رامیہ کی آنکھوں کی سرخی اور چہرے کا تناؤ بتا رہا تھا کہ یقیناً وہ بہت ڈسٹرب ہے طوبیٰ اور عفیفہ اسے صبح سے ہی نوٹ کررہی تھیں کہ بیٹھے بیٹھے وہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھورے چلی جاتی ہے۔ سر عامر کی کلاس لے کر وہ تینوں باہر نکلیں کہ اچانک عفیفہ جوش سے بولی۔

"طوبیٰ وہ سامنے دیکھو کل والا ہیرو...... او مائی گاڈ آج تو بالکل نام کروز لگ رہا ہے۔"

"رامیہ کیا خیال ہے کینٹین نہ چلیں، مجھے لگ رہا ہے کہ آج بھی تم نہار منہ ہی کیمپس آگئی ہو۔" طوبیٰ عفیفہ کی بات نظر انداز کرکے بولی۔

"نہیں میرا موڈ نہیں ہے میں لائبریری جارہی ہوں تم لوگ کینٹین چلی جاؤ۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتی آگے بڑھ گئی تو دونوں تقریباً اس کے پیچھے بھاگیں جو تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی۔

"ارے رامیہ! سنو تو سہی۔" طوبیٰ کی عقب سے آواز آئی مگر وہ ان سنی کرکے وہاں سے نکلتی چلی گئی کہ اچانک ایک لڑکی جو کسی سے بات کرنے میں مصروف تھی فوراً پلٹی اور بے ساختہ رامیہ سے ٹکرا گئی۔ رامیہ کے ہاتھوں میں موجود کتابیں زمین بوس ہوچکی تھیں۔

"اوہ آئی ایم سوری......"

"اندھی ہو کیا یا پھر نظر کم آتا ہے محترمہ آپ کو۔" رامیہ چیخ کر بولی تو وہ لڑکی اسے ششدر کر دیکھنے لگی۔

"نجانے کہاں کہاں سے چلے آتے ہیں۔" رامیہ زمین پر بیٹھ کر کتابیں سمیٹتے ہوئے مسلسل بڑبڑا رہی تھی، بلیک جینز پر بلیک کرتے میں اسی رنگ کا اسکارف لیے اپنے تیکھے نقوش اور گورے رنگت کی بنا پر رامیہ بہت خاص لگ رہی تھی۔

"مس میں آپ کو سوری تو کہہ رہی ہوں۔" وہ لڑکی برا مانتے ہوئے بولی۔

"اس لفظ سے مجھے نفرت ہے بندہ بڑی سے بڑی خطا کردے اور پھر بول دے سوری۔" نجانے وہ کس کا غصہ کس پر نکال رہی تھی طوبیٰ اور عفیفہ اپنی جگہ شرمندہ سی کھڑی تھیں۔ عافین علی شاہ کو مزید اس لڑکی کی بدتمیزی برداشت نہیں ہوئی تو وہ اس معاملے میں کود ہی پڑا۔

"آپ تو کافی بدتمیز لڑکی ہیں میری فرینڈ آپ کو سوری کہہ رہی ہے اور الٹا آپ مسلسل ان کی بے عزتی کررہی ہیں۔" وہ ٹھنڈے مگر تیکھے لہجے میں بولا تو رامیہ نے عافین کی جانب بغور دیکھا۔

"اوہ تو آپ ان کے حمایتی ہیں یا پھر بہت بڑے ہمدرد۔" رامیہ اتنی بدتمیزی سے بولی کہ مارے طیش کے عافین کی کنپٹیاں جھنجنا اٹھیں۔

"لگتا ہے آپ کو کسی نے میز نہیں سکھائے، مجھے یقین نہیں کہ اس یونیورسٹی میں آپ جیسے لوگ بھی پڑھتے ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا مسٹر! آپ جیسے لوگ......" عافین کے یہ الفاظ سن کر رامیہ جیسے بالکل ہی آؤٹ آف کنٹرول ہوگئی آہستہ آہستہ ادھر اُدھر کھڑے اسٹوڈنٹس

بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"رامیہ پلیز کول ڈاؤن' چلو یہاں سے پلیز۔" طوبیٰ اس کا بازو تھام کر لجاجت سے بولی مگر رامیہ نے تو جیسے طوبیٰ کی بات سنی ہی نہیں تھی۔

"تم ہوتے کون ہو مجھ پر انگلی اٹھانے والے کیا سمجھتے ہو ہاں بولو آخر تمہیں ہمت کیسے ہوئی میرے کردار......"

"رامیہ خدا کے واسطے یہاں سے چلو۔" طوبیٰ تیزی سے اس کی بات کاٹ کر رامیہ سے بھی اونچی آواز میں بولی۔

"مس! اپنی فرینڈ کو یہاں سے لے جایئے اور کسی اچھے سائیکائٹرسٹ کو دکھایئے۔" عافین علی شاہ استہزائیہ آمیز لہجے میں بولا تو طوبیٰ تقریباً اسے گھسیٹتی ہوئی وہاں سے لائبریری کے عقب کے نسبتاً ویران گوشے میں لے آئی وہ دھپ سے زمین پر بیٹھ گئی تو طوبیٰ نے اسے تشویش بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا رامیہ!"

"مجھے کیا ہونا ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔

"رامیہ! تمہیں ہو کیا گیا تھا' کیوں خوامخواہ اس لڑکے سے الجھ گئی تھیں۔" عفیفہ نے استفسار کیا تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"وہ لڑکا میری ذات کی دھجیاں اڑا رہا تھا اور تم کہہ رہی ہو کہ میں اس گھٹیا انسان سے الجھ رہی تھی۔"

"رامیہ اس نے تمہاری ذات پر انگلی نہیں اٹھائی تھی وہ تو یہ کہہ رہا تھا کہ......"

"بس طوبیٰ اس کمینے کی طرف داری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" رامیہ نے تلملا کر طوبیٰ کی بات کاٹی۔

"جس کا جب دل چاہتا ہے میری ذات کو دو کوڑی کا کرکے چلا جاتا ہے کیوں آخر کیوں میں ہی سب کی بے سلوکیاں سہوں' طنز طعنے برداشت کروں' کیا میں عزت دار لڑکی نہیں ہوں...... بولو طوبیٰ کیا میں اچھی لڑکی نہیں ہوں' میری ہستی داغ دار ہے؟ کیا میرا دامن میلا ہے......

بولو طوبیٰ بولو......" وہ اس کا بازو جھنجوڑ کر بولی پھر اس کے گلے لگ کر اتنا بلک بلک کر روئی کہ عفیفہ اور طوبیٰ کو سنبھالنا ہی مشکل ہو گیا۔

❁......❁......❁

رات کے کھانے کی میز پر ابراہیم صاحب نے عافین کو نہ دارد پا کر انس سے استفسار کیا۔

"بیٹا! عافین کہاں ہے' کھانے پر کیوں نہیں آیا؟"

"میں ان کے کمرے میں گیا تھا پاپا! وہ کہہ رہے تھے کہ انہیں بھوک نہیں ہے۔" انس کھانے میں مصروف ہو کر بولا۔

"ارے ایسے کیسے بھوک نہیں ہے اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" مسز ابراہیم فکرمندی سے گویا ہوئیں۔

"ریلیکس مما! بھائی کہہ رہے تھے کہ شام کو انہوں نے اپنے دوست کے ساتھ کافی ہیوی اسنیکس لے لیے تھے لہٰذا بالکل بھوک نہیں ہے۔" انس ہنوز لہجے میں بولا تو ابراہیم صاحب اور مسز ابراہیم کچھ مطمئن ہو گئے۔

عافین اپنے کمرے میں بڑی بے چینی سے چکر لگا رہا تھا بار بار نگاہوں کی اسکرین پر اس ہی لڑکی کا چہرہ سامنے آ رہا تھا' عافین کو اس لڑکی کے رویے سے اپنی بے پناہ بے عزتی محسوس ہو رہی تھی جب اس کی سہیلی اسے وہاں سے لے گئی تھی تو کتنے ہی چہروں نے آنکھوں میں معنی خیز مسکراہٹ لیے اس تماشے کی وجہ پوچھی تھی وہ اور اس کی دوست سناشہ کتنے شرمندہ ہو رہے تھے۔

"آخر کیا سمجھ کر اس جنگلی لڑکی نے مجھ سے اتنی بدتمیزی کی' میری توجہ حاصل کرنے کے لیے یا پھر کوئی اور وجہ ہے۔" عافین تھک کر صوفے پر بیٹھ کر خود سے بولا پھر انتہائی سنگ کر خود سے گویا ہوا۔

"وجہ جو بھی ہو تمہیں مجھ سے اپنے سلوک کی معافی مانگنی ہوگی' تم ابھی عافین علی شاہ سے واقف نہیں ہو۔" پھر اٹھ کر باتھ لینے کی غرض سے واش روم میں چلا گیا۔

❁......❁......❁

رامیہ چائے کی طلب میں کچن میں آئی تو وہاں مٹھائی کے ٹوکروں کو دیکھ کر ایک پل کو ٹھٹکی پھر سر جھٹک کر چولہے

پر چائے کا پانی رکھا اور وہیں رکھی کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گئی جب ہی انتہائی عجلت میں نائمہ اندر آئی' انتہائی نک سک سے تیار وہ اسے بھرپور انداز میں نظر انداز کرکے فریج میں سے کچھ نکالنے لگی پھر جاتے جاتے پلٹ کر اسے دیکھ کر اپنے مخصوص لہجے میں بولی۔

"تم پلیز اس حلیے میں ڈرائنگ روم میں مت آجانا' نازش کے سسرال والے بہت مہذب اور سلیقے کے لوگ ہیں۔" یہ کہہ کر وہ جھپاک سے باہر نکل گئی جبکہ رامیہ کے اندر آگ سی لگ گئی۔

"اونہہ...... میں کون سا شوق میں مری جارہی ہوں۔" وہ جل کر خود سے بولی پھر چائے کا کپ تیار کرکے خاموشی سے چھت پر آگئی۔ شفاف نیلگوں آسمان پر اجلا چاند اور افشاں کی مانند بکھرے ستارے ماحول کو سحر انگیز بنارہے تھے' ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا اس پل بہت بھلی معلوم ہورہی تھی' یہاں آکر رامیہ کے اعصاب کو یک گونہ سکون محسوس ہوا' وہ گہری گہری سانسیں لے کر تازہ ہوا اپنے اندر اتارنے لگی جب ہی ذیشان دبے پاؤں اس کے برابر میں آن کھڑا ہوا۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو نیچے نازش کی سسرال والے اس کا منہ میٹھا کرنے آئے ہیں اور کھانا بھی آگیا ہے' چلو نیچے آؤ۔" ذیشان نرمی سے بولا تو رامیہ ایک گہری سانس کھینچ کر رہ گئی۔

"وہاں کسی کو میری ضرورت نہیں ہے اور نہ مجھے ان سب کے پاس بیٹھنے کی عادت ہے۔" وہ آہستگی سے جذبات سے عاری لہجے میں بولی تو ذیشان اسے چند ثانیے دیکھتا رہ گیا۔

"ذیشان! کیا تم میری ایک بات مانو گے؟" رامیہ کسی سوچ میں غلطاں ہوکر بولی' ذیشان نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ "یہ بندھن توڑ دو' یہ منگنی ختم کردو ذیشان۔"

"کیا...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو رامیہ! تم جانتی ہو کہ یہ منگنی چچا کی خواہش پر ہوئی تھی اور یہ بات تم کیسے سوچ سکتی ہو' اپنے مرحوم باپ کا جوڑا رشتہ توڑنے پر کیوں آمادہ ہو۔" ذیشان پریشانی سے بولا۔

"ابو تو خود زندگی سے ناطہ توڑ گئے مگر مجھے اس برزخ میں جلنے کے لیے چھوڑ دیا۔ انہوں نے کبھی میرے بارے میں نہیں سوچا' ہمیشہ میرے ساتھ ناانصافی کی اور آخری وقت میں بھی مجھے وہ اس خاندان سے نتھی کرگئے۔" رامیہ زخمی لہجے میں بولی تو ذیشان نے اسے پریشان کن نگاہوں سے دیکھا۔

"رامیہ تم اس وقت بہت ڈسٹرب ہو' ہم کسی اور موضوع پر بات کرتے ہیں۔" ذیشان ہلکے پھلکے انداز میں ماحول کے تناؤ کو کم کرنے کی غرض سے بولا۔

"تم نیچے جاؤ ذیشان! اس وقت وہاں سب کو تمہاری ضرورت ہوگی مگر میں یہ بات اپنے پورے ہوش و حواس میں کہہ رہی ہوں۔" رامیہ انتہائی سنجیدگی سے بولی تو ذیشان نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

"رامیہ اب تم مجھے ڈسٹرب کررہی ہو۔"

"ہم پھر بات کریں گے ذیشان! اس وقت پلیز نیچے جاؤ ورنہ یہاں کوئی آجائے گا تو مجھے ہی معتوب ٹھہرائے گا۔" رامیہ اس وقت درست کہہ رہی تھی ناچار ذیشان رامیہ پر ایک نگاہ ڈال کر تھکے تھکے قدموں سے مڑ گیا تو چپکے سے اس کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

"مجھے معلوم ہے ذیشان! تمہیں میری بات سے بہت دکھ پہنچا ہے مگر یہی ہمارے لیے بہتر ہے۔" وہ خود سے بولی تھی۔

❁......❁......❁

کیمپس میں آج خوب رونق لگی ہوئی تھی' فائنل ائر والے نئے آنے والے سٹوڈنٹس کو ویلکم پارٹی دے رہے تھے۔ رنگ و نور کا جیسے سیلاب امڈ رہا تھا' بے فکرے مسکراتے چہرے ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ کیمپس آکر اسے یاد آیا کہ آج پارٹی ہے لہٰذا کلاسز نہیں ہوں گی۔ طوبیٰ اور عفیفہ اسے مخصوص حلیے میں دیکھ کر چلا ہی پڑیں۔

"خدا کو مانو رامیہ! یہ کیا تم سر جھاڑ منہ پھاڑ کیمپس

آ گئیں! ارے آج کے دن تو ڈھنگ سے کپڑے پہن لیتیں۔" طوبیٰ بے حد بُرا مان کر بولی۔

"اگر مجھے یاد آ جاتا کہ آج کلاسز نہیں ہوں گی تو میں آتی ہی نہیں۔" وہ خود بھی بہت بے زار دکھائی دے رہی تھی۔

"اچھا تمہارے کپڑے اب اتنے بُرے بھی نہیں لگ رہے، میرے پاس میک اپ کٹ اور لپ اسٹک ہے بس تم اپنا چہرہ درست کرلو۔" عفیفہ جلدی سے بولی کہ مبادا رامیہ واپس ہی نہ چلتی بنے۔

"مجھے ان چیزوں سے قطعی دلچسپی نہیں ہے، میں لائبریری جارہی ہوں۔" گھر کا مکدر ماحول اسے گھٹن میں مبتلا رکھتا تھا کیمپس آ کر ہی اسے کچھ سکون میسر آتی تھی، وہ واپس گھر نہیں جانا چاہتی تھی۔

"پلیز رامیہ! یہ فنکشن اٹینڈ کرلو نا، دیکھو نا سب آڈیٹوریم میں جارہے ہیں۔" طوبیٰ اس کا بازو تھام کر لجاجت سے بولی جو کاسنی اور آف وائٹ رنگ کے امتزاج کے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی جب کہ عفیفہ نیلے اور اورنج رنگ کے سوٹ میں بہت پُرکشش دکھائی دے رہی تھی۔

"تم دونوں اٹینڈ کرلو، میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔" رامیہ ہنوز لہجے میں بولی تو دونوں باقاعدہ منتوں پر اتر آئیں تو ناچار وہ جانے کو رضامند ہوئی جوں ہی رامیہ نے آڈیٹوریم میں قدم رکھا نتاشہ سے باتوں میں مصروف عافین نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پھر انتہائی ناگواری سے رخ دوسری طرف موڑ لیا۔

فنکشن شروع ہوچکا تھا عفیفہ اور طوبیٰ بہت ایکسائیٹڈ ہورہی تھیں، فنکشن کافی دلچسپ تھا مگر رامیہ کافی بوریت محسوس کررہی تھی، وہ سیٹ سے اٹھی تو دونوں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"واش روم جارہی ہوں یار!" رامیہ جھنجلا کر بولی پھر بیگ اٹھا کر آڈیٹوریم سے باہر نکل آئی۔ کیمپس میں اس پل بالکل سناٹا تھا سب فنکشن اٹینڈ کررہے تھے وہ اپنی سوچوں میں گم چلی جارہی تھی جب اچانک ہی وہ سامنے آ گیا اگر رامیہ بروقت اپنے پیروں پر بریک نہ لگاتی تو زور سے اس کے کشادہ سینے سے ٹکرا جاتی۔ بلو جینز پر قیمتی وائٹ شرٹ پہنے وہ اسے سخت بُرا لگا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" وہ چلا کر بولی۔

"محترمہ یہ کیا آپ ہر وقت بدتمیزی بدتمیزی کی رٹ لگائے رکھتی ہیں، ابھی تو میں نے آپ سے کوئی بدتمیزی کی ہی نہیں۔ بہت مہذب طریقے سے بات کررہا ہوں اور آپ کے لیے بھی بہتر ہے کہ آپ بھی میری بات مان جائیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کون سی بات مان جاؤں؟" رامیہ نے حیرت سے اپنی پوری آنکھیں کھول کر استفسار کیا۔ عافین علی شاہ پہلے تو ایک پل کو ٹھٹکا پھر اپنے سابقہ انداز میں بولا۔

"اس دن کیمپس میں آپ نے جو بنا ٹکٹ کے سب کو تماشہ دکھایا تھا اس کے لیے آپ مجھے سوری بولیے۔"

"کیا...... میں کیوں سوری بولوں آپ کو؟" رامیہ انتہائی ناگواری سے بولی۔

"دیکھیے میں اس وقت بہت شرافت سے آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ مجھے سوری بولیے ورنہ......؟"

"ورنہ......" وہ شدید طیش میں آ کر بولی۔ "ورنہ کیا...... مجھے قتل کردیں گے آپ، ارے آپ کہاں کے خدائی فوجدار ہیں، ہٹیے میرے راستے سے۔"

"رامیہ امان خان! آپ شاید مجھے جانتی نہیں میں اپنی ضد کا بہت پکا ہوں۔"

"اور شاید آپ مجھے نہیں جانتے کہ میں کیا ہوں۔" وہ عافین کی بات پر تیزی سے بولی تو عافین انتہائی بے پروائی سے شانے اچکا کر بولا۔

"مجھے آپ کے بارے میں جاننے کی کوئی چاہت نہیں ہے بلکہ آپ جیسی معمولی لڑکی کو تو میں دو منٹ بھی نہیں دیتا۔"

"اور میں آپ جیسے لڑکوں کو ایک منٹ بھی نہیں دیتی۔" وہ اس کے تھوڑا قریب آ کر انتہائی دلیری سے اس کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تو عافین اس کے اس انداز پر حیران رہ گیا' جواب اطمینان سے پلٹ کر کیمپس کے باہر والے راستے کی جانب انتہائی خوداعتمادی سے قدم بڑھا رہی تھی۔

"دیکھ لوں گا میں تمہیں رامیہ امان خان!" وہ جیسے پھنکارا تھا۔

رامیہ کیمپس سے باہر نکلی ہی تھی کہ پاس سے گزرتی بائیک آگے چل کر بڑے زور سے پھسلی تھی اور اس پر سوار لڑکا لڑھکتا ہوا بالکل رامیہ کے سامنے گرا تھا شومئی قسمت اس وقت سڑک پر اکا دکا ہی لوگ تھے جو اس جگہ سے کافی دور تھے' رامیہ کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی' وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اس لڑکے کے پاس پہنچی پھر اسے کراہتے دیکھ کر اس نے اطمینان کی سانس لی۔

"یہ تم بائیک کو کیا ہوائی جہاز سمجھ کر اڑانا چاہ رہے تھے' اب گر گئے نا' کیوں مزا آیا؟" وہ چڑ کر بولی تو ہیلمٹ کے اندر سے نحیف سی آواز برآمد ہوئی۔

"میم آپ پلیز مجھے بعد میں ڈانٹ لیجیے گا پہلے یہ تربوز میرا مطلب ہے یہ ہیلمٹ اتار دیجیے' میری کہنی میں بہت درد ہو رہا ہے۔" یہ سن کر رامیہ جلدی سے سڑک پر گھٹنوں کے بل بیٹھی اور سہولت سے ہیلمٹ اتار لیا' اکیس بائیس سال کا نوعمر لڑکا اس پل کافی تکلیف کا شکار تھا۔

"زیادہ درد ہو رہا ہے تمہیں' دکھاؤ کہاں لگی؟" رامیہ اب باقاعدہ اس کے زخموں کا معائنہ کر رہی تھی' اسی اثناء میں کچھ اور اسٹوڈنٹس بھی وہاں آ گئے تھے۔ بازو اور کہنی سے خون نکل رہا تھا جب کہ گھٹنے کی طرف سے اس کی جینز بھی پھٹ گئی تھی پھر دو لڑکوں کی مدد سے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ہمت کر کے دوبارہ بائیک سنبھال لی' اسٹوڈنٹس اس کے اطمینان دلانے پر چلے گئے تھے جب کہ رامیہ اب بھی وہیں کھڑی تھی۔

"تم ایسی حالت میں بائیک کیسے چلاؤ گے؟" رامیہ فکر مندی سے بولی تو انس مسکرا دیا۔

"ڈونٹ وری میم! میں چلا لوں گا آپ کا بہت بہت شکریہ۔" انس نرمی سے بولا تو رامیہ مسکرا دی۔

"انس او کے مگر ذرا دھیان سے چلانا او کے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" انس شوخی سے بولا تو رامیہ بھی ہنس دی پھر انس اسے خدا حافظ کہہ کر بائیک لے گیا تو رامیہ نے بے ساختہ اس کے خیریت سے پہنچ جانے کی دعا کر ڈالی۔

❀....❀....❀

"اب تم بالکل بھی بائیک کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے سمجھے' میں تو پہلے ہی خلاف تھی۔" مسز ابراہیم انس کو دودھ کا گلاس تھماتے محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولیں جو یونیورسٹی سے سیدھا کلینک جا کر خود ہی بینڈیج کروا آیا تھا۔

"مما میری غلطی نہیں تھی وہ سڑک پر آئل پڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے بائیک سلپ ہوگئی۔" وہ دودھ کا گلاس منہ تک لے جاتے ہوئے بولا تو مسز ابراہیم مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"میں جانتی ہوں بیٹا سب یہی کہتے ہیں مگر یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ اب تم بائیک بالکل استعمال نہیں کرو گے۔"

"مما......" انس روٹھے پن سے بولا مگر مسز ابراہیم پیار سے اس کے بال بگاڑ کر اس کے بیڈ سے اٹھ گئیں وہ جونہی بستر پر سیدھا ہو کر لیٹا پریشان سا عافین کمرے میں داخل ہوا۔

"انس حد ہوتی ہے بے پروائی کی' تم مجھے کال نہیں کر سکتے تھے کہ آخر میں وہیں تو موجود تھا۔" وہ اس کی پیشانی کا جائزہ لیتے ہوئے بولا جس پر بینڈیج کی گئی تھی۔

"ریلیکس بھائی میں ٹھیک ہوں اور ویسے بھائی یونیورسٹی میں ایک بہت پیاری سی میم نے میری مدد کی' پہلے تو انہوں نے ڈانٹا پھر اتنے خلوص سے آ کر مجھے اٹھایا۔" انس جیسے تصور میں رامیہ کو دیکھتے ہوئے کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا تو عافین نے چونک کر اسے بغور دیکھا اور اس کے

بالکل سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہوں تو تم کافی متاثر ہوان میم سے۔"

"واقعی بھائی وہ مجھے بہت اچھی لگیں' بہت خاص اور سب سے منفرد۔" وہ ہنوز لہجے میں بولا تو عافین نے سینے پر بازو باندھ کر اسے مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"اچھا آپ کی اس منفرد خاص اور بہت اچھی میم کا نام کیا ہے؟"

"اوہ...... میں نے تو ان سے نام ہی نہیں پوچھا۔" وہ چونک کر خود کو سرزنش کرتے ہوئے بولا۔

"چلو چھوٹے بھائی دوبارہ ملے تو پوچھ لینا' اب تم آرام کرو سمجھے۔" عافین نرمی سے بولا تو انس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

وہ کلاس لے کر نکلی تو سامنے کیمپس کے لان میں سنگی بنچ پر بیٹھے ذیشان کو اپنا منتظر پایا وہ اس کو یہاں دیکھ کر کچھ حیران ہوئی پھر طوبیٰ اور عفیفہ سے ایکسکیوز کر کے وہ اس کی جانب آ گئی اسے دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

"تم یہاں...... سب خیریت تو ہے ناں۔"

"ہوں سب ٹھیک ہے' دراصل گھر میں تم سے بات کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا' دراصل رامیہ میں اس دن سے تمہاری بات سے بہت الجھا ہوا ہوں۔" ذیشان واقعی اس پل بہت پریشان لگ رہا تھا' رامیہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی جب کہ کیمپس میں داخل ہوتے ہی عافین کی نگاہیں سب سے پہلے رامیہ اور ذیشان کی جانب اٹھی تھیں۔ رامیہ ذیشان کو لے کر کیمپس کے گراؤنڈ کے ایک کونے میں آ گئی اور پھر زمین پر ہی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ ذیشان بھی اس کے سامنے دھپ سے بیٹھ گیا تو رامیہ نے اسے پُرسوچ نظروں سے دیکھا۔

"دیکھو ذیشان! میں اس دن تمہیں یہ صرف بتانا ہی نہیں بلکہ سمجھانا چاہتی تھی کہ......" وہ پل کی پل رکی پھر تیزی سے بولی۔ "ہم دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مستقبل نہیں ہے' اسماء تائی مجھے کبھی اپنی بہو کے روپ میں قبول نہیں کریں گی۔ مجھے کبھی وہ مقام و مرتبہ اس گھر میں نہیں ملے گا جس کی میں مستحق ہوں' آج یہ لوگ اس گھر کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے مجھے ہمہ وقت رسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بہو بن کر تو وہ مجھے......" اتنا کہہ کر وہ جملہ ادھورا چھوڑ گئی پھر اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"ذیشان میرے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی بھی جہنم سے بدتر ہو جائے گی' میں جب اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤں گی تو پہلی فرصت میں اس گھر سے چلی جاؤں گی میں اس رشتے میں بندھ کر ہمیشہ ان لوگوں کے سامنے ذلیل و حقیر بن کر ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔" وہ قطعیت سے بولی تو ذیشان فوراً بولا۔

"ہم باہر سیٹ ہو جائیں گے رامیہ! اس گھر سے دور چلے جائیں گے۔"

"میں خود غرض لڑکی نہیں ہوں ذیشان! تم اسماء تائی کے اکلوتے بیٹے اور نائمہ' تارش کے واحد بھائی ہو اور پھر ایک ناپسندیدہ بہو اور بھابی بننا مجھے قطعاً گوارا نہیں ہے۔"

"تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے رامیہ!" ذیشان اس کی بات پر پُرسوچ انداز میں استفسار کر رہا تھا' رامیہ کی بات سے وہ سو فیصد اتفاق کر رہا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اس کے گھر والوں کے لیے رامیہ کی ذات انتہائی ناپسندیدہ تھی' وہ اس گھر میں رہ کر بھی خوش اور پُرسکون زندگی نہیں گزار سکتی تھی اور ذیشان کو ہر قیمت پر اپنی اس پیاری سی کزن کی خوشیاں عزیز تھیں۔

"ٹھیک ہے رامیہ! مجھے تمہارا فیصلہ منظور ہے مگر تم خود کو اکیلا مت سمجھنا میں ہمیشہ ایک دوست کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گا۔" ذیشان تھکے تھکے انداز میں بولا تو رامیہ نے بے ساختہ اس کی جانب دیکھا۔

"تم نے میری بات سمجھ کر اسے مانتے ہوئے واقعی ایک اچھے دوست کا کردار ادا کیا ہے' میں تمہاری شکر گزار ہوں ذیشان!" وہ ممنون آمیز لہجے میں بولی تو ذیشان

دھیرے سے مسکرا دیا۔

"اب تمہیں میرے لیے دعا کرنی ہے کہ اللہ مجھے تمہاری جیسی لڑکی دلوادے۔"

"مجھ سے بھی اچھی لڑکی ذیشان اور دیکھ لینا کہ تمہیں دنیا کی سب سے پیاری لڑکی ملے گی کیوں کہ تم خود بہت اچھے ہو۔" وہ پُرخلوص لہجے میں پوری سچائی سے بولی تو ذیشان ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

❁......❁......❁

بدلتے موسم نے ماحول کو خاصا خوش گوار بنا دیا تھا جاتی گرمیوں اور زم ہوتیکسی سردیوں کی چاپ نے جہاں گرمی کی شدت کو ختم کیا وہاں پھولوں کی منڈیر پر اداسی و خاموشی کے پرندے اپنے پر پھیلا کر بیٹھ گئے۔ مسز ابراہیم اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی لان میں لگے مرجھائے پھولوں اور ٹوٹے پتوں کو بغور دیکھ رہی تھیں جب ہی ابراہیم صاحب کمرے میں داخل ہوئے مگر کسی گہری سوچ میں گم مسز ابراہیم کو ان کی آمد کا علم نہیں ہوا چند ثانیے ابراہیم صاحب نے اپنی وفا شعار بیوی کی طرف دیکھا پھر آہستگی سے قدم بڑھا کر چپکے سے ان کے پہلو میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ یہ موسم ہمیشہ ان کی عزیز از جان شریک حیات کے لیے اداسی کی سوغات لے کر آتا تھا جبکہ ابراہیم صاحب انہیں ایک پل کے لیے بھی مضمحل و شکستہ حال دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

"آج آپ پھر اداس ہیں۔" بالکل قریب سے ابراہیم صاحب کی آواز ابھری تو انہوں نے چونک کر گردن موڑ کر دیکھا پھر جلدی سے آنکھوں کے کنارے پر اٹکے موتیوں کو اپنی انگلیوں سے غائب کر ڈالا۔

"ہوں...... کچھ خاص نہیں۔" وہ مختصراً بولیں مگر ہنوز کھڑکی کے باہر کا منظر دیکھتی رہیں۔

"ہمیں لندن سے آئے تقریباً ایک سال ہو گیا ہے اور آپ نے ایک مرتبہ بھی اس سے ملنے کی خواہش ظاہر نہیں کی اسے ڈھونڈنے کی تمنا نہیں کی۔" ابراہیم صاحب سنجیدگی سے بولے تو مسز ابراہیم نے انہیں شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ سب جانتے ہیں ابراہیم! اس شہر میں شاید وہ بھی سانس لیتی ہو اس کے وجود کی مہک مجھے ان ہواؤں میں محسوس ہوتی ہے اس شہر کے ماحول میں اس کے لمس کا گداز پن میرے دل میں جلتے الاؤ پر پھوار سا برسا دیتا ہے۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولیں تو ابراہیم صاحب قدرے ناراضگی سے بولے۔

"تو خود پر اتنے پہرے کیوں بٹھائے ہوئے ہیں شمع اس بات کو بائیس سال ہو گئے ہیں اب تو بہت کچھ بدل گیا ہوگا بائیس سال کسی کو بدلنے کے لیے کافی نہیں ہوتے آپ کیوں اس نام نہاد قسم کی بنا پر خود پر اتنا ظلم کر رہی ہیں۔"

"آپ شاید اسے جانتے نہیں ابراہیم! بائیس سال تو کیا وہ چالیس سال میں بھی بدلنے والا نہیں اپنی زبان کی خاطر جان دینے والا جو کہہ دیا وہ کر دکھانے والا میں خود پر تو ظلم کر سکتی ہوں مگر اس پر نہیں۔" کہتے کہتے انہوں نے کھڑکی کی گرل سے سر ٹکا دیا تو ابراہیم صاحب اس پل خود کو انتہائی بے بس محسوس کر کے انہیں محض دیکھ کر رہ گئے۔

❁......❁......❁

"عافین یہ لڑکی مجھے نفسیاتی لگتی ہے بس یہ دو لڑکیاں اس کے ساتھ رہتی ہیں ورنہ پوری کلاس سے بالکل الگ تھلگ رہتی ہے البتہ سنا ہے ہر سمسٹر میں پوزیشن لاتی ہے۔" عافین اور نتاشہ کینٹین ٹیریا کے خوش گوار ماحول میں بیٹھے چائے اور سموسوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب ہی رامیہ اپنی سہیلیوں کے ہمراہ وہاں آن پہنچی تھی۔ بلیک ٹراوزر پر نیوی بلو لانگ شرٹ پر بلیک اسکارف میں وہ ہمیشہ کی طرح دنیا سے بے زار نظر آئی جب کہ حسب معمول اس کی دونوں سہیلیاں خاصی چہک رہی تھیں۔ عافین رامیہ کو دیکھ کر نجانے کیوں سلگنے لگا تھا۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو نتاشہ! ایسی لڑکیاں محض دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے یہ فضول کی نوٹنکیاں کرتی پھرتی ہیں۔" وہ جیسے انگارے نگلتے ہوئے بولا کہ

freedom to live happily!
Freedom®
Sofe Soft
KNACK
A-17/B, S.I.T.E. Karachi-75700, Pakistan. Ph. 2560911-13, Fax # (92-21) 2562570 2560911

اسی دوران نجانے کہاں سے انس اس کی میز پر بے تابی سے آیا جسے دیکھ کر رامیہ تو پہلے چونکی پھر دھیرے سے مسکرادی۔ اتنی دلکش مسکراہٹ جیسے گھنگھور گھٹاؤں کے چھٹنے کے بعد سورج کی پہلی کرن اپنا جلوہ دکھاتی ہے وہ رامیہ کو مسکراتے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا' کیفے میں شور اور میز فاصلے پر ہونے کی بدولت وہ ان کی باتیں سن نہیں پا رہا تھا مگر لگ رہا تھا کہ وہ انس کی باتوں سے کافی محظوظ ہو رہی ہے۔ جب اس کی سہیلیاں ہاتھوں میں مختلف اسنیکس لیے میز پر آئیں تو انس صاحب کی باچھیں کانوں تک جا پہنچیں پھر چاروں نے مل کر چائے کے ساتھ دیگر لوازمات اڑائے اور اس تمام وقت میں رامیہ کے چہرے پر ایک خوش گوار رنگ چھایا رہا جو بہت دلکش اور انوکھا لگ رہا تھا۔ ثناشہ کے ساتھ کرسی سے اٹھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر بغور ان لوگوں کو دیکھا جو ہنوز خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

رامیہ کیمپس سے گھر آئی تو غیر معمولی سناٹے اور پُراسرار خاموشی نے اس کا استقبال کیا ابھی وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی کہ نائمہ اور صالحہ چچی کے رونے کی آوازوں نے اسے اچھا خاصا بوکھلا دیا۔ وہ سرعت سے بیگ بستر پر رکھ کر باہر کی جانب لپکی نائمہ چچی سے لپٹی دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔

''کیا ہوا سب خیریت تو ہے نا؟'' رامیہ بے تحاشا گھبرا کر صالحہ چچی سے بولی مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''چچی! ابو ہمیں چھوڑ کر کیسے جاسکتے ہیں؟'' نائمہ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر رامیہ جیسے ساکت سی رہ گئی بے ساختہ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

''اوہ تو تایا ابو یہ دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔'' رامیہ کے اندر سے کوئی بولا اس پل اس کے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے اسے آج تک ایسا لمحہ یاد نہیں تھا کہ کبھی انہوں نے اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا یا پھر عائشہ کی طرح اسے پیار کیا' ہمیشہ اسے دیکھ کر ان کی تیوریوں میں بل پڑ جاتے تھے۔

''ہاں یہ ہے زندگی کا فلسفہ' ساری زندگی انسان رعونت و زعم میں مبتلا ہو کر دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے اس سے بدسلوکی کرتا ہے اور پھر ایک دن دوسروں کے کندھوں پر سوار ہو کر منوں مٹی تلے غائب ہو جاتا ہے اور پھر قصہ پارینہ ہو جاتا ہے۔'' رامیہ سوچتی چلی گئی۔

❁......❁......❁

سوئم کے بعد مہمانوں نے اپنے گھر کی راہ لی' دنیا کسی کے چلے جانے سے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکتی۔ دوسرے دن سب اپنی اپنی مصروفیات میں مگن ہو گئے وہ بھی آج دو دن بعد کیمپس آئی تھی مگر جلد ہی گھر آ گئی تھی' آج اس کا دل کچھ گھبرا رہا تھا اور اس کی گھبراہٹ کی وجہ بھی سامنے آ گئی تھی' اسماء تائی نے تمام گھر والوں کے سامنے ذیشان اور رامیہ کی منگنی توڑنے کا اعلان کر دیا تھا' منگنی تو وہ پہلے ہی ختم کر چکی تھی مگر اسماء تائی نے اس کی ماں کی ذات کے جو بخیے ادھیڑے تھے رامیہ کو ایسا لگ رہا تھا کہ ان کے جملوں سے اس کی خود کی کھال گوشت سے الگ ہو رہی ہو۔ وہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر چلا اٹھی۔

''بس کیجیے تائی امی! کچھ اللہ کا خوف کیجیے وہ سب دیکھ رہا ہے' مت لگائیے میری پاک دامن ماں پر تہمت...... میری زندگی برباد کر کے میری ماں مجھ سے چھین کر اب بھی آپ کے دل کو سکون نہیں ملا۔'' وہ چلا کر بولی۔

''اونہہ' تمہاری ماں پاک دامن تھی...... ارے پوری رات وہ گھر سے غائب تھی' تمہارے باپ کو بھی پسند کیا اس نے' ہمیشہ اپنے حسن پر نازاں رہتی تھی وہ حسن پرست عورت......'' تائی اسماء جاہل عورتوں کی طرح بولیں۔

''تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جاتی ناں کم از کم ہماری جان تو چھوٹ جاتی۔'' صالحہ چچی نے بھی زہر اگلا۔

''ارے سارا دن اور ساری رات وہ گھر سے باہر رہی' اچھا کیا اس نے جو کھڑے کھڑے اسے طلاق دے دی' ارے غیرت مند جو تھا۔'' تائی اسماء ہنوز لہجے میں بولیں تو اس پل رامیہ کو لگا جیسے اس کا دل بند ہو جائے گا' دونوں ہونٹ آپس میں یوں پیوست ہوئے جیسے اب کبھی حرکت

نہیں کر سکیں گے۔ وہ قالین پر بیٹھتی چلی گئی' اسی دم ذیشان اور چچا لاؤنج میں داخل ہوئے تھے' رامیہ کی دگرگوں حالت دیکھ کر ذیشان جیسے تڑپ اٹھا تھا۔ صالحہ چچی کی زبان ابھی بھی چل رہی تھی۔

"خدا کے واسطے آپ لوگ بس کریں' کیوں اس لڑکی کو چین سے جینے نہیں دیتے' آخر قصور کیا ہے اس کا۔" ذیشان چیخ کر بولا تو تائی اسماء بُری طرح تڑخ گئیں۔

"تمہیں اس کی وکالت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' تمہیں میں نے تیرا رشتہ اس کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔"

"اونہہ..... آپ کے رشتہ ختم کرنے سے پہلے ہی رامیہ نے میرے ساتھ منگنی توڑ دی ہے۔" ذیشان استہزائیہ لہجے میں بولا تو نائمہ' نازش اور عائشہ کے ساتھ ساتھ تائی اسماء اور صالحہ چچی بھی خاصی حیران ہوئیں۔

"تم بالکل ٹھیک کہتی تھیں رامیہ! یہ لوگ تمہیں کبھی چین وسکون سے جینے نہیں دیں گے' اچھا ہوا جو تم نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا' اس گھر سے باہر جا کر ہی تمہیں تمہاری خوشیاں ملیں گی۔" ذیشان اپنی ماں' چچی کو طنز سے دیکھتا ہوا رامیہ سے نرمی سے گویا ہوا جو گم صم سی قالین پر دوزانو بیٹھی تھی۔

"اچھا' یہ لڑکی گھر سے باہر کہاں جائے گی' جہاں اس کی خوشیاں اس کی منتظر ہیں؟" تائی اسماء استہزائیہ لہجے میں بولیں مگر ذیشان ان کا سوال نظر انداز کر گیا اور رامیہ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"رامیہ چلو اٹھو اور اپنا سامان پیک کرو' میں آج ہی تمہیں گرلز ہوسٹل چھوڑ آتا ہوں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو ذیشان! رامیہ گرلز ہوسٹل میں کیوں رہے گی؟" اعتصام چچا نے پہلی بار لب کشائی کی مگر پھر بیوی کے گھورنے پر یک دم خاموش ہو گئے' صالحہ بیگم کے مضبوط میکے اپنے بزنس میں ساجھوں کے شیئرز اور صالحہ کی زبان کے سامنے وہ منمنا بھی نہیں سکتے تھے' ذیشان نے ایک نگاہ چچا کو دیکھا جو اپنی بات کہہ کر اب بغلیں جھانک رہے تھے وہ طنزاً مسکرا دیا پھر رامیہ کے اٹھنے کے بعد اس کے پیچھے چل دیا۔

❁......❁......❁

مسز ابراہیم کا بی پی خطرناک حد تک شوٹ کر گیا تھا' ابراہیم صاحب اور عافین کے تو گویا ہاتھ پیر پھول گئے تھے' انس تو باقاعدہ رو رہا تھا' انہیں فوری طور پر اسپتال میں داخل کر دیا تھا' ورنہ کوئی بڑا حادثہ رونما ہو جاتا۔ ڈاکٹرز نے کافی سنبھال لیا تھا مگر انہیں مکمل آرام اور پرسکون ذہن رکھنے کی سختی سے ہدایت کی تھی۔ عافین' انس اور ابراہیم صاحب تینوں اس وقت پرائیوٹ روم میں موجود تھے' مسز ابراہیم اب بہتر تھیں مگر کافی کمزوری محسوس کر رہی تھیں' عافین انہیں سیب کاٹ کاٹ کر زبردستی کھلا رہا تھا۔

"پتا ہے مما انس بالکل بچوں کی طرح رو رہا تھا۔" عافین انس کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا تو انس' مسز ابراہیم کے کندھے پر سر رکھ کر منہ بسورنے لگا۔

"ہاں یہ بچہ ہی تو ہے چھوٹا سا۔" مسز ابراہیم اس کو خود سے لگاتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔

"خدا کے واسطے مما! میں بچہ نہیں ہوں' یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ ہوں۔" وہ منہ پھلا کر برا مانتے ہوئے بولا۔

"اب دیکھو تمہارے لاڈلے نے کیسے منہ بنا لیا ہے' بالکل لڑکیوں کی طرح۔" ابراہیم صاحب انس کو دیکھ کر ہنس کر بولے تو انس سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ویسے مما مجھے لڑکیاں بہت اچھی لگتی ہیں' کاش ہماری بھی کوئی بہن ہوتی۔" انس اپنی دھن میں بولا تو عافین اور ابراہیم صاحب نے انتہائی گھبرا کر مسز ابراہیم کی جانب دیکھا جن کا چہرہ اس پل لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"چلو انس اور عافین! اب آپ دونوں گھر جاؤ' آپ کی مما کو آرام کی ضرورت ہے' بہت باتیں کر لیں۔" ابراہیم صاحب جلدی سے بولے تو اسی اثناء میں ڈاکٹرز نرس کے ہمراہ چیک اپ کی غرض سے اندر آ گیا تو دونوں بھائی مسز ابراہیم سے مل کر کمرے سے باہر آ گئے' کاریڈور میں عافین کے استفسار پر اس نے اسے بتایا تھا کہ رامیہ وہی

لڑکی تھی جس نے اس دن اس کی مدد کی تھی جب وہ بائیک سے پھسل گیا تھا اور یہ کہ اب اس کی رامیہ سے بہت اچھی دوستی ہوگئی ہے۔

"انس کل میرے ساتھ یونیورسٹی چلنا' دو دن سے تم یہیں پر ہو اب تو مما ٹھیک ہیں' پڑھائی کا کافی حرج ہو رہا ہوگا۔" اسپتال کی عمارت سے باہر آتے ہوئے عافین سنجیدگی سے بولا تو انس ایک دم اچھل پڑا۔

"کیا ہوا.....؟" عافین نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ میں نے رامیہ باجی کو تو بتایا ہی نہیں کہ مما کی طبیعت خراب ہے۔" وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے افسوس سے بولا تو عافین کی بھنوئیں تن گئیں۔

"کیوں اسے کیا ضرورت ہے بتانے کی' کیا وہ ڈاکٹر ہے یا پھر ہماری فیملی ممبر؟" وہ بُرا سا منہ بناتے ہوئے پارکنگ لاٹ کی جانب آ گیا۔

"آف کورس وہ ڈاکٹر نہیں ہیں مگر میری دوست تو ہیں ناں' میں ابھی انہیں فون کرتا ہوں۔" اس نے موبائل نکال کر نمبر ڈائل کیا مگر دوسرے ہی پل اس کا منہ لٹک گیا۔

"موبائل سوئچ آف ہے۔" وہ مایوسی سے بولا تو عافین نجانے کیوں چڑ سا گیا۔

"اس وقت تم گھر چلو کل مل لینا اپنی دوست سے۔" یہ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ کر زن سے گاڑی لے اڑا۔

❁......❁......❁

ذیشان نے فی الفور یونیورسٹی کے گرلز ہوسٹل میں اس کے رہنے کا انتظام کر دیا تھا وہ اسے اب مزید تکلیف میں دیکھنے کا حوصلہ نہیں جٹا پا رہا تھا' ہوسٹل کے کمرے میں فی الحال اکیلی رامیہ ہی تھی یہاں آ کر اسے یک گونہ سکون محسوس ہوا تھا گو کہ یہ ٹھکانہ عارضی تھا مگر یہاں رہ کر وہ یکسوئی اور اطمینان سے اپنے مستقل ٹھکانے کے بارے میں سوچ سکتی تھی وہ دو دن سے کیمپس بھی نہیں جا رہی تھی اور اس کا موبائل بھی آف تھا۔ اس نے بیٹری کو ری چارج نہیں کیا تھا' تیسرے دن وہ کیمپس آئی تو اس کی غیر حاضری سے پریشان طوبیٰ اور عفیفہ اسے صحیح سلامت آتا دیکھ کر چہک کر دوڑیں۔

"رامیہ کی بچی! تمہیں کچھ ہماری پروا ہے بھی یا نہیں' تم دو دن سے کیمپس نہیں آ رہیں' موبائل تمہارا آف جا رہا تھا یہاں تمہاری پریشانی میں ہمارا آدھے سے زیادہ خون خشک ہوگیا۔" طوبیٰ اسے بے نقط سناتے ہوئے بولی تو رامیہ شرمندہ ہوگئی۔

"آئی ایم سوری یار! دراصل......" وہ اتنا کہہ کر چند ثانیے رکی پھر ساری بات بتاتی چلی گئی۔

"اوہ رامیہ یہ اچھا نہیں ہوا' اب تم اکیلی ہوسٹل میں رہوگی۔" عفیفہ افسوس و پریشانی کے عالم میں گھبرا کر بولی۔

"میں اپنے باپ کے گھر میں بھی اکیلی تھی' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" رامیہ بے پروائی سے بولی ابھی وہ باتیں کر رہی تھیں کہ انس وہاں آن پہنچا۔

"لو آ گیا جوکر۔" عفیفہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی تو طوبیٰ اور رامیہ مسکرا دیں' انس نے آتے ہی نان اسٹاپ بولنا شروع کر دیا تو تینوں ایک دوسرے کو محض بے بسی سے دیکھتی رہ گئیں' اسے خاموش کروانا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

کلاسز سے فارغ ہونے کے بعد وہ طوبیٰ اور عفیفہ سے رخصت ہو کر گرلز ہوسٹل کی جانب آئی تو اچانک عافین علی شاہ اس کے سامنے آ گیا جسے دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا۔

"مس رامیہ اس دن کے لیے آپ مجھے سوری بولیے۔" عافین کے اس تقاضے پر اس نے حیرت سے اسے دیکھا وہ واقعہ تو کب کا بھلا چکی تھی۔

"آپ کا دماغی توازن اگر ٹھیک نہیں ہے تو جا کر علاج کروائیے' میرا راستہ روک کر میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔" رامیہ جھنجلا کر بولی۔

"اونہہ آپ جیسی بدتمیز لڑکی سے مجھے منہ لگنے کا کوئی شوق نہیں جو ایسی اوچھی حرکتیں کر کے دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔" عافین سلگ کر بولا تو

رامیہ کے اندر جیسے بھانبڑ جل اٹھے۔

"تم جیسے دو ٹکے کے لڑکے کی توجہ حاصل کرنے کی نہ کوئی چاہت ہے مجھے نہ آرزو۔"

"شٹ اپ۔" وہ تقریباً دہاڑا، کلاسز آف ہوجانے کی بدولت یہ جگہ بالکل سنسان تھی۔

"تم ہوتی کون ہو تمہاری اوقات کیا ہے دو ٹکے کی لڑکی ہو تم......"

"شٹ اپ یو......" انتہائی طیش کے عالم میں نجانے کب اور کیسے رامیہ کا ہاتھ اٹھا جو عافین کے گال پر اپنا نشان ثبت کرگیا' عافین رامیہ کی اس قدر جرأت پر دنگ سا کھڑا رہ گیا تھا۔

"آئندہ میرے راستے میں آنے کی کوشش مت کرنا' گھٹیا انسان۔" اپنی انگشت شہادت اٹھاتے ہوئے انتہائی نفرت سے کہہ کر رامیہ تیزی سے اس کے قریب سے نکل گئی۔ رفتہ رفتہ اس کا سکتہ ٹوٹا تو عافین مارے اشتعال و نفرت سے تاج اٹھا۔

"تمہیں اس تھپڑ کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔" وہ زہرخند لہجے میں خود سے بولا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

❁......❁......❁

دن سرعت سے گزرتے چلے گئے سمسٹر کا بھوت ان کے کیمپس میں آکر سب کے سروں پر ناچنے لگا' ہر کوئی اب لائبریری اور کلاس میں زیادہ دکھائی دیتا۔ رامیہ' عفیفہ اور طوبیٰ کا آخری سال تھا' وہ تینوں بھی سخت محنت کررہی تھیں۔ رامیہ سمسٹر کے بعد طوبیٰ کے انکل کی کمپنی جوائن کرنے والی تھی جنہوں نے طوبیٰ کی سفارش پر اسے اچھی پوسٹ دے دی تھی اور اس بات سے رامیہ کافی مطمئن تھی۔ آج ان تینوں کا آخری پیپر تھا وہ پیپر دے کر نکلیں تو جوش و خوشی کے ساتھ ساتھ اداس بھی تھیں کیوں کہ اب ان کی اسٹوڈنٹ لائف کا اختتام ہوگیا تھا اور اب وہ تینوں بچھڑنے والی تھیں۔ اگلے ماہ طوبیٰ کی شادی طے ہوگئی تھی اور عفیفہ بھی جلد ہی پیا دیس سدھارنے والی تھی جو دو ماہ پہلے اپنے خالہ زاد سے منسوب ہوئی تھی۔ خلاف معمول رامیہ کا موڈ بھی آج خوش گوار تھا' تینوں کینٹے میریا میں اس وقت چاٹ سموسوں سے لطف اندوز ہورہی تھیں۔

"مجھے تو پورا یقین ہے رامیہ نے پوزیشن تو لی ہے۔" عفیفہ سموسے کھاتے ہوئے بولی تو اچانک طوبیٰ کو کچھ یاد آیا تو وہ رامیہ کی جانب دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"رامیہ آج چوبیس تاریخ ہے۔"

"ہاں ہے پھر۔" وہ کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے نارمل لہجے میں بولی۔

"آج ذیشان کی شادی ہے نا؟"

"ہاں آج میرے سب سے اچھے دوست کی شادی ہے جس نے مجھے اس جہنم سے نجات دلائی بس میری تو یہی دعا ہے کہ وہ ہمیشہ خوش رہے۔" رامیہ خلوص سے بولی تو عفیفہ طوبیٰ دونوں حیرت زدہ رہ گئیں۔

"رامیہ تمہیں ذیشان کو کھو دینے کا کوئی دکھ نہیں ہے؟" طوبیٰ نے الجھ کر استفسار کیا تو وہ ایک گہری سانس بھر کر گویا ہوئی۔

"جب اسے پایا نہیں تھا تو سے کھو دینے کا کیا دکھ؟ ذیشان بہت اچھا لڑکا ہے مگر یہ بات مجھے ہمیشہ سے معلوم تھی کہ ذیشان میرے لیے نہیں بنا اور نہ میں اس کی تقدیر ہوں۔"

"تو کیا تمہیں اس سے کوئی دلی لگاؤ نہیں تھا۔" عفیفہ نے تیزی سے پوچھا۔

"میرے پاس دل اور جذبات نام کی چیز شاید ہے ہی نہیں بس بہت سا غبار ہے دھوں ہے وہاں ایسے لطیف جذبات کہاں پنپتے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ دل کے معاملے کیا ہوتے ہیں؟" وہ کہری سنجیدگی سے بولی تو یہ بات جان کر طوبیٰ اور عفیفہ کو اطمینان ہوا کہ ذیشان سے اس کا کوئی دل کا معاملہ نہیں تھا ورنہ اس کی شادی پر اس کی پیاری سہیلی اندر سے ٹوٹ جاتی۔

"تو میری جان اس غبار اور دھویں کو نکال باہر کرو اور کسی سے دل لگالو کیونکہ زندگی اتنی خوب صورت اور حسین لگنے

لگے گی جیسے جنت زمین پر آ گئی ہو۔'' عفیفہ شوخی سے بولی تو طوبیٰ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''مجھے کوئی شوق نہیں ہے کسی سے دل لگانے کا' ان فالتو چیزوں کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' رامیہ بے پروائی سے بولی تو دونوں نے اپنا سر تھام لیا۔

''تمہارا کچھ نہیں ہوسکتا' تمہیں سمجھانے سے بہتر ہے کہ ہم پتھر سے سر پھوڑ لیں۔'' عفیفہ جھنجلا کر بولی تو رامیہ مسکرادی۔

❁......❁......❁

عافین کلب سے آ کر اپنے کمرے میں لیٹا تھا اس نے نیم دراز ہو کر جونہی اپنی آنکھیں بند کیں وہی چبھتا منظر اس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا جب رامیہ نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا' بے ساختہ عافین نے اپنی آنکھیں کھولیں اور بے قراری واضطراب کے عالم میں اٹھ کر بیٹھ گیا جب سے یہ واقعہ ہوا تھا ہمہ وقت یہی منظر اس کے ذہن سے چمٹا رہتا تھا جو اسے دن و رات ان دیکھی آگ میں جلائے رکھتا تھا۔

''رامیہ امان خان! تم نے مجھ جیسے انسان کو درندہ بننے پر مجبور کردیا' اب تم میرا وہ روپ دیکھو گی جس سے میں خود بھی واقف نہیں تھا۔'' عافین سرد لہجے میں خود سے بولا اور پھر غیر مرئی نقطے کو گھورنے لگا۔

ہمیشہ کی طرح رامیہ نے پوزیشن لی تھی طوبیٰ اور عفیفہ اپنی سہیلی کی کامیابی پر بہت خوش تھیں اور انس بھی بہت جذباتی دکھائی دے رہا تھا۔

''رامیہ باجی اتنی بڑی خوشی میں آپ ہم سب کو ٹریٹ دیں گی وہ بھی کسی اچھی سی جگہ پر۔''

''ہاں رامیہ! کچھ نہ کچھ سلیبریشن تو ہونی چاہیے۔'' عفیفہ بھی انس کی بات کی تائید کرتے ہوئے بولی تو اچانک طوبیٰ کو یاد آیا۔

''ارے گائز میں اپنی شادی کے کارڈز تم لوگوں کو دینے کے لیے لائی تھی اور دیکھو دینا ہی بھول گئی۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے جلدی سے بیگ کھولا اور تینوں کو تھمایا۔

''واؤ طوبیٰ باجی! میں تو آپ کی شادی میں ضرور آؤں گا۔''

''مجھے بہت خوشی ہوگی۔'' طوبیٰ انس کی بات پر خلوص سے بولی پھر رامیہ سے استفسار کرنے لگی۔ ''تم انکل کی کمپنی کب جوائن کررہی ہو؟''

''ان شاء اللہ اگلے ہفتے سے' دراصل میں ہاسٹل سے وومن ہاسٹل شفٹ ہورہی ہوں اس لیے تھوڑی تاخیر ہوجائے گی۔''

''کیا...... رامیہ باجی آپ ہاسٹل میں کیوں رہتی ہیں' کیا آپ کی فیملی نہیں ہے؟'' انس کو آج اس حقیقت کا علم ہوا تھا کہ رامیہ ہاسٹل میں رہتی ہے لہٰذا انتہائی اچنبھے سے اسے دیکھتے ہوئے حیرت سے استفسار کیا لفظ فیملی پر رامیہ کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔

''اچھا انس! تم اپنی فیملی کو بھی میری شادی میں ضرور لانا۔'' طوبیٰ جلدی سے بولی تو انس سمجھ گیا کہ معاملہ کچھ سنگین ہے لہٰذا فوراً اپنی جون میں آتے ہوئے بولا۔

''ضرور لاؤں گا اور ہاں آپ کا ولیمہ بھی ضرور کھاؤں گا۔''

''تم تو ہو ہی سدا کے پیٹو۔'' عفیفہ ہنستے ہوئے بولی۔

وہ تیز تیز قدموں سے ہاسٹل کی جانب جارہی تھی کہ ایک بار پھر عافین شاہ اس کے راستے میں حائل ہوگیا تھا' شارٹ کٹ لینے کے چکر میں رامیہ ہمیشہ یہی راستہ اپناتی تھی اور آج تو غیر معمولی سناٹا تھا کیوں کہ کیمپس میں ابھی کلاسز کا آغاز نہیں ہوا تھا' بلیک جینز پر بلیک شرٹ پہنے وہ آج اسے کافی غیر معمولی لگا۔ وہ اسے نظر انداز کرتی آگے بڑھی ہی تھی کہ اچانک وہ اس کے بالکل سامنے آ گیا اتنا کہ رامیہ کا سر اس کے کشادہ سینے سے جا ٹکرایا۔

''یہ کیا بے ہودگی......'' وہ فقط اتنا ہی بولی تھی کہ انتہائی بدبودار چیز اس کی ناک کے قریب آئی اور وہ عافین کی باہوں میں جھول گئی عافین نے بڑے سکون سے اسے بازوؤں میں اٹھایا اور بالکل پاس کھڑی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر جس کے شیشوں پر بلیک شیڈز لگے تھے اس میں ڈال

کر اطمینان سے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

❁......❁......❁

گھر آ کر انس سیدھا اپنے کمرے کی جانب چلا گیا اس وقت وہ کسی کا بھی سامنا کرنے کے موڈ میں نہیں تھا بار بار اس کی آنکھیں نم ہوئے جارہی تھیں نجانے کیوں اتنے کم عرصے میں اسے رامیہ سے بے پناہ اپنائیت اور لگاؤ ہوگیا تھا' اسے پہلے ہی دن سے رامیہ بہت اچھی لگتی تھی' اپنی اپنی سی وہ جب بھی رامیہ سے ملتا اسے نامعلوم سی خوشی اور سکون حاصل ہوتا تھا اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ رامیہ کو اپنے گھر میں ہی لے آئے آج جب اسے یہ معلوم ہوا کہ رامیہ ہاسٹل میں رہتی ہے تو اسے شدید حیرت ہوئی پھر رامیہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اس نے بھی جلدی سے موضوع کو تبدیل کردیا مگر رامیہ کے جانے کے بعد اس کے بے پناہ اصرار پر طوبیٰ نے رامیہ کے بارے میں بتایا تو اس کی حالت انتہائی غیر ہوگئی۔ رامیہ اسے دل و جان سے عزیز ہوچکی تھی اور رامیہ کے دکھ اسے بھی رولا رہے تھے کہ کس طرح اس کے باپ نے اس کی ماں پر شک کرکے اس کے کردار کی دھجیاں اڑا کر طلاق دے کر گھر سے نکال دیا تھا اور پھر اس کی ماں ایک گاڑی کے نیچے آ کر زندگی سے ناتہ توڑ بیٹھی تھی اور پیچھے رہ گئی صرف رامیہ جس کے ددھیال والوں نے اس کی ماں سے متعلق طعنوں تشنیع کی ساتھ اس کی پرورش کی تھی' جس کا باپ جو انتہائی سنگ دل اور کٹھور تھا' پچھلے سال ہی داغ مفارقت دے گیا تھا اور پھر کن حالتوں میں گھر کر وہ اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر اس ہاسٹل میں آ گئی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا رامیہ باجی! آپ اندر سے اتنی زخمی اتنی شکستہ حال ہیں! مجھے نہیں معلوم تھا۔" خود سے کہتے کہتے وہ بے اختیار رو دیا' پھر خود سے مضبوط انداز میں بولا۔

"میں آپ کو یوں زمانے بھر کی ٹھوکریں کھانے ہرگز نہیں دوں گا' ابھی آپ کا یہ بھائی زندہ ہے۔" پھر وہ آگے کا لائحہ عمل سوچنے لگا۔

مسز ابراہیم اچانک گہری نیند سے جاگی تھیں' عموماً دن کے وقت وہ سوتی نہیں تھیں مگر آج نجانے کیسے ان کی آنکھ لگ گئی تھی' ابراہیم صاحب ابھی ابھی آفس سے گھر آئے تھے انہیں یوں دیکھ کر پریشان سے ہوگئے۔

"آپ ٹھیک تو ہیں ناں' کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہے؟" ابراہیم صاحب ان کے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے نرمی سے بولے تو مسز ابراہیم نے گھبرا کر ان کا بازو پکڑ لیا۔

"ابراہیم پلیز میری بچی کو ڈھونڈ لائیں' میری رامی سے مجھے ملا دو۔ میں اس کے بنا اب ایک پل بھی جی نہیں سکتی۔"

ابراہیم صاحب پریشان سے ہوگئے۔

"ریلیکس ہوجائیں شمع! میں ضرور آپ کی بچی سے آپ کو ملواؤں گا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔" مسز ابراہیم کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ دروازے پر دستک دے کر انس اندر چلا آیا جس کی آنکھوں میں اس پل سرخی دوڑ رہی تھی جسے دیکھ کر دونوں ہی پریشان ہوگئے۔

"انس بیٹا کیا ہوا...... کیا تم رو رہے تھے بیٹا؟" ابراہیم صاحب پریشان سے ہو کر اٹھ کر اس کی جانب آئے تو انس بے ساختہ ابراہیم صاحب کے گلے لگ گیا اور سسک اٹھا وہ ہمیشہ سے دل کا چھوٹا رہا تھا مسز ابراہیم بھی اپنی کیفیت بھول بھال کر اس کی جانب لپکیں۔

"کیا ہوا ماما کی جان!"

"مما پاپا! آپ وعدہ کریں آپ دونوں میری بات ضرور مانیں گے۔" وہ بچوں کی طرح بولا تو دونوں نے بیک وقت اثبات میں سر ہلایا۔

"کیوں نہیں مانیں گے بیٹا تم بات تو بتاؤ۔" مسز ابراہیم اس کا ہاتھ تھام کر بھرپور اعتماد دلاتے ہوئے بولے تو انس نے آہستہ آہستہ رامیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا جسے سن کر دونوں سکتے میں آگئے۔ مسز ابراہیم اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بستر پر ڈھے سی گئیں تو انس یک دم پریشان ہوگیا۔

"مما آپ ٹھیک تو ہیں نا۔" وہ جلدی سے ان کے پاس آ کر فکر مندی سے بولا۔

"انس! رامیہ کا پورا نام کیا ہے؟"

"رامیہ امان خان۔" مسز ابراہیم کے یقین پر مہر ثبت ہوئی تو ان کے لبوں سے ایک سسکی برآمد ہوئی۔

"رامیہ کی ماں زندہ ہے بیٹا! اس کے باپ اور ددھیال والوں نے اس سے بہت سنگین جھوٹ بولا ہے۔" اس دم ابراہیم صاحب کی آواز جیسے کسی گہرے کنویں سے آئی تو انس نے ناسمجھی کے عالم میں اپنے باپ کو دیکھا۔

"کیا مطلب پاپا؟"

"بیٹا آج سے بائیس سال پہلے میں ایک گلی سے گزر رہا تھا تو کچھ نقاب پوش لڑکے تمہاری مما سے زیور اتروا کر پرس چھین کر فرار ہوتے ہوئے ان کے سر پر پستول کا بٹ مار گئے تھے تاکہ وہ شور نہ مچاسکیں۔ میں نے انہیں بے ہوش ہوکر گرتے ہوئے دیکھا تو انسانی ہمدردی کے تحت فوراً ان کو گاڑی سے نکلا اور اپنی گاڑی میں ڈال کر اپنے دوست کے پرائیوٹ کلینک چلا گیا۔" ابراہیم صاحب جیسے ماضی میں کھو گئے تھے انس بے تحاشا حیرت سے یہ انکشاف سن رہا تھا۔

"تمہاری مما کو ساری رات ہوش نہیں آیا' شدید خوف اور سر پر اندرونی چوٹ کے باعث یہ بے ہوش تھیں اور میرے پاس ان کے گھر والوں کا کوئی رابطہ نمبر بھی نہیں تھا پھر صبح انہیں ہوش آیا تو یہ بے تحاشا گھبرائی ہوئی تھیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ تقریباً بارہ گھنٹے بعد انہیں ہوش آیا ہے تو یہ سخت حواس باختہ ہوگئیں اور مجھ سے منت کرنے لگیں کہ میں انہیں فوراً ان کے گھر لے جاؤں۔ راستے میں انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کا شوہر بہت شکی مزاج اور غصیلا انسان ہے اور جب میں انہیں لے کر وہاں پہنچا تو وہاں ایک عدالت لگی تھی' تمہاری ماں بنا کسی ثبوت اور گواہی کے معتوب ٹھہرائی گئی اس پر طرح طرح کے الزامات لگا کر اس کے شوہر اور خاص طور پر ان کی جٹھانی دیورانی نے گھر کے دروازوں کو بند کردیا اور اس شکی القلب انسان نے طلاق کے تین بول ادا کرکے اور مجھ کو ان کی ذات سے منتھی کرکے ان کے اجلے دامن کو داغ دار کردیا اور ظلم کی انتہا تو اس وقت ہوئی جب اس سنگ دل انسان نے اپنی دو سالہ بچی کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ اگر زندگی میں بھولے سے بھی تمہاری مما نے اپنی بچی سے ملنے کی کوشش کی تو وہ اس بچی کو اپنی ولدیت سے خارج کرکے اسے کسی یتیم خانے میں پھینک آئے گا اور یوں میں تمہاری مما کو اپنے ساتھ لے آیا۔" ابراہیم صاحب بولتے بولتے تھک سے گئے تھے وہ خاموش ہوئے تو انس کو بے آواز گھٹ گھٹ کر روتے ہوئے پاپا مسز ابراہیم بھی خاموشی سے آنسو بہارہی تھیں' وہ آہستگی سے گویا ہوئیں۔

"میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی' باپ تو بچپن میں ہی گزر گئے تھے اور ماں میری شادی کرنے کے محض ایک سال بعد ہی دنیا سے منہ موڑ گئی تھیں۔ امان ایک روایتی شکی مزاج انسان تھے جو احساس کمتری میں مبتلا تھے مجھ پر ہمیشہ شک کرتے اپنی بھابی کے بہکانے اور خود اپنی فطرت کے ہاتھوں ہمہ وقت مجھے ذہنی اور جسمانی اذیت میں مبتلا رکھتے تھے۔ میری زندگی کی خوشی صرف رامیہ تھی میری جان سے پیاری بچی مگر اس حادثے نے مجھ سے میری بچی کو چھین لیا۔ میں امان کی دھمکی سے ڈرگئی کہ اگر رامیہ کو اس نے اپنی ولدیت سے خارج کردیا تو لوگ اسے......" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوئیں پھر مزید بولیں۔

"میں یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ میری وجہ سے میری بچی کی زندگی ایک گالی بن جائے میں رامیہ سے جدا ہونے کے بعد شاید مرجاتی مگر تمہارے پاپا نے مجھے سہارا دیا جن کی پہلی بیوی فوت ہوچکی تھیں' ایک سات سالہ بیٹا تھا' عافین جسے ماں کی ضرورت تھی تمہارے پاپا سے میں نے شادی کرلی اور ہم یہ ملک ہی چھوڑ گئے پھر لندن میں تمہاری پیدائش ہوئی ہم یہ ملک ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے تھے مگر رامیہ کی کسک مجھے یہاں لے آئی مگر اس خوف سے میں نے اس سے کبھی ملنے یا ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی۔" آخر میں انہوں نے سسک کر کہا تو انس بے ساختہ ان سے لپٹ گیا اور دونوں ماں بیٹے زار و قطار رونے لگے ابراہیم صاحب کی آنکھیں بھی چھلک پڑیں۔

رامیہ کی آنکھیں تیز چبھتی روشنی محسوس کرکے بڑی مشکل سے کھلی تھیں چند ثانیے تو اسے سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے کافی دیر وہ یونہی بے حس و حرکت لیٹی رہی پھر یکدم شعور کے دائرے میں وہ داخل ہوئی تو بجلی کی تیزی سے اٹھ بیٹھی اور جب سامنے کرسی پر بیٹھے عافین علی شاہ کو دیکھا تو تحیر کی زیادتی سے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا جواب نہایت اطمینان سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ گھٹیا حرکت کرنے کی۔" رامیہ چیخ کر بولی مگر اس پل اسے زور کا چکر آیا تو بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"میں تو ہوں ہی گھٹیا انسان تو گھٹیا انسان سے یہی توقع کی جاسکتی ہے ناں۔" وہ اتنی خوشی سے بولا جیسے اپنی تعریف کررہا ہو اس پل رامیہ کو سخت طیش آیا مگر اچانک اسے کچھ احساس ہوا تو اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا جو شام کے پانچ بجا رہی تھی اس کا مطلب ہے وہ تین گھنٹے سے یہاں موجود ہے۔

"دیکھو تم...... مجھے یہاں کیوں لائے ہو میں تو تمہیں ٹھیک سے جانتی بھی نہیں ہوں پھر کیوں مجھے اس طرح اغوا کرکے یہاں لائے ہو۔" رامیہ کے دماغ نے جب اسے باور کرایا کہ وہ اغوا ہوچکی ہے اور اس وقت وہ اس شخص کے رحم و کرم پر ہے تو سارا غصہ طنطنہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اس وقت اسے صرف اپنی عزت کی بقا کا خیال تھا۔

"آپ کی یادداشت کمزور ہے یا پھر آپ کی آنکھیں اب تک مجھے پہچانی نہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر اس کے قریب آکر بستر پر بیٹھا تو رامیہ بری طرح اچھل کر بستر سے اٹھی مگر عافین علی شاہ نے کمال سرعت سے اس کی کلائی تھام لی۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے دور جانے کی۔" وہ دلکشی سے مسکرا کر بولا تو رامیہ کا خون خشک ہوگیا۔

"دیکھو تم...... میرے پاس آنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں اپنی جان لے لوں گی۔" رامیہ تھوک نگلتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں بولی تو عافین کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ دوڑ گئی پھر انتہائی تحقیر آمیز لہجے میں اس کے مزید پاس آکر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"میں تم جیسی لڑکی کی قربت تو دور کی بات اسے چھونا بھی اپنی توہین سمجھتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے جس نفرت بھرے انداز میں اس کی کلائی کو آزاد کیا تھا رامیہ کو ایسا لگا تھا کہ عافین کے الفاظ اور لہجے کا زہر اس کے وجود کی نس نس میں اتر گیا ہو اور اس کے خون کو نیلا کررہا ہو اس قدر اہانت و توہین پر اس کی ساکت آنکھوں کی جھیل میں ایک دم تلاطم سا اٹھا تھا بے ساختہ آنسوؤں کی لڑیوں نے اس کے گالوں کو بھگو دیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" وہ اپنا نچلا ہونٹ انتہائی بے دردی سے دانتوں سے کچلتے ہوئے بولی تو عافین نے چونک کر اسے دیکھا آنسو بہاتی یہ لڑکی جو اس پل اتنی بے بس و لاچار دکھائی دے رہی تھی اس لڑکی سے کس قدر مختلف تھی جس نے اس کی مردانگی کو چوٹ پہنچائی تھی وہ چند ثانیے کے لیے گم صم رہ گیا۔

"تم چاہتے تھے ناکہ میں تم سے معافی مانگوں۔" وہ بھیگی آواز میں بولی پھر سرعت سے اس کے پیروں پر گر کر اس کے جوتوں پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئی۔

"مجھے معاف کردو میں اپنی ہر بدسلوکی کی تم سے معافی مانگتی ہوں۔" اس پل عافین کا سکتہ چھن سے ٹوٹا تھا وہ تیزی سے پیچھے ہٹا تھا۔

"تم چاہو تو اس تھپڑ کے بدلے مجھے مار مار کر ادھ موا کردو مگر پلیز مجھے یہاں سے جانے دو۔" وہ زمین پر دوزانو بیٹھی اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی تو عافین کی پوری ہستی ڈول گئی اس نے بے ساختہ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بالوں کو نوچ ڈالا۔

"یاخدایا یہ کیا کردیا میں نے غصے اور طیش کے عالم میں ایک لڑکی کی عزت سے کھیل گیا۔" وہ خود سے بولا پھر رسٹ واچ پر نگاہ دوڑا کر گویا ہوا۔

"تم فوراً باہر آؤ۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے داخلی دروازے کی جانب بڑھا تو رامیہ زندگی کا پیغام سن کر غیر یقینی کی

کیفیت میں گھر کر جلدی سے دوپٹہ سنبھال کر اس کے پیچھے لپکی۔

❀.......❀.......❀
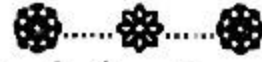
"ہم ابھی اور اسی وقت رامیہ کو لینے ہاسٹل چلتے ہیں۔ ابراہیم اب مجھ سے ایک پل کے لیے بھی اس کی دوری برداشت نہیں ہورہی۔" مسز ابراہیم بے قراری سے بولیں تو ابراہیم صاحب نے انہیں سہولت سے بستر پر دوبارہ بٹھا دیا۔

"شمع ابھی انس نے ہمیں بتایا نا کہ رامیہ کے ددھیال والوں نے اسے یہ بتایا ہے کہ اس کی ماں....." اتنا کہہ کر وہ خود دہل کر چپ ہوگئے پھر قدرے ٹھہر کر گویا ہوئے۔

"رامیہ کی زندگی اور شخصیت اس وقت بہت ڈسٹرب ہے اس طرح اچانک آپ اس کے سامنے جائیں گی تو اسے گہرا صدمہ پہنچ سکتا ہے ہمیں آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو اس سچائی کے لیے آمادہ کرنا ہے۔"

"پاپا! بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مما' رامیہ باجی بہت بکھری ہوئی ہیں۔" انس کو رامیہ کے ساتھ گزارے ہوئے پل یاد آ گئے جب کبھی وہ بہت ایگریسو ہوجاتی اور کبھی بالکل خاموش اور کبھی بہت روڈ۔

"مگر آپ لوگ مجھے اس سے ایک بار ملوا تو دیں۔" وہ بے قراری سے بولیں تو انس ان سے لپٹتے ہوئے بے تحاشا خوشی سے بولا۔

"مما کل میں خود آپ کو ہاسٹل لے کر چلوں گا' اس وقت کافی دیر ہوگئی ہے ان کو شک ہوجائے گا۔ کل میں کوئی بھی بہانہ کر کے آپ کو ان سے ضرور ملواؤں گا۔" انس یہ حقیقت جان کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا رامیہ اس کی ماں جائی اس کی حقیقی بہن ہے پھر مسز ابراہیم انتہائی اشتیاق سے انس سے رامیہ کے بارے میں پوچھنے لگیں کہ اس کی آنکھیں کیسی ہیں' اس کے ہونٹ کیسے ہیں' وہ کیسے ہنستی ہے اور انس مسکراتے ہوئے انہیں ایک ایک بات بتانے لگا جب کہ اس پل ابراہیم صاحب نے گہری طمانیت محسوس کی۔

❀.......❀.......❀

عافین نے اسے ہاسٹل کے گیٹ پر ڈراپ کیا تو وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں باہر نکلی اور بے جان قدموں سے ہاسٹل کی عمارت کی جانب بڑھی' جب وہ اندر چلی گئی تو عافین نے گہری سانس لی گاڑی اسٹارٹ کردی۔

وہ کمرے میں آ کر ہنوز اسی کیفیت میں بستر پر ڈھے گئی اور خلاؤں کو گھورنے لگی یونہی خلاؤں میں تکتے تکتے اسے اچانک جیسے گہری نیند سے ہوش آیا تھا اس نے سرعت سے خود پر نگاہ ڈالی پھر اپنے صحیح سلامت واپس آنے کا یقین کر کے رونا شروع ہوگئی۔

❀.......❀.......❀

عافین نے گاڑی جونہی گھر کے گیٹ کے سامنے روک کر گاڑی کا ہارن بجایا تو چوکیدار نے دروازہ کھول دیا' وہ زن سے گاڑی اندر لایا اور گاڑی سے اتر کر جونہی وہ گھر میں داخل ہوا سب سے پہلے انس سے ہی سامنا ہوا جو اس پل بے حد خوش اور پرجوش دکھائی دے رہا تھا۔

"بھائی میرے پاس ایک زبردست بریکنگ نیوز ہے بلکہ بہت بڑی خوش خبری ہے۔" وہ لہک کر بولا تو شدید ترین ذہنی ابتری کے باوجود عافین نے اسے کافی چونک کر دیکھا تھا۔

"بھائی مما کو ان کی بیٹی مل گئی..... میرا مطلب ہے میری بڑی بہن مل گئی۔" وہ اس سے لپٹتے ہوئے بولا تو عافین نے نا سمجھنے والے انداز میں اسے الجھ کر دیکھا تھا پھر ذہن پر زور دیا تو یاد آ گیا کہ انس مما کی پہلے شوہر سے ہونے والی بیٹی کے متعلق بتا رہا تھا جب شمع بیگم کی شادی ابراہیم صاحب سے ہوئی تھی تو عافین سات سال کا سمجھدار بچہ تھا اس حقیقت سے۔ وہ پہلے ہی آگاہ تھا کہ مما اس کی دوسری امی ہیں اور ان کی ایک بیٹی بھی ہے جو ان کے پہلے شوہر کے پاس ہے اور وہ ان کی دھمکی کی بدولت اپنی بیٹی کو جیسے بھول گئی ہیں۔ یہ انکشاف اس کے لیے بھی حیران کن ہونے کے ساتھ ساتھ خوش گوار بھی تھا۔

"اچھا واقعی یہ تو بہت بڑی خوش خبری ہے' کہاں ہے

اشرف
لنگزول
نزلہ، زکام اور کھانسی سے
تحفظ بھی علاج بھی
ایک سپون
مکمل سکون
شوگر فری
اشرف لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
041-8847601-2 Fax: 041-8847607
info@ashraflabs.com www.ashraflabs.com

وہ؟" یہ کہتے ہوئے عافین نے اِدھر اُدھر گردن موڑ کر دیکھا تو انس مایوسی سے بولا۔

"یہاں نہیں ہے نا دراصل وہ بہت ڈسٹرب ہیں' ان کے ددھیال والوں نے بتایا کہ مما اللہ نہ کرے اس دنیا میں نہیں ہے۔ بھائی وہ بہت الجھی ہوئی ہیں اگر ابھی انہیں حقیقت معلوم ہوئی تو ان کا ردعمل بہت سخت بھی ہوسکتا ہے۔" آخر وہ سنجیدگی سے بولا تو عافین نے اسے اچنبھے سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"تم جانتے ہو اسے؟"

"ہاں نا بہت اچھی طرح' دراصل رامیہ باجی ہی میری حقیقی بہن ہیں۔"

کوئی بلاسٹ ہوا تھا عافین کے سر پر اور کئی ہفت اقلیم اس پر گر پڑے تھے عافین بھونچکا سا کھڑا انس کے ہلتے ہونٹوں کو دیکھ رہا تھا جو نجانے مزید کیا کہہ رہا تھا۔

❁......❁......❁

ذیشان اپنی بیوی کو لے کر رامیہ سے ملنے آیا تھا مگر اسے بخار میں بے سدھ پڑا دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے فوراً ڈاکٹر کو بلایا جس نے انجکشن دے کر اور ٹھنڈے پانی کی پٹیاں ماتھے پر رکھنے کی ہدایت کر کے دواؤں کا پرچہ تھما دیا تھا اب اس کی بیوی اور ذیشان اس کے ماتھے پر پٹیاں رکھ رہے تھے وہ دل ہی دل میں خود کو اس بات کے لیے ملامت کر رہا تھا کہ جذبات میں آ کر اس نے اسے گرلز ہاسٹل میں لا پہنچا تھا۔

بخار کچھ ہلکا ہوا تو رامیہ نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں' ذیشان کو دیکھ کر وہ قدرے چونکی پھر اس کے ساتھ ایک لڑکی کو دیکھ کر وہ سب کچھ جان کر مسکرا اٹھی اور اٹھتے ہوئے بولی۔

"ذیشان یہ تمہاری وائف ہے نا' بہت پیاری ہے۔" رامیہ حبا کو دیکھ کر خلوص سے بولی تو حبا قدرے شرما گئی۔

"ویسے رامیہ! تمہارا بھی جواب نہیں' تم یہاں بخار میں پھنک رہی ہو اور مجھے ایک فون بھی کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور تو اور میرا فون بھی نہیں اٹھا رہی

تھیں۔" ذیشان اسے تادیبی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ناراضگی سے بولا تو معاً رامیہ کو یاد آیا کہ اس کا بیگ معہ موبائل فون کے کہیں اِدھر اُدھر رہ گیا ہے وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"آئی ایم ویری سوری رامیہ! مجھے تمہیں یوں تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔" وہ ندامت سے چور لہجے میں بولا پھر تیزی سے سر اٹھا کر گویا ہوا۔

"تم ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ گھر چل رہی ہو۔"

"پاگل مت بنو ذیشان! میں کہیں نہیں جارہی بس ذرا سا بخار تو ہوا ہے۔" رامیہ اپنے لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے بولی تو ذیشان اسے محض دیکھ کر رہ گیا پھر دھیرے سے بولا۔

"ان چند دنوں میں رامیہ بہت کچھ بدل گیا ہے' میں نے عائشہ سے شادی سے انکار کیا کیا صالحہ چچی اور عائشہ تو جیسے آگ بگولہ ہوگئے' چچا ویسے ہی چچی کے آگے دم بھی نہیں مارتے تھے۔ امی نے مجھے بہت راضی کرنے کی کوشش کی مگر میں پھر بھی نہیں مانا تو چچی کھل کر سامنے آ گئیں اور امی اور چچی میں خوب جھگڑا ہوا جس کے نتیجے میں گھر کا پارٹیشن ہوگیا۔ چچی نے مجھے نیچا دکھانے کی خاطر ایک ہفتے کے اندر اندر عائشہ کی شادی اس کے ماموں زاد سے کردی جو اول درجے کا آوارہ اور عیاش لڑکا ہے' میرے ویسے والے دن نائمہ کی بھی رخصتی ہوگئی مگر وہ اپنی سسرال میں خوش نہیں ہے اور نازش......"

"پلیز ذیشان مجھے اس گھر کے مکینوں سے کوئی سروکار نہیں ہے میں ان کے بارے میں کچھ جاننا نہیں چاہتی۔" رامیہ نے انتہائی بے زاری سے ذیشان کی بات قطع کر کے کہا تو ذیشان یک دم چپ ہوگیا پھر رامیہ حبا سے باتیں کرنے لگی تو ذیشان بھی سر جھٹک کر ان دونوں کی جانب متوجہ ہوگیا۔

❁......❁......❁

"عافین! میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں؟" نتاشہ انگلیاں مروڑتے ہوئے کچھ کہنے کے لیے اپنے آپ کو تیار

کرتے ہوئے بولی تو عافین اپنے دھیان سے بری طرح چونکا آج نتاشا اس سے ملنے اس کے گھر آئی تھی اور اب وہ لان کی کرسیوں پر بیٹھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہورہے تھے مگر بار بار عافین کا دھیان بھٹک کر رامیہ کی طرف چلا جاتا تھا وہ اپنی حرکت پر سخت پشیمان تھا اتنا کہ خود سے بھی نگاہیں ملانے کی ہمت نہیں کرپارہا تھا اور جب سے اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ مما کی بیٹی ہے تو گویا جیسے ایک پہاڑ اس کے سر پر مسلط ہوگیا تھا۔

''ہاں بولو کیا کہنا چاہتی ہو۔'' وہ پوری توجہ نتاشہ کی جانب مبذول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

''دراصل عافین میرے والدین چاہتے ہیں کہ میرا رشتہ پکا ہوجائے۔'' وہ پلکیں جھکا کر آہستگی سے بولی۔

''اچھا کوئی رشتہ ہے ان کی نظر میں۔'' وہ چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے بولا تو جواباً نتاشہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اچھا لڑکا کیسا ہے' کیا کرتا ہے تمہارے خاندان کا ہے؟'' وہ سیدھا ہوکر بیٹھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھنے لگا تو نتاشہ نے ایک نگاہ اس کی جانب دیکھا۔

''میں تم سے...... عافین میں تم سے اپنے بارے میں رائے جاننے آئی تھی۔'' بالآخر نتاشہ کہہ گئی تو عافین اس کا اشارہ بخوبی سمجھ گیا وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

''نتاشہ تم ایک بہت اچھی لڑکی ہو اور یقیناً جو تمہارا لائف پارٹنر ہوگا وہ بہت خوش نصیب ہوگا مگر...... میں نے تمہیں کبھی اس نگاہ سے دیکھا نہیں' تمہارے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں پلیز نتاشہ! تم مائنڈ مت کرنا۔'' عافین اسے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں رکھنا چاہتا تھا لہٰذا وہ کھل کر کہہ گیا تو نتاشہ کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا مگر وہ فوراً اپنے آپ کو سنبھال کر بولی۔

''اٹس اوکے عافین! میں نے بُرا نہیں مانا' اپنی پسند کی لڑکی سے شادی تمہارا حق ہے۔'' وہ بمشکل مسکرا کر بولی تو عافین خاموش سا ہوگیا پھر کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتیں کرکے نتاشہ چلی گئی تو ایک بار پھر عافین رامیہ کے بارے میں سوچنے لگا۔

❁......❁......❁

وہ گرلز ہاسٹل چھوڑ کر وومن ہاسٹل شفٹ ہونے کے لیے پیکنگ میں مصروف تھی جب ہی وارڈن نے اسے کسی کے آنے کی اطلاع دی تو وہ ذیشان کا خیال کرکے جونہی ملاقات والے کمرے میں آئی انس کے ہمراہ کافی گریس فل شخص کو دیکھ کر تھوڑا حیران رہ گئی۔

''رامیہ باجی! کیسی ہیں آپ؟ یہ میرے پاپا ہیں' ہم آپ سے ملنے کل بھی آئے تھے مگر آپ سو رہی تھیں۔'' انس بے تحاشا چہک کر بولا تو رامیہ انہیں سلام کرکے ادب سے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ ابراہیم علی شاہ کو رامیہ میں شمع بیگم کی کافی شباہت نظر آئی وہ اسے دیکھ کر دھیرے سے مسکرا رہے تھے اور انس اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے رامیہ کا دماغ کھا رہا تھا۔

''بس رامیہ باجی آپ ہمارے ساتھ چل رہی ہیں' ہماری انیکسی خالی ہے وہ کرائے کے طور پر ہم آپ کو دے رہے ہیں۔'' آخر میں انس حتمی لہجے میں بولا تو رامیہ نے حیران کن نگاہوں سے ابراہیم صاحب کی جانب دیکھا جنہوں نے تائیدی انداز میں مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے سر! میں کیسے آپ کے گھر رہ سکتی ہوں۔'' وہ متعجب ہوکر بولی۔

''آپ کیوں نہیں رہ سکتیں بیٹا ویسے بھی ہمیں اپنی انیکسی کرائے پر کسی نہ کسی کو تو دینی ہے۔'' ابراہیم صاحب بات بناتے ہوئے سہولت سے بولے مگر رامیہ متذبذب سی ہوگئی۔

''اچھا ایسا کرتے ہیں آپ ہمارے ساتھ چلیے انیکسی دیکھ کر فیصلہ کرلیجیے گا کہ آپ یہاں رہنا چاہتی ہیں یا نہیں۔'' ابراہیم صاحب جلدی سے بولے تو رامیہ کچھ الجھ سی گئی پھر ان دونوں کے شدید اصرار پر ناچار ان کے ساتھ چل دی۔ رامیہ نے جونہی لاؤنج میں قدم رکھا اور وہاں بیٹھیں مسز ابراہیم نے پہلی بار اپنی بیٹی کو دیکھا تو بے ساختہ انہوں نے اپنا دل تھام لیا' تیکھے نین نقوش پر گوری رنگت

اور چلبلی وہ ذہین مگر زیرک سوچ نگاہیں اور نازک سا سراپا لیے وہ بائیس سال کے طویل عرصے کے بعد ان کے سامنے تھی وہ بڑی مشکل سے خود پر قابو پاکر اٹھ کھڑی ہوئیں رامیہ نے انہیں سلام کیا تو بے ساختہ انہوں نے رامیہ کو اپنے سینے سے لگالیا اور اس پل نجانے کیوں رامیہ کو محسوس ہوا جیسے اس کی تڑپتی روح کو قرار آ گیا ہو جیسے اس کے اندر سلگتی دھیمی آنچ پر کسی نے ٹھنڈی پھوار برسا کر اسے بجھا دیا ہو جیسے برسوں سے بھرا غبار دھواں یک لخت اس کے اندر سے خارج ہوگیا ہو اور جیسے سینے میں موجود دل زندگی محسوس کر کے دھڑکنا شروع ہوگیا ہو کافی دیر وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خودی کی عالم میں لپٹی کھڑی رہیں۔

''مما! رامیہ باجی میری سب سے اچھی دوست ہیں آپ پلیز ان کے لیے کچھ لے کر آئیے نا۔'' عقب سے انس کی آواز ابھری تو رامیہ جیسے ہوش میں آ گئی وہ نرمی سے ان سے الگ ہوئی جن کی بھیگی پلکیں دیکھ کر وہ کچھ الجھ سی گئی۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں میں اپنی بیٹی کے لیے ابھی لے کر آتی ہوں۔'' فرط مسرت میں گھر کر مسز ابراہیم بولتی ہوئی کچن میں چلی گئیں تو ابراہیم صاحب جلدی سے بولے۔

''دراصل انس کی مما کو لڑکیاں بہت اچھی لگتی ہیں اس لیے ہر بچی کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھتی ہیں۔'' یہ سن کر رامیہ مطمئن سی ہوگئی پھر تقریباً دو گھنٹے بعد اس نے ان لوگوں سے اجازت چاہی اس تمام وقت میں مسز ابراہیم اور انس ہی بولتے رہے تھے رامیہ محض ہوں ہاں میں جواب دے رہی تھی۔

''انس اب میں چلتی ہوں بہت دیر ہوگئی ہے۔'' وہ گھڑی دیکھ کر اٹھتے ہوئے بولی تو انس جلدی سے بولا۔

''ارے آپ انیکسی تو دیکھ لیں۔''

''تم بھی نہیں انس! اس وقت کافی شام ہوگئی ہے۔'' پچھلے دنوں عافین نے اس کے ساتھ جو گھٹیا حرکت کی تھی اس کے بعد رامیہ کو اندھیرے سے ڈر لگنے لگا تھا۔

''بیٹا آپ پریشان مت ہو انس آپ کو ڈرائیور کے ساتھ چھوڑ کر آ جائے گا۔'' ابراہیم صاحب نرمی سے بولے تو رامیہ خاموش سی ہوگئی جب کہ مسز ابراہیم ''ابھی آئی'' کہہ کر کمرے میں چلی گئیں اور ابراہیم صاحب باہر ڈرائیور کو دیکھنے کی غرض سے لاؤنج سے نکل گئے۔

''رامیہ باجی آپ وعدہ کریں آپ ہماری انیکسی میں شفٹ ہو جائیں گی نا۔'' انس مان بھرے انداز میں بولا تو رامیہ کچھ سوچ کر گویا ہوئی۔

''مگر میں انیکسی کا اتنا ہی کرایہ ادا کروں گی جتنا تم کسی دوسرے سے لیتے۔''

''بالکل پکا ہم آپ سے تگڑا کرایہ وصول کریں گے۔'' وہ خوشی دشوخی سے بولا اور اس دم لاؤنج میں جو شخص داخل ہوا اسے دیکھ کر رامیہ کسی مجسمے کی مانند پتھر کی ہوگئی۔

''ارے عافین بھائی...... یہ ہیں رامیہ باجی!'' انس عافین کو دیکھ کر اشارتاً بولا مگر وہ تو اچانک رامیہ کو یوں سامنے دیکھ کر ٹھٹکا گیا تھا انس نجانے کیا کیا بول رہا تھا جب ہی رامیہ کے اندر جان آ گئی تھی وہ انتہائی نفرت بھری نگاہ عافین پر ڈال کر تیز ابلتے لہجے میں بولی۔

''انس! مجھے تمہاری انیکسی نہیں چاہیے۔'' یہ کہہ کر وہ بیگ سنبھال کر تیزی سے اٹھی اور داخلی دروازے سے باہر نکل گئی جب کہ انس ''ارے ارے'' کرتا رہ گیا مسز ابراہیم ہاتھ میں گفٹ باکس لیے باہر آئیں تو رامیہ کے چلے جانے کا سن کر مایوس سی ہوگئیں۔ ابراہیم صاحب بھی رامیہ کے آندھی طوفان کی طرح چلے جانے سے حیران نظر آ رہے تھے جو ڈرائیور کو اس کے کوارٹر سے بلانے گئے تھے اور عافین اپنی جگہ شرمندگی سے گڑھا جا رہا تھا واپس آ کر انس نے عافین کو انتہائی مشکوک نگاہوں سے دیکھا تو وہ خفیف سا ہو کر اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔

❁......❁......❁

سامنے ڈرائنگ روم کے سنگل صوفے پر چہرے پر گہری سوچ کی لکیریں لیے چچا خاموش سے بیٹھے تھے جب کہ ذیشان بھی کچھ پریشان دکھائی دے رہا تھا جب ہی

تیزی سے کچھ حیران سی رامیہ اندر داخل ہوئی وہ آفس کے گھر سے جونہی نکلی تھی اس کے موبائل پر چچا کی کال آئی تھی جنہوں نے ابھی اور اسی وقت اسے گھر آنے کا کہا تھا۔

"خیریت تو ہے نا چچا جان! آپ نے مجھے اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلایا؟" وہ گھبرا کر استفسار کررہی تھی جب کہ ذیشان محض اسے دیکھ کررہ گیا۔ رامیہ کو دیکھ کر چچا جان کی آنکھوں میں بے ساختہ نمی در آئی۔

"بیٹا! عائشہ اسپتال میں ہے۔"

"کیوں..... وہ ٹھیک تو ہے نا؟" یہ سن کر رامیہ کچھ پریشانی سے بولی۔

"نہیں بیٹا وہ ٹھیک نہیں ہے اس کے شوہر نے اسے نشے میں دھت ہوکر بہت مارا پیٹا ہے اور اسے طلاق بھی دے دی۔" چچا گہرے صدمے کے زیراثر بولے تو رامیہ محض خاموشی سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"اس کا شوہر بہت خراب انسان تھا بہرحال جو ہونا تھا وہ ہوچکا دراصل بیٹا....." وہ بولتے بولتے جھجک کررکے تھے۔ "میں تمہیں تمہارے باپ کا حصہ دینا چاہتا ہوں اور اپنے سلوک کی معافی کا بھی خواستگار ہوں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولے تو اس بار بھی رامیہ خاموش رہی پھر گہری ندامت و شرمساری سے گویا ہوئے۔

"رامیہ میں..... میں تمہیں ایک سچائی بتانا چاہتا ہوں' یہ شاید بلکہ یقیناً ہمارے گناہوں کی سزا ہے جو ہماری اکلوتی بیٹی آج موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہے۔"

"چچا جان! عائشہ ان شاء اللہ ٹھیک ہوجائے گی آپ ناامید نہ ہوں۔" رامیہ سنجیدگی سے بولی پھر دھیرے سے استفسار کیا۔ "کون سی سچائی آپ بتانا چاہ رہے ہیں۔"

"بیٹا وہ..... وہ ہم نے تم سے جھوٹ بولا تھا۔"

"کیسا جھوٹ؟"

"بہت سنگین جھوٹ۔"

"چچا پلیز کھل کر بتائیے کیا جھوٹ بولا تھا۔" وہ الجھ کر بولی۔

"رامیہ تمہاری ماں زندہ ہے۔"

"کیا....." وہ بھونچکا سی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "یہ..... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ..... میری ماں..... یعنی میری ماں زندہ ہے۔" وہ انتہائی بے یقینی کے عالم میں اپنی انگشت شہادت سینے پررکھ کر گویا ہکلا کر بولی۔

"مگر بچپن سے لے کر آج تک ادا اور آپ سب نے تو مجھے یہی بتایا تھا کہ میری ماں اس دنیا....." تحیر و دکھ کی زیادتی سے اس کی زبان گنگ ہوگئی۔

"جھوٹ بولا تھا ہم سب نے تم سے' تمہارا باپ احساس کمتری کا مارا انسان تھا' ہمیشہ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کی غرض سے وہ بھابی پرزیادتی کرتا تھا' وہ تو انتہائی نیک و پارسا خاتون تھیں' اس دن بھی کسی کام کے لیے مارکیٹ تک گئیں مگر رات گئے تک واپس نہیں آئیں تو تمہارا باپ غصے سے آگ بگولہ ہوگیا اور اس جلتی پر تیل چھڑکنے کا کام تمہاری چچی اور تائی نے بخوبی کیا اور جب وہ صبح آئیں تو تمہارے باپ نے ان سے ایک بھی لفظ سنے بنا کھڑے کھڑے طلاق دے دی اور یہ کہہ کر دھکے مار کر گھر سے نکال باہر کیا کہ اگر انہوں نے کبھی بھی تم سے ملنے کی کوشش کی تو وہ تم سے تمہاری ولدیت چھین کر تمہیں کسی یتیم خانے میں پھینک آئے گا اور یوں تمہاری زندگی ایک گالی بن کررہ جائے گی اور پھر بھابی چلی گئیں۔" وہ ندامت سے سر جھکا کر بولے تو رامیہ نے بے ساختہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخوں کا گلا گھونٹا تھا وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چچا جان کو تکے جارہی تھی۔

"میری ماں زندہ ہیں....." وہ خود سے بولی جیسے خود کو یقین دلانا چاہ رہی ہو۔ "میری ماں..... کہاں ہیں وہ..... بتائیے چچا جان میری ماں کہاں ہے؟" وہ چلا ہی پڑی تو ذیشان اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے بولا۔

"پلیز رامیہ خود کو سنبھالو۔"

"کیسے سنبھالوں خود کو ذیشان! بیس سال کے طویل عرصے کے بعد مجھے یہ بتایا جارہا ہے کہ جس ماں کے لیے میں نے ساری زندگی یہ سمجھا کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہے وہ زندہ سلامت ہے مجھے میری ماں سے دور رکھ کرانہیں مردہ

قرار دے کر مجھے احساسِ محرومی اور تنہائی میں مبتلا کر کے آج مجھے یہ سچائی بتائی جارہی ہے کہ میری ماں......" بولتے ہوئے اس کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا تو وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

"آپ لوگوں نے رامیہ اور چچی جان کے ساتھ بہت ظلم و زیادتی کی ہے چچا جان!" ذیشان انہیں شکایتی نگاہوں سے دیکھتا تاسف سے بولا تو چچا جان نے ندامت و شرمندگی سے سر جھکا لیا جب کہ ذیشان رامیہ کو سنبھالنے لگا جو اس انکشاف کی زد میں آ کر ریزہ ریزہ طرح بکھر گئی تھی۔

❀......❀......❀
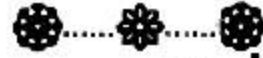
عافین نے انس کے بے حد استفسار پر تمام باتیں اسے بتا ڈالی تھیں سوائے رامیہ کے تھپڑ اور اسے اغوا کرنے کے وہ اپنی اس شرمناک حرکت کو انس سے چھپا گیا تھا۔

"بھائی آپ کو رامیہ باجی کی ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں تھا لہٰذا آپ نے انہیں ایک نارمل لڑکی کی طرح ٹریٹ کیا جب کہ وہ انتہائی ذہنی خلفشار اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار تھیں۔" انس پُرسوچ انداز میں انتہائی سمجھ داری سے بولا تو عافین نے اس کی بات پر تائیدی انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں انس! میں رامیہ کو یونیورسٹی کی ایک عام لڑکی کی طرح سمجھا تھا مگر مجھے یہ ہرگز نہیں معلوم تھا کہ وہ کس قدر نامساعد حالات کا سامنا کتنی بہادری سے کر رہی ہے۔" عافین کو یہ جان کر نجانے کیوں بہت سکون محسوس ہوا کہ رامیہ کو اپنے سابقہ منگیتر سے کوئی قلبی لگاؤ نہیں تھا جو عفیفہ کی زبانی انس کو معلوم ہوا تھا۔

"مگر بھائی اب رامیہ باجی کی زندگی میں کسی دکھ کسی تکلیف کی پرچھائی تک نہیں آئے گی۔ میں اپنی بہن کو زندگی کی ہر خوشی دوں گا۔" انس بالکل بڑے بھائیوں کی طرح گہری سنجیدگی سے بولا تو عافین اسے محبت سے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

آج طوبیٰ کی شادی تھی وہ اس کی مایوں مہندی میں بھی شریک نہیں ہوسکی تھی بس تین دن سے پاگلوں کی طرح یہی سوچے جارہی تھی کہ اپنی ماں کو تلاش کرے تو کیسے؟ چچا جان نے بتایا تھا کہ کوئی شخص اس کی ماں کو چھوڑنے آیا تھا' وہ شخص کون تھا' کہاں سے آیا تھا؟ کیا اس کی ماں اسی شخص کے ساتھ چلی گئی تھی' یہ سب کچھ وہ نہیں جانتے تھے اسے کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا جس پر چل کر وہ اپنی ماں کو ڈھونڈ سکے' موبائل کی بجتی بپ پر اس نے بے زاری سے کال پک کی تھی۔

"رامیہ باجی! آپ کہاں غائب ہیں' طوبیٰ اور عفیفہ باجی آپ سے بہت ناراض ہورہی تھیں۔" انس چہک کر بولا تو رامیہ نے بے دلی سے سنا۔

"آج شادی میں آپ آرہی ہیں نا۔"

"انس میں......"

"بس مجھے کچھ نہیں سننا' آپ نو بجے تیار رہیے گا میں آپ کو پک کرلوں گا۔" وہ حتمی انداز میں کہہ کر لائن ڈس کنکٹ کر گیا تو رامیہ غائب دماغی سے بیٹھی رہ گئی۔

طوبیٰ کی سنگین دھمکیوں اور انس کے پُرزور اصرار پر رامیہ شادی میں آتو گئی تھی مگر اس کا ذہن بُری طرح الجھا ہوا تھا۔

"اُف رامیہ باجی! طوبیٰ باجی تو آسمان کی حور لگ رہی ہیں۔" مکس گرین رنگ کی بدولت انس چہکتے ہوئے اس کے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھا تو رامیہ کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا' رامیہ کی طرف سے یکسر خاموشی محسوس کر کے انس نے بغور دیکھا پھر کچھ سوچ کر دھیرے سے اس کے بازو کو چھوا تو رامیہ اچانک یوں ہڑ بڑا کر سیدھی ہوئی جیسے کسی نے اسے گہری نیند میں سوتے ہوئے ٹھنڈا پانی گرا کر جگا دیا ہو۔

"اف او انس! کیا مصیبت ہے تم نے تو مجھے ڈرا دیا۔" یک دم انس نے اس کے سکتے کی کیفیت کو توڑا تو رامیہ چڑ کر اسے ستا گئی۔

"کیا ہوگیا ہے رامیہ باجی آپ کو؟ اتنی خوب صورت محفل میں ہوتے ہوئے بھی آپ نجانے کہاں گم ہیں۔" انس ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے تھوڑا ناراضی سے بولا تو رامیہ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

"یہ عفیفہ کہاں رہ گئی۔" رامیہ نے ایک طائرانہ نگاہ ماحول پر ڈال کر استفسار کیا تو انس ہنستے ہوئے بولا۔

"وہ تو طوبیٰ باجی سے بالکل جڑ کر بیٹھی ہیں' کہہ رہی تھیں' دلہن کے ساتھ بیٹھنے سے جلدی شادی ہوجاتی ہے۔" انس کی بات پر رامیہ کے ہونٹوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ چمکی تو انس نے موقع غنیمت جان کر فوراً کہا۔

"رامیہ باجی! آپ ہماری ایجنسی میں کب شفٹ ہورہی ہیں؟" یک دم رامیہ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے ایک ناگواری پرچھائی اس پل ذہن کے پردے پر ابھری تھی' یک لخت اس کی طبیعت اس ماحول سے مکدر ہوگئی تھی۔ وہ تیزی سے اپنی نشست سے اٹھی اور باہر کی جانب بڑھی۔ انس اس کا بدلتا رویہ دیکھ کر یک دم پریشان ہوکر اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"کیا ہوا رامیہ باجی! شادی کا فنکشن اس وقت عروج پر ہے اور آپ جارہی ہیں؟" اسے جانے کے لیے پر تولتا دیکھ کر وہ گھبرا کر بولا تو رامیہ گھٹی گھٹی آواز میں بمشکل بولی۔

"انس مجھے یہاں بہت وحشت ہورہی ہے پلیز مجھے کہیں لے چلو ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔" اس پل اندر کی گھٹن اس حد تک بڑھی تھی کہ اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا' انس اس کی کیفیت دیکھ کر تیزی سے پارکنگ لاٹ کی جانب لپکا اور گاڑی میں رامیہ کو بٹھا کر وہاں سے نکل آیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شکر ہے کہ کریم دین ڈرائیور اپنے گاؤں گیا ہوا تھا ورنہ پاپا اسے یوں اکیلا نہ بھیجتے۔

گاڑی کے اے سی نے اس کے اعصاب کو کچھ پرسکون کیا تو وہ نڈھال سی آنکھیں موندھ کر سیٹ کی بیک سے سر ٹکا گئی۔ انس خاموشی سے ڈرائیونگ کررہا تھا' اس پل وہ رامیہ کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"رامیہ باجی میں نے ہمیشہ آپ کو اپنی بہن صرف سمجھا نہیں بلکہ دل و جان سے بڑی بہن مانتا بھی ہوں' آپ پلیز اپنے دل کا بوجھ مجھ سے کہہ کر ہلکا کرسکتی ہیں۔ آپ دیکھئے گا میں بھی آپ کا حقیقی بھائی بن کر دکھاؤں گا بس ایک بار مجھ پر بھروسہ تو کر کے دیکھئے۔" انس اتنے پُر یقین لہجے میں بول رہا تھا کہ بے ساختہ رامیہ کی آنکھیں جل تھل ہوگئیں۔

"انس میں اپنی پوری زندگی یہی سمجھتی رہی کہ میری ماں....." اتنا بول کر وہ سسک اٹھی۔ "مگر میری ماں زندہ ہے۔" رامیہ کے اس جملے پر بے ساختہ انس کا پیر بریک پر جا پڑا اور گاڑی جھٹکے سے رکی' "انس جس ماں کو میں سمجھتی تھی کہ وہ مجھے چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی ہے وہ زندہ ہیں انس..... میری ماں زندہ ہے' آخر میں بولتے ہوئے وہ انس کا بازو شدت جذبات سے جھنجوڑ گئی۔

"آپ ملنا چاہتی ہیں ان سے۔" انس گہری سانس بھرتے ہوئے بولا تو رامیہ نے انتہائی تحیر کے عالم میں اس کی جانب دیکھا۔

"تت..... تم کو معلوم ہے۔ وہ کون ہیں' کہاں رہتی ہیں؟" رامیہ کی بات پر اس نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے فل اسپیڈ پر دوڑانے لگا جب کہ رامیہ گہری سانس لیتے انس کو دیکھے گئی۔

❁......❁......❁

وہ ابھی ابھی انس کے ہمراہ اس کے گھر میں داخل ہوئی جہاں وہ اسے اپنی مما کے بیڈ روم کی جانب لے آیا تھا۔

"انس تم مجھے یہاں کیوں لے آئے ہو تم تو مجھے میری ماں کے پاس....." بولتے بولتے اچانک دروازہ کھل جانے پر وہ یک دم خاموش ہوگئی۔

"انس بیٹا! سب خیریت ہے نا' رامیہ اس وقت یہاں....." مسز ابراہیم اپنے کمرے سے نکل کر دروازے پر آئیں تھیں۔

"رامیہ باجی! یہ آپ کی ماما ہیں وہ ماں جو بائیس سال آپ کے ابو کی وجہ سے آپ سے دور رہیں۔" انس کے الفاظ پر یک دم مسز ابراہیم نے چوکھٹ کا سہارا لیا تھا۔

"انس! یہ کیا مذاق ہے یہ تو تمہاری مما ہیں' مجھے تمہاری یہ گھٹیا حرکت بالکل پسند نہیں آئی۔" انتہائی ناگواری سے بولتی رامیہ جانے کو پلٹی ہی تھی کہ ابراہیم صاحب کی آواز نے

اس کی قدموں کو بُری طرح جکڑ لیا تھا۔

"انس مذاق نہیں کررہا بیٹا!" وہ بھونچکا سی پلٹ کر شمع بیگم کو دیکھنے لگی جو بے آواز زاروقطار رو رہی تھیں۔

"آپ سب کو شرم آنی چاہیے یوں میرے جذبات کے ساتھ کھیل کر' مجھے آپ لوگوں سے یہ امید نہیں تھی۔" رامیہ بے ساختہ سسک اٹھی اور انتہائی دکھ سے بول کر فوراً وہاں سے پلٹ گئی جب کہ ابراہیم صاحب اور انس اس کے پیچھے پیچھے لپکے۔

"رامیہ بیٹا! ہماری بات کا یقین کرو' یہی عورت تمہاری ماں ہے' جس نے تمہیں جنم دیا جو بائیس سال تمہاری جدائی کی آگ میں جھلس کر تڑپتی سسکتی رہی' خدا کے واسطے اسے یوں چھوڑ کر مت جاؤ ورنہ......"

"نہیں......" وہ تڑپ کر پلٹتے ہوئے بولی۔ "میں اب اپنی ماں کو کہیں نہیں جانے دوں گی انہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی۔" وہ زور سے چلاتے ہوئے بے تحاشا روتے ہوئے بولی اور دوڑ کر شمع بیگم کے سینے سے لپٹ گئی جو انس کے پیچھے زاروقطار رو رہی تھیں۔ دونوں ماں بیٹی کو یوں تڑپ کر ملتے دیکھ کر انس بھی رو دیا جسے ابراہیم صاحب نے نم آنکھوں سمیت سینے سے لگالیا۔

❁......❁......❁

عافین ایک ہفتے بعد اپنے خالہ زاد کی شادی اٹینڈ کر کے لاہور سے واپس آیا تو انس کی زبانی تمام باتوں کا علم ہوگیا اس وقت رامیہ مسز ابراہیم کے ہمراہ کہیں باہر گئی ہوئی تھی' عافین تھکن کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں چلا آیا۔ رامیہ کا سامنا کرنا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا' مسز ابراہیم کو معلوم ہوا کہ عافین آ گیا ہے وہ فوراً اس کے کمرے کی جانب چل دیں' انس اور عافین میں انہوں نے کبھی کوئی فرق نہیں رکھا تھا وہ اپنی سگی اولاد کی طرح اسے چاہتی تھیں۔

رات کو کھانے کی میز پر اس کا رامیہ سے سامنا ہوا جو اسے بھرپور طریقے سے نظر انداز کر رہی تھی ایک اس کے علاوہ وہ سب ہی بے حد خوش اور پُرسکون دکھائی دے رہے تھے۔

"رامیہ باجی مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ آپ اتنے مزے دار کھانے پکا سکتی ہیں۔" انس شامی کباب کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے مزے سے بولا تو رامیہ مسکرادی جب سے اسے اس کی ماں ملی تھی اس کے اندر کی بے کلی' بے قراری و بے سکونی بھانپ بن کر اڑ گئی تھی اس پل رامیہ کی مسکراہٹ اتنی خوب صورت لگی کہ بے ساختہ عافین اسے دیکھتا رہ گیا یک دم رامیہ کی نگاہ اس پر پڑی تو انتہائی ناگواری سے اس نے عافین کی طرف سے منہ موڑ لیا' عافین کا دل بجھ سا گیا۔

❁......❁......❁

ذیشان اور حبا اس سے مل کر گئے تھے اور ساتھ میں یہ پیغام بھی دے گئے تھے کہ مہک ولا کے مکین ان دونوں سے مل کر اپنے ظلم و زیادتی کی معافی مانگنا چاہتے ہیں مگر رامیہ نے قطعیت سے ان لوگوں سے ملنے سے انکار کردیا تھا' جب کہ مسٹر ابراہیم اور مسز ابراہیم دونوں ہی اسے سمجھا رہے تھے۔

"بیٹا تم نے یہ قول نہیں سنا کہ "معافی سب سے اچھا انتقام ہے" غصہ اور انتقام کی آگ انسان کو کسی پل سکھ نہیں لینے دیتی' اگر تم ان لوگوں سے نفرت کرتی رہو گی' ان کی زیادتیوں کو سوچ سوچ کر کڑھتی رہو گی تو تمہاری زندگی بھی بے سکون اور منتشر سی رہے گی۔ ایک بار تم ان لوگوں کو معاف کر کے دیکھو پھر دیکھنا کیسی ٹھنڈک اور سکون تمہاری روح میں اترے گا۔" ابراہیم صاحب اسے حلاوت سے سمجھاتے ہوئے بولے تو گرم گرم آنسو اس کی آنکھوں سے گرنے لگے جسے دیکھ کر مسز ابراہیم تڑپ اٹھیں۔

"اور جو آنسو جو تکلیفیں انہوں نے مجھے دیں' میرے دل کو چوٹ پہنچائی' میری روح کو زخمی کیا اس کا کیا......؟" وہ روٹھے ہوئے بچے کی مانند انتہائی معصومیت سے بولی تو کاؤچ پر بیٹھے عافین کو اس پر بے ساختہ پیار آ گیا۔

"اللہ تعالیٰ بہترین منصف ہے وہ تمہارے ساتھ پورا انصاف کرے گا' تمہارے آنسو تمہاری تکلیفیں جن پر تم

نے برداشت کیا وہ بلاشبہ رائیگاں نہیں جائے گا وہ تمہیں اس کا بہترین صلہ عطا کرے گا۔" ابراہیم صاحب اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے بولے تو رامیہ نجانے کون سی طاقت کے زیر اثر فوراً کہہ اٹھی۔

"ٹھیک ہے پاپا! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے گا کہ امی کے ساتھ میں نے ان سب کو معاف کیا۔" یہ کہہ کر وہ واقعی خود کو بادل کی مانند ہلکا پھلکا محسوس کررہی تھی۔ نفرت و بدلے کا جذبہ انتہائی طاقت ور ہوتا ہے مگر اس سے کہیں زیادہ طاقت جذبہ ایمان میں ہوتا ہے جو انسان کو حیوان بننے سے روک دیتا ہے اور اسے نیکی اور بھلائی پر اکسا کر انسانیت کی معراج پر پہنچا دیتا ہے وگرنہ نفرت و بدلے کی طاقت سے مغلوب ہوکر انسان انسان کو ہی نیست و نابود کرنے پر تلا رہتا۔

"شاباش میری گڑیا! تم نے ہمیں خوش کردیا۔" ابراہیم صاحب مسکرا کر بولے تو مسز ابراہیم نے اٹھ کر رامیہ کو اپنے سینے سے لگالیا۔

❁......❁......❁
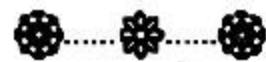
کافی دنوں سے عافین رامیہ سے بات کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا مگر رامیہ اسے ایسا کوئی موقع فراہم نہیں کررہی تھی، تھوڑی دیر پہلے عفیفہ، طوبیٰ اس سے مل کر گئی تھیں وہ اس کے لیے بہت خوش تھیں وہ ان سے فارغ ہوکر ٹیرس میں رکھی چیئر پر بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگی جب ہی عافین نے اسے وہاں جالیا۔

"رامیہ مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ اس کے سر پہ آ کر بولا تو رامیہ نے قطعیت سے کہا۔

"مگر مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی آپ یہاں سے جاسکتے ہیں۔"

"مگر میں اپنی بات پوری کیے بنا یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔" اتنے دنوں کی گھٹن اور بے زاری اس پل عود کر اس کے لہجے میں آ سمائی تھی۔

"ٹھیک ہے اگر آپ نہیں جارہے تو میں چلی جاتی ہوں۔" وہ کتاب بند کرکے کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی تو

سانحہ پشاور پر ایک پرسوز نظم

میرے مولا!
تیری ارض پاک پہ یہ ماجرا کیا ہے؟
تیری کائنات میں فتنہ و فساد کا سلسلہ کیا ہے؟
کہیں پر ہے ظلمتوں کی نیند میں تڑپتی بنت حوا
کہیں پر ہیں اڑتی لاشوں کی ریزہ ریزہ بوٹیاں
کہیں پر ہیں درندے نوخیز پھولوں کو مسلتے ہوئے
رنگ حیاتی کو بدرنگ کرتے ہوئے
گلشن حیات کو غم کی آگ لگاتے ہوئے
خون کی بہتیں بہا ندیاں بہاتے ہوئے
باپ کے بازو کاٹتے ہوئے
میرے مولا!
حالات دہر پہ غمزدہ ہے ہر آنکھ
بے چین پدر مادر کا دل شکستہ بین کرتا ہے
بچھڑے ہوئے پھولوں سے ملنے کو تڑپتا ہے
امیر سلطنت سے قوت و یائی سے محروم زبان پر
فریاد کرتی ہے
اور بار بار کرتی ہے
ہمارے گلشن حیات کے نوخیز گلوں کی کلکاریاں
واپس لادو
ہماری اجڑی بجھی آنکھوں میں امید کی لو جلادو
ہمارے بچے ہمیں واپس لادو
آہ! ہمارے بچے ہمیں واپس لادو
میرے مولا! میری ارض دھرتی کو پھر سے گہوارہ
امن بنادے
خوشیوں و مسکراہٹوں کا چمن بنادے آمین
سامعہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

عافین کو غصہ سا آ گیا۔

"رامیہ آپ میری بات سنے بنا یہاں سے نہیں جاسکتیں۔" وہ اس کے مقابل آتے ہوئے بولا۔

"آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتے۔" رامیہ کو بھی طیش آ گیا تھا اسی دوران اپنی جون میں آتا انس ٹیرس

میں داخل ہوا اور رامیہ کے بگڑے تیور دیکھ کر حیرت سے استفسار کیا۔

"کیا ہوا رامیہ باجی کس کی شامت آپ کے ہاتھوں آئی ہے۔"

"انس اپنے بھائی سے کہو کہ فوراً یہاں سے چلے جائیں اور آئندہ مجھ سے مخاطب ہونے کی کوشش بالکل نہ کریں ورنہ......" وہ قصداً اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے سلگتی نظروں سے دیکھنے لگی جو اسے زچ کررہا تھا۔

"انس رامیہ باجی سے کہو وہ انہیں میری بات سننی ہی ہوگی۔" رامیہ کے قریب آنے کے لیے اسے انس کی مدد کی اشد ضرورت تھی ورنہ یہ لڑکی کم از کم اس زندگی میں تو اسے قبول کرنے والی نہیں تھی۔

"ہائے عافین بھائی! رامیہ باجی آپ سے پانچ سال چھوٹی ہیں آپ انہیں باجی کیوں کہہ رہے ہیں۔" انس مصنوعی حیرت سے بولا۔

"لاحول ولاقوۃ۔" وہ بے مزہ ہوکر جلدی سے بولا پھر مزید گویا ہوا۔ "میں بھلا باجی کیوں کہوں گا یہ صرف تمہاری باجی ہیں۔"

"اچھا صرف میری بہن......" انس صرف کو خاصا لمبا کھینچتے ہوئے بولا تو رامیہ حسب توقع تلملا اٹھی۔

"انس بکواس بند کرواپنی اور ہٹو میرے راستے سے۔" یہ کہہ کر رامیہ یہ جا وہ جا جب کہ انس اور عافین محض ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

❁......❁......❁

عافین شام کو کلب سے لوٹا تو لان میں رامیہ کو انس سے باتیں کرتے دیکھا' انس عافین کو یہاں آتا دیکھ کر کوئی بہانہ کرکے فوراً وہاں سے کھسک لیا۔

"رامیہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے ہرگز معاف کرنے کی روادار نہیں ہو مگر میں پھر بھی تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔ اس دن غصے اور جوش میں آکر میں نے وہ حرکت کرڈالی جو کبھی میں نے خواب وخیال میں بھی نہیں سوچی تھی' یونیورسٹی میں تمہارے رویئے نے مجھے بہت ڈسٹرب کردیا تھا' میں اہانت کے احساس میں بُری طرح جل رہا تھا۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے ایک نگاہ رامیہ کے جھکے سر پر ڈالتے ہوئے بولا جو بہت خاموشی سے کیاری میں لگے پھولوں پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

"میں اپنے عمل کو درست قرار دینے یا خود کو بے قصور ٹھہرانے کے لیے یہ بات ہرگز نہیں کہہ رہا کہ جو انداز جو رویہ تم نے میرے ساتھ روا رکھا وہ ایک مرد کی مردانگی پر کاری ضرب تھا مگر میں نے پھر بھی بہت بُری حرکت کی مجھے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے تھا ہوسکے تو پلیز مجھے معاف کردینا۔" یہ کہہ کر عافین پلٹ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا جب کہ رامیہ نے بے ساختہ گردن موڑ کر اس کی پشت کو دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

آج امی نے رامیہ سے ڈھیروں باتیں کی تھیں جن میں زیادہ تر وہ عافین کا ہی تذکرہ کررہی تھیں' ابراہیم صاحب کی محبت وخلوص کی وہ پہلے سے قائل تھیں مگر امی کے بتانے پر وہ ان کی اعلیٰ ظرفی اور شرافت پر دل و جان سے ایمان لے آئی تھی اور پہلے سے زیادہ ان کی عزت کرنے لگی تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ اگر امی کو ابراہیم صاحب جیسے حلیم فطرت اور ہمدرد انسان نہ ملتے تو نجانے ان کا کیا حشر ہوتا' اس کے باپ اور ددھیال والوں نے تو انہیں تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی' وہ واقعی فرشتہ صفت انسان تھے' ان کے اصرار پر ہی وہ انہیں پاپا کہتی تھی۔

"عافین نے مجھے بالکل اپنی سگی ماں کی طرح عزت و محبت دی ہے' ہمیشہ میرا کہنا مانا ہے' میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے ابراہیم جیسا شریک سفر اور عافین جیسا فرماں بردار اور مجھ پر جان چھڑکنے والا بیٹا ملا اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری لخت جگر سے بھی ملادیا۔" امی بولتے ہوئے آخر میں اسے محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولیں تو اچانک انس کی بسورتی آواز ابھری۔

"اچھا اس پوری فیملی میں میرا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔"

بے ساختہ دونوں نے دروازے کی جانب دیکھا جہاں وہ روٹھا سا کھڑا تھا۔ امی اور رامیہ ہنسنے لگیں۔

"ارے میرا انس تو سب سے اچھا بچہ ہے۔" امی جلدی سے بولیں۔

"ہاں ہاں اب تو ایسا ہی بولا جائے گا ناں۔" پھر معاً اسے کچھ یاد آیا تو بولا۔ "مما وہ عافین بھائی لندن جانا چاہ رہے ہیں' ابھی پاپا کی اسٹڈی میں وہ ان سے یہی بات کررہے تھے۔"

"کیوں..... اتنا اچانک پروگرام کیسے بنالیا عافین نے' ایسے کیسے جاسکتا ہے وہ۔" امی حواس باختہ سی ہوکر بولیں۔ رامیہ بس خاموشی سے انہیں دیکھے گئی۔

"کچھ دنوں کے لیے لاہور جانے سے بھی وہ اتنا گھبرا رہا تھا کہ آپ لوگوں کی یاد آئے گی' اب ایسے کیسے ہمیں چھوڑ کر چلا جائے گا۔" امی یہ کہتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھی تھیں ان کے جانے کے بعد رامیہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

❁......❁......❁

عافین پہلی بار ضد پر آ گیا تھا کسی کے کہنے پر بھی وہ رکنے پر آمادہ نہیں تھا' یہاں تک کہ وہ اپنا ایم بی اے بھی ادھورا چھوڑ کر جارہا تھا' اس کی ضد دیکھ کر مسٹر ابراہیم اور مسز ابراہیم نے بادل نخواستہ اسے اجازت دے دی تھی مگر امی نے یہ شرط اس کے سامنے رکھ دی تھی کہ جانے سے پہلے اس کی منگنی یا نکاح کردیا جائے۔ جس پر ابراہیم صاحب ہنس کر بولے تھے کہ آپ کو یہ خوف ہے کہ وہ کوئی گوری میم اپنے ساتھ نہ لے آئے تو انہوں نے اس بات کا برملا اقرار بھی کیا تھا جب کہ یہ سن کر عافین نے مارے بے بسی کے اپنے بالوں کو نوچ ڈالا تھا۔

"ابراہیم! ملیحہ کی بیٹی عائزہ ہمارے عافین کے لیے کیسی رہے گی؟" آج کل ان کے ذہن پر صرف لڑکیاں ہی سوار تھیں' عافین سمسٹر دینے پر بمشکل راضی ہوا تھا اس کے فوراً بعد وہ لندن روانہ ہونے والا تھا اور مسز ابراہیم اس دوران کوئی لڑکی ڈھونڈ لینا چاہتی تھیں۔

"ارے بیگم صاحبہ! آپ اس معاملے میں ہلکان بالکل مت ہوں' انس اور میں نے عافین کے لیے لڑکی ڈھونڈ بھی لی ہے اور اسے پسند بھی کرلیا ہے۔" مسٹر ابراہیم کتاب بند کرتے ہوئے ڈرامائی انداز میں بولے تو انہوں نے بے حد چونک کر دیکھا۔

"کیا واقعی...... ؟ مگر انس نے مجھ سے اس لڑکی کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔" وہ الجھ کر گویا ہوئیں۔

"کیوں کہ آپ لڑکی کی ماں ہیں ناں۔"

"لڑکی کی ماں...... کیا مطلب......؟" نا سمجھی کے عالم میں استفسار کرتے کرتے یک دم بات ان کی سمجھ میں آئی تو مسز ابراہیم نے انتہائی بے یقینی کے عالم میں اپنے مجازی خدا کو دیکھا۔

"مطلب انس اور میں نے رامیہ کو عافین کے لیے پسند کیا ہے اور ہماری اس پسند میں عافین کی پسند بھی شامل ہے۔" مسٹر ابراہیم ان کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مسکرا کر بولے تو مارے خوشی اور احساس تشکر کے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ابراہیم اگر ایسا ہوجائے تو میری بچی کے ایک ایک آنسو اور ہر تکلیف کا ازالہ ہوجائے گا۔"

"ایسا ہی ہوگا عافین اسے اپنی پلکوں پر بٹھا کر رکھے گا۔" ابراہیم صاحب کی آواز کمرے سے ابھری تو دروازے کی اوٹ پر کھڑی رامیہ خاموشی سے وہاں سے پلٹ آئی وہ جو کسی کام سے ان کے کمرے کی جانب آئی تھی مگر ابراہیم صاحب کے منہ سے اپنا نام سن کر بے ساختہ رک گئی تھی۔ اس دن عافین سے معافی مانگنے پر اور اس کے سابقہ رویے کا احساس دلانے پر جب اس نے اپنے رویوں کو یاد کیا تو بہت جگہ وہ خود کو غلط دکھائی دی۔ واقعی عافین کے ساتھ اس کا سلوک ایک دشمن کی طرح تھا حالانکہ عافین نے اس سے کبھی کوئی بدتمیزی نہیں کی تھی ماسوائے اس حرکت کے جس کا ذمہ دار خود اس کا رویہ تھا' وہ کچھ سوچ کر عافین کے کمرے کی جانب آ گئی۔ عافین کتابوں میں سر دیئے اسے اپنے کمرے میں آتا دیکھ کر اچھا

خاصا چونکا تھا جو لیمن اور پیچ رنگ کے امتزاج والے لان کے سوٹ میں اسے بہت ظالم و جابر لگ رہی تھی۔

"آپ کو اگر میری مدد کی ضرورت ہے تو بتا دیجیے۔" وہ جتنے خوب صورت لہجے میں بولی عافین نے اتنی ہی بدصورتی سے جواب دیا۔

"آپ کو میری ٹیچر بننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔" انتہائی رف سے حلیے میں وہ اسے بہت خاص لگ رہا تھا۔

"ثناشہ کے کیا حال ہیں؟" رامیہ کے منہ سے یہ جملہ سن کر عافین نے اسے کافی اچنبھے سے دیکھا۔

"آپ تو ثناشہ کے بارے میں ایسے پوچھ رہی ہیں جیسے وہ آپ کی گہری دوست ہو۔" وہ طنزاً بولا۔

"چلیں میری نہ سہی آپ کی تو گہری دوست تھی۔"

"آپ کو اس سے کیا پرابلم ہے کہ وہ میری گہری دوست ہے یا نہیں۔" عافین کو رامیہ کی بات اچھی نہیں لگی لہٰذا روکھائی سے کہہ گیا۔

"مجھے کیا پرابلم ہوگی وہ دراصل امی آپ کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں تو میں نے سوچا کہ ثناشہ......"

"آپ کو میرے میٹر میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے اور پلیز مما کے سامنے ثناشہ کا تذکرہ نہ چھیڑیے گا اس کی شادی ہونے والی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو رامیہ نے کچھ توقف کے بعد استفسار کیا۔

"آپ میری وجہ سے یہ گھر چھوڑ کر لندن جا رہے ہیں نا؟"

"نہیں......ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ پلیز یہ مت سوچیے۔" عافین جلدی سے وضاحت دیتے ہوئے بولا اچانک اسے خیال آیا کہ اگر رامیہ کو اندازہ ہوگیا کہ محض اس سے بھاگنے کی خاطر وہ لندن جا رہا ہے تو وہ حساس لڑکی خود ہی نہ گھر چھوڑ دے۔

"عافین میں چاہتی ہوں کہ میرے ساتھ ساتھ آپ بھی گزری باتیں بھول جائیں میں اپنی پچھلی زندگی کو پوری طرح سے بھول جانا چاہتی ہوں۔"

"تو اس کا مطلب ہے آپ نے مجھے معاف کردیا۔" وہ بے ساختہ بولا تو جواباً رامیہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا جس پر عافین نے "اُف میرے خدا شکر ہے" کہہ کر ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

"رامیہ سب سے جا کر کہہ دو میں کوئی لندن وندن نہیں جا رہا۔" وہ اس کے قریب آ کر مزے سے بولا۔

"مطلب آپ مجھ سے بھاگ رہے تھے نا۔" وہ تادیبی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اب تم کو ساتھ لے کر جاؤں گا بھگا کر نہیں بلکہ اپنی شریک سفر بنا کر ہنی مون منانے کے لیے۔" وہ دل کشی سے گنگنایا تو کمرے میں ٹھنڈک کے باوجود اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔

"آپ کو اتنا یقین ہے کہ میں آپ سے شادی پر رضا مند ہو جاؤں گی؟" وہ بظاہر خود کو مضبوط بناتے ہوئے بولی حالانکہ اندر سے وہ عافین کی قربت اور اس کی باتوں سے بہت پزل ہو رہی تھی۔

"جی جناب یقین واثق ہے جب تم مجھے معاف کر کے لندن جانے سے روک سکتی ہو تو مجھ سے شادی پر بھی ضرور آمادہ ہو جاؤ گی۔"

"اُف اتنی خوش فہمی......" وہ اپنی شرگیں مسکراہٹوں پر بمشکل کنٹرول کر کے بولتی دروازے کی جانب بھاگی۔

"ارے ارے سنو تو سہی......" عقب سے عافین کی آواز ابھری مگر رامیہ کھلکھلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی۔

آج اسے بھی یقین ہو چلا تھا کہ عافین اور اس گھر کی صورت میں رب الکریم نے اس کی تمام تکالیف کا خوب ازالہ کردیا ہے بے شک اللہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا اب ہر تمنا دل پوری ہونے چلی تھی۔

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 28

ڈسنے لگی ہے اب شب فرقت کی تیرگی
آجاؤ صبح روئے منور لیے ہوئے
ہر غم پر ہے اک نئی الجھن کا سامنا
ہم آئے ہیں عجب مقدر لیے ہوئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مصطفیٰ ولید کے کہنے پر دعوت قبول کرلیتا ہے شہوار بھی وہاں شرکت پر بغیر کسی انکار کے حامی بھرلیتی ہے جس پر مصطفیٰ اس کے مصالحت آمیز انداز پر حیران رہ جاتا ہے جب ہی وہ اپنے درمیان حائل ناراضگی کو دور کرنے کی سعی کرتا ہے ایسے میں شہوار بھی مصطفیٰ کے بدلتے روپ کو دیکھ کر ساری تلخی کو ختم کرکے اس رشتے کو نئے انداز میں آگے بڑھانے کا ارادہ کرلیتی ہے۔ انا کی بدگمانی ولید کو سخت مضطرب کردیتی ہے۔ دعوت پر کیتھی کو مدعو دیکھ کر وہ پھر سے خودترسی کا شکار ہونے لگتی ہے دوسری طرف ولید کی زبانی اسے کیتھی کی منگنی طے ہوجانے کا پتا چلتا ہے لیکن اس کا دل پھر بھی کیتھی کی طرف سے صاف نہیں ہو پاتا۔ عباس اور عادلہ کے بڑھتے تنازعات کے پیش نظر شاہ زیب وکیل کے ذریعے طلاق کے کاغذات عادلہ کو بھجوادیتے ہیں۔ اپنے رشتے کے اس انجام پر عباس نہایت مضطرب حالت میں رابعہ سے اپنے حالات شیئر کرتے اسے ہر طرح کے تحفظ کا یقین دلاتا ہے جبکہ رابعہ اس علیحدگی کا ذمہ دار خود کو گردانتی شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ دوسری طرف عادلہ انہیں ایک ساتھ دیکھ کر بھڑک اٹھتی ہے اور فون پر رابعہ کی پارسائی پر طنز کرتے اسے دھمکیوں سے نوازتی ہے جبکہ رابعہ عباس کی پریشانی کے خیال سے اسے کچھ بھی بتانے سے گریز کرتی ہے۔ طلاق کے کاغذات دیکھ کر عادلہ انتقام کی آگ میں مزید بھڑک اٹھتی ہے۔ کیتھی رات ولید کے گھر ہی قیام کرتی ہے صبح انا کو کالج چھوڑنے کے دوران کیتھی بھی ان کے ہمراہ ہوتی ہے۔ ولید اس دوران بھی انا سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اسے بغیر کوئی موقع دیے چپ چاپ اتر جاتی ہے واپسی پر اسے تنہا گھر آنا پڑتا ہے جب ہی راستے میں مصطفیٰ کے کزن حماد اور شائستہ اسے گھر ڈراپ کرنے کی آفر کرتے ہیں ناچار وہ ان کے ہمراہ گھر آتی ہے جبکہ حماد اور انا کو دیکھ کر ولید حماد سے متعلق پوچھ گچھ کرتا ہے جس پر انا نہایت بدتمیزی سے اس کے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے انکار کرتے مشتعل انداز میں اس زبردستی کے بندھن کو ختم کرنے کی بات کرتی ہے جبکہ ولید بھونچکا رہ جاتا ہے ضیاء صاحب کے پوچھنے پر وہ فوراً ہی انا سے شادی پر آمادگی ظاہر کرتا ہے جبکہ انا اس کے دوہرے رویے پر شدید الجھن کا شکار ہوتی ہے۔ مصطفیٰ کام کے سلسلے میں اسلام آباد چلا جاتا ہے ایسے میں شہوار اس کی کمی شدت سے محسوس کرتی اپنی بدلتی حالت پر خود بھی حیران رہ جاتی ہے۔ تابندہ بوا شاپنگ کے دوران اجنبی کو دیکھ کر ٹھٹک جاتی ہیں انہیں وہ چہرہ بے حد شناسا لگتا ہے لیکن جب ہی وہ بھیڑ میں ان کی نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے شہوار کی یاد محسوس کرتے وہ واپسی کا ارادہ کرتی ہیں لیکن اس کے کسی بھی سوال کا جواب نہ دے پانے پر وہ ایک مرتبہ پھر اپنی کوششوں میں مصروف ہوکر اپنا ارادہ ترک کردیتی ہیں۔ رابعہ اپنی شادی کے متعلق عباس کو انفارم کرتے اپنی جاب چھوڑنے کی بات کرتی ہے جبکہ عباس یہ سب جان کر عجیب سی کشمکش کا شکار ہوجاتا ہے۔ انا ایک آخری کوشش کے طور پر ولید کے نمبر سے

کاشفہ کا نمبر لیتی ہے۔ اسی دوران کاشفہ کی مسڈ کالز اور ڈھیروں محبت بھرے میسجز دیکھ کر اس کا شک یقین میں بدلتا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف کاشفہ سے بات ہونے پر وہ ولید کے بڑھتے ہوئے تعلقات اور محبت کی داستان سنا کر انا کو مورد الزام ٹھہراتی ہے کہ اب وہ صرف اس کی وجہ سے دھوکا کر رہا ہے اور وہ ولید کو اس کے لیے کبھی معاف نہیں کرے گی جبکہ انا مزید خوف کا شکار ہو جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

ولید آفس جا رہا تھا گاڑی ابھی تک ٹھیک نہ ہوئی تھی ماما نے اسے کہہ دیا تھا کہ ولید کے ساتھ کالج چلی جائے وہ ڈراپ کر دے گا۔ اس نے انکار کرنا چاہا مگر ماما نے دوٹوک انداز میں کہا تو وہ کلستی جھلستی ولید کی گاڑی میں جا بیٹھی تھی۔ ولید جب باہر آیا تو اسے پچھلی سیٹ پر دیکھ کر ٹھٹکا۔

دونوں کے درمیان کل جو منہ ماری ہو چکی تھی اس کو لے کر وہ خود بھی انا سے کافی کھنچاؤ محسوس کر رہا تھا اب اسے دیکھ کر اس کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔ بہت سنجیدگی کے عالم میں وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تو انا بھی بگڑے تیوروں سمیت چہرہ موڑے باہر دیکھتی رہی تھی۔

ماما کا اصرار نہ ہوتا تو شاید وہ آج اپنا کالج جانا ہی موقف کر دیتی۔ وہ بالکل سرد سپاٹ تاثرات لیے باہر دیکھتی رہی انداز بالکل لاتعلق اور سرد مہر تھا گویا سرے سے کوئی آشنائی ہی نہ ہو۔ ولید نے کئی بار بیک ویو مرر سے اسے دیکھا تھا۔

"ایسا کب تک چلے گا؟" ولید اس سے لاکھ خفا سہی لیکن انا کی طرح بہت دیر تک دل میں غصہ دبا کر نہیں رکھ پاتا تھا آخر کار مخاطب کر ہی لیا۔ انا ولید کے الفاظ پر چونکی اور پھر لب بھینچ گئی۔

وہ رات کاشفہ سے بات نہ کر چکی ہوتی تو شاید اس کی پہل سے پگھل جاتی لیکن اب تو دل بھانبھڑ کی طرح جل رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرہ بے تاثر۔

"انا! میں تم سے مخاطب ہوں۔" اس کی خاموشی پر ولید نے غصے سے زچ ہو کر ایک دم تلخی سے کہا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی' آئندہ مجھے مخاطب کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔" وہ تلخی سے کہہ کر خاموش ہو گئی۔

ولید کے اندر ایک دم شدید اشتعال کی لہر اٹھی اور اس نے ایک دم گاڑی ایک طرف کھڑی کی اور پلٹ کر اسے دیکھا۔ گاڑی رکنے پر انا نے بھی چونک کر اسے دیکھا ولید کی آنکھوں سے آنکھیں ملی تھیں۔ ولید بے انتہا غصے سے دیکھ رہا تھا وہ تنفر سے دیکھ کر چہرہ موڑ گئی۔

"یہ سب کیا ہے' کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟" وہ خاموش رہی تھی۔

"جہاں تک میں جانتا ہوں تم کاشفہ کی وجہ سے ری ایکٹ کر رہی ہو۔ کاشفہ کو لے کر اگر ایسا کر رہی ہو تو حماقت کا ثبوت دے رہی ہو۔" ولید نے خاصے ضبط سے کہا تھا دل چاہ رہا تھا کہ اس پتھر کے بت کو جھنجوڑ کر رکھ دے۔

"ایک لڑکی آپ کے لیے اپنی جان کی قربانی دینے کی کوشش کرے اور آپ کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ آپ کے بیچ میں کوئی افسوس بھی نہیں۔" وہ بولی تو ولید نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"میں کلیئر کر چکا ہوں کہ میرا کاشفہ کے کسی بھی ری ایکشن سے کوئی تعلق نہیں اپنے ہر نفع' نقصان کی ذمہ دار وہ خود ہے۔" ولید نے کہا تو انا نے استہزائیہ دیکھا۔ ولید نے دیکھا انا کی آنکھیں سرخ اور بوجھل تھیں گویا وہ ساری رات روتی رہی تھی۔

"وہ ایک جذباتی لڑکی ہے جو دوسروں کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھنے کی کوشش کررہی ہے اس کے کسی بھی عمل کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔"

"اس سے دوستی تو کی تھی نا آپ نے؟"

"ہاں لیکن اس کی بھی کوئی وجہ تھی اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ وہ اس طرح انوالو ہوجائے گی تو شاید میں کبھی بھی ایسی حماقت نہ کرتا۔" ولید نے کہا تو انا کے ہونٹوں پر استہزائیہ تبسم لہرایا۔

"پھر بھی خود کو بری الذمہ سمجھ رہے ہیں ایک لڑکی سے دوستی کرتے ہیں اس کے ساتھ وقت گزرتے ہیں اس کو اہمیت دے کر اس سے پھر بےزاری کا اظہار کرتے ہیں اس سے بڑھ کر بے حسی کیا ہوگی۔ میں سمجھتی تھی کہ آپ بہت اچھے انسان ہیں لیکن مجھے کبھی اندازہ ہی نہ تھا کہ آپ نے ایسے شقی القلب اور ظالم انسان بھی ہیں کہ ایک لڑکی آپ کی خاطر اس حد تک آ چکی ہے اور آپ خود کو بے گناہ کہہ رہے ہیں۔" وہ بولی نہیں پھٹ پڑی تھی جو دل میں آیا کہہ دیا۔

"شٹ اپ۔" ولید اس کے لب و لہجے اور الفاظ پر ایک دم مشتعل ہوا۔

"خبردار! مزید تم نے ایک لفظ بھی کہا تو......؟" ولید اس کے الفاظ پر ایک دم بھڑک اٹھا تھا۔ "دس از ٹو مچ۔" انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

"کیوں چپ رہوں سچ اتنا برا کیوں لگ رہا ہے؟ حقیقت کے آئینے میں اپنی تصویر دیکھیں نا اب کیوں چلا رہے ہیں؟"

"انا خبردار! اِٹس انف......" ولید اتنے غصے میں بولا کہ وہ چپ ہوگئی۔ ولید اسے دیکھتے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا گویا خود پر بمشکل قابو پا رہا ہو۔

"میرے الفاظ جھوٹ تو نہیں ہیں سچ ہی تو کہا ہے پہلے کیفتی پھر کاشفہ اور اب میں۔ پتا نہیں کتنوں کو دھوکہ دیں گے آپ۔" وہ سر سے پاؤں تک بدظن ہو چکی تھی رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ولید نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔

"بات اعتبار اور بھروسے کی ہوتی ہے تم نے تو اول روز سے ہی مجھ پر بھروسہ کب کیا تھا جو تمہیں دھوکہ دیتا میں۔" کچھ لمحے سنبھلنے کے بعد ولید نے کہا۔

"ہمیشہ شک کے تناظر میں دیکھا تم کیا سمجھتی ہو میں نا سمجھ تھا کچھ اندازہ نہ لگا سکتا تھا۔ تم جو مرضی سمجھتی رہو اب تمہارے سامنے ایک لفظ بھی اپنی صفائی میں نہیں کہوں گا۔" ولید نے سرد مہری سے کہتے تیزی سے گاڑی ڈرائیو کی۔

انا نے تخی سے اسے دیکھ کر چہرہ موڑ لیا تھا آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی جمع ہوگیا تھا وہ سوچتی رہی تھی کہ شاید ولید سب بیانات کی تردید کر دے مگر ولید تو خاموش ہوگیا تھا۔ اس کے دل پر ایک دم بوجھ بڑھ گیا تھا باقی رستہ دونوں کے درمیان بالکل ہی خاموشی رہی تھی۔

❁......❁......❁

تابندہ بی کا دل بڑا بوجھل سا ہو رہا تھا انہیں شہوار شدت سے یاد آ رہی تھی۔ ایک پل کو ان کا جی چاہا کہ وہ ایک بار جا کر اس سے مل آئیں وہ کون سا بہت دور تھی اسی شہر میں تو تھی ان کے نزدیک۔ لیکن پھر یہ سوچ کر رہ گئیں کہ وہ اتنے سارے لوگوں کے سوالوں کے بھلا کیا جواب دیں گی۔ وہ کچھ سوالوں کی تلاش میں یہاں آئی تھیں لیکن اب لگ رہا تھا کہ ان کے ہاتھ بالکل خالی ہیں۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنے سوالوں کی تلاش کا کام کہاں سے شروع کریں کوئی سرا ہی نہیں مل رہا تھا۔

کچھ سوچ کر وہ ساجدہ کو بتا کر ایک دفتر میں چلی آئی تھیں یہ ٹریول ایجنسی کا دفتر تھا برسوں پہلے وہ کسی کے ساتھ اس دفتر

نمرہ آرائیں

السلام علیکم جی آپ حیران ہورہے ہیں کہ یہ کون ہے جو بن بلائے مہمان کی طرح حاضر ہوگئی ہے لیجیے ہم اپنا تعارف کرواتے ہیں میرا نام نمرہ ہے میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ 5 مئی کو اس جہان فانی میں تشریف لائی ٹنڈو الہ یار میں رہتی ہوں مجھے سرخ گلاب بہت پسند ہے رنگوں میں کالا اور سفید بہت پسند ہے۔ لباس میں لانگ شرٹ اور فلیپر بڑا سادو پٹہ بہت پسند ہے آنچل سے رشتہ تقریباً چار سال پرانا ہے فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی سیدہ نایاب جیلانی ہے۔ پسندیدہ شعرا میں وصی شاہ ساغر پروین احمد فراز پسند ہیں۔ اب آتے ہیں میری فیملی کی طرف ہم پانچ بہن بھائی ہیں میرا نمبر دوسرا ہے مجھ سے دو بڑے بھائی ہیں پھر میں اور میرے بعد دو بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ پڑھائی کا بہت شوق ہے اور فیوچر میں ڈاکٹر بننے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ دعا کیجیے گا کہ میں اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو جاؤں غصہ بہت جلدی آجاتا ہے اور جذباتی تو بہت ہوں سیر و تفریح کا بہت شوق ہے۔ سیڈ سونگز پسند کرتی ہوں تنہائی پسند بھی ہوں سب سے زیادہ پیار اپنی امی اور ابو جانی سے کرتی ہوں اور دوستی بہت کم ہی لوگوں سے کرتی ہوں اور میچ تو بہت شوق سے دیکھتی ہوں اور بیسٹ کھلاڑی شاہد آفریدی اور بیسٹ سنگر عاطف اسلم ہے آپ سب ہمیشہ خوش رہیں میں آپ کے لیے ہمیشہ یہ دعا کروں گی اللہ حافظ۔

کے چکر لگا چکی تھیں لیکن اس وقت یہاں ٹریول ایجنسی کی جگہ کاروباری مراکز کا دفتر تھا۔ دفتر بند کرکے وہ بے حد مایوس ہوئی تھیں۔ انہیں لگ رہا تھا کہ جیسے ان کی ہر کوشش ناکام ہو رہی ہے گزرے دنوں میں وہ مختلف جگہوں پر جا چکی تھیں لیکن کوئی سراہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ رکشے میں بیٹھ کر ایک اور جگہ چلی آئی تھیں دو تین دنوں میں وہ یہاں مسلسل آرہی تھیں۔

بہت ہی خوب صورت گھر تھا تعمیر سے لگتا تھا کہ جیسا چند سال پہلے ہی تعمیر کیا گیا تھا۔ ہر بار کی طرح چوکیدار گیٹ پر موجود تھا وہ تابندہ کو دیکھ کر فوراً پہچان گیا تھا۔

"ہاں بی بی آج ہی آئے ہیں ٹھہرو تم میں ان سے پوچھ کر آتا ہوں۔" چوکیدار اندر چلا گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا۔

"آؤ۔" وہ کہہ کر پھر اندر کی طرف بڑھ گیا تو تابندہ اس کے ہمراہ چلتے اندر کی طرف چلی آئی تھیں۔ وہاں ڈرائنگ روم میں صوفے پر ایک درمیانی عمر کی خاتون موجود تھیں۔

"بیگم صاحب! یہ وہ بی بی ہیں جن کا میں نے آپ کو بتایا ہے۔" چوکیدار نے کہا۔

"السلام علیکم!" تابندہ نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! جی آئیں بیٹھیں۔" خاتون نے بغور دیکھتے ہوئے کہا تو تابندہ ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"معذرت چاہتی ہوں میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

"جی ہم لوگ پہلی بار ملے ہیں میرا نام تابندہ ہے۔ یہ گھر جس میں آپ لوگ رہ رہے ہیں پچیس چھبیس سال پہلے یہ ہمارا گھر تھا۔ پھر میرے شوہر نے یہ گھر بیچ دیا تھا۔" تابندہ نے سنجیدگی سے بتایا۔

"اوہ اچھا۔"

"اب تو آپ لوگوں نے گھر کا نقشہ ہی بدل دیا ہے بہت ہی پیارا بن چکا ہے یہ گھر تو۔" تابندہ نے اطراف میں دیکھتے کہا۔

"شکریہ۔"

"آپ کی باقی فیملی؟" تابندہ نے اطراف میں دیکھتے خاتون سے پوچھا۔

"یہ گھر ہمارے سسر صاحب نے خریدا تھا ہم لوگ پنڈی میں رہتے تھے۔ میرے شوہر کی وہاں جاب تھی پھر ریٹائرمنٹ کے بعد ہم لوگ واپس یہاں شفٹ ہو گئے۔ سسر انتقال کر گئے ہیں اور باقی لوگوں کو حصہ دے دلا کر ہم نے یہ گھر رکھ لیا اور دوبارہ اس کی کنسٹرکشن کروائی ہے۔"

"اوہ......"

"اور آپ کی ساس اور باقی لوگ؟"

"دو نندیں ہیں وہ اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں' ایک دیور ہے وہ باہر شفٹ ہو گیا ہے اور ساس کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔" تابندہ کو لگا جیسے وہ ایک دم ناامید ہو گئی ہیں۔

"مجھے کچھ معلومات چاہیے تھیں اسی لیے میں یہاں آ رہی تھی۔" تابندہ نے بتایا تو لہجے میں مایوسی تھی۔

"ہاں چوکیدار بتا رہا تھا۔" خاتون نے کہا۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ......" تابندہ نے آہستگی سے خاتون کے سامنے کچھ کہنا شروع کیا' خاتون بہت دھیان سے اس کی بات سن رہی تھیں۔

❀......❀......❀

انا شہوار کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھی اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے موبائل دیکھا۔ کاشفہ کا نام دیکھ کر وہ الجھی تھی' وہ رات کاشفہ سے بات کرنے کے بعد اس کا نمبر سیو کر چکی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کال ریسیو کی۔

"کاشفہ بول رہی ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تو......؟" وہ ولید کے ساتھ ساتھ کاشفہ سے بھی بدظن ہو چکی تھی' رکھائی سے بولی۔

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔" کاشفہ نے کہا تو وہ چونکی۔

"وہ کیوں؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"ہاں کہو۔"

"ایسے نہیں تم جب ملو گی تو پھر تب ہی بات ہو گی۔" وہ نخوت سے کہہ بولی۔

"ایم سوری میں تم سے نہیں مل سکتی اور نہ ملنا چاہوں گی۔" اس نے تلخی سے انکار کر دیا۔

"مجھ سے مل لیتیں تمہارا ہی فائدہ تھا۔ خیر ولید میری کالز پک نہیں کرتا اسے کہہ دینا کاشفہ اتنی جلدی ہار نہیں مانے گی۔ میں نے کھیل شروع کر دیا ہے اب انجام بھی دیکھے۔" دھمکی آمیز انداز میں کہتے اس نے کال بند کر دی تھی۔ انا ایک دم ساکت رہ گئی۔

"کیا ہوا؟" اسے گم صم دیکھ کر شہوار نے پوچھا تو وہ سنبھلی پھر نفی میں سر ہلا کر اس نے موبائل کان سے ہٹا لیا۔

"کس کی کال تھی؟"

"ویسے ہی ایک جاننے والی تھی' ملنے کا کہہ رہی تھی تو میں نے منع کر دیا۔" اس نے خود پر قابو پاتے کہا تو شہوار نے سر ہلا دیا۔

"مصطفیٰ بھائی آ گئے اسلام آباد سے؟" اپنے ذہن کو اس نے بزی کرنا چاہا۔

"صبح بات ہوئی تھی تب تک تو نہیں آئے تھے پھر میں کالج آ گئی تھی اس کے بعد ابھی تک کوئی رابطہ نہیں ہوا۔" شہوار

جب شام ذرا سی ڈھلنے لگی
موسم بھی تھوڑا بدلنے لگا
کالی گھٹائیں چھانے لگی
جب روشنی مدھم ہو جائے
اور پنچھی چھپ کر سو جائیں
جب جھولے پھر سے لہرانے لگیں
ماحول پہ مستی چھانے لگی
جب کوئل کوکو کرتی ہو اور ٹھنڈی آہیں بھرتی ہو
تب بارش جم کر برستی ہے
اور آنکھیں میری ترستی ہیں
یادوں کے دریچے کھل جاتے ہیں
کچھ دوست بہت یاد آتے ہیں
یہ بارش جب بھی آتی ہے
دل بھر کے مجھے رولتیں ہیں

نزہت جبین ضیاء

نے مسکرا کر بتایا۔
"وہ اب ٹھیک ہیں نا؟"
"ہاں۔"
"تم لوگوں کا ولیمہ کب ہوگا؟"
"پتا نہیں اس بارے ابھی گھر میں کوئی ڈسکشن نہیں ہوا پھر مصطفیٰ بھی مسلسل بزی ہیں پتا نہیں انکل یا فیصلہ کرتے ہیں۔"
"مصطفیٰ بھائی بھی بے چارے کیا سوچتے ہوں گے زندگی کا اتنا اہم ایونٹ تھا اور وہ بھی اس حادثے کی نذر ہو گیا۔" انا نے کہا تو شہوار نے ایک گہری سانس لی۔
"ہاں شاید اس میں بھی کوئی مصلحت تھی ورنہ..... "تابندہ کا خیال آیا تو وہ ایک دم خاموش ہو گئی۔
"ایاز کا کوئی پتا چلا؟" انا اس کا خاموش ہو جانا محسوس نہ کر پائی تھی۔ شہوار نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"مجھے نہیں علم مجھ سے اس ٹاپک پر کوئی بھی بات نہیں کرتی۔"
"ایاز نے جو بھی کیا ہے بہت برا کیا ہے خیر بچے گا تو وہ بھی نہیں۔ مجھے یقین ہے مصطفیٰ بھائی اسے نہیں چھوڑیں گے۔" اس کی بات پر شہوار خاموش ہی رہی تھی۔
"کیا بات ہے میں کل سے محسوس کر رہی ہوں تم ابھی بجھی بجھی ہو۔ مصطفیٰ بھائی تو تمہارے ساتھ ٹھیک ہیں نا؟" وہ جو خود بھی ہوئی تھی اس کے باوجود شہوار کی خاموشی اور مزاج کو نوٹ کر گئی تھی۔
"ہاں ٹھیک ہوں میں بس ویسے ہی طبیعت بوجھل سی ہو رہی ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا تو انا نے بغور دیکھا۔
"اور مصطفیٰ بھائی؟" اس نے پوچھا تو مصطفیٰ کے نام پر اس کے چہرے پر بے اختیار سرخی سی چھا گئی تھی۔
"وہ بھی ٹھیک ہیں۔"
"مصطفیٰ کے ساتھ جو حادثہ ہو چکا ہے ایسے عالم میں میں پرانی باتوں کو لے کر بیٹھی رہتی تو شاید میں بہت خسارے میں رہتی۔ میرے پاس تو ویسے بھی بہت سارے رشتے نہیں ہیں اس رشتے کو بھی کھو دیتی تو پھر میرے پاس بچتا کیا۔" انا کے بغور دیکھنے پر شہوار نے دھیمی آواز میں کہا تو انا ایک دم پرسکون ہو گئی تھی۔
"بہت ہی اچھا فیصلہ کیا تم نے میں جتنا بھی مصطفیٰ بھائی کو جان سکی ہوں اس میں سرفہرست یہی ہے کہ وہ ہمیشہ تمہاری ڈھال بن کر رہیں گے بس تم ان کو دل سے قبول کر لو۔" شہوار مسکرا دی۔
"ہاں وہ بہت اچھے ہیں۔" مصطفیٰ نے جس طرح گزرے دنوں میں ہر لمحہ ہر پل اس کا خیال رکھا تھا وہ ایک دم بدل

گئی تھی۔

"میں نے کبھی بھی ان کی ذات سے انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کی اچھائیوں کو جھٹلایا تھا میں تو بس اپنی ذات کی تسکین چاہتی تھی۔ اپنی پہچان کے بارے میں جاننا تو سب ہی کا حق ہے نا؟ میری سوچ اب بھی وہی ہے لیکن مصطفیٰ کے ساتھ ہونے والے حادثے نے مجھے سمجھادیا ہے کہ بعض رشتے قدرت کی طرف سے انعام بن کر ملتے ہیں اگر جان بوجھ کر ناشکری کریں تو کھو بھی جاتے ہیں اور میں مصطفیٰ کو اب کھونا نہیں چاہتی۔" کہتے کہتے اس کی آواز میں کی گھل گئی تھی انا نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا تم آنٹی اور باقی لوگوں کا سناؤ سب ٹھیک تو ہیں نا؟" انا کے سوال پر اس نے سر ہلادیا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ انا کے سامنے تابندہ بی کے چلے جانے کا ذکر کرے لیکن پھر دل مسوس کر رہ گئی۔

"نجانے انا کیا سوچتی۔" اس کے دل میں ہوک سی اٹھنے لگی ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

"اٹھو کلاس میں چلتے ہیں مجھے ابھی عطیہ سے نوٹس بھی لینے ہیں اور سر سے ڈسکشن بھی کرنا ہے۔" اپنا دھیان بٹانے کو کہا تو انا بھی سر ہلا کر اپنی چیزیں سمیٹنے لگی تھی۔

❀......❀......❀

"کچھ پتا چلا؟" تابندہ بی گھر آئیں تو بہت مایوس تھیں۔ بے جان انداز میں چارپائی پر بیٹھیں تو خالہ بی نے پوچھا تھا۔ تابندہ نے نفی میں سر ہلادیا۔

"نہیں۔" لہجے میں صدیوں کی سی تھکن تھی۔

"خالہ بی کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ جیسے میں برسوں سے غلطی پر غلطی کرتی آئی ہوں۔ مجھے شدت سے احساس ہورہا ہے کہ کم از کم بابا صاحب کو سب سچ سچ بتادینا چاہیے تھا۔ میں ہمیشہ اس خوف میں رہی کہ نہیں وہ سب جاننے کے بعد مجھے اور شہوار کو دھتکار نہ دیں اور میری بچی نجانے کن حالوں میں ہوگی۔ ایک عمر تڑپتے سلگتے گزاردی میں نے۔ اتنے خط لکھے لیکن کسی ایک کا بھی جواب نہ آیا۔ تھک ہار کر میں نے امید ہی چھوڑ دی تھی لیکن شہوار کے سوالوں نے مجھے پھر مجبور کردیا اور اب لگ رہا ہے کہ مجھے حویلی نہیں چھوڑنا چاہیے تھی نجانے وہاں میرے بارے میں اب کیا رائے قائم ہوچکی ہوگی اور سب سے بڑھ کر نجانے شہوار کیا سوچتی ہوگی۔ میری ممتا کی تسکین تو شہوار کے وجود سے ہوگئی تھی لیکن میری بچی......" وہ بات چھوڑ کر سسکنے لگی تھیں۔ خالہ بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم واپس چلی جاؤ شہوار کا شوہر پولیس میں ہے اس کو سب بتادو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ تم خود ہی تو کہتی ہو کہ وہ ایک اچھا انسان ہے۔" خالہ بی نے مشورہ دیا تو وہ چہرہ صاف کرکے انہیں دیکھنے لگیں۔

"اور اگر اس نے سب جاننے کے بعد بھی ہمیں قبول نہ کیا تو؟" ان کے لہجے میں خدشے و اندیشے بول رہے تھے۔

"شہوار اس کی بیوی ہے اب اس کو چھوڑے گا تو نہیں۔"

"وہ بہت خاندانی لوگ ہیں حسب و نسب پر جان دینے والے۔ وہ تو عباس کی شادی غیروں میں کردی تھی اور شہوار بھی انہی کے سامنے پلی بڑھی تھی کچھ مہرالنساء کا خصوصی لگاؤ بھی تھا اور پھر میں نے ان کو یقین بھی دلا رکھا تھا کہ شہوار کسی چھوٹے موٹے خاندان سے نہیں ہے انہوں نے اس کو بہو بنالیا تھا لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں حقیقت جاننے کے بعد اس بچی کی زندگی برباد نہ ہوجائے۔ میں نے ساری زندگی اسی کی خاطر تو برباد کی ہے اور اب آکر سب کچھ تباہ نہیں کرسکتی۔" تابندہ بی عجیب کشمکش میں تھیں خالہ بی خاموشی سے دیکھنے لگی تھیں۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ اسے کال کروں اس سے بات کروں نجانے وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہوگی ہے بھی تو

بہت حساس۔" ان کے لہجے میں شہوار کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ خالہ بی نے سرہلا کر ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
"اللہ تمہیں کامیاب کرے اور اس بچی کی بھی مشکلات آسان کرے بڑی بدنصیب ہے وہ بے چاری تو اللہ اسے بھی صبر دے۔"
"آمین۔" تابندہ بی نے دکھے دل سے آمین کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی ان کا ارادہ کسی پی سی او شہوار کو کال کرنے کا تھا۔

❀......❀......❀

شہوار ابھی کالج سے لوٹی تھی چینج کرکے وہ ابھی کمرے سے نکلنے والی تھی جب اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔ اس نے اسکرین دیکھی اجنبی نمبر تھا۔
"ہیلو۔" اس نے جھجکتے ہوئے کال پک کی تھی۔
"السلام علیکم؟" آواز سن کر وہ ایک دم الجھی تھی۔
"وعلیکم السلام! کون؟"
"کیسی ہو شہوار؟"
یہ آواز...... یہ آواز تو تابندہ بی کی تھی وہ فوراً پہچانی تھی۔
"امی جی آپ؟" وہ چیخ اٹھی تھی فرط مسرت سے اس کی آواز قدرے بلند ہوگئی تھی۔
"کہاں ہیں آپ...... اور آپ کیسی ہیں؟"
"میں ٹھیک ہوں ادھر ہی ہوں تم بتاؤ کیسی ہو؟ مصطفیٰ کیسا ہے؟" انہوں نے نم آواز میں کہا تو شہوار کا دل بھر آیا۔ وہ شدت سے رو دی۔
"پلیز جہاں بھی ہیں آپ واپس آجائیں میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے کوئی سوال و جواب نہیں کروں گی پلیز لوٹ آئیں۔" وہ ایک دم جذباتی ہوگئی تھی۔ دوسری طرف تابندہ بی کا دل اس کے آنسوؤں سے پگھل گیا تھا۔
"میں آجاؤں گی...... ضرور آؤں گی لیکن جس مقصد کو لے کر حویلی سے نکلی تھی اس کو پورا کرکے ہی اب لوٹوں گی۔"
"کہاں ہیں آپ؟" اپنے آپ کو سنبھالتے اس نے سوال کیا۔
"اسی شہر میں ہوں۔"
"مجھے ایڈریس دیں میں آجاتی ہوں آپ کو لینے۔"
"نہیں شہوار ابھی یہ ممکن نہیں میں پہلے ہی پریشان ہوں بس تم سے بات کرنے کو دل بے قرار تھا تو کال کرلی۔ تم پریشان نہیں ہونا میں جہاں بھی ہوں محفوظ ہوں۔ مجھے بس تمہارا خیال تھا کہ میرے اس طرح چلے آنے سے تم خفا ہو گی اور نجانے کیا کیا سوچ لوں۔ بیٹا کچھ غلط مت سوچنا بس یہ سمجھ لو کہ تمہاری ماں مجبور تھی میں جو بھی کررہی ہوں تمہارے لیے اور اپنے لیے ہی تو کررہی ہوں۔ میری ممتا تڑپ رہی ہے لیکن میں اپنی بیٹی سے نہیں مل سکتی اس سے زیادہ میری بے بسی اور کیا ہوگی۔" وہ رونے لگیں تھیں۔ شہوار بے دم ہوکر بستر کے کنارے پر ٹک گئی تھی۔
"ایسے مت کریں میں پہلے بھی لوگوں کے لیے ایک سوالیہ نشان تھی۔ پہلے لوگ میرے باپ کا حوالہ پوچھتے تھے اور اب ماں کا بھی پوچھا کریں گے مگر نہیں میں کس کس کو جواب دوں گی۔" وہ اذیت سے چیخ گئی تھی۔
"آپ نے اتنے حسب نسب والے اونچے لوگوں میں میرا رشتہ جوڑ دیا کس کس کو کیا جواز پیش کروں یہ سب ہی سوال

کرتے ہیں۔ یہ تو شکر ہے کہ یہ لوگ اتنے اچھے ہیں کوئی اور جگہ ہوتی تو ایک لمحہ نہ لگاتے مجھے گھر سے باہر نکال دینے میں۔" روتے ہوئے اس نے کہا تو تابندہ بی کا دل کٹنے لگا۔

"شہوار بیٹا بس تھوڑا اور صبر کرلو اگر مجھے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا تو بس لوٹ آؤں گی۔ وعدہ ہے آ کر سب کو سب کچھ بتادوں گی بس چند دن اور۔" انہوں نے التجا کی تو شہوار نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"مجھے بتائیں تو سہی اتنی رازداری کس چیز کی ہے؟ کہاں ہیں آپ اور کن لوگوں میں ہیں؟"

"وقت آنے پر سب بتادوں گی بہت ہی اچھے لوگ ہیں میرے اپنوں سے بڑھ کر میرا ساتھ دیا تھا انہوں نے ہر دکھ سکھ میں۔ تم فکر نہیں کرو میں محفوظ جگہ پر ہوں۔" شہوار خاموش ہوگئی تھی۔

"چلتی ہوں پھر موقع ملا تو کال کروں گی تم بس پریشان نہیں ہونا اور باقی لوگوں کو بھی تسلی دینا میں جلد ہی آجاؤں گی۔ اپنا بہت سارا خیال رکھنا' اللہ حافظ۔" انہوں نے کال کاٹ دی تھی۔ شہوار نے اپنے آنسو صاف کرتے موبائل بستر پر ڈال دیا۔

تابندہ بی سے بات کرلینے سے اسے لگ رہا تھا کہ اس کا دل ٹھہرنے لگا ہے اس کو قرار آنے لگا ہے ورنہ دل تو ہر وقت پریشان رہتا تھا۔ کچھ سوچتے اس نے فوراً مصطفیٰ کا نمبر ملایا' مصطفیٰ نے کال کاٹ دی تھی شاید وہ کہیں بزی تھا۔ وہ بعد میں کال کرنے کا سوچ رہی تھی تو میسج ٹون بج اٹھی تھی۔ مصطفیٰ کا میسج تھا۔

"میں کچھ بزی ہوں' ابھی آفس پہنچا ہوں' شام میں گھر آؤں گا پھر بات ہوگی۔" مصطفیٰ کا میسج پڑھ کر وہ مزید خود کو ریلیکس محسوس کرنے لگی تھی۔

منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر وہ باہر آئی تھی۔ شادی کی تصویریں آگئی تھیں۔ لائبہ' مہرالنساء اور دریہ وہی دیکھ رہی تھیں' آفاق ماں جی کی گود میں تھا۔ وہ ان کو سلام کرتے ماں جی کے پاس ہی بیٹھ گئی اور آفاق کو گود میں لے لیا تھا۔

"دیکھو شہوار کتنی پیاری تصویریں آئی ہیں۔" لائبہ نے اس کے سامنے البم کیا تو وہ تصویریں دیکھنے لگی' سب ہی تصویریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں خصوصاً مہندی اور بارات کی' مصطفیٰ کی چھب ہی نرالی تھی۔

"مصطفیٰ کو دیکھو کتنا شاندار لگ رہا ہے۔" دلہا بنے مصطفیٰ کی تصویر دیکھتے بھابی نے کہا تو وہ مسکرائی دی۔ مصطفیٰ واقعی بہت شاندار لگ رہا تھا۔

"شہوار بھی تو کسی سے کم نہیں' دیکھو کیسی شہزادیوں والی آن بان ہے اس کی۔" ماں جی نے بہت محبت سے کہا تو وہ جھینپی۔ دریہ طنزیہ مسکرائی نہ چاہتے ہوئے بھی شہوار نے نوٹ کیا تھا' وہ اس کے بائیں طرف تھی۔

"شہزادیوں والی آن بان رکھنے کے باوجود حسب نسب تو نہیں بدل جاتے۔" وہ طنزیہ بڑبڑائی تھی ماں جی نے نہیں سنا تھا جبکہ اس کے قریب بیٹھی شہوار کے کانوں نے اس کا جملہ مکمل طور پر گونج گیا تھا۔ اس کا چہرہ ایک دم پھیکا پڑنے لگا تھا۔ خودبخود البم پر سے اس کی گرفت ڈھیلی ہوگئی تھی۔

"میں کھانا کھالوں پھر آتی ہوں۔" وہ آفاق کو واپس ماں جی کی گود میں بٹھا کر کچن میں آ گئی۔

وہ تابندہ کی کال کے بارے میں ماں جی کو بتانا چاہتی تھی لیکن دریہ کی وجہ سے خاموش رہی تھی۔ کھانا کھا کر وہ یونہی ادھر سے اُدھر گھومتی رہی تھی۔ مغرب ہوئی تو وہ نماز پڑھ کر اچھا سا لباس پہن کر شدت سے مصطفیٰ کا انتظار کرنے لگی۔ عشاء کے بعد مصطفیٰ کی آمد ہوئی تو وہ کچن میں تھی۔ ملازمہ سے چائے بنوارہی تھی' ابھی سب ہی نے کھانا کھایا تھا۔ ملازمہ سے ہی اطلاع ملی تھی کہ مصطفیٰ آ گیا ہے' اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا' عظمت چائے بنا چکی تھی وہ ٹرے لے کر جانے لگی تو اس نے منع کردیا۔

"مجھے دو میں لے جاتی ہوں۔" وہ خود لاؤنج میں چائے لے کر آئی۔

آج کتنے دنوں بعد گھر میں رونق لگی ہوئی تھی' سبھی لاؤنج میں موجود تھے۔ خوش گپیاں لگائی جارہی تھیں' وہ اندر داخل ہوئی تو ماں جی کے پاس بیٹھے مصطفیٰ نے فوراً اسے دیکھا تھا۔ زنگ اور زیک کمبی نیشن کے لباس میں وہ جگمگ جگمگ کررہی تھی۔

"السلام علیکم!" قریب آنے پر اس نے آہستگی سے مصطفیٰ کو سلام کیا۔ مصطفیٰ نے سر ہلا کر جواب دیا' وہ سب کو چائے سرو کررہی تھی۔

"مصطفیٰ تو کھانا کھائے گا۔ شہوار بیٹا! ملازمہ کو کہو وہ کھانا گرم کردے۔" وہ چائے دے کر پلٹی تو ماں جی نے کہا۔

وہ سر ہلا کر کچن میں آئی اور عظمت کو کھانا لگانے کا کہا پھر خود اس کے ساتھ لگ گئی تھی۔ مصطفیٰ کچن میں آیا تو وہ ٹیبل پر اس کے لیے برتن رکھ رہی تھی۔ مصطفیٰ کی نگاہوں نے اسے پلکیں جھکا دینے پر مجبور کردیا تھا۔ مصطفیٰ مسکرایا اور ٹیبل تک چلا آیا۔ وہ دوپٹہ درست کرتے پلٹی تھی' وہ جب گیا تھا تو وہ بستر پر دراز تھی اور آج اس کے سامنے سامنے چل پھر رہی تھی' مصطفیٰ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ شہوار نے پانی کا جگ لاکر رکھا تو مصطفیٰ نے ملازمہ کو دیکھا۔

"تم جاؤ کسی بھی چیز کی ضرورت ہوئی تو ہم لے لیں گے۔" مصطفیٰ نے کہا تو ملازمہ مسکراتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔

"کیسی ہو؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے محض سر ہلادیا۔

"ٹھیک ہوں۔"

"بیٹھو...... "اس نے کھڑے کھڑے ہی مصطفیٰ کی پلیٹ میں کھانا نکالا تو مصطفیٰ نے کہا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"کھانا کھالیا؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے سر ہلادیا۔ مصطفیٰ کھانا کھانے لگا اور وہ خاموشی سے انگلیاں مسلتی بیٹھی رہی۔ مصطفیٰ گاہے بگاہے اسے دیکھ رہا تھا اور ہر نگاہ پر اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔

"کوئی بات کرو یار!" مصطفیٰ نے ٹوکا تو اس نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" کچھ نہ سوجھا تو خیریت پوچھ لی۔

"تمہارے سامنے ہوں' کیسا لگ رہا ہوں۔"

"اور آپ کا زخم؟"

"میرے زخم سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں ہوگیا جب بھی خیریت دریافت کروگی صرف اسی کا پوچھوگی۔" مصطفیٰ کی برجستگی پر وہ جھینپ سی گئی۔

"میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔"

"کبھی ویسے ہی میرے دل کی حالت کے بارے میں بھی پوچھ لیا ہوتا تو کیا تھا۔" مصطفیٰ کی بات پر اس کا چہرہ ایک دم سرخ ہوگیا تھا۔

"میں چائے بنالیتی ہوں آپ پئیں گے نا۔" وہ فوراً بات بدل کر اٹھی تو مصطفیٰ نے گھورا۔

"اگر کبھی ہمارے درمیان لڑائی ہوئی تو اس کی سب سے بڑی وجہ تمہارا یہ رویہ ہوگا۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیتے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"میں نے کیا کیا ہے اب؟"

"یہ بے رخی اور اس پر یہ انداز لاعلمی کہیں دکھ سے میں گزر ہی نہ جاؤں۔" مصطفیٰ کا انداز غیر سنجیدہ تھا' وہ مسکرائی تھی۔ وہ

پلٹ کر ساس پین میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھنے لگی تھی۔

مصطفیٰ نے اس کی پشت کو گھورا تھا لمبی چٹیا پشت پر جھول رہی تھی۔ دوپٹہ سلیقے سے سر پر جما ہوا تھا کہیں بھی کوئی بے ترتیبی نہیں تھی انداز پُراعتماد تھا۔ مصطفیٰ نے خاموشی سے کھانا ختم کیا شہوار دل جمعی سے چائے بنا رہی تھی مصطفیٰ کرسی گھسیٹتا اٹھ کر اس کے قریب میں آ کھڑا ہوا۔

"مجھے یاد کیا؟" اس کی طرف جھک کر کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے مصطفیٰ نے کہا تو وہ ایک دم کنفیوز ہوگئی۔

"پلیز چائے بنانے دیں مجھے۔" وہ منمنائی۔

"چائے سے زیادہ کسی کو تمہاری چاہ کی ضرورت ہے اور تم ہو کہ لفٹ ہی نہیں کروا رہیں۔" مصطفیٰ نے چولہا بند کردیا اور اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرلیا۔

"کتنی ظالم ہو تم شوہر اتنے دن بعد گھر آیا ہے اور تم ہو کہ کوئی رسپانس ہی نہیں دے رہی ہو۔" مصطفیٰ نے شکوہ کیا تو وہ سر سے پاؤں تک سرخ ہوگئی تھی۔

"پلیز کوئی آ جائے گا۔" مصطفیٰ کی نگاہوں کی وارفتگیوں سے وہ کنفیوز ہو رہی تھی۔

"تو......؟"

"آپ بیٹھیں نا میں چائے لاتی ہوں۔" اس نے ٹالنا چاہا تو مصطفیٰ نے سنجیدگی سے دیکھا اس سے پہلے کہ وہ جواباً کچھ کہتا دریہ وہاں چلی آئی تھی۔ مصطفیٰ ایک دم گہرا سانس لیتا پلٹا اور شہوار بھی رخ موڑ گئی تھی۔

دریہ نے خاموشی سے یہ سب دیکھا تھا اس کے دل و دماغ پہلے ہی نیگیٹو رہتے تھے اب بھی تنفر سے شہوار کو دیکھا وہ دوبارہ چولہا جلا کر چائے کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"مصطفیٰ ایک کام ہے تم سے؟" شہوار کو نظر انداز کرکے دریہ نے کہا تو مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔

"ہاں کہو۔"

"مجھے زاہد بھائی کے ہاں جانا ہے تم ڈراپ کردو گے ذرا؟" اس نے کہا تو شہوار نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔

"اس وقت؟" مصطفیٰ نے گھڑی دیکھی تو نو بج رہے تھے۔

"ہاں شائستہ بھابی سے ایک کام تھا تو ابھی جانا ہے۔"

"یہ ابھی لوٹے ہیں تھکے ہوئے ہوں گے تم کسی اور سے کہو۔" شہوار کو دریہ کا اس بے وقت کہیں جانا ایک آنکھ نہ بھایا تھا اس نے فوراً کہا تو مصطفیٰ نے پلٹ کر دیکھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"کوئی بات نہیں میں کردیتا ہوں ڈراپ۔" محض شہوار کو ستانے کا مقصد تھا شہوار نے حیران ہو کر دیکھا۔

"کب تک واپسی ہوگی؟" مصطفیٰ نے دریہ سے پوچھا۔

"یہ تو وہاں جا کر پتا چلے گا۔ میں بیگ لے آتی ہوں۔" بڑے فاتحانہ انداز میں شہوار کو دیکھتے دریہ نے کہا۔ شہوار لب بھینچ کر ابلتی چائے کو دیکھنے لگی تھی۔

"اوکے میں چائے پی لوں پھر چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا دریہ بیگ لینے چلی گئی تھی۔ شہوار نے خاموشی سے چائے کپ میں انڈیلی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا تھا شہوار نے کپ اس کی طرف بڑھایا تو مصطفیٰ نے تھام لیا۔

"تم بھی چلو۔" اس نے بغور دیکھتے کہا۔

"نہیں مجھے اسٹڈی کرنی ہے میرے پاس وقت نہیں۔" شہوار کا انداز سنجیدہ تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا یار آ کر کرلینا آؤٹنگ ہو جائے گی۔" مصطفیٰ نے سپ لیتے ہوئے کہا تو اس نے سنجیدگی سے مصطفیٰ

کو دیکھا۔

"آپ دریہ کو لے کر جائیں مجھے واقعی اسٹڈی کرنی ہے۔" کہہ کر وہ ٹیبل سے برتن سمیٹنے لگ گئی تھی جب ہی دریہ بھی اپنا بیگ لیے چلی آئی تھی۔

"چلیں مصطفیٰ۔"

"یہ چائے پی لوں چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار برتن سمیٹ کر سنک میں رکھنے لگی تھی مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

وہ اپنے کمرے میں بکس کھولے بیٹھی ہوئی تھی جب صبوحی بیگم اس کے پاس آ بیٹھی تھیں اس نے بکس سے توجہ ہٹا کر انہیں دیکھا۔

"کیا بات ہے میں کچھ دن سے نوٹ کر رہی ہوں تم بہت اکھڑی اکھڑی سی ہو رہی ہو۔ کالج سے کمرے تک اور کمرے سے کالج تک کوئی ایکٹیویٹی ہی نہیں۔" انہوں نے بیٹھتے ہی کہا تو انا نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں اسٹڈی کا بہت حرج ہو چکا ہے۔ بس اسی لیے بزی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا صبوحی بیگم نے بغور دیکھا۔

"تمہیں پتا تو چل گیا ہوگا کہ ضیاء بھائی تمہاری اور ولید کی شادی کی تاریخ فائنل کرنے کی بات کی ہیں۔" انہوں نے کہا تو وہ سر جھکا گئی تھی۔

"جی۔"

"وہ تاریخ مانگ رہے ہیں میں نے سوچا تم سے بھی پوچھ لوں۔ تمہاری اسٹڈی کا شیڈول دیکھ کر ہی کوئی تاریخ رکھتے ہیں۔" انا کچھ پل کے لیے بالکل ساکت بیٹھی رہی۔

"ہاں تو پھر کون سی تاریخ ٹھیک رہے گی؟" انہوں نے پوچھا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ماما میں ابھی اس شادی کے حق میں نہیں ہوں پلیز ماموں کو منع کر دیں۔" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ صبوحی بیگم نے چونک کر بیٹی کو دیکھا۔

"کیوں؟"

"میں بس ابھی اپنی ایجوکیشن مکمل کرنا چاہتی ہوں۔" اسے بس یہی بہانہ سوجھا۔

"ایجوکیشن بعد میں بھی مکمل ہو سکتی ہے۔"

"نہیں ماما میں ابھی کسی بھی قسم کے بکھیڑے میں نہیں پڑنا چاہتی۔ میرے لیے سب سے پہلے میری ایجوکیشن ہے پلیز آپ منع کر دیں۔" اس کا انداز قطعی تھا۔ صبوحی بیگم نے بہت الجھ کر اس کے رویے کو نوٹ کیا تھا۔

"انا! کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو کیا مسئلہ ہے بیٹا! ولی نے کچھ کہا ہے کیا؟"

"ماما میں کہہ چکی ہوں نا کہ کوئی اور بات نہیں اور میں بس اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں پلیز آپ ماموں کو کہہ دیں اگر پھر بھی وہ اصرار کریں تو میں خود ان سے بات کر لوں گی۔" اس کا انداز بے لچک تھا صبوحی بیگم پریشان ہو گئی تھیں۔ منگنی کے بعد سے وہ انہیں خوش خوش دکھائی دینے لگی تھی لیکن پھر کچھ عرصے سے وہ پرانے مزاج میں لوٹ گئی تھی۔ نجانے کیا بات تھی وہ اپنی فیلنگز بھی تو کسی سے شیئر نہیں کرتی تھی۔ وہ کتنے دنوں سے اس کے انداز و اطوار نوٹ کر رہی تھیں۔ نجانے کیوں انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ انا کے انکار کے پیچھے کوئی اور وجہ ہے۔

"ٹھیک ہے میں بھائی صاحب سے بات کرتی ہوں اور تمہارے پاپا سے بھی۔ تمہاری رخصتی ہوجاتی یہ ہم سب کی خواہش ہے۔ وہ دونوں خود ہی اب تم سے بات کریں گے جو بھی کہنا ہے اپنے پاپا کو ہی کہنا وہ تو مکمل طور پر شادی پر رضامند ہیں۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"ایک دفعہ پھر سوچ لو کوئی جلدی نہیں۔ دو تین دن کا وقت ہے پھر جو بھی فیصلہ ہو بتا دینا۔" وہ کہہ کر چلی گئی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد وہ ایک دم لب بھینچ گئی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا پین کتابوں پر پھینک دیا۔

صبح ولید کے ساتھ ہونے والی تلخ کلامی کے بعد اس کا دل جل کر ایسا راکھ ہوچکا تھا کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ولید ضیاء سے جڑا نہ صرف ہر رشتہ ختم کر ڈالے بلکہ ساری زندگی کے لیے خود کو اس کی نظروں سے دور کرلے۔ وہ کچھ دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی تھی اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر آئی تو لاؤنج میں ایک محفل جمی ہوئی تھی۔ ممی موجود تھے۔

ماما پاپا احسن روشی ماموں اور ولید...... سب سے پہلے ولید کی ہی نگاہ اس پر پڑی تھی وہ لاؤنج کے دروازے میں کھڑی تھی۔ ولید کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی چھا گئی تھی اس نے چہرے کا رخ موڑ لیا تھا۔

انا کے اندر سلگتی آگ کا الاؤ مزید بھڑکنے لگا تھا۔ دوسری نگاہ ماموں کی اس پر پڑی تھی وہ اسے دیکھ کر مسکرائے تھے۔

"انا بیٹا! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" انہوں نے کہا تو وہ لب بھینچ گئی تھی یعنی ماما نے اس کا انکار سب تک پہنچا دیا تھا۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔" انہوں نے بلایا تو وہ ان کے پاس صوفے پر آبیٹھی تھی انہوں نے اسے بازو کے حصار میں لے لیا تھا۔ سبھی نے ان دونوں کو دیکھا تھا ماسوائے ولید کے۔ وہ ٹی وی کی طرف متوجہ تھا۔

"صبوحی بتارہی تھی کہ تم نے ابھی شادی کے لیے انکار کردیا ہے۔" انہوں نے پوچھا تو وہ سر جھکا گئی ولید نے بھی اسے دیکھا انا نے سر ہلایا تھا۔

"کیوں بیٹا!" انہوں نے پوچھا۔

"میں ماما کو وجہ بتا چکی ہوں۔" اس نے جواباً کہا۔

"یہ اتنا بڑا پرابلم نہیں ہے کہ تم اس کو وجہ بنا کر شادی سے انکار کرو۔ تم شادی کے بعد ایجوکیشن جاری رکھ سکتی ہو تمہاری دوست بھی تو شادی کے بعد پڑھ رہی ہے نا۔" انہوں نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"شہوار کے ساتھ مسئلہ تھا اس لیے اس کی شادی ہوگئی تھی جبکہ میرے ساتھ کوئی پرابلم نہیں میں اپنی ایجوکیشن مکمل کرنا چاہتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی مجھے فورس نہیں کرے گا۔" اس کا لہجہ اب بھی قطعی تھا۔

"لیکن شہوار......" صبوحی بیگم نے کچھ کہنا چاہا تو ضیاء صاحب نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"تمہاری بات ٹھیک ہے ہم تمہیں فورس نہیں کررہے لیکن یہ میری خواہش تھی کہ تمہاری اور ولید کی شادی ہوجاتی۔" ماموں نے رسانیت سے کہا۔

"میں آپ کی خواہش کا احترام کرتی ہوں ماموں لیکن میں خود کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں کرپارہی۔ پلیز مجھے بار بار مت کہیں میرا جواب یہی ہوگا۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی ولید نے بہت ضبط سے اسے وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے؟

انا کے انکار پر اس کی انانیت پر ایک گہری چوٹ لگی تھی۔ وہ پہلے ہی اس کے رویوں کو لے کر بھرا تھا اور اب اس کے انکار نے اس کے دل و دماغ کو الجھا دیا تھا۔ اس نے دیکھا انا کے انکار کے بعد ضیاء صاحب کا چہرہ مرجھا گیا تھا۔ ولید کے اندر ایک دم شدید اضطرابی کیفیت نے جنم لیا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں اس سے خود بات کروں گا وہ انکار نہیں کرے گی۔" وقار صاحب نے کہا تو ضیاء صاحب مسکرا دیئے۔

"کوئی بات نہیں وہ اگر ابھی راضی نہیں تو کوئی زبردستی نہیں۔ یہ تو بس میری خواہش تھی ولید بھی کہاں راضی تھا وہ خود چاہتا تھا کہ پہلے انا کی ایجوکیشن مکمل ہو جائے اور اب وہ بھی یہی کہہ رہی ہے بچوں کی یہی خواہش ہے تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔" ضیاء صاحب نے خود کو سنبھال لیا تھا جبکہ ولید خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہاں سے اٹھ گیا۔

اس کے اندر ایک عجیب سا طوفان اٹھ رہا تھا' وہ اپنے والے پورشن کی جانب جانے کی بجائے انا کے کمرے کی طرف چلا آیا تھا۔ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا تھا۔ انا بستر کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی اردگرد بکس موجود تھیں' دروازہ کھلنے پر وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔ ولید کو دیکھ کر اس نے فوراً اپنا چہرہ صاف کیا تھا۔ ولید کمرے میں چلا آیا تھا۔

"کیوں انکار کیا تم نے؟" اسے دیکھتے ولید نے پوچھا' لہجے میں تیزی تھی۔

"میں آپ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔" انا کے لہجے میں تیزی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں؟ سب کچھ سیدھا سیدھا چل رہا ہے کیوں سب خراب کرنے پر تلی ہوئی ہو۔"

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی آپ چلے جائیں میرے کمرے سے۔" انا کی برہمی کا وہی عالم تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔" ولید کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کھینچ کر ایک تھپڑ اس کے منہ پر لگا دے اس کے اندر آتش فشاں پھٹ پڑنے کو تھا۔ وہ کمرے میں ٹہلنے لگا انا تنے اعصاب سے اسے دیکھ رہی تھی۔

چند پل اپنے غصے پر قابو پاتے وہ پلٹا' انا اسی طرح بستر کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی' پھر وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ انداز صلح جو تھا۔

"دیکھو انا! جو بھی ہو رہا ہے اچھا نہیں ہو رہا تم جو بھی سوچ رہی ہو وہ سب بے معنی ہے۔" ولید نے انا کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے کسی بھی سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنی۔" انا کا انداز بے لچک تھا۔ ولید نے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

"تم میرے اور اپنے لیے بہت سے مسائل پیدا کر رہی ہو۔" ولید نے تلخی سے کہا۔

"میں سب اچھی طرح جانتی ہوں کہ میں کیا کر رہی ہوں اور کیوں کر رہی ہوں؟ میں آپ جیسے دھوکے باز فلرٹی انسان کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی سو میں انکار کر چکی ہوں' مجھے کوئی مجبور نہیں کر پائے گا۔" وہ چیخ کر بولی۔

"شٹ اپ۔" ولید اس کے الفاظ پر ایک دم آپے سے باہر ہو گیا تھا' اس کا ہاتھ بے اختیار اٹھا تھا۔

انا کے چہرے پر اس کی انگلیوں کے نشان ثبت ہو چکے تھے' انا نے بے یقینی سے ولید کو دیکھا تھا۔

"آئندہ میرے بارے میں ایسا کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ تم ایک شکی مزاج اور بدتمیز لڑکی ہو' دماغ خراب تھا میرا جو تم سے بات کرنے چلا آیا۔ تم میرے ساتھ زندگی گزارنے سے انکار کیا کرو گی' بس خود تم سے متعلق ہر تعلق کو رد کرتا ہوں۔" ولید کے اندر کا آتش فشاں ایک دم پھٹ پڑا تھا۔ انا بے اختیار رخسار پر ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"میں پاگلوں کی طرح تم کو وضاحتیں دیتا پھر رہا ہوں' دماغ خراب ہے تمہارا۔ تم کینٹین یا کافی شاپ سے متعلق جو بھی سوچتی ہو وہ صرف تمہارے دماغ کا فتور ہے اور کچھ نہیں۔" تلخی سے کہہ کر وہ پلٹا اور پھر دروازے کے پاس جا کر رکا اور پلٹ کر

اسے دیکھا تھا۔ وہ شدت سے رو رہی تھی اور زندگی میں پہلی بار اسے روتے دیکھ کر کوئی افسوس نہیں ہوا تھا غصے سے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن پھر لب بھینچ کر وہاں سے نکل آیا تھا۔ انا کے منہ سے دھوکے باز اور فلرٹی کے الفاظ سن کر ولید کو لگ رہا تھا کہ فشار خون ایک دم بڑھ گیا ہے۔

ولید کو اپنے ہاتھ اٹھانے پر کوئی شرمندگی نہ تھی وہ ایک دم اپنی انا کے حصار میں مقید ہو گیا تھا۔ وہ اپنے پورشن کی طرف آ گیا تھا اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے وہ ٹیرس پر ٹہلتا رہا تھا۔ اس کے اندر سے رہ رہ کر انا کے لیے غم و غصے کے بادل اٹھ رہے تھے۔ وہ دھیمے مزاج کا انسان تھا لیکن انا کے الفاظ نے گویا اس کے سارے ٹمپرامنٹ کا حشر نشر کر دیا تھا۔ اس کے اندر گویا ایک دم بھانبھڑ جل اٹھے تھے۔

انا کس قدر واضح الفاظ میں اس کی تذلیل کر چکی تھی اس کے اندر رہ رہ کر ملال اٹھ رہا تھا کہ وہ کیونکر اس کے روم میں گیا تھا۔ کیا ضرورت تھی اس سے بات کرنے کی؟ ٹہلتے ٹہلتے وہ تھکنے لگا تو بے دم سا ہو کر ٹیرس کی سیڑھیوں پر جا بیٹھا تھا۔

❁......❁......❁

رات کے بارہ بج رہے تھے مصطفیٰ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ مصطفیٰ اور دریہ کے جانے کے بعد وہ کمرے میں چلی آئی تھی عشاء کی نماز پڑھ کر وہ اسٹڈی کرنے لگی تھی لیکن بار بار ذہن مصطفیٰ کی طرف راغب ہونے پر وہ سب کچھ سمیٹ کر لیٹ گئی تھی لیکن نیند کوسوں دور تھی۔ وہ لائٹس آف کیے سونے سے زیادہ مصطفیٰ کی آمد کی منتظر تھی۔ مصطفیٰ کے دریہ کے ساتھ چلے جانے سے اس کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہو رہی تھی بارہ بجے کے قریب گاڑی کا مخصوص ہارن سنائی دیا تھا۔ یہ مصطفیٰ کی گاڑی تھی یقیناً وہ آ گیا تھا۔

بہت دنوں بعد وہ اپنی گاڑی خود ڈرائیو کر کے گیا تھا۔ شہوار آنکھوں پر بازو رکھے سوتی بن گئی تھی۔ مصطفیٰ کچھ دیر بعد کمرے میں داخل ہوا تھا۔

لائٹس آن کیں تو نگاہ سیدھی بستر کی طرف اٹھی تھی۔ شہوار کمبل میں لپٹی سو چکی تھی۔ مصطفیٰ نے یک گہرا سانس لیا دریہ کو ڈراپ کرنے کی حامی بھرنا تو محض شہوار کو ستانے کی خاطر تھا لیکن وہاں جا کر اندازہ ہی نہ ہوا تھا کہ اتنی دیر لگ جائے گی۔ مصطفیٰ اپنا نائٹ ڈریس الماری سے نکال کر واش روم میں گھس گیا تو شہوار نے دروازہ بند ہونے کی آواز پر بازو ہٹا کر دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔

درحقیقت مصطفیٰ کے اس طرح چلے جانے سے وہ اندر ہی اندر سخت خفا تھی مصطفیٰ لباس بدل کر آیا تو شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا تھا خود پر پرفیوم اسپرے کیا اور پھر بستر کی طرف چلا آیا۔ شہوار سر تک کمبل اوڑھے ہوئی تھی۔ وہ اس کے قریب نیم دراز ہو گیا تھا۔

”شہوار......“ اس نے پکارا تھا لیکن وہ بے حس و حرکت رہی۔

”شہوار......“ اس نے اس کے منہ سے کمبل کھینچا۔

”اٹھ جاؤ یار مجھے پتا ہے تم جاگ رہی ہو۔“ اس پر جھکتے ہوئے اس نے شرارتی لہجے میں کہا تھا شہوار نے آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے دیکھا اور پھر پلکیں موند کر کروٹ بھی بدل لی۔

”مجھے تنگ نہ کریں سونے دیں۔ صبح کالج جانا ہے خوامخواہ لیٹ ہو جاؤں گی۔“ آواز میں خفگی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کا بازو تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کر لیا۔

”ناراض ہو؟“

”آپ کو میرے ناراض ہونے کی کیا پروا؟“ لہجے میں بے پناہ خفگی تھی۔ مصطفیٰ یک دم مسکرایا۔

"سوری، دریہ کو ڈراپ کرنے گیا تھا زاہد اور شائستہ بھابی نے روک لیا۔ بس باتوں ہی باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔"

"آپ سو جائیں تھک گئے ہوں گے۔" شہوار نے کہا تو مصطفیٰ نے گھورا۔

"ہاں گاڑی تو میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر لایا ہوں نا۔" مصطفیٰ کا انداز مسکراتا ہوا تھا شہوار اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"دریہ بھی آگئی واپس یا وہیں رک گئی ہے۔"

"وہیں رک گئی ہے کل آجائے گی۔" اس نے کہا۔

"آپ جس کام سے گئے تھے وہ ٹھیک ہوگیا۔"

"بہت ہی اچھا ہوگیا۔"

"آج امی کی کال آئی تھی۔" وہ جو ابھی تک کسی کو بھی بتا نہ پائی تھی ایک دم مصطفیٰ کے سامنے کہہ گئی، مصطفیٰ ایک دم چونکا۔

"کب......؟"

"آج جب میں کالج سے لوٹی تھی تب۔"

"وری گڈ......کیا کہا تھا کچھ بتایا کہ کہاں ہیں وہ؟"

"نہیں بس مجھ سے بات کی تھی میں نے کئی بار پوچھا لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ بتایا۔" بتاتے بتاتے اس کی آواز میں نمی گھل گئی تھی۔

"وہ کیوں کررہی ہیں ایسا؟ میں نے کہا بھی تھا وہ آجائیں واپس۔ میں کچھ بھی نہیں پوچھوں گی لیکن انہوں نے پھر بھی انکار کردیا۔" وہ رو دینے کو تھی، مصطفیٰ نے بہت محبت سے اسے ساتھ لگالیا۔

"اور کیا بات ہوئی؟" شہوار دھیرے دھیرے سب بتاتی گئی، مصطفیٰ نے بغور سنا تھا۔

"نمبر نوٹ کیا جہاں سے کال آئی تھی۔" تمام تفصیل سننے کے بعد مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"موبائل میں ریسیوڈ کالز کے اندر ہی ہے۔" سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر نمبر نکال کر اس نے مصطفیٰ کو دیا۔ مصطفیٰ نے چند پل نمبر کو بغور دیکھا تھا۔

"یہ تو لینڈ لائن نمبر ہے۔" مصطفیٰ نے نمبر دیکھتے ہی کہا۔ وہ اپنے موبائل پر نمبر ڈائل کر کے چیک کرنے لگا تھا، شہوار خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔ رات کے اس پہر کال جاتی رہی تھی لیکن کسی نے ریسیو نہ کی تو مصطفیٰ نے پھر کسی اور جگہ کال کی تھی۔

"کیسے ہو؟ ہاں اللہ کا شکر ہے ایک کام ہے چھوٹا سا ایک لوکیشن ٹریس کروانی ہے۔ نمبر لکھو مجھے صبح بتا دینا کہ یہ کس جگہ کا نمبر ہے او کے نمبر لکھو۔" مصطفیٰ نے اسے نمبر لکھوا دیا تھا۔ شہوار خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔

"جب کال آئی تھی اسی وقت مجھے کال کرتی ایک منٹ اور 15 سیکنڈ کال چلی ہے تب تک فوراً لوکیشن ٹریس ہوجاتی تھی۔ خیر اب کل پتا چلے گا میں خود دیکھتا ہوں۔"

"میں نے کال کی تھی آپ بزی تھے آپ نے کال کاٹ دی تھی۔"

"ہاں اس وقت میں واقعی بزی تھا بس تم فکر نہیں کرو ان شاء اللہ سب پتا چل جائے گا۔"

"اور جہاں آپ پہلے گئے تھے وہاں کا کچھ پتا چلا؟"

"نہیں اب کل ہی وہاں کا چکر لگاؤں گا دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے۔" وہ سر ہلا رہ گئی تھی۔ لیکن چہرے پر گہرے تفکر اور

سوچ کے سائے تھے مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ڈونٹ وری۔" اس نے سر ہلا دیا تھا۔

"میں تمہارے لیے کچھ گفٹس لایا تھا دیکھو گی؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو وہ چونکی نفی میں سر ہلایا تو مصطفیٰ نے خود ہی اٹھ کر اپنے ساتھ لائے ہوئے بیگ کو کھول کر اس میں سے کچھ چیزیں نکالی تھیں۔

"میں وہاں شاپنگ کے لیے گیا تو سوچا تمہارے لیے بھی کچھ لیتا چلوں۔" پرفیوم ایک خوب صورت ڈریس کے علاوہ ایک چھوٹا سا جیولری باکس تھا۔ مصطفیٰ نے تینوں چیزیں اسے تھما دی تھیں' سبھی کچھ بہت ہی پیارا تھا اور قیمتی بھی۔

شہوار کے چہرے پر خوش گوار سا تاثر ابھرا تھا۔ مصطفیٰ نے جیولری باکس اٹھا لیا تھا۔

"میں نے وہاں جیولری کی شاپ دیکھی تو یہ پسند آ گیا تھا سوچا کہ تمہارے لیے اپنا چلوں۔" مصطفیٰ نے باکس کھول کر اس کے سامنے کیا' ایک خوب صورت نفیس سا بریسلیٹ تھا۔

"کیسا لگا؟"

"بہت ہی پیارا۔" شہوار کو بریسلیٹ واقعی پسند آیا تھا اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھاتی مصطفیٰ نے خود ہی باکس سے بریسلیٹ نکال کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"اجازت ہے نا۔" انداز شریر سا تھا' وہ جھینپ گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کی کلائی میں وہ بریسلیٹ سجا دی تھی۔ ایک کلائی میں گولڈ کے کنگن تھے' جو ماں جی نے پہنائے تھے اب دوسرے میں بریسلیٹ اس کے دونوں ہاتھ سج سے گئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہماری پکی والی صلح ہوگئی ہے۔" مصطفیٰ نے چھیڑا تو سر سے پاؤں تک سرخ پڑ گئی تھی۔

"خیر تمہارا تو وہ رونمائی والا گفٹ بھی میرے پر ڈیو ہے' بابا کہہ رہے تھے کہ ویسے کا فنکشن ارینج کرنا ہے تب تک ڈیو ہی سمجھو' اب تو مجھ سے کوئی گلہ نہیں ہے نا۔" وہ بار بار اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جب مصطفیٰ نے پوچھا۔

"مجھے پہلے بھی کوئی گلہ نہیں تھا۔"

"ارے......!" مصطفیٰ حیران ہوا پھر ہنس دیا۔ "اتنا بڑا جھوٹ؟"

"اور وہ جو مجھ سے اپھنا لڑنا وہ سب تو محض شوقیہ تھا۔" وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔

"میں اپنے ان سب رویوں کی وجہ بتا چکی ہوں اگر آپ نے دوبارہ ان کا ذکر کر کے شرمندہ کیا تو پھر میں واقعی آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔" مصطفیٰ کی محبت نے اس کے اندر عجیب سا احساس تفاخر پیدا کر دیا تھا اس نے بڑے مان سے کہا تو مصطفیٰ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"تمہارا ہر روپ سر آنکھوں پر' ناراض ہو کر دیکھو تو سہی' دیکھنا کیسے مناتا ہوں تمہیں۔" مصطفیٰ نے والہانہ انداز میں کہتے اسے گرم جوشی سے خود میں سمیٹ لیا تھا۔

شہوار نے مصطفیٰ کو دیکھا اس کی آنکھوں میں اس کے لیے بے پناہ محبت اور جذبوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا وہ بے اختیار نگاہیں جھکا گئی تھی۔ مصطفیٰ اپنے گزرے دنوں کی دل پر بیتی ایک ایک روداد سنانے لگا تھا اور وہ شرمیلی مسکراہٹ لیے پوری توجہ سے اس کی تمام حکایات سن رہی تھی۔

❁......❁......❁

وہ سو کر اٹھی تو سر سے پاؤں تک نہال تھی' مصطفیٰ کی محبتوں اور شدتوں نے اسے گویا سر سے پاؤں تک خرید لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکان تھی' اس نے بڑی محبت آمیز نگاہوں سے مصطفیٰ کو دیکھا تھا۔ مصطفیٰ اس کے پہلو میں بے خبر سو رہا تھا' چہرے پر مغرور نقوش اپنی تمام تر آن و بان سے اس کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔

شہوار نے جھک کر اس کی پیشانی پر بکھرے بال نرمی سے پیچھے ہٹائے تھے۔ ایسے عالم میں جب وہ اپنی ذات کے اعتماد سے محروم ہو چکی تھی مصطفیٰ کی محبتوں نے اسے خرید لیا تھا۔ وہ تو سر سے پاؤں تک اس کی محبت کی پھوار میں بھیگ چکی تھی۔ مصطفیٰ پر کمبل درست کرتے اپنے لمبے بال سمیٹتے وہ بستر سے اتر آئی تھی۔

نماز ادا کر کے وہ باہر نکلی تو ماں جی لاؤنج میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں وہ ادھر ہی آ گئی تھی۔

"السلام علیکم!" اس نے سلام کیا تو انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پچھلے تمام تر دنوں کے برعکس شہوار مکمل طور پر نکھری اور تر و تازہ دکھائی دے رہی تھی۔ انہوں نے ایک مسکراتی گہری نگاہ اس کے وجود پر نچھاور کی ان کا دل اک اطمینان سے بھر گیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" انہوں محبت سے کہا۔ "جیتی رہو سدا سہاگن رہو۔" انہوں نے دعا بھی دی تھی۔ شہوار جھینپ گئی۔

"میں باہر لان میں جا رہی ہوں۔" وہ انہیں بتا کر کچھ دیر تک لان میں ٹہلتی رہی تھی۔

اس وقت اس کے ذہن و دل میں مصطفیٰ کے علاوہ اور کوئی بھی احساس نہ تھا۔ چلتے چلتے اس نے گلاب اور موتیا کے پودوں سے پھولوں کو اکٹھا کیا اور دوبارہ روم میں آئی تو مصطفیٰ ابھی بھی سو رہا تھا۔

شاید گزشتہ دنوں کی بھاگ دوڑ کی تھکن تھی۔ اس نے دوپٹہ میں مقید تمام پھولوں کی کلیاں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی تھیں کمرے میں پھولوں کی بھینی بھینی معطر مہک پھیل گئی تھی بڑا خواب ناک سا ماحول تھا۔ اس نے وقت دیکھا سات بج رہے تھے پھر وہ مصطفیٰ کی طرف چلی آئی تھی۔

"مصطفیٰ......" اس نے مصطفیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے فوراً پلکیں وا کر دی تھیں شہوار کا چہرہ اس کے سامنے تھا تمام تر دلکشی و معطر پن لیے۔ مصطفیٰ نے ہاتھ بڑھا کر چھونا چاہا تو سیدھی ہو گئی تھی۔

"آپ نے آفس نہیں جانا سات بج رہے ہیں۔" وہ کمرے میں بکھری چیزیں سمیٹنے لگی تھی۔ مصطفیٰ نے لیٹے لیٹے ہی دیکھا۔ شہوار کے انداز میں وقار اور رکھ رکھاؤ تھا۔

لمبے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے جنہیں دوپٹے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ شرم و حیا اور جھجک ضرور تھی لیکن عام لڑکیوں کی طرح بچکانہ پن نہ تھا۔

"آپ ناشتے میں کیا لیں گے؟" چیزیں سمیٹ کر وہ بستر کی طرف چلی آئی تھی۔

آج میرا موڈ تمہاری پسند سے ناشتا کرنے کا ہے جو دل چاہے کھلا دو۔" مصطفیٰ کمبل ہٹا کر بستر سے اتر کر اسے قریب کر کر اپنی محبت کا مظاہرہ کرتے مسکرا کر کہا تھا وہ سرخ پڑ گئی تھی۔

"آپ فریش ہو لیں میں ناشتہ تیار کرواتی ہوں۔"

مصطفیٰ سے نگاہیں چرائے پیچھے ہٹتے اس نے کہا تھا۔ الماری سے اس کا لباس نکال کر وہ واش روم میں لٹکا آئی تھی۔ مصطفیٰ واش روم میں گھسا تو وہ باہر آ گئی تھی۔ کچن میں لائبہ بھابی ملازمہ سے ناشتا تیار کرا رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

"مصطفیٰ رات کب لوٹا تھا؟" وہ فریج کھول کر دیکھ رہی تھی جب بھابی نے پوچھا۔

"سوا بارہ بجے کے قریب آئے تھے۔"

"ذرا اس در یہ پر نظر رکھنا اچانک ہی بیٹھے بٹھائے اس کا پروگرام شائستہ کے یہاں جانے کا بن گیا تھا عباس بھائی نے کہا بھی تھا کہ وہ ڈراپ کر دیں گے لیکن منع کر دیا کہ وہ مصطفیٰ کے ساتھ جائے گی مجھے تو بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا لیکن چپ رہی کہ خوامخواہ ایشو بن جائے، ماں جی کو بھی اچھا نہیں لگا تھا۔" بھابی کی بات سن کر وہ الجھ گئی تھی۔

"نہیں مصطفیٰ بہت اچھے ہیں میرا نہیں خیال کہ وہ در یہ جیسی لڑکیوں پر توجہ بھی دیں۔" شہوار نے کہا تو بھائی نے گھورا۔
"اتنا اعتماد بھی اچھا نہیں ہوتا در یہ جیسی لڑکیوں کا کوئی بھروسا بھی نہیں' ہے تو ہمارے خاندان کا حصہ لیکن ہمارے خاندان والی کوئی خوبی اس میں موجود نہیں ہے۔ مصطفیٰ بھی مرد ہے نجانے کب در یہ کا جادو چل جائے۔" لائبہ کے الفاظ پر وہ پریشان ہوگئی تھی۔
"اور ہاں اچھی لگ رہی ہو مصطفیٰ سے نظر ضرور اتروانا۔" اس کے سراپے کو دیکھتے لائبہ نے معنی خیز انداز میں کہا تو وہ مسکرادی۔
ناشتہ سب ہی نے ایک ساتھ کیا تھا ناشتے کے بعد وہ کمرے میں تیار ہونے آئی تو مصطفیٰ بھی چلا آیا تھا۔
"وہ آئینے کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی جب مصطفیٰ نے اسے عقب سے تھام لیا۔
"آج کالج مت جاؤ۔" لہجے میں فرمائش تھی۔ بالوں میں برش کرتا ہاتھ رک گیا تھا۔
"کیوں؟"
"مجھے آفس میں کچھ کام ہے وہ دیکھ لوں پھر آؤٹنگ پر چلتے ہیں آج سارا وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔" مصطفیٰ کے پروگرام پر وہ حیران ہوئی تھی۔ رات تک تو مصطفیٰ کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔
"کیا خیال ہے؟" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"گڈ گرل میں تیار ہو کر آفس کا چکر لگا لوں پھر گھر آتا ہوں تم بھی تیار رہنا۔" مصطفیٰ اپنی محبت کا والہانہ اظہار کرتا وہاں سے واش روم کی طرف چلا گیا تھا جبکہ وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتی مسکرا کر مصطفیٰ کو دیکھتی رہی تھی۔
آفس کا چکر لگا کر مصطفیٰ ایک اور جگہ چلا آیا تھا۔ مصطفیٰ نے اپنا تعارف کرایا تو مقابل شخص فوراً چوکنا ہو گیا تھا۔ مصطفیٰ نے اس سے سکندر اور اس کی فیملی کے بارے میں پوچھا تو جواباً اس شخص نے جو انکشافات کیے تھے مصطفیٰ سن کر ششدر رہ گیا تھا۔ مصطفیٰ اس سے مختلف سوال کرتا رہا اور وہ شخص مختلف جواب دیتا رہا تھا۔ اس سے بات کرنے کے بعد مصطفیٰ بہت الجھ گیا تھا ہر جواب غیر یقینی تھا۔
مصطفیٰ کے ذہن کے کسی بھی گوشے میں نہ تھا کہ یہاں آ کر اسے ایسی معلومات ملیں گی۔ وہ جو ہمیشہ کچھ اور ہی سوچتا رہا تھا اس مقام پر آ کر اس کی سوچ یکسر بدل گئی تھی۔ وہ اس شخص کا شکریہ ادا کرتے وہاں سے نکل آیا تھا۔ وہ اب ایک اور جگہ جا رہا تھا۔ کافی سارا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ جس جگہ پر آیا تھا وہ پی سی او تھا۔ مصطفیٰ نے پی سی او کے مالک سے باز پرس کی تو وہ پریشان ہو گیا تھا۔
"صاحب یہاں روز کئی لوگ کال کرنے آتے ہیں اب ہمیں کیا علم کہ کون کیا ہے کل دو تین عورتوں نے کال کی تھیں اور جو وقت آپ بتا رہے ہیں ایک عورت آئی تو تھی تنہا تھی کچھ دیر بات کی تھی اور پھر پے منٹ کر کے چلی گئی تھی۔"
"تم جانتے ہو کہ وہ عورت کہاں سے آئی تھی؟" مصطفیٰ نے پوچھا تھا اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"نہیں صاحب، میں نہیں جانتا۔"
"او کے اب اگر وہ عورت آئے تو تم نے فوراً مجھے اس نمبر پر کال کرنی ہے تم نے کوئی کوتاہی نہیں کرنی۔"
"جی صاحب؟" مصطفیٰ نے اسے اپنا کارڈ دیا تو وہ فوراً رضا مند ہو گیا تھا۔
"دوبارہ وہ عورت آئے تو تم پہچان لو گے نا؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔
"جی صاحب فوراً پہچان لوں گا۔"
"او کے..... اپنا نمبر لکھواؤ مجھے۔" مصطفیٰ نے اس کا سیل نمبر لے لیا تھا۔

باتیں یاد رکھنے کی

- غم کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو نیند سے پہلے تک ہوتا ہے۔
- کائنات کا کوئی غم ایسا نہیں جو برداشت نہ ہو سکے۔
- جوانی سولہ سال کی عمر کا نام نہیں ہے ایک انداز فکر انداز زندگی کا نام ہے ہو سکتا ہے ایک شخص سولہ سال کی عمر میں بوڑھا ہو اور ساٹھ سال کی عمر میں جوان ہو۔
- جو بات آپ کے دل میں اتر گئی وہی آپ کا انجام ہے اگر آپ کو موت آ جائے تو جس خیال میں آپ مریں وہی آپ کی عاقبت ہے۔
- جو کسی مقصد کے لیے مرتے ہیں وہ مرتے نہیں جو بے مقصد جیتے ہیں وہ جیتے نہیں۔

کائنات عابد......فیصل آباد

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے مصطفیٰ کا ذہن تابندہ بوا اور سکندر کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

❀......❀......❀

عبدالقیوم ایاز کے پاس آ ئے تھے دو دن بعد کی اس کی سیٹ کنفرم ہو گئی تھی۔ ایاز بہت خوش تھا جبکہ عبدالقیوم سنجیدہ۔ آج کل ان کے گرد پولیس کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا ان کے کچھ ذرائع نے انہیں خبردار کیا تھا کہ وہ جلد از جلد اپنا سب کچھ سمیٹ کر کہیں اور شفٹ ہو جائیں اگر ایک بار ان پر گرفت ہو گئی تو بہت سخت ہو گی۔ ایاز کا معاملہ ہینڈل ہو گیا تھا بس اس کے یہاں سے نکلنے کی دیر تھی اب باقی معاملات وہ جلد از جلد نبٹانے کی کوشش میں تھے۔

''تم یہاں سے جانے کے بعد ایسی ویسی کوئی حرکت نہیں کرو گے مجھے بھی دو تین ماہ لگ جائیں گے یہاں سے شفٹ ہونے میں اس کے بعد دیکھیں گے کیا کرنا ہے ہمیں۔'' وہ ایاز کو سمجھا رہے تھے اس نے بمشکل سر ہلایا۔ ورنہ اس کے دل و دماغ میں یہ پھانس رہ گئی تھی کہ وہ شہوار اور مصطفیٰ سے انتقام نہیں لے سکا تھا۔

مصطفیٰ کا بچ جانا اور شہوار کا بالکل محفوظ رہ جانا اس کے سینے پر سانپ بن کر لوٹتا تھا اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ ایک بار تو ضرور یہاں سے نکل کر مصطفیٰ پر حملہ کرے لیکن عبدالقیوم سے باہر کے حالات سن کر وہ خاموش تھا۔

''تم تیار رہنا پرسوں تمہیں وقت پر پک کرلوں گا اور خبردار باہر نکلنے کی کوشش کی مجھے خبر ملی۔ تم ایک بار باہر نکلے ہو یہاں میں تمہارے لیے اتنی کوششیں کر رہا ہوں یہ نہ ہو کہ سارا کیا کرایا مٹی میں ملا دو۔'' وہ اسے تنبیہ کر رہے تھے۔ اس نے خفگی سے باپ کو دیکھا۔

''نہیں کچھ کرتا اب تک بیٹھا ہوا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ احتیاط سے ہی رہ رہا ہوں آگے بھی کچھ نہیں ہوگا۔'' اس نے کہا تو وہ اسے بس دیکھ کر رہ گئے تھے۔ ذہن پہلے ہی الجھا ہوا تھا ورنہ اس کو سمجھانے کی مزید کوشش کرتے۔

''میں چلتا ہوں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو میں انتظام کردوں گا۔'' انہوں نے کہا تھا اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

وہ اس کو مزید چند ہدایات دے کر چلے گئے تھے وہ کچھ دیر کچھ سوچتا رہا اور پھر ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے کر مسکرا کر بستر پر گر گیا تھا۔

❀......❀......❀

آج کا سارا دن بہت اچھا گزرا تھا مصطفیٰ کے ساتھ گزرا ایک ایک پل اس کی زندگی کا یادگار لمحہ تھا وہ بہت عرصے بعد

خود کو ہر طرح کے ذہنی دباؤ سے محفوظ تصور کررہی تھی۔ دونوں کئی جگہوں پر گھومے تھے مصطفیٰ نے اسے ڈھیر ساری شاپنگ کرائی تھی اور پھر رات کے وقت دونوں نے ڈنر بھی باہر ہی کیا تھا۔ ڈنر کے بعد مصطفیٰ اسے لونگ ڈرائیو پر لے آیا تھا۔

''اب گھر چلیں۔'' وہ مصطفیٰ کے پہلو میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی مصطفیٰ خود ڈرائیو کررہا تھا پچھلے دنوں کے برعکس آج نہ دونوں کے ساتھ کوئی باڈی گارڈ تھا اور نہ ہی کوئی ڈرائیور وہ سارا وقت تمہارا ہے۔ تمہ۔ مصطفیٰ نے اس کو دیکھا۔

''کیوں تھک گئیں۔''

''ہاں، میں کبھی اتنا سارا وقت گھر سے اس طرح باہر نہیں رہی۔ بہت تھکن ہورہی ہے۔'' مصطفیٰ مسکرادیا۔

''ابھی آفس میں کچھ ضروری کام چل رہے ہیں ادھر سے فارغ ہولوں تو چھٹیاں لے کر کسی جگہ ہنی مون ٹرپ کے لیے چلتے ہیں۔'' مصطفیٰ نے کہا۔

''اس کی کیا ضرورت ہے میری اسٹڈی کا پہلے ہی بہت حرج ہوچکا ہے۔'' اس نے دھیمے سے کہا۔

''آپ محترمہ کو بھلے ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مجھے تو فیل ہورہی ہے میں اپنی پیاری سی اور خوب صورت بیوی کے ساتھ ڈھیر سارا وقت گزارنا چاہتا ہوں یار۔'' مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ہاتھوں کے نیچے اسٹیئرنگ پر رکھ لیا تھا۔

شہوار سرخ ہوگئی تھی۔ اس کے لیے یہ سب کچھ بہت نیا نیا سا تھا...... وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہر بار پزل ہوجاتی تھی۔ مصطفیٰ کی محبتیں اس کا والہانہ انداز اور سب سے بڑھ کر اسے اہمیت دینا۔ وہ تو دل سے اس کے لیے ہار چکی تھی۔

''لیکن میری اسٹڈی۔''

''وہ بھی ہوجائے گی مجھے یقین ہے تم کور کرلوگی تم کون سا نالائق ہو۔'' وہ خاموش ہوگئی تھی۔

''یار یہی وقت ہے لائف انجوائے کرنے کا اگر ایک بھی بے بی آ گیا تو تم نے پھر کہاں ہاتھ آنا ہے۔'' مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ تو جھینپ کر رہ گئی تھی ایک دم چہرہ کھڑکی کی طرف کرلیا تھا وہ محسوس کررہی تھی کہ اس کا سارا وجود ہولے ہولے لرز رہا ہے۔ خصوصاً مصطفیٰ کی گرفت میں دبا اس کا دایاں ہاتھ۔

''بابا کا ارادہ فی الحال ولیمے کے فنکشن کا ہے وہ ہوجائے تو پھر چلتے ہیں تم ڈیسائیڈ کرنا کہ کہاں چلیں گے۔'' جواباً وہ خاموش رہی تھی۔

مصطفیٰ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر مسکرادیا تھا۔

''گھر چلیں؟'' کچھ توقف کے بعد شہوار نے پھر کہا تو مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''بھاگنا چاہ رہی ہو مجھ سے یا میرا ساتھ اچھا نہیں لگ رہا؟''

''ایسی بات نہیں ہے ہم کئی گھنٹوں سے گھر سے نکلے ہوئے ہیں ماں جی اور باقی لوگ انتظار کررہے ہوں گے۔'' اس نے سنبھل کر کہا۔

''سبھی کی فکر رہتی ہے تمہیں ایک سوائے میرے۔'' مصطفیٰ نے مظلومیت بھرا شکوہ کیا۔

''آپ میں نے کیا کیا ہے۔''

''میرے اس معصوم سے دل پر یہ ستم تھوڑی ہے کہ اتنے دن شادی کو ہونے کے باوجود تم مجھ سے اول دن کی دلہن کی طرح شرماتی پھرتی ہو کبھی کھل کر بات نہیں کی، کبھی میرے دل کی کہانی نہیں سنی، کبھی میری آنکھوں میں دیکھ کر میرے جذبوں کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔'' مصطفیٰ نے شرارتی آواز میں کہا تو اس کے ہاتھ بھیگنے لگے تھے۔

''آپ کے ساتھ ہوں کیا یہ کافی نہیں۔'' دھیمی آواز میں کہا۔

"بالکل بھی نہیں، میں سیدھا سادا بندہ ہوں جو دل میں ہے کہہ دیتا ہوں جواباً مجھے بھی ایسی ہی گرم جوشی چاہیے۔"

"میں تو ایسی ہی ہوں شادی سے پہلے سوچنا چاہیے تھا آپ کو۔" اس نے اپنی طرف سے بڑی ہمت کر کے کہا تو مصطفیٰ کھلکھلا ہنس دیا۔

"تب تمہارے ساتھ اتنے خوش گوار تعلقات کب قائم تھے۔ سوچا تھا بیوی ہوگی تو میری محبت کا اثر پڑے گا لیکن یہاں تو وہی کیفیت ہے۔"

"اب پچھتا رہے ہیں۔" پہلی بار مصطفیٰ کی طرف سنجیدگی سے دیکھا تھا۔

"اگر کہوں ہاں پچھتا رہا ہوں تو۔" آنکھوں میں جذبوں کا ایک جہاں لیے والہانہ پن سموئے کہا تو شہوار کے لیے مصطفیٰ کی آنکھوں میں دیکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ رخسار گرم ہونے لگے تو پلکوں کی جھالر خود بخود گرنے لگی تھی۔

"تو پھر آپ پر افسوس ہی کر سکتی ہوں۔" اپنی طرف سے اس نے چھیڑا تھا۔

جگنو میرے آنچل میں

جہل کے اندھیروں کو جگمگاتے ہیں
جگنو میرے آنچل میں جھلملاتے ہیں

صفحۂ ہستی کے اوراق تیزی سے پلٹتے جا رہے ہیں اور وقت کی گردش اپنی مخصوص رفتار سے جاری ہے۔ کتاب ماضی کے چند اوراق پلٹیں تو معلوم ہوتا ہے کہ 1978ء سے شروع ہونے والا آنچل کا سفر ایک طویل دورانیہ ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔ آج آپ کے ہاتھوں میں آنچل کا 433 واں شمارہ اپنی بہار دکھلا رہا ہے۔ ہم اور آپ پچھلے 36 برسوں سے آنچل کے ہم قدم ہیں لیکن تشنگی و بے قراری کا عالم اب بھی وہی ہے اور یہی "بہتر سے بہترین" کی جستجو انسان کو منزل کی جانب گامزن رکھتی ہے اسی جستجو میں ہم بھی مصروف عمل ہیں کہ آپ کے آنچل کو بہتر سے بہترین بنا کر آپ کے لیے مستقل حیات بنا دیا جائے۔ اس سفر میں آنچل کے جگنوؤں نے اپنی تصانیف، تعاریف و تنقید سے آنچل کے افق پر ستاروں کی کہکشاں اجاگر کر دی۔ آج ان کی روشنی سے آنچل جھلملا رہا ہے وہ پودا جو ہمارے عزیز مدیر مشتاق احمد قریشی کی کاوشوں سے لگایا گیا تھا آج اپنی بہار دکھلا رہا ہے اور عالم یہ ہے کہ گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے پیش کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر ہم نے اس بار بھی بزمِ یاراں ترتیب دی ہے اس سلسلے میں رائٹرز و دیگر بہنوں کی شرکت ہمارے لیے کسی تحفے سے کم نہیں۔ سروے کے سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

1:۔ آنچل کے سابقہ سالگرہ نمبر سے اس دوران شائع ہونے والی ایسی تحریر جسے آپ برسوں یاد رکھیں گی؟

2:۔ کوئی ایسا جملہ یا پیراگراف جو آپ کے ذہن کی سرزمین پر ثبت ہو گیا ہو جسے بے ساختہ آپ نے ڈائری کی زینت بنایا ہو؟

3:۔ افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا۔ کوئی ایسا کردار جسے آپ نے اپنے گرد و پیش میں دیکھا ہو یا اس جیسے فرد سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو؟

4:۔ اس سال آپ کا پسندیدہ مثبت و منفی کردار کون ٹھہرا؟

5:۔ آپ کی زندگی کا کوئی خوب صورت لمحہ جو آپ کو ذہنی و جسمانی تھکاوٹ میں بھی شگفتگی و مسکراہٹ عطا کر دے؟

6:۔ سال رواں کس ناول نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

7:۔ آنچل کے کس سلسلے میں آپ کیسی تبدیلی چاہتی ہیں؟

8:۔ آنچل رائٹرز میں سے کوئی ایک مصنفہ جن سے آپ ملنے کی خواہش رکھتی ہیں؟

ان سوالات کے جوابات مختصر تحریر کر کے ہمیں 8 مارچ تک ارسال کر دیں۔

"تم اپنا یہ افسوس بھی اپنے پاس ہی رکھو، مجھے محبت کرنا بھی آتی ہے اور کرانا بھی۔"
"لگتا ہے بڑا تجربہ ہے اس معاملے میں۔"
"بالکل ایک عرصہ امریکہ جیسے ماڈرن ملک میں گزار کر آیا ہوں تمہیں مجھ پر اس معاملے میں ڈاؤٹ نہیں ہونا چاہیے تھا۔" مصطفیٰ بھی فوراً سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ فوراً خفگی تھی۔
"مذاق کر رہے ہیں؟"
"نہیں بھئی تین چار اخیر زکی کہانیاں تو میں تمہیں سنا سکتا ہوں ہاں باقی تین چار ایسی نہیں ہیں کہ تمہیں سنا سکوں۔" مصطفیٰ کا انداز ہنوز سنجیدہ تھا۔ شہوار کا دل ڈرنے لگا۔
"مذاق مت کریں مجھے یقین ہے ایسا کچھ نہیں ہوا ہوگا۔"
"ایک بالکل تنہا شخص امریکہ جیسا ملک دولت کی بھی فراوانی ہو تو تمہارا کیا خیال ہے بگڑنے میں کتنا وقت لگتا ہے۔" شہوار کا دل ڈوبا تھا مصطفیٰ نے اسے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔
"میں ولید بھائی سے پوچھوں گی مجھے یقین ہے ایسا کچھ نہیں ہوا ہوگا۔" وہ ابھی بھی ماننے کو تیار نہ تھی مصطفیٰ کھل کر ہنس دیا تھا۔
"حیرت ہے بھئی اتنا یقین ہے اپنے شوہر نامدار پر؟" محبت سے پوچھا تھا۔
شہوار قدرے ریلیکس ہوئی تھی اور اسے خفگی سے دیکھا تھا۔
"شرم تو نہیں آتی اگر میں سچ مان لیتی تو۔"
"لیکن مانا تو نہیں نا۔" مصطفیٰ نے چھیڑا تھا وہ سر جھٹک کر باہر دیکھنے لگی۔ مصطفیٰ گھر کے رستے پر گاڑی ڈال چکا تھا۔
"اور اگر واقعی یہ سچ ہوتا تو؟" مصطفیٰ نے پھر پوچھا۔
"تو میں آپ سے کبھی شادی نہ کرتی۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"اور اگر شادی کے بعد تمہیں پتا چلتا کہ میرے بدعنوان دھار تم کے چند اخیر تھے تو؟"
"تو میں آپ کو چھوڑ دیتی۔" اس کی سنجیدگی برقرار تھی مصطفیٰ نے گہرا سانس بھرا۔
"بڑی ظالم ہو پھر تم تو کیا مجھ جیسا فرماں بردار، سعادت مند شوہر چھوڑ نا ممکن نہ تھا تمہارے لیے۔"
"میں نے ہمیشہ ایک صاف ستھری زندگی گزاری ہے پھر اللہ میرے ساتھ ناانصافی کیسے کر سکتا تھا۔" اس کا یقین کامل تھا۔
"میں نے ساری زندگی آپ لوگوں کے درمیان گزاری ہے مجھے کبھی بھی کسی نے میلی نگاہ سے نہیں دیکھا عائشہ اور صبا کا سا مقام ملا تھا حتیٰ کہ آپ کے کسی کزن تک نے میرے ساتھ مس بی ہو نہیں کیا پھر میں بھلا کیسے سوچ سکتی تھی آپ ایسے ہوں گے۔" شہوار کے الفاظ پر مصطفیٰ نے بہت سراہتی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔
"میری زندگی میں سوائے ایاز کے اور کوئی تلخ حادثہ نہیں ہے اور جب آپ پاکستان آئے آپ نے بھی مجھے وہی مقام اور عزت دی جو باقی لوگ دیتے تھے کسی کے کردار کو جج کرنے کے لیے یہ بات کافی ہوتی ہے کہ اس کی نگاہوں میں ہمارے لیے کیا مقام ہے اور اس کے لفظوں میں ہمارے لیے کتنی عزت ہے۔" شہوار کی سوچ کی پختگی نے مصطفیٰ کو ایک دم اٹریکٹ کیا تھا۔
"ویل ڈن، اتنا یقین ہے مجھ پر۔" وہ اس پر نثار ہی تو ہو گیا تھا۔
"مجھے آپ سے زیادہ اللہ کے فیصلے اور آنٹی جی کی تربیت پر یقین ہے۔" وہ صاف دامن بچا گئی تھی۔

صبیحہ کمال

ارے بھئی دروازہ کھولیے آپ کے آنچل میں انٹری دی ہے چلیے پہلے میں تعارف کروادیتی ہوں جی ہاں دل تھام کے بیٹھیے میں ہوں صبیحہ کمال جولائی کی نرم گرم دوپہر میں اس دنیا میں قدم رکھا۔ میرا تعلق فیصل آباد سے ہے میری دو بہنیں اور ایک بھائی ہے میں نویں کلاس کی طالبہ ہوں اور پڑھائی کے میدان میں بہت سے معرکے مارنے کے ارادے ہیں آپ سب کی دعاؤں سے۔ مجھے کھانے میں بریانی' شامی کباب' گول گپے اور چٹن اچاری (منہ میں پانی آگیا نا) بہت پسند ہیں۔ رنگوں میں لال' کالا' میرون اور پنک میرے فیورٹ کلرز ہیں۔ موسم سردیوں کا بے انتہا پسند ہے اور سردیوں میں آئس کریم کھانا اور سڑک پر واک کرنا میرے پسندیدہ مشغلے ہیں۔ لباس میں لمبی فراک پسند ہے' میک اپ پسند نہیں۔ ہنسنے ہنسانے والے پرخلوص لوگ پسند ہیں۔ دوغلے اور طنز کرنے والے بالکل پسند نہیں' میری بہن کرن سے میری بہت نوک جھونک ہوتی ہے لیکن میں اپنی ہر بات بھی کرن سے ہی شیئر کرتی ہوں۔ میرا چھوٹا بھائی احمد بہت شرارتی ہے چونکہ اکلوتا ہے اس لیے اس کی شرارتیں بھی مزا دیتی ہیں۔ میں چائے بہت زبردست بناتی ہوں۔ آنچل رسالہ بہت پسند ہے' اس میں بہت عمدہ کہانیاں' کارآمد باتیں اور دلچسپ سلسلے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کافی بور کردیا اچھا اب مجھے اجازت دیں' تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا' اللہ حافظ۔

مصطفیٰ ہنس دیا تھا۔

"بڑی ڈپلومیٹ ہو تم تو۔" وہ مسکراتی رہی تھی۔

"اور محبت کے معاملے میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کردو ذرا۔"

"اتنی جلدی کیا ہے آپ کو آہستہ آہستہ پتا چل ہی جائے گا۔" انداز شرارتی تھا۔ مصطفیٰ نے کہا۔

"ہماری بلی ہمی کو میاؤں۔" شہوار کی ہنسی بے اختیار تھی مصطفیٰ نے بے اختیار اسے دیکھا تھا وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"دھیان سے گاڑی چلائیں ایکسیڈنٹ کرادیں گے ابھی تو پرانے زخم ہی مندمل نہیں ہوئے ہوں گے۔" پاس سے ایک گاڑی زن سے گزری تو اس نے ٹوکا تھا۔

"تالومت، گھر چلو پھر بات کرتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے سر ہلا کر سیٹ کی پشت گاہ سے سر لگا دیا تھا۔ وہ آج اپنی زندگی کا سب سے خوب صورت اور سب سے یادگار دن گزار رہی تھی۔ اس کا ذہن بالکل فریش اور تروتازہ تھا وہ دھیمے سے مسکرائی تو مصطفیٰ اسے مسکراتے دیکھ کر ایک دم مطمئن ہوا تھا وہ شہوار کا ذہن بٹانے میں سو فیصد کامیاب رہا تھا۔

❀......❀......❀

وہ عشاء کی نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھی جب ساجدہ بجتا ہوا موبائل لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"آپ کی کال ہے۔" اس نے موبائل ان کی طرف بڑھایا تھا۔ وہ ٹھٹکی تھیں۔

"میری؟"

"جی ایک خاتون ہیں پہلے بھی کال کی تھی آپ نماز پڑھ رہی تھیں انہوں نے کہا تھا کہ وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں میں نے کہا تھا کہ پھر کال کرلیں۔" تابندہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا تھا۔

"السلام علیکم!" انہوں نے کال ریسیو کی تھی۔

"وعلیکم السلام۔تابندہ بی بات کررہی ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا تھا۔

"جی لیکن آپ کون؟" انہوں نے پوچھا تھا وہ جائے نماز سے کھڑی ہوگئی تھیں ان کے ہٹتے ہی ساجدہ نے مصلا تہہ کیا تھا۔

"آپ ہمارے گھر آئی تھیں آپ نے خود ہی یہ نمبر دیا تھا رابطہ کرنے کے لیے۔"

"جی...... جی یاد آ گیا۔" وہ فوراً سمجھ گئی تھیں کہ دوسری طرف کون ہوسکتا ہے۔

"کوئی اطلاع ملی کوئی خیر خبر۔"

"جی میری اپنے شوہر سے بات ہوئی تھی انہوں نے بتایا تھا کہ ان کے والد صاحب نے ان سے ذکر کیا تھا بہت سالوں پہلے تک کچھ لوگ یہاں جو نام آپ نے بتائے تھے ان کی تلاش میں آئے۔تھے میرے سسر کو اطلاع کرنے کا بھی کہا تھا لیکن جو رابطہ نمبر دیا تھا تو سسر صاحب کو ہی علم ہوگا اور وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" تابندہ بی جو دم سادھے سن رہی تھیں ایک دم نڈھال سے انداز میں بستر پر گر گئی تھیں۔

"کوئی تو رابطہ ہوگا کوئی حل؟" انہوں نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"معذرت چاہتی ہوں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لیا تو آنکھوں میں نمی آ ٹھہری تھی۔

"پھر بھی اپنے شوہر سے کہنا دوبارہ پوچھیے گا شاید کوئی نکتہ مل جائے میں برسوں سے تڑپ رہی ہوں برسوں سے صبر کیے ہوئے ہوں میں اب سب کشتیاں جلا کر نکلی ہوں کسی کا مستقبل تاریک ہوجائے گا اگر مجھے کوئی رستہ نہ ملا۔" وہ رو دی تھیں دوسری طرف موجود خاتون نے شدت سے ان کا دکھ محسوس کیا تھا ساجدہ جو لاشعوری طور پر وہیں کھڑی رہ گئی تھیں الجھ گئی تھیں۔وہ ابھی تابندہ بی کی کہانی سے یکسر انجان تھیں۔

"آپ امید رکھیں اللہ بہتر کرے گا۔" دوسری طرف سے تسلی دی تھی۔

"ہاں اللہ سے ہی تو سب امیدیں لگا رکھی ہیں آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے اتنا تعاون کیا ایک امید تو بندھی کہ کوئی کسی کی تلاش میں آیا تھا اپنے شوہر سے پوچھیے گا کہ وہ کون تھا اور کس کا پوچھتا رہا تھا۔" انہوں نے ایک امید سے کہا تھا۔

"جی میں ضرور پوچھوں گی۔"

"میں انتظار کروں گی۔" ان کی زندگی تو آج کل شب و روز کا انتظار بن چکی تھی۔دوسری طرف اللہ حافظ کہہ کر کال بند ہوچکی تھی انہوں نے بھی موبائل کان سے ہٹالیا تھا اپنے آنسو صاف کیے تو ساجدہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟" انہوں نے سر ہلادیا۔

"میں نہیں جانتی کہ آپ کی کہانی کیا ہے اور نہ کسی نے مجھ سے ذکر کیا لیکن آپ کو اس طرح پریشان دیکھ کر میں الجھ گئی ہوں آپ کس کو تلاش کررہی ہیں ساجدہ نے پوچھا۔

"بہت لمبی کہانی ہے کہاں سے شروع کروں کیا بتاؤں؟ میرے بہت سے رشتے کھو گئے ہیں جن کا سراغ نہیں مل رہا۔"

"لیکن آپ کی بیٹی تو آپ کے پاس تھی جسے آپ خود چھوڑ کر آئی ہیں۔"

"ہاں وہ میری بیٹی بھی میری بیٹی ہے اور ہمیشہ بیٹی ہی رہے گی اس کے وجود نے ہمیشہ مجھے کم مائیگی کے احساس سے بچایا تھا لیکن جن کو تلاش کرتی ہوں وہ لوگ تو میری ذات کا حصہ تھے۔" وہ رونے لگی تھیں ساجدہ کے دل کو تکلیف ہوئی تھی اسے ان چند دنوں میں اسے ان سے ایک خصوصی لگاؤ ہوچکا تھا۔

حق مہر	اور میں......
آؤ کہ ہم نکاح دوستی	حق مہر میں اپنی ساری
کر لیتے ہیں تم سے	خوشیاں دیتا ہوں
تم جہیز میں اپنے غم لانا	ریحہ شبیر......شاہ عذر

"یہ گھر تو آپ کا تھا اگر کوئی موجود ہوتا تو آپ کو یہاں تلاش کرنے آتا۔"

"آیا تھا وہ لیکن تب میں یہاں موجود نہیں تھی خالہ بی موجود تھیں انہوں نے بتایا کہ میں یہاں نہیں ہوں وہ سمجھتا رہا کہ میں مرچکی ہوں تب میں کہیں غائب تھی اور جب واپس لوٹی تو وہ چلا گیا تھا خالہ بھی مجھے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں وہ بھی سمجھتی رہیں کہ میں مرچکی ہوں پھر میں نے تلاش کیا اسے کئی جگہ لیکن ناامید ہو کر واپس لوٹ آئی اس کے بعد کئی خط لکھے اس کے پتے پر جو مجھے معلوم تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا شاید ایڈریس غلط تھا خط واپس ملتے رہے اور سال بیتتے گئے میری شہوار اب مجھ سے سوال کرتی ہے اور میرے پاس اس کے کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں اس کی شناخت گم ہے اور میرے اندر اتنی ہمت نہیں کہ اسے بتادوں کہ وہ کون تھی کن لوگوں کی عزت ہے میں بہت مجبور ہوں اب مجبور ہو کر یہاں آ تو گئی ہوں لیکن کوئی سرا ہاتھ ہی نہیں لگ رہا۔"

"اس شخص سے آپ کا کیا رشتہ تھا؟" سوال ایسا تھا کہ تابندہ بی کو لگا کہ جیسے کسی نے دل کو زخم زخم کر دیا ہو۔

"وہ میرے شوہر تھے۔" ان کی آواز سسکی نما تھی۔

"اوہ......" ساجدہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"خدانخواستہ اس کے ساتھ کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو وہ زندہ ہوتے تو آپ کے خطوط کے جواب تو ضرور دیتے۔" ساجدہ کی بات پر وہ اضطراب سے نفی میں سر ہلا گئی تھیں۔

"بس اسی بات پر آ کر میری ہمت ٹوٹ جاتی ہے لیکن ان کی نیلی۔" وہ کچھ کہتے کہتے ایک دم رک گئی تھیں اور پھر نفی میں سر ہلا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"شاید میری قسمت میں ہی آزمائش لکھی تھی۔" وہ سسکتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھیں ساجدہ نے خاموشی سے انہیں جاتے دیکھا تھا۔

نجانے اصل کہانی کیا تھی؟ لیکن ساجدہ کا دل ان کے غم پر ایک دم رنجیدہ سا ہو گیا تھا۔

❁......❁......❁

وہ آج کالج نہیں گئی تھی سارا وقت اپنے کمرے میں بند رہی تھی شام کو صبوحی بیگم نے ہی آ کر اس کا دروازہ کھلوایا تھا لیکن اسے بخار سے پھنکتے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں۔ انہوں نے احسن کے ہمراہ اسے ڈاکٹر کے پاس بھیجا لیکن درحقیقت وہ اس کے رویوں سے پریشان ہو چکی تھیں۔

عشاء کے بعد احسن اسے لے کر گھر آیا تھا ولید اور باقی سبھی لوگ گھر میں ہی تھے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ صبوحی بیگم نے ہی زبردستی اسے میڈیسن دی اور کھانا بھی کھلایا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں اور جسم بخار سے دہک رہا تھا۔

"کیا بات ہے......کوئی بڑدن ہے دل ودماغ پر؟" وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی ہوئی تھی صبوحی بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاتھ ہٹائے تھے۔

''کیا برداشت ہو سکتا ہے بھلا۔'' نقاہت سے بھری آواز تھی۔

''تو پھر کیا بات ہے، ایسی حالت تو تمہاری کبھی بھی نہ تھی گم صم، بے زار۔'' انہوں نے تشویش سے دیکھتے پوچھا تو وہ چڑ سی گئی۔

''میں ٹھیک ہوں ماما کچھ نہیں ہوا مجھے۔'' انہوں نے خاموشی سے اسے چند پل دیکھا اور پھر باہر نکل گئی تھیں۔ انا خاموشی سے لیٹی رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں نمی سمٹنے لگی تو اس نے بازو آنکھوں پر رکھ لیا تھا آنکھوں کا پانی بازو کی آستین میں جذب ہونے لگا تو اس نے لب بھینچ کر اپنی سسکیوں کو روک لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ دیر پہلے کا منظر تازہ ہونے لگا تھا۔

احسن کے سہارے چلتی وہ گھر میں داخل ہوئی تھی ولید راہداری میں تھا جب وہاں سے گزرتے ان کا سامنا ہوا تھا۔

''آج تم جلدی چلے آئے تھے؟'' ولید نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے پوچھا تھا۔

''ہاں انا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو ماما نے کال کی تھی ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تھا۔''

''تم کم از کم بتا کر تو جاتے وہاں تمہیں پتا تو ہے میٹنگ تھی تمہیں کل جو فائل دی تھی مل ہی نہیں رہی تھی سارا شیڈول خراب ہو گیا تھا اب کل پر میٹنگ ملتوی کی ہے میں نے۔''

''چلو کوئی بات نہیں، انا کی طبیعت اتنی خراب تھی صبح سے کمرے میں بند تھی اور کسی کو علم ہی نہ تھا روشی نے ہی عصر کے قریب دیکھا تو یہ بخار سے تپ رہی تھی۔ اس نے ماما کو کال کی تھی ماما گھر آ گئی تھیں لیکن ڈاکٹر سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا تو مجھے ماما نے بلوا لیا تھا شکر ہے بخار کا زور قدرے کم ہوا ہے۔'' احسن نے بتایا تھا لیکن اس کے باوجود ولید نے اس کی طرف نہ دیکھا اور نہ ہی حال دریافت کیا تھا۔

''میں چلی جاتی ہوں بھائی آپ بات کرلیں۔'' بخار سے نڈھال اس سے کھڑا ہونا ہی دوبھر تھا۔ وہ بھیگی پلکوں کو جھکاتی رندھی آواز میں کہہ کر وہاں سے اپنے کمرے میں چلی آئی تھی اور اب دل جل رہا تھا آنکھیں بہہ رہی تھیں لیکن دل کو کسی بھی پل قرار نہ تھا۔ روشی کمرے میں داخل ہوئی تو وہ اسی طرح لیٹی ہوئی تھی۔

''انا......'' اس نے ہاتھ میں پکڑا سوپ کا پیالہ سائیڈ پر رکھ کر اسے پکارا تو وہ ساکت ہو گئی تھی۔

غیر محسوس انداز میں آستین سے اپنی آنکھیں صاف کی تھیں۔ روشی اس کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئی تھی۔

''اٹھو یہ سوپ پی لو۔'' اس نے کہا تو انا نے اپنی بازو ہٹا کر اسے دیکھا۔ روشی ٹھٹک گئی تھی بھیگی آنکھیں تھیں اس کی۔

''کیا ہوا رو رہی تھیں تم۔''

''بس بخار میں آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے۔'' اس نے کہا تو روشی قدرے مطمئن ہوئی۔

''لو یہ سوپ پی لو بخار میں کچھ فاقہ ہوگا کھانا بھی بس تم نے برائے نام ہی کھایا ہے۔'' روشی کے انداز میں اپنائیت تھی وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

''نہیں، کسی بھی چیز کے لیے دل نہیں مان رہا۔''

''کھاؤ گی تو پتا چلے گا نا میں صبح لیٹ اٹھی تھی سمجھی کہ تم کالج جا چکی ہو وہ تو اچانک ادھر سے گزر ہوا تو پتا چلا کہ تم بخار میں تپ رہی ہو مجھے بہت افسوس ہوا کہ پہلے کیوں نہ دیکھا ادھر۔ چلو اب اٹھو تھوڑا سا پی لو۔'' اس کے لہجے میں اصرار تھا۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

روشی نے اسے سوپ کا پیالہ تھما دیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے سپ لینے لگی تھی۔

''تم نے شادی سے انکار کیوں کیا؟'' وہ پوچھ رہی تھی انا کا ہاتھ ساکت ہو گیا وہ سوپ کے پیالے میں چمچ

عالیہ شانی

میری طرف سے آنچل کی پوری ٹیم کو اور تمام بہنوں کو السلام علیکم! میں فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں' آنچل کو پڑھتے ہوئے سات آٹھ سال ہوگئے ہیں اس لیے کہ آنچل میں تفریح کے ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں' تاریخ پیدائش 19 دسمبر ہے' سالگرہ نہیں مناتی۔ ہم تین بہنیں اور تین بھائی ہیں ایک بہن کی وفات ہوچکی ہے اب ہم دو بہنیں ہیں' میرا نمبر تیسرا ہے۔ موسموں میں سردیوں کا موسم بہت زیادہ پسند ہے۔ بلیک اور میرون کلر بہت پسند ہے' لباس میں لہنگا پہننے کا بہت شوق ہے اور فیشن کے مطابق ڈریس پہننے اچھے لگتے ہیں۔ فلم سٹار میں سلمان خان اور کرشمہ کپور پسند ہیں۔ ہر کام کرلیتی ہوں پر غصہ بہت زیادہ آتا ہے اور رونا بہت جلدی آجاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد موڈ خود ہی ٹھیک ہوجاتا ہے۔ مجھے مری اور سوات جانے کا بہت شوق ہے۔ دوستوں میں شمسہ' وہبہ' مصباح' سدرہ' عمارہ اور بہت سی دوستیں ہیں' ہر کسی سے بہت جلدی فرینک ہوجاتی ہوں۔ اپنی ہر خوشی اور غم اپنی دوست شمسہ سے شیئر کرتی ہوں۔ مخلص لوگ بہت زیادہ پسند ہیں جن کی اب بہت کمی ہوگئی ہے' حسن میری کمزوری ہے۔ میرے آئیڈیل میرے چاچو تھے جن کی اب ڈیتھ ہوچکی ہے۔ جانے والے لوٹ کر نہیں آتے مگر اپنے پیچھے اچھی یادیں اور اچھی باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ آنچل رائٹرز میں عشنا کوثر' نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ شاعر احمد فراز اور وصی شاہ ہیں۔ آنچل کی پوری ٹیم کے لیے دعائیں کہ آپ ہمیشہ آنچل کو ایسے ہی سجاتے رہیں۔

گھمانے لگ گئی تھی۔

"کیا کوئی بات ہوئی ہے۔" اسے بغور دیکھتے روشی نے پوچھا تھا۔

"کیا میں بغیر کسی وجہ کے محض اپنی ایجوکیشن کو لے کر انکار نہیں کرسکتی۔" کچھ توقف کے بعد اس نے کہا تو روشی نے سر ہلا دیا۔

"لیکن یہ بابا کی خواہش ہے ان کی طبیعت خراب رہتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد تمہاری اور ولی کی شادی ہوجائے۔" روشی نے کہا۔

"جو بھی ہے میں خود کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں کر پا رہی۔"

"لیکن انا......"

"پلیز روشی۔" روشی نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن انا نے ٹوک دیا۔

"پلیز میرا سر پہلے ہی دکھ رہا ہے میں اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی اب۔" اس کے لہجے میں قطعی پن تھا۔

"تم کچھ اور کھانا پینا چاہو تو میں بنادیتی ہوں۔" اس کے قطعی انداز پر روشی نے فوراً بات بدل دی تھی۔

"نہیں، ابھی کچھ دیر پہلے ماما نے کھانا کھلا کر میڈیسن دی ہے۔ اب یہ سوپ پی رہی ہوں، بہت ہے یہ۔" اس نے پیالے میں موجود سوپ ختم کیا تو روشی نے اس کے ہاتھ سے خالی پیالہ لے کر سائیڈ پر رکھا۔

"سر میں اگر درد ہو رہا ہے تو میں دبا دوں۔" روشی کا پرخلوص و محبت آمیز انداز برقرار تھا انا کو ایک دم اپنے قطعی انداز کا احساس ہوا تو ایک گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں میڈیسن لی ہے ڈاکٹر نے انجکشن بھی لگایا تھا کافی بہتری آئی ہے میں لیٹوں گی تو آرام آجائے گا۔" نقاہت زدہ آواز میں کہا تو روشی نے بغور دیکھا۔

"ہوں ٹھیک ہے تم آرام کرو اگر کسی بھی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو بتانا۔" محبت سے کہہ کر وہ اٹھ گئی تھی۔

انا نے سر ہلا دیا تھا وہ خاموشی سے اسے کمرے سے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ وہ جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کرگئی تھی انا خاموشی سے دوبارہ بستر پر لیٹ گئی تھی کچھ دیر تک وہ مختلف لایعنی سوچیں سوچتی رہی تھی لیکن پھر دوا کا اثر غالب آنے لگا تو وہ خود کو سونے سے نہ روک پائی تھی۔

❁......❁......❁

مصطفیٰ گہری نیند میں تھا جب اس کی آنکھ موبائل کی مسلسل بجتی بیپ سے کھل گئی تھی۔ نائٹ بلب روشن تھا مصطفیٰ نے اٹھنا چاہا تو ایک دم رک گیا۔ شہوار اس کے بازو پر سر رکھے سو رہی تھی۔ وہ اسی طرح لیٹا رہا اور ہاتھ بڑھا کر مسلسل بجتے موبائل کو سائیڈ دراز سے اٹھا لیا تھا۔ اسکرین پر امجد خان کا نام جگمگا رہا تھا اس نے فوراً کال پک کی۔ رات کے اس پہر یقیناً کوئی ایمرجنسی تھی جو وہ کال کررہا تھا ورنہ وہ کبھی اس وقت ڈسٹرب نہ کرتا۔

''ہاں بولو امجد خان...... خیریت......!'' اپنی آواز کو دھیما رکھتے اس نے پوچھا۔

''ایک اچھی خبر ہے سر۔'' دوسری طرف سے امجد خان نے کہا۔

مصطفیٰ نے آہستگی سے اپنے بازو کے حصار میں مقید شہوار کے وجود کو پیچھے ہٹایا اور خود اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

''کیسی خبر؟''

''ایاز کا پتا چل گیا ہے۔'' امجد کی پرجوش آواز سنائی دی۔ مصطفیٰ فوراً ٹھٹکا۔

''واقعی۔''

''یس سر۔''

''کہاں چھپا ہوا ہے وہ؟''

''سر وہ عبدالقیوم کے ایک ٹھکانے میں موجود ہے ابھی ایک مخبر کی اطلاع ہے آج دن کے اوقات میں عبدالقیوم وہاں گیا تھا اس کا پیچھا کرتے پتا چلا کہ وہاں ایاز بھی موجود ہے۔''

''وری گڈ۔ کنفرم اطلاع ہے نا۔''

''یس سر ہنڈرڈ پرسنٹ۔''

''اوکے۔''

''سر میں نے چند آدمیوں کو اس کے ٹھکانے کی نگرانی پر لگا دیا ہے بس آپ کو اطلاع کرنا تھی اور پوچھنا تھا کہ نیکسٹ کیا کریں۔''

''اور کون کون جانتا ہے اس خبر کے بارے میں؟''

''سر میں آپ اور اطلاع دینے والا مخبر۔''

''اوکے ابھی ریڈ کی تیاری کرو مجھے ایڈریس بتاؤ میں بھی نکلتا ہوں۔'' مصطفیٰ نے فوراً لائحہ عمل تیار کیا تھا۔

''یس سر۔'' امجد خان سے ایڈریس سمجھ کر مصطفیٰ نے کال بند کی اور ایک نظر شہوار کو دیکھا جو بے خبر سو رہی تھی۔ خوب صورت وجود اپنے تمام تر حسن کی تابناکیوں سمیت محو خواب تھا۔

مصطفیٰ کے اندر ایک دم جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تو اس نے جھک کر بہت نرمی سے اس کی پیشانی پر مہر ثبت کی تھی۔ وہ ذرا سا کسمسائی اور پھر سو گئی تھی۔

مصطفیٰ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھا اور ہلکے اندھیرے میں ہی اس نے اپنا لباس نکالا تھا شب خوابی کا لباس بدل کر وہ واش روم سے نکلا تو شہوار بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

سانحہ پشاور	ظلم جنہوں نے یہ ڈھایا ہے
میرے وطن کے شہید طلباء	قوم کی ان کو بددعا ہے
تمہاری شہادت پر لکھتے ہوئے	کوئی حرف تسلی نہ جواب شکوہ ہے
قلم میرا یہ لہولہاں ہے	جن ماؤں کی گودوں کو اجاڑ گیا ہے
16 دسمبر کے زخم پر	جہاں کو پھر سے عمر دے یا رب
وقت کھڑا رو رہا ہے	میری عمر زندگی کے لیے یہی دعا ہے
میتوں کو دیکھ کر تمہاری	ذوبیہ بلال شیخ...... ظاہر پیر
موت نے مانگی پناہ ہے	

"کیا ہوا آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔" مصطفیٰ کو دیکھتے ہی پوچھا تھا وہ مسکرا دیا۔

"بس آفس کی طرف سے ارجنٹ کال ہے مجھے فوراً پہنچنا ہے۔"

"کیوں خیریت ہے نا؟" وہ فوراً فکر مند ہوئی تھی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا۔

"بالکل خیریت ہے رات کے اس پہر اس طرح اٹھ کر جانا ہماری لائف کا حصہ ہے ڈونٹ وری۔"

"لیکن پھر بھی پتا تو چلے کہ کہاں جا رہے ہیں؟" وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔

کھلے بالوں کو سمیٹتے خود پر دوپٹا لپیٹتے وہ اٹھ کر مصطفیٰ کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی جو سائیڈ دراز میں سے اپنی گن نکال کر اس کا چیمبر چیک کر رہا تھا۔

"ایک پرانا مجرم ہے کافی عرصے سے لاپتا تھا ابھی ایک مخبر سے اس کے ٹھکانے کی اطلاع ملی ہے۔ میرا وہاں پہنچنا بہت ضروری ہے۔" گن پاکٹ میں ڈال کر باقی ضروری چیزیں بھی لے لی تھیں۔

"کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے نا۔" اس کے لہجے میں فکر مندی تھی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"بالکل بھی نہیں۔ میرا جانا تو محض فارمیلٹی ہے امجد خان ساتھ ہوگا اور کچھ اور ساتھی بھی سو ہر طرح کی ٹینشن سے فری ہو کر سو جاؤ میں فارغ ہو کر دن میں گھر کا چکر لگاؤں گا۔" اس کا رخسار سہلا کر کہا تو شہوار خاموش ہو رہی۔

مصطفیٰ نے اسے گرم جوشی سے ساتھ لگا کر خود سے جدا کیا تھا۔

"اب جاؤں اگر تمہاری اجازت ہو تو؟" شریر سے لہجے میں پوچھا تو وہ جھینپ کر مسکرا دی تھی۔

"جی۔"

"مجھے دیر سویر ہو سکتی ہے تم آرام سے سو جانا اور کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں صبح خود ہی سب کو علم ہو جائے گا۔" شہوار نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ مصطفیٰ اس کا رخسار تھپتھپاتے وہاں سے چلا گیا تھا۔ شہوار نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا اور اس کی کامیابی اور حفاظت کی دعا کی۔

❀......❀......❀

انہوں نے لیاز کے ٹھکانے پر ریڈ کی تھی وہ سو رہا تھا انہوں نے بے خبری میں اسے جا لیا تھا وہ اکیلا تھا اور ساتھ ایک کم عمر ملازم لڑکا ان کے سامنے تھا وہ فوراً بے بس ہو گئے تھے۔

لیاز کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی ایسے اس طرح آ کر پکڑ لے گا اور خصوصاً مصطفیٰ وہ تو رات نجانے مصطفیٰ کو

ٹھکانے لگانے کے کیا کیا منصوبے بنا تا رہا تھا۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔
"میں تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم مجھے اچھی طرح نہیں جانتے میں کس حد تک جا سکتا ہوں۔ تم مجھے گرفتار کر کے اچھا نہیں کر رہے۔" وہ ہذیان بک رہا تھا۔ مصطفیٰ کے اندر ایک دم غصے کا ابال اٹھا تھا۔
اس نے کھینچ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا تو وہ لڑکھڑا کر رہ گیا تھا ایاز کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔
"لے چلو اسے اس کے ہوش حواس تو میں ٹھکانے لگاتا ہوں۔" مصطفیٰ کا لہجہ سخت اور آنکھوں میں سرد پن تھا۔ ایاز کے اندر ایک دم خوف اتر آیا تھا۔ وہ پہلے ہی سے مصطفیٰ کے ہاتھوں پٹ چکا تھا اسے اندازہ تھا کہ مصطفیٰ کے ہاتھوں پکڑے جانے پر اب اس کا کیا حال ہونے والا ہے۔
"تم گھٹیا ذلیل انسان، میں زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہیں میرا باپ تمہیں چھوڑے گا نہیں۔" وہ غصے و صدمے سے پاگل ہو رہا تھا۔
"اسے لے چلو۔" مصطفیٰ نے سختی سے اپنے اہل کاروں کو حکم دیا تو وہ اسے گھسیٹ کر باہر لے گئے تھے۔
ایاز کا ملازم ہاتھ باندھے کھڑا کانپ رہا تھا جبکہ امجد خان کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔
"کب سے ہو یہاں؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔
"صاحب بہت عرصے سے ہوں صاحب نے کافی عرصے سے یہاں کی دیکھ بھال کے لیے رکھا ہوا تھا۔" ملازم نے فوراً بتایا دیا۔
"امجد خان اسے بھی لے چلو، اگر کوئی قابل زمت بات نکلی تو ایاز کے ساتھ ہی ڈال دینا اسے بھی ورنہ ضروری کارروائی کر کے چھوڑ دینا۔" مصطفیٰ نے امجد کو آرڈر کیا تو وہ فوراً الرٹ ہو گیا تھا۔
"یس سر۔" کمرے کی تلاشی سے انہیں اس کا پاسپورٹ ٹکٹ اور کچھ ضروری چیزیں مل گئی تھیں انہوں نے وہ سب تحویل میں لے لی تھیں۔ وہاں سے نکل کر مصطفیٰ ابھی گاڑی میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ شہوار کی کال آ گئی تھی۔
"کیسے ہیں آپ؟" اس کے لہجے میں تشویش تھی۔ مصطفیٰ مسکرا دیا تھا۔
"بالکل اے ون۔"
"اور جس کام کے لیے گئے ہوئے تھے وہ ہو گیا۔" مصطفیٰ نے دوسری گاڑی میں موجود ایاز کو دیکھا۔
"ہاں الحمدللہ ہو گیا۔"
"شکر ہے میں تو بہت پریشان ہو رہی تھی۔" اس کے لہجے میں تشویش تھی مصطفیٰ ہنس دیا۔
"یہ سب تو میری جاب کا حصہ ہے کبھی دن کبھی رات نجانے کون سی گولی کب آ لگے۔"
"اللہ نہ کرے..... اللہ آپ کا حامی و ناصر رہے ہمیشہ آمین۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ تڑپ ہی تو گئی تھی مصطفیٰ بے اختیار ہنسا تھا۔
"محبت ہو گئی ہے کیا؟" انداز چھیڑنے والا تھا دوسری طرف وہ خفا ہو گئی تھی۔
"آپ کی فکر کرنا ایک فطری سی بات ہے بیوی ہوں آپ کی۔" خفگی بھرا لہجہ مصطفیٰ کے اندر گویا کسی نے جذبات کی تاروں کو چھیڑ دیا تھا۔
"ذرہ نوازی ہے آپ کی مانتے ہے بھی نواز دیتی ہیں منہ نواز تمیں تو ہم نے کون سا کوئی گلہ شکوہ کر لینا تھا۔" مصطفیٰ نے مصنوعی بے چارگی سے کہا اس کے ساتھی بھی اس کے اگلے حکم کے منتظر کھڑے تھے وہ فوراً باہر نکلا تھا۔ اس نے سب کو دیکھا اور پھر فوراً بات سمیٹی تھی۔

"او کے ابھی ضروری کام ہے آفس ہی جا رہا ہوں جب فارغ ہوا تو گھر کا چکر لگا لیتا ہوں ٹھیک ہے۔" مصطفیٰ نے کہا اور پھر اللہ حافظ کہہ کر کال بند کردی۔

"ایک ساتھی میرے ساتھ آ جائے باقی سب کو امجد خان تم لے چلو میں بھی آفس ہی چلتے ہوں۔" کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے روزانہ ہوئی تھیں۔

❀......❀......❀

ماما اور سب کے منع کرنے کے باوجود وہ کالج آ گئی تھی۔ بخار تو رات بھر میں اتر چکا تھا لیکن نقاہت سے زیادہ اس پر کسلمندی اور بیزاریت نے غلبہ پا رکھا تھا۔

شہوار بھی کالج آ گئی تھی اسے دیکھ کر تشویش ہوئی تھی۔

"تمہیں بخار تھا اور مجھے علم ہی نہیں کل سارا دن مصطفیٰ کے ساتھ گزرا سو کالج نہ آ سکی تھی ورنہ پتا تو چل جانا تھا۔"

"ہاں بس معمولی سا بخار تھا آج کل میں کور کرلوں گی۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ اپنی بکس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

پھر دوپہر کے بعد دونوں کو کچھ ریلیف ملا تو لان کے گوشے میں اپنی مخصوص جگہ پر آ بیٹھی تھیں۔ ان کے ساتھ دو تین اور لڑکیاں بھی آ بیٹھی تھیں۔ اسٹڈی پر ڈسکشن ہوتی رہی تو دونوں مصروف رہی تھیں۔ شہوار کو کسی سے ملنا تھا وہ چلی گئی تو وہ بیزاریت سے بیٹھی رہی۔ نجانے کیا کیا سوچ رہی تھی موبائل بجا تو چونکی۔ کاشفہ کی کال تھی۔ نجانے کیوں یہ لڑکی اس کے پیچھے آسیب کی طرح چمٹ چکی تھی۔

"میں تمہارے کالج کے سامنے موجود ہوں مجھے تم سے ملنا ہے تم باہر آؤ گی یا پھر میں اندر آ جاؤں۔" چھوٹتے ہی وہ کہہ رہی تھی انا کے تیور بگڑے تھے۔

"کیا چاہتی ہو؟"

"ملو گی تو بتا بھی دوں گی ویسے تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کس سلسلے میں ملنا چاہتی ہوں۔" دوسری طرف بلا کی سنجیدگی تھی۔

"میرا تم سے کوئی لینا دینا نہیں براہ مہربانی مجھے ڈسٹرب مت کرو، میں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی یہ کی تھی کہ تمہیں کال کی تھی۔" وہ یک دم پھٹ پڑی۔

وہ تو شکر تھا کہ اس وقت سبھی لڑکیاں ادھر ادھر ہوگئی تھیں وہ اس وقت یہاں تنہا موجود تھی۔

"سوچ لو اگر میں اندر آ گئی تو پھر بات بڑھ بھی سکتی ہے۔" انداز دھمکانے والا تھا۔

"کیا کہنا ہے تم نے۔" اس کی دھمکی پر وہ ایک دم ٹھٹکی تھی۔

"میرا اور تمہارا مشترکہ مسئلہ ولید ضیاء ہے اگر تم آرام و سکون سے میری بات سن لو گی تو اس سے دونوں کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے اور خصوصاً تمہارا۔" کاشفہ کی بات پر وہ کچھ دیر کے لیے ساکت ہوگئی تھی۔

ولید تو واقعی اس کی ذات کا ایسا مسئلہ بن چکا تھا جس سے دستبردار ہونا زندگی سے منہ موڑنے کے مترادف تھا اور اسے ان حالات میں اپنا لینا ساری عمر کانٹوں پر لوٹنے کی اذیت سہنا تھا۔

"تو پھر آ رہی ہو تم؟" انا نے گہرا سانس لیا تھا۔ وہ شش و پنج میں تھی ذہن کوئی بھی بات سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔ بس وہ چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس اذیت سے نکل جائے۔

"ہاں ویٹ کرو میں آتی ہوں۔" اس نے ایک دم حتمی فیصلہ کیا اور دوسری طرف کاشفہ نے کال بند کردی تھی۔

وہ کچھ دیر پریشان سی بیٹھی رہی اور پھر اردگرد دیکھتے وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ

کاشف سے جان لے گی کہ وثیداور اس کا تعلق کس حد تک ہے اس کے بعد ہی وہ کوئی فیصلہ کرے گی۔ وہ اپنی بکس، فائل اور بیگ لیے باہر نکلی تو کاشفہ نے اپنی بلیک گاڑی اس کے عین سامنے لاکھڑی کی تھی۔ کاشفہ کے ساتھ ایک لڑکی اور بھی تھی شاید اس کی دوست۔ وہ اتر کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی جبکہ کاشفہ کے کہنے پر انا فرنٹ سیٹ پر بیٹھی۔

"بولو کیا کہنا ہے؟" اس کا انداز بہت بگڑا ہوا تھا کاشفہ مسکرائی تھی۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے آرام وسکون سے کسی جگہ بیٹھ کر بات کریں گے بی کول یار۔" انا چونکی۔

"لیکن کہیں اور جانے کی ہمارے درمیان بات طے نہیں ہوئی۔"

"تو کوئی بات نہیں اب طے کر لیتے ہیں تم میرے ساتھ چل رہی ہو اور جب تک میں نہیں چاہوں گی تم واپس نہیں جاسکتی۔" کاشفہ کا انداز بلا کا سنجیدہ تھا انا نے حیرت سے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا میں تمہارے ساتھ کہیں بھی نہیں جا رہی میں صرف تمہاری بات سننے آئی ہوں۔" وہ اندر ہی اندر پریشان ہو چکی تھی۔

"پریشان مت ہو ہم بھی صرف بات ہی کریں گے بس آرام وسکون سے بیٹھ کر۔" اب کی بار کاشفہ کی بجائے اس کی دوست بولی تھی۔

انا نے ناسمجھی سے دونوں کو دیکھا تھا اور خاموشی سے بیٹھی رہی تھی۔ جبکہ گاڑی تیزی سے سڑک پر رواں دواں تھی۔

❁.......❁.......❁

مصطفیٰ سارے امور نمٹا کر لوٹا تو گھر میں مہرالنسا اور شاہزیب دونوں موجود تھے شاہزیب صاحب آج شاید آفس نہیں گئے تھے باقی لائبہ اور آفاق نظر نہیں آ رہے تھے۔ مصطفیٰ نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے بغور دیکھا۔

"امجد خان کا فون تھا وہ بتا رہا تھا کہ رات کے آخری پہر ایاز کو گرفتار کر لیا ہے تم لوگوں نے۔" انہوں نے پوچھا امجد خان مصطفیٰ سے زیادہ ان کا وفادار تھا ہر چھوٹی موٹی بات ان کو ضرور بتاتا تھا مصطفیٰ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا اور ساری کارروائی کے متعلق ان کو بتانے لگا تھا مہرالنسا نے بھی خاموشی سے سب ہی کچھ سنا تھا۔

"چلو اچھا ہوا اب کچھ عرصہ تک سکون رہے گا۔ ورنہ جب تک مصطفیٰ گھر سے باہر رہتا تھا میرا دل ہولتا رہتا تھا۔" ماں جی نے ساری بات سن کر کہا تھا مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"ایسے لوگوں کا آخر کار یہی انجام ہوتا ہے۔" شاہزیب صاحب نے تبصرہ کیا۔

"اللہ سب کی اولاد کو ہدایت دے ماں باپ کے لیے تو دکھ کی بات ہوتی ہے۔" ان کا دل پھر بھی نرم تھا۔

"ہاں اس کے باپ اور گھر والوں تک اطلاع پہنچ چکی ہے وکیل کے ہمراہ اس کا باپ آج آفس آیا تھا لیکن اس بار کیس ایسا ہے کہ اس کی ضمانت بھی نہیں ہونے دوں گا میں۔" مصطفیٰ کا انداز اٹل تھا۔ ماں جی نے اسے دیکھا اور گہرا سانس بھرا۔

"آپ عادلہ کے باپ سے ملیں اور اسے سمجھائیں تا کہ خوامخواہ کی دشمنی پالنے سے کیا فائدہ۔ عادلہ ہمارے بچے آفاق کی ماں ہے ہم سب بھول کر اسے واپس لانے کو تیار ہیں اس کے باپ کو کہیں تا کہ وہ اپنی بیٹی کو سمجھائے۔" مہرالنساء کی بات پر شاہزیب صاحب ایک پل کو ٹھٹکے تھے۔

"اب یہ ممکن نہیں۔" انہوں نے کہا تو مہرالنساء نے انہیں دیکھا۔

"لیکن آفاق کے لیے تو کرنا پڑے گا نا جو بھی ہے جیسی بھی ہے ماں ہے اس کی۔"

"وہ سب ٹھیک ہے لیکن عباس اسے طلاق کے پیپرز بھجوا چکا ہے۔" انہوں نے دھیمے سے انکشاف کیا تو مصطفیٰ اور

غزل

جب مقدر وفا نہیں کرتا
میں بھی کوئی دعا نہیں کرتا

میری دیوانگی ظاہر نہ ہو
دوستوں سے ملا نہیں کرتا

دل کا دروازہ بند رکھتا ہوں
خوف دنیا سے وا نہیں کرتا

میری عادت ہے درد سہنے کی
میں کبھی بد دعا نہیں کرتا

وقت سے ہاتھ تو ملاتا ہوں
اس کے آگے جھکا نہیں کرتا

رانی اسلام..... گوجرانوالہ

مہر النساء دونوں چونک اٹھے تھے۔

"کیا؟" ماں جی نے گویا سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"کب؟"

"کچھ دن پہلے کی بات ہے۔"

"اور مجھے بتایا بھی نہیں۔" ان کی زبان سے شکوہ پھسلا تھا۔

"باقی لوگ پریشان ہوتے ہم نے عباس کو منع کردیا تھا۔" شاہزیب صاحب کا لب ولہجہ پرسکون تھا۔

مہر النساء کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو مصطفیٰ نے آہستگی سے انہیں ساتھ لگا لیا تھا۔

"میرا بیٹا، میں جانتی ہوں اس نے کس طرح عادلہ کے ساتھ گزارا کیا تھا لیکن آفاق کا کیا قصور تھا وہ تو ساری عمر کے لیے ماں کی ممتا سے محروم ہوگیا۔" ان کے رونے میں شدت آ گئی تھی۔ لائبہ آفاق کو لیے ادھر آئی تو ٹھٹکی تھی۔

"کیا ہوا؟" پریشان ہوکر پوچھا۔

"عباس نے عادلہ کو طلاق دے دی ہے۔" انہوں نے روتے ہوئے بتایا تو لائبہ بھی ساکت رہ گئی انہوں نے اٹھ کر آفاق کو اٹھا لیا اور ساتھ لگا کر چوما تو بچہ اس قدر پیار پر بوکھلا کر رونے لگا تھا۔ مصطفیٰ نے اسے تھام لیا تھا۔

"ماں جی پریشان نہ ہوں یہ سب شاید ایسے ہی ہونا تھا ہم سے عادلہ بھابی کے حوالے سے ایک غلطی ہوئی تھی رہ گیا آفاق تو اللہ بہتر کرے گا ان شاء اللہ آپ دل چھوٹا نہ کریں۔ ہم سب موجود ہیں۔ رہ گئے عباس بھائی اللہ نے ان کے لیے بھی کوئی نہ کوئی خوشی لکھی ہی ہوگی۔" مصطفیٰ نے ساتھ لگا کر تسلی دی۔

لائبہ نے اپنی نم آنکھوں کو دوپٹے سے صاف کیا تھا۔

"عباس کے سامنے اب باربار یہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں وہ زبان سے کچھ نہیں کہتا لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ اندرونی طور پر خود بہت ہرٹ ہوا ہے۔ اس کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی دیکھیں چاہے خاندان سے باہر اب میں اس کے معاملے میں مزید تاخیر نہیں کروں گا۔" شاہزیب صاحب کہہ کر کھڑے ہوگئے تھے۔

"میرا بچہ۔" مہر النساء کے دل سے پھر ایک ہوک اٹھی تو انہوں نے دوپٹے سے اپنی آنکھیں رگڑنا شروع کردی

تھیں۔سب نے خاموشی سے ان کو دیکھا تھا۔

❁......❁......❁
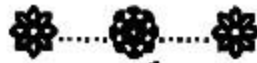
وہ ان دونوں کے ہمراہ جس جگہ آئی تھیں وہ ایک چھوٹا سا گھر تھا ان کے ہمراہ چلتی وہ ایک کمرے میں آ گئی تھیں۔انا کو رہ رہ کر اپنے فیصلے پر پچھتاوے کا احساس ہو رہا تھا کہ اسے ان دونوں کے ہمراہ نہیں آنا چاہیے تھا۔اسے ان دونوں لڑکیوں کے تیور اچھے نہیں لگ رہے تھے وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی کاشفہ اور اس کی ساتھی نے اس سے بکس اور بیگ لے لیا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو۔" انا ایک دم حیران رہ گئی تھی۔

"تم ہماری مہمان ہو آرام وسکون سے بیٹھ جاؤ چائے منگواتی ہوں وہ پیو اور ہماری بات سنو۔" کاشفہ کا انداز از حد سنجیدہ تھا اس نے اس کے بیگ کو کھول کر دیکھنا شروع کر دیا تھا اور پھر ایک کونے سے موبائل نکال کر اس کا سوئچ آف کر دیا تھا۔

"یہ سب کیا ہے؟" وہ چیخی۔

وہ سمجھ سکتی تھی کہ وہ ان دونوں لڑکیوں کے ہاتھوں دھوکہ کھا چکی ہے نجانے اب ان دونوں کا کیا ارادہ تھا اور اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔وہ ایک دم اپنا چکراتا سر تھام کر بستر پر گری پڑی تھی۔

"ارے ابھی تو ہم نے کچھ کیا ہی نہیں تم ابھی سے ہمت ہار گئی۔" کاشفہ طنزیہ انداز میں کہتے اس کے قریب آئی تھی۔

وہ جو پہلے ہی نڈھال تھی ایک دم بے دم ہی ہو گئی تھی۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" اس کی آواز بالکل لرز رہی تھی۔

"ولید کو۔" وہ گھٹیا انداز میں ہنسی تھی۔

"مجھے یہاں کیوں لائی ہو۔"

"اپنی تصحیح کر لو میں لائی نہیں تم خود اپنی مرضی سے چل کر آئی ہو۔" انا کو لگا اس کی آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے ہوں۔اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو دیکھا۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی، جا رہی ہوں میں۔" بے یقینی کے سحر سے نکلی تو ایک دم اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔کاشفہ ایک دم اس کے رستے میں آئی اور اس کی دوست نے آگے بڑھ کر دروازہ لاک کر دیا تھا۔

"اب تم ہماری قید میں ہو اور تم تب تک یہاں سے نکل نہیں سکتی جب تک میں نہیں چاہوں گی۔" کاشفہ کا لب ولہجہ کسی بھی قسم کے احساس سے عاری تھا۔انا کو لگا کہ جیسے کمرے کی چھت اس کے سر پر آن گری ہے۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو گھورے جا رہی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ستارہ خوب صورت ہے کہ ذرہ خوب صورت ہے
ابھی یہ فیصلہ ہونے کو ہے، کیا خوب صورت ہے
یہ مانا عشق کی تقدیر میں اُجرت نہیں کوئی
مگر یہ بھی تو دیکھو، کام کتنا خوب صورت ہے

سمندری گیلی ریت میں میرے خشک' کھردرے پاؤں دھنسے جارہے تھے' میرے پیاسے پاؤں گیلی ریت کی نرمی و ٹھنڈک کا احساس پاکر ایک عجیب سی لذت سے سرشار تھے۔ میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ایک الگ سمت کی جانب رواں تھی' میں نے گردن موڑ کر سمندر کی وسعتوں میں جھانکا۔ کتنا دل فریب منظر تھا ہوا کے تھپیڑے لہراتی جھومتی موجوں کو کچھ اوپر تک اچھال رہے تھے یہ چھلتی کودتی موجیں کنارے پر آ کر سست پڑ جاتیں۔ دھیرے سے لہروں کا میرے پیروں کو چھو کر گزر جانا مجھے اچھا لگ رہا تھا۔

سمندر کے کنارے کھڑے رہ کر یونہی دیر تک انہی موجوں سے لطف اندوز ہونا میری کمزوری تھی۔ یہ ٹھنڈی لہریں میرے پیروں کو چھوتی تو جیسے پورے جسم میں ٹھنڈے کرنٹ کی لہریں دوڑنے لگتیں۔ میرے وجود پر بھی بھاری سلیں آہستہ آہستہ سرک رہی تھیں۔ میں آج خود کو سترہ برس بعد ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ میں نے ایک ٹھنڈی گہری آہ لے کر اپنی دوسری سمت دیکھا تو میرے شوہر دونوں بچوں کے ہمراہ اپنے میل میں گمن بال اچھال اچھال کر ایک دوسرے کی طرف پھینک کر لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مجھے اپنے سیدھے ہاتھ کی بند مٹھی پسینے سے تر محسوس ہوئی تو میں نے اپنی بند مٹھی کھول دی' چابیوں کا ایک چھوٹا سا گچھا پھسل کر میری انگلی میں آ کر لہرانے لگا۔ چابیوں کے اس گچھے کی کھنک سے میں الجھ گئی۔ میرے ماتھے پر کئی شکنیں نمودار ہوئیں' میں نے جلدی سے وہ چابیوں کا گچھا اپنی بند مٹھی میں دوبارہ قید کر لیا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا ایسا لگا جیسے کسی نے دل کا دروازہ بُری طرح کھٹکھٹا دیا ہو دروازے کے باہر بہت سا شور اٹھنے لگا۔

"چابیاں...... میرا...... اپنا گھر...... میرا اپنا گھر...... گھر......" میری آنکھیں بھیگنے لگیں' میں نے بھیگی آنکھوں سے سمندر کی سمت دیکھا' سمندر کا پانی شور مچا رہا تھا۔

میرے اندر سے اٹھنے والی آوازیں اور تیز ہو گئیں' اتنی

تیز......اتنی تیز کہ انہیں سمندر کا شور بھی نہ نگل سکا۔

☆......❀......☆

میں جلدی جلدی روٹین کے کام سمیٹنے میں مصروف تھی کہ اچانک میری نظر برآمدے کے ستون سے ہوتی کچن کی چھت پر آ کر جم سی گئی۔ چڑیا منہ میں تنکا دبائے چھت کے چاروں طرف پھڑ پھڑا رہی تھی میں اس چڑیا کو روز ہی منہ میں تنکا دبائے دیکھتی وہ کبھی ایک طرف پھڑ پھڑاتی تو کبھی دوسری طرف شاید اسے اپنا گھونسلہ بنانے کے لیے کسی خاص جگہ کی تلاش تھی۔ کچن کی چھت دھوپ اور بارش کے لیے شیڈ کی طرز پر بنائی گئی تھی اس کے ساتھ لگے پیپل کے درخت کی سوکھی جڑیں اس شیڈ پر گرتی رہتی تھیں۔ اس کی مستقل مزاجی مجھے بہت لبھائی اور میں ہر روز کچھ دیر یہ منظر یونہی دیکھنے کے لیے کھڑی ہو جاتی۔

آج چڑیا نے کچن کی کھڑکی کے نیچے گملے میں لگے منی پلانٹ جو چھت کے گرد چکر لگاتے جا رہی تھی اپنا ٹھکانہ ڈھونڈ ہی لیا۔ یہ منی پلانٹ اس کونے میں کچھ ماہ پہلے میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ میں نے مسکرا کر چڑیا کی اس تگ و دو کو سراہتی نظروں سے دیکھا پھر صحن کی جھاڑو دینے کا خیال آیا۔ اندر سے خالہ ساس کی مستقل آوازیں آ رہی تھیں۔

میں نے سر جھٹک کر جھاڑو تھام لی اور کسی مشین کی طرح جیسے میرا بٹن آن ہو گیا تھا۔ میں جانتی تھی میری خالہ ساس وقت کی بے حد پابند ہیں وہ گھر کے طے شدہ کاموں میں پانچ منٹ کی تاخیر بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ شادی کے بعد زندگی کی ڈور جیسے گھڑی کی سوئیوں کی نذر ہو گئی تھی۔ اگر کسی کام میں دیر ہو جاتی یا خالہ ساس کے بتائے ہوئے کاموں میں میں کچھ ردو بدل کر دیتی تو اس کا خمیازہ خالہ ساس کے لٹکے منہ اور کڑے تیوروں کا سامنا کر کے دینا پڑتا پھر ساس کے آگے پیچھے کتنا ہی پھر لو معافی تلافی مانگنے کے باوجود وہ اپنا موڈ ایک ماہ سے پہلے بحال نہ کرتیں۔

میں ان کے رویوں کی جلد ہی عادی ہو گئی شروع میں مشکل ضرور ہوئی تکلیف بھی ہوئی لیکن جب دیکھا ساس کا رویہ شوہر کی بے حسی سے آگے مزید سر چڑھ کر بولتا تھا تو میں نے خود سے ہی ہار مان لی اور اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیئے۔ میری اکلوتی خالہ نے اپنے اکلوتے بیٹے کی پسند کی خاطر اس رشتے کے لیے کتنی ہی منتیں کیں شاید میں ان کی ذاتی پسند میں شامل نہ تھی اور جب شادی کے ذکر پر حسن نے مجھ ہی سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو خالہ چپ سی ہو گئیں شاید انہیں یہ توقع ہو کہ ان کا فرماں بردار بیٹا یہ حق انہیں بنا کسی تردد کے سونپ دے گا لیکن مجھ سے ہی شادی پر اصرار شاید ان کی انا کو ٹھیس پہنچا گیا تھا۔

ہم دونوں کی شادی دھوم دھام سے ہوئی جس دن میں خالہ کے گھر دلہن بن کر آئی میں بھانجی سے بہو اور وہ خالہ سے ساس بن گئیں۔ وہ پرت در پرت میرے سامنے کھلتی چلی گئیں شادی کے دوسرے دن میں خود سے ناشتا بنانے کچن میں چلی آئی خالہ کو کام میں مگن دیکھ کر میں نے چاہا کہ ان کا ناشتا اپنے ہاتھ سے بناؤں۔

"میں اپنا ناشتا خود بناتی ہوں تمہیں جو ناشتا کرنا ہے بنالو حسن کا بھی۔ بس ناشتا ۱۰ بجے سے پہلے کر لیا کرو یوں گیارہ گیارہ بجے سو کر اٹھنے کی عادت اپنا کر میرے گھر میں نحوست نہ ڈال دینا۔" وہ بڑے آرام سے کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں شاید وہ بھول گئی تھیں کہ وہ ایک دن کی دلہن سے مخاطب ہیں پھر آہستہ آہستہ مجھے احساس ہونے لگا کہ خالہ ساس "اپنے گھر" میں مقررہ کاموں میں ردو بدل برداشت نہیں کرتی تھیں۔

"حسن! میں سوچ رہی تھی کیوں نہ گھر کی تھوڑی سی سیٹنگ بدلی جائے۔" میں نے اپنے دل میں دبی خواہش کا ذکر اپنے شوہر سے کیا جو اخبار پڑھنے میں مشغول تھے۔ میں آرٹ کی دلدادہ خود بھی آرٹسٹ تھی فائن آرٹ کا ڈپلومہ میرے اندر چیخ چیخ کر بول رہا تھا۔

"ہاں تو تمہارا اپنا گھر ہے امی سے پوچھ لو جو کرنا چاہ رہی ہو کر لو۔" وہ بے پروائی سے مجھ پر نگاہ ڈالے بغیر بولے۔

"اپنا گھر۔" میں منمنائی، بانوں دل میں گرہ ڈال کر بیٹھ گئی۔ یہ وہ لفظ جیسے میں نے کتنی بار سن رکھے تھے، خالہ ساس سے اپنی اس خواہش کا ذکر میں پہلے ہی کر چکی تھی لیکن وہ سنتے ہی بھڑک اٹھیں۔

"بی بی! میرے مرحوم شوہر نے اس گھر کو جس محبت سے جیسے سجایا ہے وہ ویسا ہی رہے گا جب تک میں زندہ ہوں اپنے گھر کو تہس نہس کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گی۔"

"مگر امی اسے تہس نہس کرنے کو میں نے ہرگز نہیں کہا' میں تو صرف تھوڑی سجاوٹ کر کے گھر کی سیٹنگ بدلنے کا کہہ رہی ہوں۔ دیکھیں تھوڑی سی تبدیلی آپ کی آنکھوں کو بھی اچھی لگے گی اور گھر میں نیا پن بھی جھلکے گا۔" میں نے نرمی سے ان کے ہاتھ تھام کر سمجھانا چاہا تو انہوں نے میرے ہاتھوں کو پرے کر دیا۔

"بس میں نے کہہ دیا جو کہنا تھا' اب جا کے کچن میں جھانک لو کچھ تو جا اس طرف بھی دے لیا کرو۔ دیواروں پر جالے لگ رہے ہیں' صرف چار برتن دھو کر کمرے میں گھس جانے سے صفائی نہیں ہو جاتی۔" خالہ ساس کا دو ٹوک انداز دیکھ کر میں مزید کچھ سنے بغیر کچن میں آ گئی۔ پورا کچن بے ترتیبی سے پھیلا ہوا تھا' ناشتے کے برتن دھونے کے بعد میں نے کچن میں پھیلی چیزیں ان کی جگہ پر رکھنی شروع کیں۔ شادی سے پہلے میں کتنی موڈی ہوا کرتی تھی لیکن شادی کے بعد اپنے سارے موڈ بھول گئی اب تو صرف ساس کا خراب موڈ سر پر سوار رہتا۔

حسن سے جب بھی خالہ ساس کی شکایت کرنے کی کوشش کرتی تو ان کا رویہ سرد ہو جاتا پھر میں نے اپنے ہونٹوں پر چپ سادھ لی۔ اپنی ذہنی پوزیشن سے بچنے کی خاطر اپنے آپ کو جسمانی طور پر گھر کے کاموں میں مصروف کر لیا سال بھر میں میری گود میں آمنہ آ گئی۔ سارا دن آمنہ اور گھر کے کاموں میں مصروف رہنے لگی۔ اب کوئی خواہش دل پر مسلط نہ تھی آمنہ کو گود میں لیے گھر کا کام کرنا بے حد کٹھن تھا لیکن کیا کرتی خالہ ساس آمنہ کو کسی طور سنبھالنے کے لیے تیار نہ تھیں یہ نہیں تھا کہ انہیں پوتے کی

خواہش تھی بلکہ ان کی عبادت میں خلل پڑتا۔ تسبیح کے دانے تیزی سے گراتی وہ آمنہ کو میری گود میں دیکھ کر نظریں پھیر لیتیں۔ کیا ہمیں ایسی ہی عبادتوں کی تلقین کی گئی ہے کیا مخلوق کی خدمت کسی عبادت میں شامل نہیں۔ کیا اخلاقیات بھی عبادت کے حصے سے خارج ہے؟ میرا دل خالہ ساس کے بے حس رویے پر کلستا رہتا لیکن ان کے رویوں کے آگے میں بے بس تھی۔ آمنہ کو ساتھ لیے گھر کے کام کرنا میرے لیے کتنے مشکل ہوجاتے اس کا اندازہ رات کو تھکن سے چُور میرا جسم بلبلا کر دیتا تھا۔

"اے اللہ مجھے اپنی مخلوق سے بے نیاز کردے۔" یہ دعا اکثر میرے لبوں پر رہتی اور میں آمنہ کو اپنے آنچل میں چھپائے اسی دعا کا ورد کرتے کرتے سو جاتی۔

☆......❁......☆

"خالہ امی! آمنہ کی طبیعت پھر خراب ہوگئی تھی ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ گھر سے کارپٹ اٹھوالیں۔ قالین اس کے لیے خطرناک ہے آمنہ کو الرجی ہوگئی ہے۔ اب یہ گھٹنوں گھٹنوں چلنے لگی ہے کہاں تک اسے روکوں گی۔ ہمارا پورا گھر فل کارپٹ ہے اگر آپ کہیں تو کچھ عرصے کے لیے گھر سے قالین اٹھوا دیتے ہیں۔" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"اسے الرجی ہے تو اپنے کمرے تک رکھو میرے پورے گھر کو ویسے ہی اس نے نجس پلید کر رکھا۔ ڈرائنگ روم کے قالین کا بھی تمہاری بچی نے ناس مار دیا ہے۔" خالہ تنک کر بولیں' وہ نماز کی پابند تھیں اور اس معاملے میں خاصی وہمی بھی تھیں۔ آمنہ کی طبیعت کافی دن سے خراب تھی اسے الرجی ہوجاتی ڈاکٹر نے اس کا حل جو تجویز کیا وہ خالہ ساس کی نظروں میں کسی اہمیت کے لائق نہ تھا پھر میں نے مجبوراً آہستہ آہستہ آمنہ کو کمرے تک محدود کردیا آمنہ تین سال کی ہوئی تو فواد میری گود میں آ گیا اور میری مصروفیت کا دائرہ مزید بڑھ گیا جبکہ خالہ ساس کی تنگ نظری کا دائرہ مجھ پر مزید تنگ ہونے لگا۔ وہ گھر جسے اپنا بنانے کی خاطر میں نے خود کی نفی کر ڈالی اصل میں میرا تھا ہی نہیں۔

خالہ ساس کا جتلایا ہوا انداز کہ یہ گھر ان کا ہے اب معصوم بچوں پر بھی رہنے لگا تھا اس گھر میں رہتے ہوئے بھی اس کا ایک ایک کونا میرے اور میرے بچوں کے لیے بیگانہ تھا۔ اپنے ہی گھر میں اجنبیوں کی طرح رہتے پندرہ برس بیت گئے۔ میری ساس جو کئی برس سے دل کی مریضہ تھیں' رضائے الٰہی سے ایک دن اچانک اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ موت برحق ہے' وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ زندگی کا پہیہ بھی ایک جگہ نہیں رکا رہتا' چلتا رہتا ہے لیکن اپنے تلخ نقوش دلوں پر چھوڑ جاتا ہے۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے بستر پر لیٹی خالہ ساس نے خاموشی سے وہ چابیوں کا گچھا میری ہتھیلی پر رکھ دیا میں انہیں حیرت سے دیکھتی رہی۔ یہ وہ چابیاں تھیں جسے چھونے کی بھی مجھے اجازت نہ تھی۔

"یہ لو...... اب یہ گھر تمہیں سونپ کر جارہی ہوں' تمہیں اب اندازہ ہوگیا ہوگا کہ تنکے سے گھر کس طرح بنتا ہے۔" خالہ ساس دنیا سے رخصت ہوگئیں' میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا میں پھوٹ پھوٹ کر رو دی لیکن حقیقت میں وہ مجھے بہت کچھ سمجھا گئی تھیں۔

☆......❁......☆

ہر طرف خاموشی تھی سمندر کی لہروں کا شور بھی پرسکون تھا ایک گہرا سکون...... ایسا لگتا تھا جیسے میرے جذبوں کا پیرہن پہنے سمندر بھی بہت شور مچانے سے گریزاں تھا۔ میں نے اپنی بند مٹھی کھول کر چابیوں کے گچھے کی طرف دیکھا۔

"لو سنبھالو اپنا گھر......" خالہ ساس کا مجھے چابیاں دیتے وقت کہا جملہ کانوں میں گونجا' میں نے اپنی مٹھی بند کرلی۔ اپنے گزرے تلخ پلوں کو وہیں مٹی کے ڈھیر میں دفن کردیا۔ میں نے اپنے شوہر کو بچوں میں مگن دیکھا اور ان کی طرف بڑھ گئی' یہی سمت ہے جہاں میری منتظر صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں اور میرا "اپنا گھر......!"

دن تمہارا ہے شب تمہاری ہے
عمر جتنی ہے سب تمہاری ہے
کیوں نہ رشک اپنی زندگی پر کروں
پہلے میری تھی، اب تمہاری ہے

ایڈولف ہٹلر کہتا ہے
"میں آپ کے لیے جنگ کا انتخاب کرتا ہوں نا کہ محبت کا کیونکہ جنگ میں آپ یا تو زندہ رہتے ہیں یا مرجاتے ہیں لیکن محبت میں آپ نہ تو زندہ رہتے ہیں نہ مرتے ہیں۔"

پھر ایڈولف ہٹلر کے اس قول کو فرہاد علی کی محبت نے سو فیصد سچ ثابت کردیا اور شیریں ریحان...... تم زندگی اور موت کی درمیانی کشمکش میں دن رات زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہو۔ شیریں ریحان تمہارا دل آج فرہاد علی کی محبت میں قطرہ قطرہ لہو کی بوند بن کر پگھل رہا ہے اور تم فرہاد کی سی کیفیت میں کرب و اذیت کی دلدل میں ہی دھنستی جارہی ہو۔"

"محبت...... ہو......" یہ چار حرفی لفظ اپنے اندر درد کے اتنے گہرے پاتال رکھتا ہے کہ تم اس پاتال کی اتھاہ گہرائیوں میں نیچے اور نیچے ڈوبتی جارہی ہو باہر تند و تیز آندھی چل رہی ہے ہوا کا شور اور درختوں کا احتجاج ایک خوف و ہراس کو جنم دے رہا ہے..... ہر طرف دھول اور مٹی اڑ رہی ہے درخت اپنے سوکھے زرد پتوں کو ناکارہ بوجھ کی طرح اتار کر پھینک رہے ہیں اور کچھ ایسا ہی طوفان بلاخیز تمہارے اندر بھی جاری ہے۔

فرہاد علی کی محبت کی کلی تمہارے من کے آنگن میں اس وقت کھلی ہے جب ہر طرف پر درد موسم کی راجدھانی ہے اور اب تم یادوں کے پت جھڑ درختوں میں بیٹھی ہو اور تمہارے جسم و جاں بھی اسی موسم کی زد میں ہیں۔ ملن کی رُت کی تنہائی تمہیں اب گہری اداس اور ویران شاموں میں ڈھال گئی ہیں اور تم بھی انہی اداس شاموں کا ایک حصہ ہو۔

فرہاد علی...... جو تمہارے لیے ایک عام سا لڑکا تھا۔ دراز قد' گندمی رنگت' بھورے بال جو ہمہ وقت اس کی کشادہ پیشانی پر بکھرے رہتے تھے' بھوری آنکھیں جو اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتی تھیں۔ اردو ڈیپارٹمنٹ کا وہ سب سے ذہین و فطین اسٹوڈنٹ اور کمال کا شاعر تھا' وہ

لفظوں کا کھلاڑی بلکہ جادوگر تھا۔ خوب صورت لب ولہجے میں جب وہ بات کرتا تو گویا مقابل سے اس کی قوت گویائی سلب کرلیتا۔ سونے پر سہاگہ اس کی طبیعت کا ٹھہراؤ اس کی شخصیت کو پُر اثر اور باوقار بنانے میں ممد و معاون تھا بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ وہ شخص اپنی وجاہت اور سادگی میں اپنی مثال نہ رکھتا تھا۔ عام سی شکل وصورت کے باوجود وہ اپنے اندر ذاتی خوبیاں رکھتا تھا جو کسی بھی لڑکی کو اس کا دیوانہ بنا سکتی تھیں۔

شیریں ریحان! وہی شخص تم جیسی عام سی لڑکی کی محبت میں زندگی سے ہاتھ چھڑا کر موت کی تاریک وادیوں میں گم ہوگیا۔

شیریں ریحان! تم نے فرہاد علی کی آخری کتاب "کیا دیا محبت نے" کے پیچھے چھپی تصویر کو دیکھا اس کی کشادہ پیشانی پر بکھرے سنہرے بال اور وہ چمک دار سنہری آنکھیں جو مجسم سوال بنی تم سے پوچھ رہی ہیں۔

"کیا دیا محبت نے" تمہاری آنکھوں سے آنسو ٹپک کر تصویر پر گرے۔

"فرہاد علی! تمہیں محبت نے کچھ بھی دیا ہو مجھے تو صرف آنسو دیے ہیں۔" تم نے کہتے ہوئے اس کی تصویر پر اپنے لب رکھ دیے باہر طوفان ایک دم غضب ناک ہوگیا تھا پھر تم نے گلاس ونڈو سے لان کا منظر دیکھا جہاں کئی درخت اس طوفان کی زد میں آکر جڑ سے اکھڑ چکے تھے۔ کچھ ایسی ہی اکھاڑ پچھاڑ تمہارے اندر بھی جاری تھی تمہارے ہاتھ میں پکڑی کتاب کے اوراق پھڑپھڑا رہے تھے۔ میں خاموشی سے تمہارے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔

❀......❀......❀

سرد ٹھٹھرتی راتوں میں یخ بستہ سڑکوں پر ننگے پاؤں چلتے جب وہ ٹھنڈی آہ بھرتا تو میرے دل پر چوٹ لگتی۔ میں تڑپ کے اپنے گرم بستر سے نکلتا اور دیوانہ وار اسے ڈھونڈتا۔

"شیریں ریحان! تمہاری محبت نے اسے کوچہ گرد بنا دیا ہے تمہارے عشق میں اگر وہ کوہکن نہیں بنا تو مجنوں ضرور بن گیا۔"

"فرہاد! یہ کیا پاگل پن ہے؟" مجھے دور شدید کہرے میں ڈوبی سڑک پر مدھم سا ہیولہ دکھائی دیتا تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس جاتا اور کندھوں سے پکڑ کے جھنجوڑتا وہ چند ثانیے خالی خالی نظروں سے مجھے تکتا پھر آہستگی سے میرے ہاتھ کندھوں سے ہٹا کر پھر کہیں دور گہری دھند میں گم ہوجانے کے لیے پَر تولتا۔

"فرہاد مت کرو یہ ظلم۔" میں اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے احتجاج کرتا۔

"دیکھو فرہاد! یہاں بہت ٹھنڈ ہے تم بیمار پڑ جاؤ گے چلو گھر چل کے گرما گرم کافی اور ڈرائی فروٹس پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔" لیکن وہ میری طرف دیکھتا تک نہیں جیسے کسی گہرے خیال میں ہو میری طرف دیکھے گا تو اس کا گیان ٹوٹ جائے گا۔

"میں تمہیں ایک وظیفہ بتاتا ہوں محبوب کو زیر کرنے کا۔" میں شرارت سے کہتا تو لحہ بھر کے لیے اس کی آنکھیں چمک اٹھتیں اور پھر فوراً ہی ان میں دھند سی بھر جاتی اور میرے وجود میں دور دور تک سنسناہٹ دوڑ جاتی لیکن اس کی بے نیازی میں سر مو فرق نہ آتا۔

"دیکھو فرہاد اگر تم نے اپنی یہ روش نہیں چھوڑی تو میں خودکشی کرلوں گا۔ تمہیں پتا ہے ناں میں اپنے والدین کا اکلوتا چشم وچراغ ہوں اگر مجھے کچھ ہوگیا تو انہیں کتنا دکھ ہوگا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری وجہ سے کسی کے ماں باپ کو دکھ پہنچے؟" میں اس کے پیچھے بھاگتا ہوا کہتا تو وہ رک جاتا اور شاید یہی اس کی دکھتی رگ تھی۔ سارے جہاں کا درد اپنے دل میں رکھ سکتا تھا لیکن کسی کو دکھ دینے کے خیال سے بھی اس کی جان جاتی تھی۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے میرے ساتھ ہولیتا میں اپنی شال اتار کر اس کے گرد لپیٹتا۔ اپنے جوگرز اتار کر زبردستی اس کے پاؤں میں پہناتا پھر ہم گھر پہنچتے۔ میں اسے چٹکلے سناتا اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا اس کے گہروں کی ٹانگیں توڑتا اور اسے ہنسانے کی ہر ممکن کوشش کرتا لیکن اس کی سنجیدگی کی دیوار میں دراڑ تک

نہ آتی حالانکہ ایک وقت تھا جب اس کی مسکراہٹ کی ایک دنیا دیوانی تھی چونکہ جب وہ مسکراتا تھا تو اس کی آنکھیں اس کے ساتھ مسکراتی تھیں اور ان آنکھوں کے دیئے ہمیشہ روشن رہتے تھے۔

"تمہیں یاد ہے شیریں! ایک بار جب اسے اپنے آپ میں تم مسکراتے ہوئے دیکھ کر تم نے کہا تھا۔ "آپ کو پتہ ہے کامران! فرہاد اتنا کیوں مسکراتے ہیں؟" تو میں نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔"

"اس لیے کہ انہیں پتا ہے کہ یہ مسکراتے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں۔" فرہاد کی مسکراہٹ تمہارے اس تعریفی جملے پر گہری ہوگئی تھی اور آنکھوں کے دیپ کچھ اور روشن ہوگئے تھے۔

"تمہیں یاد ہے شیریں! وہ یونیورسٹی میں ہمارا پہلا دن تھا جب میں فرہاد کا ہاتھ تھامے اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا ہر طرف نئے اور انجان چہرے افراتفری' شور ہنگامہ تھا۔ ہم دونوں بھی بے فکری سے ٹہل رہے تھے جب ایک مترنم اور شریر آواز ہماری سماعتوں سے ٹکرائی۔ "ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں" ہم نے مڑ کر دیکھا شاہ بلوط کے درخت کے نیچے تین چار لڑکیاں بڑی بے فکری سے بیٹھی تھیں میں فرہاد کو کھینچتا ہوا وہاں چلا آیا۔

"چلو! سلام دعا کرتے ہیں۔"

"دیر لگی تم کو آنے میں شکر ہے پھر بھی آئے تو۔" وہ جو بھی کوئی تھی اس کی آواز بہت خوب صورت تھی۔

"آداب عرض ہے۔" میں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر قدرے جھک کر کہا۔

"ہم بھی جواباً تسلیم عرض کرتے ہیں۔" سب لڑکیاں بیک آواز بولی تھیں۔

"ڈیئر سسٹرز! اردو ڈپارٹمنٹ کدھر ہے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

دل جیتنے کے فن پر اگر دسترس نہ ہو تو
دکھتی رگوں کو چھیڑنا دانشوری نہیں ہے

پھر وہی لڑکی بڑے درد بھرے انداز میں گنگنائی تھی تو تم نے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی تو وہ کراہ اٹھی۔

"آیئے میں آپ کو بتاتی ہوں۔" تم نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"شہرینہ تم؟" وہ ساری لڑکیاں بے ہوش ہو کر ایک دوسرے کے اوپر گر گئیں جب کہ تم نے انہیں نظر انداز کر دیا اور ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔ تم نے لائٹ پنک کلر کا سوٹ پہن رکھا تھا جو تمہارے چہرے سے تقریباً ہم رنگ تھا۔ گلابی دوپٹے کے ہالے میں تمہارا چہرہ بہت روشن تھا' خوب صورت آنکھیں اور گھنی پلکیں' گلابی ہونٹ۔

تم تو اچھے خاصے شہر حسن کی ملکہ تھیں' میں نے کن انکھیوں سے تمہیں دیکھا۔

"اسی کوریڈور سے دائیں طرف مڑ کر سیدھے چلتے جائیں سامنے اردو ڈپارٹمنٹ ہے۔" تم نے بتایا تھا۔

"شکریہ ڈیئر سسٹر!" میں نے شرارت سے کہا۔

"خیر۔" تم مسکرا کر بولیں اور پھر ایک اچٹتی ہوئی سی نگاہ فرہاد علی پر ڈال کر واپس مڑ گئیں۔

"کیا قیامت تھی یار!" میں تمہارے جاتے ہی اپنی اصلیت پر اتر آیا۔

"شرم کرو تمہاری تو سسٹر ہے۔" فرہاد نے جتا کر کہا تو میں ہنس دیا۔

"اور تمہاری؟" میں نے براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا تو اس نے بے نیازی سے کندھے اچکا دیئے' تمہارے بتائے ہوئے راستے پر چلتے جب ہم مطلوبہ مقام پر پہنچے تو وہاں کنسٹرکشن کا کام ہو رہا تھا۔ تم بہت سہولت سے ہمیں فول بنا گئی تھیں' میں غصے سے بے قابو ہونے لگا تم جیسی چھٹانک بھر کی لڑکی کے ہاتھوں فول بن جانا' میرے لیے سراسر توہین تھی' جبکہ فرہاد علی بہت محظوظ ہو رہا تھا۔

محبت پہلی نظر میں ہو جاتی ہے یا پھر بار بار ملنے پر بھی نہیں ہوتی اور فرہاد علی پہلی ہی نظر میں تمہارا اسیر ہو گیا تھا۔ تمہاری اس معصوم سی شرارت نے فرہاد علی کے دل میں ایک میٹھا میٹھا سا درد جگا دیا تھا اور فرہاد کے دن اور راتیں

اسی درد اور تمہارے تصور میں گزرنے لگیں اور ہمہ وقت وہ اس شعر کی گردان کیے جاتا۔

رات سنتی رہی میں سناتا رہا
درد کی داستاں میں بتاتا رہا

❁....❁....❁

وہ دن بھی بہت خوش گوار تھا خصوصاً فرہاد علی کے لیے' جب اس نے یہ جانا کہ تم اس کی کلاس فیلو ہو لیکن تم نے تو سرے سے ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیا تھا لیکن میں جب تمہیں دیکھتا میرا خون کھول اٹھتا۔ آج کلاسیکل شاعری کے پیریڈ میں مس مریم سے سب کا انٹروڈکشن ہو رہا تھا۔

"میں فرہاد علی ہوں۔" اپنی باری پر فرہاد علی نے پر اعتماد انداز میں کہا تھا۔

"اور میں شیریں ہوں۔" عقب سے ایک مترنم آواز ابھری اور ساری کلاس قہقہوں اور کھلکھلاہٹوں سے گونج اٹھی۔

"یہ کون میڈم شیریں ہیں ذرا رخ روشن تو دکھایئے؟" مس مریم نے مسکراہٹ دبا کر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"میم..... پہلے یہ خود کو فرہاد ثابت کریں۔" پھر وہی آواز ابھری۔

"اچھا' وہ کیسے؟" اب کے مس مریم نے حیرت و دلچسپی سے پوچھا۔

"دراصل میم! دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ واقعی پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر نکال سکتے ہیں یا بس نام کے فرہاد ہیں۔" فرہاد علی کے لیے تمہارا یہ سراسر استہزائیہ انداز مجھے سوئی کی طرح چبھا تھا۔ جی تو چاہا تھا کہ ابھی مزہ چکھا دوں لیکن فرہاد علی کی مسکراہٹ کے ساتھ سودا کرنا مجھے ہرگز منظور نہیں تھا سو میں دل مسوس کر رہ گیا کیونکہ فرہاد علی کی مسکراہٹ لحہ بہ لحہ دلکش ہوتی جا رہی تھی۔

نہ میں کوہکن ہوں نہ میں قیس ہوں' مجھے اپنی جان عزیز ہے
مجھے ترک عشق قبول ہے جو تمہیں یقین وفا نہ ہو

یہ بے چین طبیعت کی ملکہ رابیل تھی جسے ہر بات پر کوئی نہ کوئی حسب حال شعر سوجھ جاتا تھا اب بھی وہ اپنی ازلی بے ساختگی سے جھوم جھوم کر بڑے والہانہ انداز میں گنگنائی تھی اور نتیجے میں مس مریم نے اسے زبردست جھاڑ پلائی تھی۔

❁....❁....❁

ایک دلچسپ واقعہ یہ ہوا تھا کہ تم جو کبھی شہرینہ ریحان تھیں اب محض شیریں ریحان بن کر رہ گئی تھیں۔ تمہاری سہیلیاں سب کلاس فیلوز حتیٰ کہ پروفیسر بھی تمہیں شیریں کے نام سے پکارنے لگے تھے۔ آج تم نے نیلے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور یہ رنگ فرہاد کے پسندیدہ رنگوں میں سرفہرست تھا فرہاد علی کی نظریں بار بار بھٹک کر تم تک جاتی تھیں۔ تم بھی تو عجب پہیلی تھیں بظاہر سنجیدہ اور لیے دیئے رہتی لیکن حقیقتاً سب سے زیادہ شریر تھیں۔

بے دھیانی میں ہی فرہاد نجانے تمہیں کتنی دیر تکتا رہا اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

"نظر لگاؤ گے' کیا؟" تم نے شرارت سے کہا تو وہ چونک اٹھا۔ اسے ایک خوش گوار حیرت نے آلیا ورنہ شاید اسے تم سے یہ توقع نہیں تھی۔

"یہ دنیا کتنی دل نشیں ہے؟" فرہاد نے مدہوشی کے عالم میں کہا۔ دراصل تمہارے اس چھوٹے سے جملے نے اسے تن من سے سرشار کر دیا تھا۔ میں نے فرہاد سے کہا۔

"تمہاری آنکھوں کو دیکھ لو یا تمہاری آنکھوں سے دیکھ لو دنیا ہر دو صورتوں میں دل نشیں نظر آئے گی۔" اور وہ بڑے جذب کے عالم میں گنگنا رہا تھا۔

دھوپ چھاؤں سی اس کی طبیعت رہی
وہ نگاہیں ملاتا چراتا رہا

❁....❁....❁

دل بیٹھے تجھ پہ ہار پیا' کر تو بھی ہم سے پیار پیا
تیری راہوں میں کچھ کھو آئے دل روئے زار و زار پیا

برگد کے گھنے پیڑ کے پاس گزرتے ہوئے ایک پر سوز آواز نے ہمارے قدموں کو ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا' یہ گانے اور گنگنانے کی عادت تو رابیل کی تھی۔ اس کی آواز بہت

خوب صورت تھی اور یقیناً اسے اس کا ادراک بھی تھا جبھی تو وہ اپنی آواز کا جادو جگاتی رہتی تھی لیکن اس وقت جو اس کی آواز میں سوز و گداز تھا۔ وہ کم از کم میرے لیے بہت انوکھا تھا‘ جیسے کوئی کسی گہرے درد میں ڈوب کر گاتا ہے اس کا سب و لہجہ اس کی دلی حالت کا آئینہ دار تھا اور اس کی یہ خوب صورت آواز میرے دل پر دستک دے رہی تھی۔ میں اور فرہاد برگد کے اس گھنے پیڑ کے تنے کے گرد چکر کاٹ کر تمہارے پاس آئے۔

"ہیلو۔" ہماری آواز پر تم چونک اٹھیں‘ تم اس وقت رابیل کے کندھے پر سر رکھ کر آنکھیں موندے بیٹھی تھیں۔ تم نے سر اٹھا کر اور آنکھیں کھول کر فرہاد علی کو دیکھا‘ تمہاری آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ تم نے ہلکے زرد رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور تم بالکل سرسوں کا پھول لگ رہی تھیں۔ اداسی کا ایک سنہرا سا غبار تھا جس نے تمہارے سارے وجود کو اپنے ہالے میں لے رکھا تھا۔

صدا تیشے سے جو نکلی دلِ شیریں سے اٹھتی تھی
چمن خسرو کا تھا لیکن رہا فرہاد کا موسم

رابیل اپنا گیت بھول کر بڑی خوش دلی سے کوئی اور ہی راگ الاپ رہی تھی۔ اس کی عادت تھی وہ جب بھی فرہاد کو دیکھتی کوئی نہ کوئی ایسا شعر ضرور کہتی جس میں شیریں فرہاد کا ذکر ہوتا۔ فرہاد اگرچہ اس کی اس عادت سے خوب حظ اٹھاتا تھا اب بھی مسکرادیا مگر اس کی مسکراہٹ پھیکی سی تھی۔ وہ تمہیں پریشان دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا۔

میں ڈوب جاؤں تمہاری اداس آنکھوں میں
تم اپنے درد کی گہرائیاں مجھے دے دو

کے مصداق...... لیکن تم نے کبھی اسے در خور اعتنا ہی نہ سمجھا تھا کہ اپنے دکھ درد اس کے ساتھ شیئر کرتیں۔

"آئیے پلیز بیٹھیے۔" ثمن نے کہا۔

"ہم آپ کو بالکل بھی بور نہیں ہونے دیں گے۔" رابیل نے کہا۔

فرہاد نے پھر ایک نظر تمہارے چہرے پر ڈالی‘ یہ بات اگر تم کہتیں تو فرہاد شاید نہیں یقیناً زنجیر ہوجاتا لیکن تمہاری لاتعلقی (بلکہ کج روی کہنا زیادہ بہتر ہے) کمال کی تھی۔

"کسی جذبے کو دکھ بنا کر دل میں رکھ لینے سے اور تو کچھ نہیں ہوتا‘ دل میں چھید ہوجاتے ہیں۔" وہ مایوسی کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ رہی تھی اور آنکھوں میں دھند سی چھانے لگی تھی۔ وہ یک دم واپس مڑ گیا اور میں سائے کی طرح اس کے پیچھے۔

اک میں ہی پیاسا رہا دوستو!
لوگ پیتے رہے وہ پلاتا رہا

......☆☆☆......

محبت کا جذبہ اگر سچا اور پُر خلوص ہو تو ضائع نہیں جاتا انا کی فصیلیں کتنی ہی بلند کیوں نہ ہوجائیں۔ محبت بالآخر انہیں توڑ ڈالتی ہے بشرطیکہ کہ آپ کے پاس صرف خواہش نہیں پالینے کا عزم اور حوصلہ بھی ہو۔ اس روز بزم ادب سوسائٹی کی طرف سے مشاعرے کی تقریب تھی۔ فرہاد علی اس سوسائٹی کا ممبر تھا اور آج اس نے خصوصی طور پر اپنی ڈریسنگ کا اہتمام کیا تھا۔

"کسی پر بجلی گرانی ہے یار؟" میں نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا وہ جواباً مبہم سا مسکراتا ہوا بال سنوارتا رہا۔

"شیریں ریحان! تمہیں تو شعر و شاعری سے کوئی شغف نہیں تھا اور اس روز تم نے رابیل کے اصرار پر اس تقریب میں شرکت کی تھی۔

"سنو! یہ شاعر حضرات سے اتنی دلچسپی ٹھیک نہیں‘ یہ بس ایویں ہوتے ہیں‘ ہر وقت چونچ لڑانے کے لیے تیار رہتے ہیں اور دل ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں جہاں کوئی حسینہ و جمیلہ نظر آئی وہیں ان پر آمد ہوجاتی ہے اور وہ ایک عدد غزل کے ساتھ دل بھی ہتھیلی پر رکھ کر پیش کردیتے ہیں اور تمہارے وہ حضرت الف اے صاحب بھی یقیناً کوئی دل پھینک قسم کے ہی ہوں گے۔"

تم نے اس وقت الف اے کے بارے میں صرف سن رکھا تھا اور اسے دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔

"اب دیکھو ناں جو بندہ ہر دوسرے مہینے کتاب لکھ لیتا

ہے تو ضرور اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی جو واردات اس کے دل پر گزرتی ہوگی وہ اسی کو رقم کرتا ہوگا اور تم بے وقوف لڑکیاں ان پر مرمٹتی ہو اور ان کا کیا پتا کہ وہ کس کے ہجر و وصال میں کتابوں کی کتابیں لکھ لیتے ہیں۔" تم نے اس روز شاعروں کے خلاف اچھی خاصی تقریر کر ڈالی تھی۔

"شیریں! جب تمہیں کچھ پتا ہی نہیں تو تم اس پر تبصرہ بھی نہ ہی کرو تو اچھا ہے اب میں نے جو نظم لکھی ہے تو کیا مجھ پر کوئی واردات گزری ہے؟ ارے پاگل یہ تو خداداد صلاحیت ہوتی ہے اس کے لیے دل پر چوٹ کھانا ضروری نہیں ہے۔" رانیل نے احتجاج کیا۔

"لیکن تم نے تو دل پر چوٹ کھائی تھی جب مس مریم نے تمہیں ساری کلاس کے سامنے ڈانٹا تھا۔ یہ نظم تو اس کے بعد ہی تم پر نازل ہوئی ہے ناں۔" تم نے شرارت سے کہا اور رانیل ہنس پڑی۔

"خیر! آج تمہارے نمونے بھی دیکھ ہی لیں گے۔" تم نے رانیل پر احسان کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا مطلب..... کیا شاعر انسان نہیں ہوتے؟" رانیل برامان گئی۔

"بھئی تمہاری باتوں سے تو کوئی اور مخلوق ہی لگتے ہیں۔" تم نے ہنس کر کہا۔

"میں نے تمہاری اس بحث سے خوب حظ اٹھایا تھا لیکن یہ فرہاد نجانے کہاں رہ گیا تھا۔ میں نے تمہارے خیالات فرہاد علی تک پہنچانے کا فریضہ بھی انجام دیا۔ میں چپکے سے اٹھ کر فرہاد کو بلانے کے لیے چلا گیا آج تم نے نیلے رنگ کی شلوار کی گھیر دار فراک اور چوڑی دار پاجامہ زیب تن کر رکھا تھا' یہ رنگ فرہاد کو جنون کی حد تک پسند تھا اور پھر تمہارے وجود پر سجا یہ رنگ آج کچھ زیادہ ہی انمول لگ رہا تھا آج تو تمہاری چھب ہی نرالی تھی۔ تم نے لمبے گھنے بالوں کو آزاد چھوڑ رکھا تھا اور ہلکے پھلکے میک اپ میں آج تم بہت سی نظروں کا محور بنی ہوئی تھیں۔

"شیریں! تم اتنی خوب صورت لگ رہی ہو کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں کوئی لڑکا ہوتی اور تمہاری تعریف میں قصیدے پڑھتی اور......اور......"

"محترمہ! یہ سب کرنے کے لیے میں جو موجود ہوں۔"

تمہاری گفتگو کا موضوع بدل چکا تھا۔ رانیل بڑے جذب کے عالم میں اپنی نادان خواہشات کا اظہار کر رہی تھی جب فرہاد کی گمبھیر آواز پر تم دونوں یک دم مڑی تھیں۔ فرہاد علی نے پہلی بار زبان کھولی تھی' مجھے بہت اچھا لگا کہ وہ میرے اکسانے سے پہلے ہی اس نے اتنی ہمت کر ڈالی اور یہی میں چاہتا تھا۔

ہم پربتوں سے لڑتے رہے اور چند لوگ
گیلی مٹی کھود کر فرہاد بن گئے

رانیل نے فرہاد کو دیکھتے ہی حسب عادت شعر کہا میں نے دیکھا شیریں! تمہارے چہرے پر برہمی کے واضح تاثرات تھے۔ تم بہت خود پسند تھیں اور فرہاد جانتا تھا کہ تم سے کوئی توقع رکھنا' پتھر سے سر ٹکرانے کے مترادف ہے۔ میں تم سے اس ناراضگی کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تمہارے اندر فرہاد علی کی محبت کی سرنگیں کھود دوں۔ اتنے میں مجھے ذرا فاصلے پر دشمن نظر آئی میں فرہاد کو اشارہ کر کے اس کی طرف بڑھ گیا۔

"آئی او یو دشمن!" میں یک دم دشمن کے رستے میں آ کر بولا۔ دراصل میں نے فرہاد علی کو اشارہ کیا تھا کہ تم شیریں سے اپنے دل کی بات کہہ دو۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر مڑ گیا۔ تم مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں میں یہاں سے تمہاری باتیں با آسانی سن سکتا تھا۔

"شیریں! میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ فرہاد تم سے محبت کرتا ہے۔ سنو! اگر وہ تم سے بھی محبت جتائے تو تم ضرور اس کی پذیرائی کرنا' وہ بہت اچھا انسان ہے۔" رانیل بطور ناصح تم سے کہہ رہی تھی۔

"اونہہ فرہاد! میرے لیے وہی رہ گیا ہے کیا؟" تم نے بہت کٹیلے لہجے میں تنفر سے کہا تھا۔ تمہارے اس انداز پر میرا دل لہولہو ہو گیا تھا اور فرہاد علی کی آنکھوں میں جیسے کسی نے ریت سی بکھیر دی تھی وہ الٹے قدموں مڑ گیا۔

"تو.....تم نے اس سے اپنے دل کی بات کہہ دی؟"
میں نے انجان بن کر پوچھا تو وہ زخمی لہجے میں گنگنایا۔

لوگ لوگوں سے چاہت نبھاتے رہے
اک وہ تھا میرا دل جلاتا رہا

❀.....❀.....❀

اس روز مشاعرہ خاصا کامیاب رہا تھا' مشاعرے کے آخری شاعر ایف اے کی آمد کا سب کو بڑی بے تابی اور شدت سے انتظار تھا اور وہ ایف اے کوئی اور نہیں فرہاد علی ہی تھا۔ اس کی شاعری بے حد خوب صورت تھی جب وہ غزل کہتا تو سب کو ایک سحر میں باندھ دیتا اور اس سحر سے نکلنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مشاعرے کے اختتام پر تم اور رابیل فرہاد کے پاس آئیں تو تم نے فرہاد سے پوچھا تھا۔

"تو آپ ہی وہ ایف اے صاحب ہیں جن کی اتنی دھوم مچی ہوئی ہے؟" تمہارے انداز میں حیرت تھی' تمہارے اس پل پل بدلتے رویے پر میں جی بھر کے کڑھتا تو سوچتا تھا کہ فرہاد کے دل پر کیا گزرتی ہوگی؟

"دراصل مجھے کسی شاعر کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق پہلی بار ہوا ہے لیکن آپ تو بالکل ہمارے جیسے ہی انسان لگ رہے ہیں یعنی دو آنکھیں' دو کان' ایک ناک' دو ہاتھ اور دو پاؤں۔" تم بہت سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہی تھیں لیکن تمہاری آنکھوں میں شرارت ہلکورے لے رہی تھی۔

"جی نہیں' ایک دُم اور دو سینگ بھی ہوتے ہیں۔" رابیل نے جل کر کہا۔

"اچھا تو پھر ان کے کیوں نہیں ہیں؟" تم نے فرہاد علی کو آگے پیچھے اور اوپر نیچے دیکھ کر کہا۔ جواب میں فرہاد علی زور سے ہنس دیا تھا۔

"اچھا آٹوگراف تو دے دیں۔" تم نے اچانک اپنی ہتھیلی فرہاد علی کے سامنے پھیلا دی تھی اور وہ اس کایا پلٹ کو چند لمحے حیرت سے تکتا رہا۔

دل کے مہمان خانے میں رونق رہی
کوئی آتا رہا' کوئی جاتا رہا

وہ نجانے کس دھیان میں تھا کہ اس نے تمہاری ہتھیلی پر یہ شعر لکھ دیا۔

"دیکھا رابیل! یہ اصلیت ہوتی ہے ان شاعر حضرات کی۔" تم نے اپنی ہتھیلی کو رابیل کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا اور جن ستائشی نظروں سے فرہاد علی کو دیکھا تھا میرا جی چاہا کہ تمہاری آنکھیں نوچ ڈالوں لیکن کیا کرتا کہ فرہاد علی تو تمہیں دیکھ کر جیتا تھا۔

❀.....❀.....❀

"ہم جس سے ایک بار محبت کرتے ہیں پھر تمام عمر اس سے نفرت نہیں کرسکتے نہ ہی ہم اسے اپنے ذہن و دل اور زندگی سے نکال سکتے ہیں۔ دل کرب کی تاویل کو مانتا ہے' دل تو محبتوں کے قبیلے کا سردار ہے جو صرف فیصلے کرنا جانتا ہے۔ جو اس کے حکم سے انحراف کرے وہ اس کا سر تو قلم کرسکتا ہے مگر اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتا۔"

آج فکشن کے پیریڈ میں مس مریم سید امتیاز علی تاج کے ڈرامے "انارکلی" پر لیکچر دے رہی تھیں۔ وہ لیکچر دینے کے بعد حسب دستور اپنے لیکچر کا اعادہ کرتے ہوئے سوال کررہی تھیں۔

"انارکلی آپ کے خیال میں کس کا المیہ ہے؟ انارکلی کا۔ شہزادہ سلیم کا یا اکبر اعظم کا؟" مس مریم کا روئے سخن فرہاد علی کی طرف تھا میں نے کئی بار اسے ٹہوکا دیا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"مسٹر فرہاد علی!" اچانک مس مریم کی آواز قریب سے ابھری۔ فرہاد علی نے سر اٹھا کر دیکھا مس مریم نے فرہاد کے ہاتھ سے نوٹ بک چھین کر دیکھی اور پھر تاسف اور ملامت بھری نظروں سے فرہاد علی کو دیکھا۔ فرہاد علی نے خائف سا ہو کر سر جھکالیا' وہ عمر میں ہم سے تقریباً چار پانچ سال بڑی ہوں گی لیکن ان کی شخصیت کا رعب و دبدبہ فرہاد جیسے قابل اور پُراعتماد بندے کو بھی خائف کردیتا۔ دوسری بات وہ پڑھائی کے معاملے میں سخت تھیں۔ اتنی بڑی کلاس میں وہ ہر طرف سے چوکنی رہتیں دوران لیکچر وہ کسی کی کم توجہی کو برداشت نہیں کرتی تھیں۔ اب بھی کچھ ایسا ہی

ہوا تھا انہوں نے نوٹ بک فرہاد علی کے سامنے تقریباً
پھینک دی جس کے دو درمیانی صفحات فرہاد علی کی بے خودی
کے ہاتھوں شہرینہ عرف شیریں کے اسم مبارک سے سیاہ
ہو چکے تھے اور فرہاد علی......

ہم مکتب نے سارا سبق پڑھ لیا
میں تیرا نام لکھتا مٹاتا رہا
کی عملی تفسیر بنا بیٹھا تھا۔

❀......❀......❀

رائمل نے ایک روز مجھے بتایا تھا کہ خسرو جس کی تم
منکوحہ ہو بیمار ہے اور کئی مہینوں سے ہسپتال میں ہے تم ہر
روز اس سے ملنے جاتی ہو اور اسے زندگی اور موت کی کشمکش
میں مبتلا دیکھ کر روتی ہوئی واپس لوٹ آتی ہو اور یہ تمہاری
زندگی کا وہ راز ہے جسے بہت کم لوگ جانتے تھے۔ میں
نے تمہاری فرہاد سے لاتعلقی کا سبب جان لیا شاید تم خسرو
سے محبت کرتی تھیں اور اگر محبت نہیں تو پھر تم کو اس سے
انسیت ضرور ہوگی۔ کاش تم فرہاد کی محبت کی حدوں کا اندازہ
کرسکتیں جو کہتا تھا "محبت میں انسان ہر حد سے گزر جاتا
ہے" تمہیں یاد تو ہوگا کہ فرہاد کے اس جملے سے تم کتنی چراغ
پا ہوئی تھیں۔

"مسٹر فرہاد علی! محبت میں انسان صرف اس حد تک
جاتا ہے جہاں تک اسے اپنی جان کے نقصان کا احتمال نہ
ہو۔" تم نے جس روکھے انداز میں فرہاد علی کی نفی کی تھی مجھے
بہت ناگوار گزرا تھا لیکن میں خاموش ہی رہا ہمیشہ کی طرح
پھر ایک روز میں فرہاد علی کو ہسپتال لے گیا۔ خسرو کی حالت
بہت نازک تھی کسی زمانے میں وہ خوبرو رہا ہوگا لیکن اب
بیماری نے اسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت
دیکھ کر بیک وقت افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی۔

"یہ کون ہے اور تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" فرہاد
نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ خسرو ہے شیریں کا ناکح، تمہیں اسی سے ملانے
کے لیے لایا ہوں۔" وہ یہ سن کر ساکت رہ گیا جیسے اب کہنے
کو کچھ نہ رہا ہو۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" پھر اس نے قدرے سنبھل
کر پوچھا۔

"اس کا ایک گردہ خراب ہے اور اب اس کے بچنے کی
امید نہیں ہے، تمہارے لیے خوشی کی خبر یہ ہے کہ شیریں
جس کے قبضے میں ہے وہ کوچ عدم سدھارنے والا ہے اس
کی موت کے بعد شیریں آزاد ہوگی تو تم اسے حاصل کرسکو
گے۔" میں نے کہا۔

"محبت میں پالینا ہی سب کچھ نہیں ہوتا محبت کرنے
والے بہت بڑے ظرف کے مالک ہوتے ہیں ان کی
صرف ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا محبوب خوش
رہے۔ ہنستا بستا اور شاد و آباد رہے یہ محبت تو ایک الوہی
جذبہ ہے جب اس میں سے غرض نکل جاتی ہے تو یہ بہت
ارفع ہو جاتی ہے اور میری محبت ہر طلب سے بے نیاز ہوگئی
ہے۔ تمہیں شرم آنی چاہیے تھی ایسی بات کرتے ہوئے۔"
وہ مجھے ملامت کرتا وہاں سے چلا گیا لیکن میں اس کی
حالت سے بے خبر نہیں تھا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔" ایک روز اچانک
اس نے کہا۔ "میں خسرو کو اپنا گردہ دے رہا ہوں۔"
اس نے کہا۔

"کیا......؟" میں بھونچکا رہ گیا۔ "تمہارا دماغ خراب
ہے کیا؟" میں چیخ اٹھا۔ ساتھ ہی اس گھڑی کو پچھتایا جب
میں اسے ہسپتال لے گیا تھا۔

"مجھے ثابت کرنا ہے کامران کہ محبت میں انسان ہر حد
سے گزر جاتا ہے، نا کہ صرف اس حد تک جہاں اسے اپنی
جان کے نقصان کا احتمال ہو۔ تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں
کی اس لیے تم نہیں جانتے کہ محبت قربانی مانگتی ہے اور
میری خوش نصیبی ہے کہ محبت مجھ سے قربانی مانگ رہی ہے
پھر میرا اس دنیا میں ہے کون کہ پروا کروں۔"

"اور میں...... میں تمہارا کچھ نہیں لگتا۔" اس کی
سفاکانہ بے نیازی پر غم سے میری آواز بیٹھ گئی۔

"تم بھی چند روز کے لیے یاد رکھو گے پھر بھول جاؤ
گے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"فرہاد ہم سائے کی طرح ساتھ رہے جب سایہ انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو انسان مرجاتا ہے۔ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہوگیا تو میں بھی مرجاؤں گا۔" وہ میرا جگری دوست تھا، عم زاد تھا۔ ہم نے بنگلے نما گھر میں رہنے کے باوجود ہمیشہ ایک ہی کمرہ شیئر کیا تھا اور اب اس کی جدائی کے تصور سے ہی میرا دل ڈوبا جارہا تھا۔

"ایسی باتیں کرو ہی نہ تم! جن سے تمہیں بعد میں شرمندہ ہونا پڑے۔" اس کا اطمینان قابل دید تھا۔ "پھر میں نے اپنے سارے ٹیسٹ کروالیے ہیں۔ میرا سب کچھ اس سے میچ کرتا ہے۔" فرہاد نے حتمی انداز میں کہا۔

"تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے احتجاج کیا۔

"محبت فائدے اور نقصان کے چکروں میں نہیں پڑتی' کیا یہ کافی نہیں ہے کہ میں اپنی محبت کا ثبوت دے دوں گا۔ ایک انسان کو نئی زندگی مل جائے گی' شیریں ہمیشہ مجھے یاد رکھے گی اور یہ بھی مان لے گی کہ میں نام کا فرہاد نہیں ہوں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خسرو کے چمن میں فرہاد کا موسم رہے گا۔ میرا تو فائدہ ہی فائدہ ہے اگر میں اس امتحان میں جان سے گزر گیا تو میرے حق میں بہتر ہوگا اگر میں زندہ رہا تو شاید سلگتا رہوں۔" اس نے کچھ اس انداز میں کہا تھا کہ میں لاجواب سا ہوگیا اور میں نے جان لیا تھا کہ اسے سمجھانا عبث ہے اور مجھے کیا ضرورت تھی اس کے رستے کھوٹے کرنے کی۔ جب وہ سر پر کفن باندھ کر سوئے مقتل جانے کا عزم کرچکا تھا اور چند روز بعد اس نے اپنا کہا پورا کردیا۔

وہ اسپتال میں تھا اور رابیل پروانوں کی طرح اس کے گرد گھوم رہی تھی وہ دن رات فرہاد کی عیادت کرتی۔ اسے ہوش آچکا تھا اس کی آنکھوں میں وہی فاتحانہ چمک تھی جو محبت کرنے والوں کی آنکھوں میں اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی محبت کو حاصل کرلیتے ہیں اور وہ مجھے دیکھ کر مسکرادیا تھا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن کمزوری کے سبب کہہ نہیں پارہا تھا اور رابیل اس کا ہاتھ تھامے برستی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جو شیریں کے دل میں

بھول جاؤ

بھول جاؤ کہ اپنے ماضی میں رکھا کیا ہے؟
یہی نا......
دو چار ملاقاتیں
ادھورے شکوے
ادھوری باتیں
اور کچھ اداس شامیں
چند ٹوٹی ہوئی امنگیں
فون کی چند بے ربط کالیں
اور کیا ہے اپنے ماضی میں
بھول جاؤ......!

نادیہ عباس دیا آورش نایاب...... موسیٰ خیل

فرہاد کی محبت کی سرنگیں کھود رہی تھی' جانے کب خود بھی اس گم نام رستے کی مسافر بن گئی تھی۔

رابیل کی دعائیں اور سجدے فرہاد علی کو کھینچ کر زندگی کی طرف لے آئے۔ خسرو چند روز میں ٹھیک ٹھاک ہوگیا اور اگلے ہی ماہ اس نے تمہیں تمہارے بابل کے آنگن سے رخصت کرالیا۔

قدرت نے فرہاد علی کو ایک موقع دیا تھا زندہ رہنے کا لیکن وہ تھا کہ ہاتھ دھو کر اپنی جان کا دشمن بن بیٹھا تھا۔ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک بظاہر لیکن پھر بھی ایک کمی تو تھی اسے زندہ رہنے کے لیے بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے تھا وہ میری تو ایک نہیں سنتا تھا' کبھی کبھی تو مجھے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگتا تھا۔ وہ سرد راتوں میں ننگے پاؤں سڑکوں پر گھومتا رہتا تھا۔

"میں نے کہا تھا ناں کامران! کہ اگر میں جان سے گزر گیا تو میرے حق میں بہتر ہوگا میں زندہ رہا تو سلگتا رہوں گا۔ مجھ پر سردی اثر نہیں کرتی' تم میری فکر نہ کیا کرو۔" وہ رسان سے کہتا۔

"شیریں سے ملے ہو کبھی۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں اور مجھے اب اس سے ملنے کی طلب محسوس نہیں ہوتی' میں مکمل تو اس کا نہیں ہو سکا لیکن میرے جسم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اس کے کہیں آس پاس ہے اور میں اسی میں خوش ہوں مجھے اب زندگی کی طلب نہیں۔ میں اپنی سانسیں گن رہا ہوں دیکھو کب گنتی پوری ہو۔"

پھر ایک روز اس کی سانسوں کی گنتی پوری ہوگئی اور وہ آزاد ہوگیا ہر فکر و غم سے۔ شیریں تمہاری محبت نے آخر اس کی زندگی کا چراغ بجھا ڈالا اس کی وفات کے تیسرے روز اس کی کتاب "کیا دیا محبت نے؟" منظر عام پر آئی تو میں نے سب سے پہلے یہی کام کیا کہ وہ کتاب تمہارے لیے لے کر تمہارے گھر چلا آیا۔

میں نے تمہیں بتایا کہ خسرو کے پھر سے جی اٹھنے کا سبب کیا ہے تو تم حیرت سے دنگ رہ گئیں۔

"اب تو تمہیں یقین آگیا ہوگا کہ انسان محبت میں کس حد تک جا سکتا ہے۔ اب تو تم مان لو گی کہ فرہاد صرف نام کا فرہاد نہیں۔ اب تو تمہیں پتا چل گیا ہوگا کہ شاعر حضرات کیسے ہوتے ہیں؟"

"تم کیا سمجھتے ہو کامران! کہ میں فرہاد سے محبت نہیں کرتی؟" تم نے ایک دم سے غیر متوقع سوال کیا کہ میں کچھ بول ہی نہ پایا۔

"پہلی نظر میں ہی فرہاد کی محبت نے میرے دل پر دستک دے ڈالی تھی۔ فرہاد علی ایسا شخص تھا جس کو دیکھ کر بے ساختہ میرے دل نے خواہش کی کہ میں چند قدم اس کے ہمراہ چلوں۔"

تمہارے اس انکشاف پر میرا دل چاہا کہ میں دہاڑیں مار کے روؤں اور تم کو جی بھر کے کوسوں اگر ایسا ہی تھا تو تم نے ہمیشہ میرے دوست کا دل کیوں دکھایا۔

"مجھے "فرہاد" سے محبت نہ ہوتی تو میں شہرینہ سے "شیریں" کیسے بن جاتی؟" تم نے پھر سوال کیا۔

"میں مانتی ہوں کہ میں نے ہمیشہ فرہاد کا دل دکھایا اور میں نے ایسا قصداً ہی کیا کیونکہ میں چاہتی تھی کہ فرہاد کے دل میں شیریں کی محبت کی کونپل پھوٹنے ہی نہ پائے کیونکہ شیریں اور فرہاد کا سنجوگ ممکن نہیں ہے کیونکہ ہمارے درمیان رسم و رواج۔ سماج اور خسرو سے بندھن کی طویل فصیلیں ہیں جنہیں عبور کرنا ناممکن تھا۔

میں ہر روز ہسپتال جاتی تھی یہ دیکھنے کے لیے خسرو کب زندگی کے بندھن سے آزاد ہوگا اور میں کب خسرو کے بندھن سے۔ فرہاد نے اپنی دانست میں مجھے خوشی دینی چاہی تھی لیکن درحقیقت وہ مجھے دائمی غم دے گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کی قربانی سے میں شاد و آباد ہو جاؤں گی لیکن یہ نہیں جانتا تھا اس شادی اور آبادی میں ہی میری بربادی ہے۔"

تم یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھیں اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ محبت بھی عجیب گورکھ دھندہ ہے تمام عمر اپنے پیچھے دوڑاتی ہے لیکن پھر بھی کسی کے ہاتھ نہیں آتی۔

خسرو کو اس اجنبی شخص سے عقیدت ہے جو اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر اسے زندگی دے گیا اور وہ ہر روز اس کی قبر پر فاتحہ پڑھتا ہے۔

رائبل فرہاد کی محبت میں جوگن بن گئی ہے۔ مجھے اس بات کا اطمینان ہے کہ خسرو کے چمن میں فرہاد کا موسم ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن میں...... نجانے کیوں فرہاد کی یاد سے غافل ہونے لگا ہوں شاید اس لیے کہ میں بھی......

جی ہاں...... میں بھی اس جوگن سے محبت کرنے لگا ہوں۔ جو صبح شام فرہاد کی قبر پر حاضری دیتی ہے' جس کے کتبے پر میں نے لکھوایا ہے۔

تم سے بچھڑ کے زندہ ہیں
دوست! بہت شرمندہ ہیں

محبت دل کا سجدہ ہے
سباس گل

کس قدر انوکھا ہے رابطہ محبت کا
کب نہ جانے ہوجائے معجزہ محبت کا
اپنی ذات سے بھی وہ اجنبی لگتا ہے
جس کے ساتھ ہوجائے حادثہ محبت کا

''رائیل آرہی ہے۔'' وہاب احمد نے ڈنر ٹیبل پر نوشین کو بتایا۔

''آپ سے کس نے کہا؟'' نوشین کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

''تیمور کا فون آیا تھا وہ انعمین بھابی پھوپو اور پھوپا جان حج کے لیے جارہے ہیں۔ رائیل کا ویزا نہیں لگ سکا اور نبیل کے بھی ایگزامز شروع ہونے والے ہیں اس لیے وہ بھی بہت معروف ہے اپنی پڑھائی میں' رائیل آج کل گریجویشن کے بعد فارغ ہے اور بوریت محسوس کررہی ہے تو میں نے تیمور بھائی سے کہہ دیا کہ رائیل کو پاکستان بھیج دیں۔'' وہاب احمد نے بڑی رسانیت سے پوری بات اس کے گوش گزار دی۔

''ہاں تو وہ اپنے ماموں کے گھر رہ لے گی۔'' نوشین نے نوالہ چباتے ہوئے کہا۔

''رائیل یہاں ہمارے گھر رہے گی' تیمور بھائی اینڈ فیملی حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یہاں آئیں گے تو رائیل کو ساتھ لیتے ہوئے واپس لندن چلے جائیں گے۔''

''رائیل یہاں رہ کر کیا کرے گی؟ اور ویسے بھی جوان لڑکوں کا گھر ہے یہ وہ بگڑ گئی یا کل کلاں کو کوئی ایسی ویسی بات ہوگئی تو......''

''گویا آپ اپنے بیٹوں کے کردار پر' دراصل اپنی ہی تربیت پر انگلی اٹھا رہی ہیں۔'' وہاب احمد نے تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پانی کا گلاس اٹھایا تو وہ سٹپٹا کر بات کی وضاحت کرنے لگی۔

''ارے میرا یہ مطلب نہیں تھا ایک تو آپ سمجھتے نہیں ہیں' رائیل اپنے ماں باپ اور بھائی کی لاڈلی ہے نخرے ہوں گے اس کے۔ ذرا سی اونچ نیچ ہوگئی تو کل کو وہ تو ہمیں الزام دیں گے آپ بھی ہمیں ہی نام دھریں گے' جوان لڑکی کی ذمہ داری اٹھانا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔''

''لیکن یہ دائیل کی خالہ جی کا گھر ہے اور وہ یہاں ضرور آئے گی اور ادھر ہی رہے گی۔ تم پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو' بیکار کی پریشانیاں مت پالو اور اپنی ایکٹوٹیز پر دھیان دو یہ جو آئے دن گھر میں گیٹ ٹو گیدر رکھ لیتی ہو اسے اب ختم کردو اپنے حالات اور اپنی اولاد پر بھی دھیان دو' تگین جوان ہے' گھر میں جو نت نئے نمونے (لڑکے) آتے رہتے ہیں ناں' یہ سب تگین کو کوئی اچھی چیز نہیں سکھا رہے۔''

''بات رائیل کی ہو رہی تھی اور آپ کہاں پہنچ گئے؟'' نوشین نے تنک کر کہا۔

''ایک لڑکی کی وجہ سے میں اپنے روز مرہ کی مصروفیات اور ملنا جلنا ختم کردوں' یہ کہاں کی دانش مندی ہے اور لندن میں تو جیسے وہ معصوم سی چھوئی موئی' باپردہ' باحیا مشرقی لڑکی کی طرح ڈھکی چھپی رہتی ہوگی نا۔''

''تو ٹھیک ہے' رائیل کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے' رہ جو لڑکوں کے گھر کا وہم تمہیں ستا رہا ہے تو وہ بھی اپنے دل و دماغ سے باہر نکال دو' ذوالنون اپنی اسٹڈی اور ٹریننگ کے سلسلے میں اسلام آباد ہوتا ہے' دو

ڈھائی ماہ میں چکر لگتا ہے اس کا اور نوفل وہ رائبل سے دو سال چھوٹا ہے۔ تمہاری بے پروائی کا منہ بولتا ثبوت ہے مگر میرا خیال ہے کہ رائبل اسے سدھار لے گی۔ ابھی اتنا بھی نہیں بگڑا کہ اسے واپس نہ لایا جاسکے۔ یہاں کوئی رائبل کو تنگ نہیں کرے گا۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا وہ تاسف زدہ نظروں سے نوشین کو دیکھ رہے تھے۔

"اور علی اس کا کیا؟" ایک دم سے نوشین کو وہاب احمد کے بھانجے علی عثمان کا خیال آیا جو آج کل ان کے گھر مقیم تھا۔

"علی ایک سنجیدہ اور سمجھدار لڑکا ہے اپنے کام سے کام رکھنے والا اس بے چارے کو تو بخش دو۔ رائبل آٹھ برس چھوٹی ہے علی سے اور علی کا مزاج تم جانتی ہو وہ لڑکیوں سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔"

"مگر......"

"کیا اگر مگر بیگم؟ خوامخواہ کے وسوسے اور پریشانی اپنے دل ودماغ سے نکال دو۔"

"کب آرہی ہے رائبل؟" نوشین نے بےزاری سے پوچھا۔

"دو دن بعد کیسی خالہ ہو تم؟ اپنی سگی بھانجی کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتیں وہ بھی چند ہفتوں کے لیے۔"

"ہمیں بھی تو لندن جانا ہے اگلے مہینے اس کا کیا ہوگا؟ ہم رائبل کی نگرانی کے لیے یہاں تو نہیں رک سکتے نا اس کی وجہ سے اپنا پروگرام تو ملتوی نہیں کرسکتے۔"

"نوشین بیگم......" وہاب احمد نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا اور قدرے درشت لہجے میں بولے۔

"ایک بات تم بھول رہی ہو اور وہ یہ کہ یہ گھر رائبل کے پاپا کا ہے اور ان کی محبت و مہربانی ہے کہ ہم اس گھر میں بنا تنا کرائے کے مزے سے رہ رہے ہیں۔ اور میرے بزنس کا دیوالیہ ہوجانے پر تیمور بھائی نے ہی میری مدد کی تھی آج جو ہم یہ عیش کررہے ہیں ناں تو تیمور بھائی اور افشین کی عنایتوں کی وجہ سے کررہے ہیں اللہ کا لاکھ کرم ہے اس نے تیمور بھائی کو وسیلہ بنا کر بھیجا مجھے سہارا دینے کے لیے۔ ہم ان کی محبتوں کا یہ قرض مرتے دم تک نہیں اتار سکتے اور تم ہو کہ ان کی بیٹی اور اپنی سگی بھانجی کو اس گھر میں چند دن رہنے سے منع کررہی ہو۔ کیا ہوگیا ہے تمہارے احساس کو؟"

"میری بھانجی سو بار آئے میرے گھر میں تو بس اس کے آرام کے خیال سے کہہ رہی تھی۔" نوشین نے کھسیانی ہوکر تیز لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے بولے۔

"تم کس خیال سے کہہ رہی تھیں یہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ ملازم سے کہہ کر رائبل کے لیے کمرہ سیٹ کرادو۔" وہاب احمد کی بات پر نوشین نظریں چرا گئی۔

علی نے اتفاقاً ان دونوں کی ساری باتیں سن لی تھیں اور خاموشی سے گیسٹ روم کی طرف چلا گیا تھا۔

❁❁......❁......❁❁

پاپا جانی! کیا خالہ اور سب گھر والے مجھے وہاں خوش سے ویلکم کہیں گے؟" رائبل نے تیمور حسن سے سوال کیا۔

"ہاں کیوں نہیں؟ ان فیکٹ آپ کے بابا جانی کو آپ کے وہاب ڈیڈی نے ہی وہاں انوائیٹ کیا ہے یو نو وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔" تیمور حسن نے رائبل کے بالوں کو سہلاتے ہوئے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یس آئی نو اسی لیے تو میں ان کو ڈیڈی کہتی ہوں۔"

"ہاں وہاب احمد کی دلی خواہش تھی کہ ہماری رائبل انہیں ڈیڈی کہا کرے جیسے ان کے بچے انہیں ڈیڈی کہتے ہیں۔"

"بٹ پاپا جانی میں کبھی بھی آپ کے مما کے اور بھیا کے بنا اتنے دن اکیلی نہیں رہی ایک دن بھی نہیں رہی آپ سب کے بغیر تو اب...... اتنے سارے دن کیسے رہوں گی آپ سب کے بغیر؟"

"بیٹا جانی وہاں سب آپ کے اپنے ہوں گے آپ دیکھیے گا وہ سب آپ کو ہماری کمی محسوس بھی نہیں ہونے دیں گے۔"

"جی نہیں آپ سب کی کمی کوئی بھی پوری نہیں کرسکتا۔" وہ بچوں کی طرح کچھ روٹھے اور کچھ پیار و

مان بھرے انداز میں بولی تو وہ ہنس دیے۔

"میری پیاری بیٹی سدا خوش رہو۔ آپ تو ہمارے آنگن کی بلبل ہو ہماری مینا ہو چڑیا ہو جس کی چہکار سے ہمارا یہ آنگن مسکراتا رہتا ہے۔" تیمور حسن نے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے ہالے میں لے کر اس کی روشن پیشانی پر بوسہ دے کر پیار سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"مما دیکھیں پاپا جانی اپنی بیٹی کے لیے شاعری کررہے ہیں حالانکہ شاعری تو انہیں آپ کے لیے کرنی چاہیے نا۔" رابیل نے افشین کو شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے شریر لہجے میں کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ افشین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھئی جس باپ کی رابیل جیسی پیاری بیٹی ہو وہ شاعری کیسے نہیں کرے گا۔"

"آئی لو یو سو مچ پاپا جانی۔" وہ ان کے گلے سے لگ گئی۔

"لو یو ٹو پاپا کی جان۔" انہوں نے اس کے ہاتھ چومے۔

"واہ بھئی باپ بیٹی اپنی محبت میں ماں اور بیوی کو بھول ہی گئے۔" افشین نے پیار بھرا شکوہ کیا تو وہ ہنس پڑی۔

"ارے افشین بیگم آپ تو ہماری پہلی محبت ہیں ہم آپ کو کیسے بھول سکتے ہیں۔ بھلا سانس لینا بھی کوئی بھولتا ہے جب تک قضا نہ آئے؟"

"اف تیمور......" افشین نے تیمور کے اس قدر پیار بھرے اظہار پر شرم و حیا سے تشکر اور محبت سے لبریز ہو کر کہا تو وہ خوش دلی سے ہنس پڑے۔

❁❁......❁......❁❁

"وہاب لاج" میں رابیل کا استقبال بہت گرم جوشی سے کیا گیا۔ رابیل سفید ٹراؤزر اور شاکنگ پنک ہلکے کام والے کرتا نما شرٹ میں سیاہ ہیل والے جوتے پہنے سادہ سے چہرے میں غضب کی حسین لگ رہی تھی۔ گلاب اور دودھ میں گھلی رنگت سیاہ سلکی زلفیں شانوں پر لہرا رہی تھیں لیئر کٹنگ اسٹائل میں اس کا چہرہ اور بھی دلکش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی سیاہ پلکوں سے مزین بڑی بڑی آنکھیں ذہانت اور شوخی سے بھرپور تھیں۔ گلابی ہونٹوں کی مسکراہٹ بہت دلنشیں تھی۔ نگین رابیل کے بے تحاشا حسن سے مبہوت رہ گئی۔

"لندن کی آب و ہوا نے بہت اچھا اثر ڈالا ہے تمہاری رنگت پر لگتا ہے ملک اینڈ روز کھاتی پیتی رہی ہو۔" نگین نے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"رابیل تو پیدائش کے بعد نو سال تک پاکستان میں ہی رہی تھی یہ تب بھی اتنی ہی حسین تھی اب ماشاءاللہ اور زیادہ نکھر گئی ہے اور ظاہر ہے پیار کرنے والے ماں باپ نے پھولوں کی طرح پالا ہے رابیل کو۔" وہاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا تو رابیل بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی بہت پیاری ہیں نگین آپی۔"

"آئی نو میں اپنی فرینڈز کے گروپ میں سب سے زیادہ خوبصورت اور اٹریکٹو ہوں۔" نگین نے اتراتے ہوئے کہا۔

"نگین یہ تم کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو جاؤ بہن کو اس کا کمرہ دکھاؤ تاکہ یہ فریش ہو جائے پھر سب مل کر ڈنر کریں گے۔" وہاب احمد نے نگین کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں حکم دیا۔

نگین منہ بنا کر اسے کمرہ دکھانے لے گئی۔

"شی از سو پریٹی مام۔" نوفل نے رابیل کے حسن کو سراہتے ہوئے نوشین کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا تھا۔

"نوفل یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا رابیل تم سے بڑی ہے اور بہن ہے تمہاری۔" وہاب احمد نے برہمی سے جواب دیا۔

"خالہ زاد بہن۔" نوفل نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا۔

"بہن...... بہن ہی ہوتی ہے اور ایک بھائی کو اس رشتے کا اس کے تقدس کا خیال رکھنا چاہیے اور کان کھول کر سن لو نوفل جب تک رابیل یہاں ہے تم اپنے آوارہ

دوستوں کو گھر نہیں بلاؤ گے تم۔" وہاب احمد نے تنبیہہ کی تو نوشین پیچ وتاب کھا کر رہ گئیں۔

"اور یہی حکم اور ہدایت تمہارے لیے بھی ہے نوشین بیگم، تم جو آئے دن گھر پر ایک ہنگامہ اور طوفان بدتمیزی بپا رکھتی ہو، اپنے سوشل سرکل کے مردوں اور عورتوں کو بلا کر یہ سب بھی ختم ہونا چاہیے اب۔" وہاب احمد نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں حکم جاری کیا۔

"آپ اس بالشت بھر کی لڑکی کی خاطر ہم سب کا جینا حرام کرنا چاہتے ہیں۔ میں سب جانتی ہوں یہ کس کی محبت اسٹڈ رہی ہے آپ کے دل میں جو ہمیں پابند سلاسل کرنے کا سوچا جا رہا ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ذرا سی عقل نہیں ہے تم میں کہ وہ بچی جو تمہاری بھانجی بھی ہے پردیس سے آئی ہے ایک الگ کلچر سے آئی ہے وہ یہاں اپنے ملک میں اپنوں کے گھر میں جب یہ کھیل تماشے دیکھے گی تو اسے کتنی مایوسی ہوگی۔" وہاب احمد غصیلے لہجے میں بولے۔

"ہوا کرے، ہم اس کے لیے اپنے طور طریقے اور انداز نہیں بدل سکتے۔" نوشین نے بدتمیزی سے جواب دیا۔

"تمہارا تو وہ حال ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال اور اپنی بھی بھول گیا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے، تم نے اپنی اولاد کو بھی آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا دیا ہے۔ نہ دین کے نہ دنیا کے رہے تم لوگ۔" وہاب احمد تاسف زدہ لہجے میں کہتے اسٹڈی کی طرف چلے گئے۔

"ہونہہ! آئے بڑے مجھ پر حکم چلانے والے، اپنی مرضی مسلط کرنے والے، مائی فٹ۔" نوشین نے خود کلامی کرتے ہوئے دانت پیسے۔

"ممی اب کیا ہمیں رابیل بی بی کی پسند ناپسند اور مزاج کے مطابق رہنا ہوگا۔ رابیل جس ملک سے آئی ہے وہاں کون سے شرم وحیا کے چشمے بہتے ہیں۔ لندن سے آئی ہے وہ جہاں بوائے فرینڈز کے ساتھ نائٹ کلب یہ سب چلتا ہے اور وہ اتنی پرکشش دنیا میں رہ کر ان چیزوں سے دور رہی ہوگی کیا؟ تو نو ایسی کوئی دودھ کی دھلی نہیں ہے ڈیڈی کی یہ رابیل۔" نگین سپاٹ لہجے میں بولتی چلی گئی اور اپنے کمرے سے آتی رابیل نے اس کی ساری باتیں سن لی تھیں، وہ دکھی اور حیران پریشان سی واپس پلٹ گئی۔ وہ ان سب کے لیے گفٹس بھی لائی تھی مگر اس وقت دینے کو دل نہ چاہا۔

"ڈونٹ وری مائی چائلڈ، تم دیکھنا میں کیسے اس نیک پروین کا پتا صاف کرتی ہوں، جس نے آتے ہی ہمیں غلام بنا دیا ہے ہمارے ہی گھر میں۔ ہم کیوں اپنی سرگرمیاں ترک کریں اس رابیل کے لیے؟" نوشین نے سازشی انداز میں مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوگاڈ! سوائے ڈیڈی جی کے یہاں تو کسی کو بھی میرے آنے کی خوشی نہیں ہوئی۔ خالہ اور نگین آپی مجھے کیا سمجھ رہی ہیں؟ مما اور پاپا جانی نے مجھے میرے مذہب، کلچر اور اپنی ویلیوز کا سبق ہمیشہ پڑھایا ہے۔ شاید یہ سب بہت ماڈرن لائف گزار رہے ہیں، جبھی ان کو غصہ آ رہا ہے کہ میری وجہ سے انہیں اپنی روٹین چینج کرنی پڑیں گی۔ میں تو یہاں صرف اپنوں کی محبت سمیٹنے چند دن ان کے ساتھ گزارنے آئی ہوں، میں بھلا کیوں ان کی روٹین خراب کروں گی۔" رابیل اپنے کمرے میں بیٹھی بہت دکھ اور افسردگی سے سوچ رہی تھی۔

"باجی کھانا لگ گیا ہے۔" ملازمہ شمیم نے آ کر بتایا تو وہ خاموشی سے اٹھ کر چلی آئی۔ ڈنر کے بعد مما پاپا اور نبیل سے بات کی اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔ شدید تھکن کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی، رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے، لندن اور لاہور کے وقت میں کافی فرق تھا کچھ اس وجہ سے بھی اسے نیند نہیں آ رہی تھی اور پھر نئی جگہ تھی اور آتے ہی نوشین اور نگین کی دل شکن باتوں نے اس کی سماعتوں میں خراشیں ڈال دی تھیں، اس کی وجہ سے وہ بہت بے کل اور بے چین تھی۔

"پاپا جانی! کہاں بھیج دیا آپ نے مجھے؟" رابیل کی آنکھیں بھی رات کے آنچل کے ساتھ ساتھ بھیگنے

لگیں۔ وہ شاید دو گھنٹے ہی سو سکی تھی۔ موذن کی صدا اللہ اکبر' اللہ اکبر سارے ماحول کو بیدار کر رہی تھی۔ رابیل کی آنکھ بھی کھل گئی تھی۔

رات کا پردہ چاک کر کے سورج دھیرے دھیرے زمین پر اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ رابیل نے پاؤں میں سلیپر پہنے اور باہر لان میں چلی آئی۔ گلاب کے کئی رنگ کے پودے لگے ہوئے تھے۔ اس نے گلاب کے پودوں کو بہت دلچسپی سے دیکھا اور ایک سفید گلاب جو سے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا اس نے وہ گلاب توڑ لیا۔

علی رات دیر سے آیا تھا جبھی رابیل سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس وقت وہ حسب معمول جوگنگ کے بعد گیٹ سے اندر داخل ہوا تو اس کی نظر پھولوں کے پاس کھڑی رابیل پر پڑی۔

"آئی تھنک شی از رابیل۔" وہ زیر لب بولا۔

"رات اس سے ملاقات نہیں ہو سکی اب مجھے اس سے ملنا چاہیے' ویلکم کہنا چاہیے۔" علی نے سوچا اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا لان میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"رابیل۔" علی نے اس کا نام لے کر مخاطب کیا تو وہ بری طرح چونک کر مڑی تھی۔

"میں علی ہوں آپ کی امینہ خالہ کا بڑا بیٹا۔"

"السلام علیکم!" رابیل نے فوراً سلام کیا۔

"وعلیکم السلام' کیسی ہیں آپ...... سفر کیسا رہا؟"

"فائن۔" رابیل نے مختصر جواب دیا۔

"گڈ ویلکم ان پاکستان' کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلاجھجک کہہ دیجیے گا۔" علی پورے طریقے سے حق میزبانی ادا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تھینکس۔" وہی مختصر جواب علی نے ایک پل کو غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"آپ ٹھیک سے سو نہیں سکیں نا نئی جگہ ہے اور پھر ٹائمنگ بھی مختلف ہے نا آہستہ آہستہ آپ ایڈجسٹ ہو جائیں گی۔"

"ان شاءاللہ۔" رابیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

تو علی کو حیرت ہوئی کہ مغربی معاشرے میں پروان چڑھنے والی رابیل کتنے مہذب انداز میں ہر بات کا جواب دے رہی تھی' اپنی روایات کو جانتی تھی وہ۔

"اوکے ٹیک کیئر۔" علی نے دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور جانے لگا تو اس نے سفید گلاب اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ آپ کے لیے۔"

"میرے لیے مگر کیوں؟" علی نے سفید گلاب کو دیکھا اور پھر حیرت سے اس کے چاند چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ معصومیت سے کہنے لگی۔

"انکل' آنٹی میں سب کے لیے گفٹس لائی ہوں' آپ کے لیے نہیں لائی' مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ بھی یہاں ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ آپ کے لیے ہے۔"

"اوسو سویٹ' تھینک یو ویری مچ۔" علی کو اس کی بے پناہ حساسیت اور معصومیت پر بے اختیار پیار آیا اس سے سفید گلاب لے کر کہا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ رابیل کی صبح مزید خوش گوار ہو گئی اس احساس کے ساتھ کہ علی کو اس کے یہاں آنے سے خوشی ہوئی ہے' اس نے اسے ویلکم کہا۔

"نہیں جانی میں آج یونیورسٹی نہیں آ سکوں گی' انکل' میری ایک عدد کزن آئی ہے لندن سے۔" ثمین فون پر اپنے بوائے فرینڈ جاوید سے بات کر رہی تھی آواز رابیل کے کانوں تک پہنچ رہی تھی وہ کوریڈور سے گزر رہی تھی۔

"لندن سے واؤ کیسی ہے گوری رنگت' بلو آئیز' گولڈن ہیئر والی ہے یا دیسی انگریزنی ہے؟" جاوید نے دلچسپی سے پوچھا تو ثمین تیند میں ڈوبی اور بیزار آواز میں بولی۔

"دس سال لندن میں رہی ہے اور وہ دیسی ہے یا ولایتی تمہیں اتنی ایکسائٹمنٹ کیوں ہو رہی ہے؟"

"یار میں تو یونہی پوچھ رہا تھا ورنہ مجھے تم سے آگے کچھ نظر ہی کہاں آتا ہے۔" جاوید نے فوراً اسے مکھن لگایا۔

"ہاں آج میں یونیورسٹی نہیں آ رہی تو ادھر ادھر منہ مارنے کی کوشش مت کرنا اور خبردار اگر کسی لڑکی کو دیکھا بھی

تو آنکھیں پھوڑ دوں گی تمہاری۔" تکین نے اسے دھمکاتے ہوئے کہا تو وہ ہنس کر بولا۔

"ڈارلنگ! اس کا تو ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ آج میں بھی یونیورسٹی بنک کرلوں' کیونکہ یونیورسٹی گیا تو چاروں طرف رنگ برنگی تتلیاں نظر آئیں گی۔"

"او کے کل ملتے ہیں۔" تکین نے نیند میں جھولتے ہوئے کہا۔

"آج کا دن کیسے گزرے گا تمہیں دیکھے بنا؟"

"میری تصویر دیکھ کر دل بہلا لو جانی' او کے گڈ بائے۔" تکین نے یہ کہہ کر موبائل آف کردیا اور سر تک کمبل تان کر سوگئی۔ رابیل مسکراتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"تکین آپی کسی کو پسند کرتی ہیں واؤ امیزنگ۔" رابیل نے دل میں کہا۔

رابیل کے لائے ہوئے تحائف سب کو بہت پسند آئے تھے۔ نوفل تو رابیل کے آنے کی خوشی میں گھر میں ایک گرینڈ پارٹی کرنے کی تجویز دے رہا تھا مگر نوشین نے صاف منع کردیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے گرینڈ پارٹی کی مفت کا پیسہ ہے کیا؟ جسے بہت خوشی ہو رہی ہے رابیل کے آنے کی وہ باہر کسی ہوٹل میں ڈنر یا لنچ کرادے اسے۔" نوشین نے سپاٹ لہجے میں کہا اور اٹھ کر چلی گئیں۔ رابیل کے ساتھ ساتھ وہاب احمد بھی اپنی جگہ شرمندہ رہ گئے۔ انہیں نوشین سے اتنی بے مروتی اور بد اخلاقی کی توقع نہیں تھی کہ وہ رابیل کے سامنے ایسی بات کرسکتی ہیں۔

"ڈیڈی! میں رابیل کو اپنے ساتھ ڈنر پر لے جاؤں' تھوڑی آؤٹنگ بھی ہوجائے گی۔" نوفل نے باپ کی شرمندگی کو ختم کرنے کی غرض سے فوراً کہا تو وہ بھی سنبھل کر بولے۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں ضرور لے جاؤ اور رابیل کو کچھ شاپنگ بھی کروا دینا یہ پیسے رکھ لو۔" وہاب احمد نے اپنے والٹ سے ہزار ہزار کے کچھ نوٹ نکال کر نوفل کی طرف بڑھا دیئے۔ رابیل وہاب احمد کی شرمندگی کو محسوس کررہی تھی اسے ان پر بے اختیار پیار آیا تھا۔

"رابیل تم تیار ہوجاؤ' ہم ایک گھنٹے بعد ڈنر پر چلیں گے۔" نوفل رابیل سے مخاطب ہوا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہاب احمد کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی انہیں خدشہ تھا کہ کہیں نوشین کی باتوں کی وجہ سے رابیل منع نہ کردے۔ درحقیقت وہ نوشین کی باتوں سے رابیل کا دھیان ہٹانا چاہتے تھے اور رابیل کو بھی اس بات کا احساس تھا جبھی منع نہیں کیا۔

نوفل اسے فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کے لیے لایا تھا۔ رابیل بہت دلچسپی سے ادھر ادھر کے مناظر اور ہوٹل میں موجود کپلز اور فیملیز کو دیکھ رہی تھی جو وہاں ڈنر انجوائے کرنے آئے تھے۔

"کیسی لگی یہ جگہ؟" نوفل نے رابیل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں اچھی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"یہاں کا کھانا بہت مزیدار ہے میں اپنے فرینڈز کے ساتھ اکثر ویک اینڈز پر ادھر ہی آتا ہوں۔" نوفل نے مزید بتایا۔

"اچھا۔" وہ مسکرادی۔

"لو دوستوں کا ذکر کیا اور وہ آگئے۔" نوفل نے اپنے دوستوں بابر' جمی' پرویز اور امجد وگلاس ڈور سے اندر داخل ہوتے دیکھا تو خوش ہوکر بتایا۔

"تم نے اپنے فرینڈز کو بھی ڈنر پر انوائٹ کیا ہے؟"

"ہاں۔"

"دس از ناٹ فیئر' ڈیڈی نے مجھے تمہارے ساتھ ڈنر کے لیے بھیجا تھا۔" رابیل کو اس کی یہ حرکت بری لگی تبھی ماتھے پہ شکن ڈال کر کہا۔

"ہاں تو تم میرے ساتھ ہی ڈنر پر آئی ہو' میرے دوست بھی ہمیں جوائن کرلیں گے تو کیا ہے' گھر پر تو ہو نہیں سکتی پارٹی' ممانے منع کردیا ہے تو میں نے سوچا کیوں نہ میں اپنے فرینڈز کو انوائٹ کردوں اور ہم سب مل کر پارٹی کریں۔" نوفل نے بے نیازی سے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔ اتنی دیر میں اس کے دوست ان کی ٹیبل کے قریب آ چکے تھے۔ رابیل کو اپنا آپ ان پانچ لڑکوں کے بیچ بہت ان کمفرٹ ایبل فیل ہو رہا تھا۔ وہ چاروں اسے سر سے پاؤں تک ایسے دیکھ رہے تھے جیسے پہلے کبھی کسی لڑکی کو دیکھا نہ ہو رابیل نے نیوی بلو ٹراؤزر پر ہلکے کام والا پر پل کرتا پہن رکھا تھا اور اسکارف سر پر سلیقے سے پہنا تھا کہ اس کا سر ڈھک گیا تھا۔ وہ چاروں لڑکے بھی نوفل کی طرح عجیب و غریب حلیے میں تھے۔ گھٹنوں سے پھٹی ہوئی جینز کی پینٹ پہنے کسی نے سلیولیس شرٹ پہن رکھی تھی کسی نے ٹی شرٹ اور کسی نے ہاف بازوؤں والی شرٹس چڑھا رکھی تھی۔ رابیل نے حیرت سے ان کا جائزہ لیتے ہوئے سوچا کہ یہ کس دنیا کی مخلوق ہیں۔

''یہ میری کزن ہیں رابیل فرام لندن۔'' نوفل نے رابیل سے ان چاروں کا تعارف کرانے کے بعد رابیل کا ان سے تعارف کروایا۔

''آپ سب اسی ملک کے باشندے ہیں ناں؟'' رابیل نے کمال معصومیت سے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''جی ...... کیا مطلب؟'' وہ چاروں ایک ساتھ بولے۔

''آئی مین یہ حلیہ وہاں لندن میں تو چیرٹی مانگنے والوں کا ہوتا ہے آئی مین بھیک مانگنے والوں کا۔''

''یار تیری کزن تو ہماری بے عزتی کر رہی ہے۔'' جمی نے نوفل سے کہا۔

''رابیل ...... ڈارلنگ! یہ فیشن ہے آج کل یہ سب بہت ان ہے۔'' نوفل نے وضاحت کی اسے بھی رابیل کا اس طرح سے اس کے دوستوں کے بارے میں کمنٹ کرنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔

''یار نوفل تیری کزن تو پوری آئٹم ہے قسم سے۔'' اور باقی دوستوں کی اس قسم کی رائے پر جہاں نوفل اترا رہا تھا وہاں رابیل غصے سے لال ہو رہی تھی ایسی باتیں تو کبھی اس نے لندن میں بھی کسی سے نہیں سنی تھیں۔ وہ لیے دیئے رہنے والی لڑکی تھی ہر کسی سے بے تکلف نہیں ہوتی تھی اس کے مما پاپا نے اس کی تربیت ہی ایسی کی تھی کہ وہ اپنی اقدار کا لحاظ رکھے۔

''نوفل تم یہ بکواس سن کر خوش ہو رہے ہو اپنی بہن کا تماشا بنوا کے اسے نمائش میں لگا کر اس کی خوب صورتی کی داد وصول کر رہے ہو۔ شرم آنی چاہیے تمہیں مجھ سے عمر میں تو چھوٹے ہو ہی مگر تمہارے کام بھی بہت چھوٹے اور گرے ہوئے ہیں۔'' رابیل نے غصے اور درشت لہجے میں کہا تو وہ بھی بھڑک اٹھا۔

''لسن یو آر ناٹ مائی سس۔''

''ہاں جب نگاہ میں شرم اور حیا باقی نہ رہے تو ہر لڑکی تم جیسوں کو آئٹم گرل ہی دکھائی دیتی ہے۔ چلو میں نہیں ہوں تمہاری سسٹر اگر ثمین ہوتی میری جگہ تب بھی تم اپنے فرینڈز کی یہ بکواس اسی فخر کے ساتھ سنتے اور مسکراتے رہتے؟''

''تم اگر مسلمان ہو شرم، حیا والے عزت والے ہو تو تم سب کی نظروں میں میرے لیے بھی عزت ہوتی احترام ہوتا مگر تمہیں تو ہر لڑکی آئٹم گرل دکھائی دیتی ہے تم میں سے بہن ہے کسی کی۔''

''ہاں ...... ہم سب کی ہیں؟''

''تو کیا تم اپنی بہنوں کو یہاں لاسکتے ہو اپنے دوستوں کے درمیان بٹھا کے اسی طرح خوش ہو سکتے ہو جیسے نوفل ہو رہا تھا جو کچھ تم نے میرے بارے میں کہا اگر وہی کچھ تمہارے دوست تمہارے منہ پر تمہاری بہن کے متعلق کہیں تو کیا کہو گے تم؟ تمہارا ردعمل کیا ہوگا اس وقت؟ کتنے خوش ہو گے تم بتاؤ؟''

''میں اس سالے کا منہ توڑ دوں گا جو میری بہن کے بارے میں ایسی بے ہودہ بکواس کرے گا۔'' امجد نے جذباتی پن سے کہا۔

''میں بھی۔'' جمی بولا۔

''میں منہ توڑنے کے ساتھ ساتھ دوستی بھی توڑ دوں گا۔''

"ہاں بالکل میں بھی ایسا ہی کروں گا۔" پرویز کی بات پر بابر نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"گڈ ویری گڈ۔" رابیل نے مسکراتے ہوئے تالی بجائی۔ "اس کا مطلب ہے کہ ابھی کچھ شرم لحاظ آپ لوگوں میں باقی ہے آنکھ بھکی ضرور ہے لیکن ابھی پوری طرح سے آنکھوں کا پانی مرا نہیں ہے جب آپ سب اپنی بہنوں کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں سن سکتے تو مجھے ایمان داری سے بتایئے کہ کیا آپ کو یہ زیب دیتا ہے کہ آپ اپنے دوست کی بہن کے بارے میں میرے بارے میں کسی کی بھی بہن بیٹی کے بارے میں ایسی بے ہودہ بات کریں ایسی رائے دیں جو آپ نے مجھے دیکھ کر دی کیا میں کسی کی بہن نہیں ہوں میری کوئی عزت نہیں ہے آپ کی نظر میں...... مجھے آپ لوگوں نے کیا سمجھا تھا کہ میں لندن سے آئی ہوں تو بے حیائی کا نمونہ ہوں گی؟ میرے بارے میں ایسا کیوں کہا آپ نے؟ آپ کے والدین نے آپ کو عورت کی کسی لڑکی کی عزت کرنا نہیں سکھایا کیا؟ آپ کی عمر اپنی تعلیم پر توجہ دینے کی ہے لڑکیوں پر توجہ دینے کی نہیں ہے آپ کو پہلے خود آئینہ دیکھنا چاہیے کہ آپ ہیں کیا؟ لڑکیوں کو بعد میں دیکھیے گا ابھی تو عمر پڑی ہے پہلے کچھ بن تو جائیں کسی قابل تو ہو جائیں اس بے تکے اور بے ڈھنگے حلیے کو اپنا کر اپنے ماں باپ کی دولت پر اترا کر آپ کون سا تیر مار رہے ہیں آپ کا اپنا کیا ہے اس میں؟ آپ نے ایسا کیا کارنامہ انجام دیا ہے کہ کوئی لڑکی آپ سے متاثر ہو جائے۔ میرے ملک کے نادان نوجوانو! میرے ناسمجھ بھائیوں! ہوش اور عقل کے ناخن لو ہر لڑکی کو دیکھ کر آوازیں کسنا کمنٹ پاس کرنا شریف اور اچھے لڑکوں کو زیب نہیں دیتا کیا سمجھے؟"

"ہم یہاں لیکچر سننے نہیں آئے تھے۔" پرویز نے منہ بنا کر کہا۔

"تو کیا کرنے آئے تھے؟" رابیل نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا امجد نے پرویز کو کہنی ماری نوفل خاصا شرمندہ اور خاموش بیٹھا تھا۔

"چھوڑ یار جانے دے۔" امجد نے پرویز کو خاموش کرایا۔

"سوری سسٹر ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے رئیلی ہمیں یہ باتیں پہلے کسی نے نہیں بتائیں۔" بابر نے سنجیدگی سے کہا۔

"بتاتا کون ہر لڑکی ان جیسی تو نہیں ہوتی کہ سمجھانے بیٹھ جائے۔ سارا قصور لڑکوں کا تو نہیں ہوتا سسٹر جب لڑکیاں بے پردہ پھرتی ہیں ہر طرح کا فیشن کر کے تو مردوں کی نظر کا پردہ آپ ہی اٹھ جاتا ہے۔ خیر آئندہ میں تو اپنی پوری توجہ اپنی ایجوکیشن پر دوں گا لڑکی کا جب ٹائم آئے گا تب دیکھا جائے گا۔" امجد نے سنجیدگی اور صاف گوئی سے کہا تو رابیل مسکرا دی۔

"نوفل تم اپنے فرینڈز کے ساتھ پارٹی انجوائے کرو اور مجھے کوئی ٹیکسی منگوا دو مجھے گھر جانا ہے۔" رابیل نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر نوفل کو دیکھتے ہوئے کہا اور باہر دروازے کی طرف بڑھ گئی تو نوفل تیزی سے اس کے پیچھے آیا۔

"آئی ایم سوری۔" نوفل نے رابیل کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے شرمندگی سے کہا مگر وہ خاموش گاڑی میں بیٹھی رہی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ......"

"اب تو اندازہ ہو گیا ہوگا نا سو بی کیئر فل ان فیوچر۔"

"یس۔" رابیل کے غصے اور اس کی باتوں نے نوفل کی ساری اکڑ نکال دی تھی آہستگی سے جواب دیا۔ دراصل اس میں نوفل کا بھی قصور نہیں تھا اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنی ماں نوشین کو باپ کے ساتھ بدتمیزی سے ہی پیش آتے دیکھا تھا۔ یہی بدتمیزی اور بے پروائی نوفل اور نگین میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ماں نے کبھی ان کے باپ کو اہمیت نہیں دی ان سے کبھی سیدھے منہ بات تک نہیں کی۔ انہیں محبت کے لائق نہیں سمجھا ان کا خیال نہیں رکھا تھا وہاب احمد نے ہمیشہ ان سب کی ضروریات کا خیال رکھا تھا انہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی پھر بھی نوشین کو ان سے شکایتیں ہی رہتی تھیں وہ

کبھی وہاب احمد سے خوش نہیں ہوئی تھیں اور نہ ہی وہاب احمد کو کوئی خوشی دی تھی۔ اولاد بھی قدرت نے قسمت میں لکھی تھی جوان کے درمیان ایک پل بن گئی تھی اور وہ بھی ماں کے نقش قدم پر چل رہی تھی۔ نوشین کی دیکھا دیکھی ہی تمکین بھی یونیورسٹی میں لڑکوں سے بے تکلفی سے ملتی تھی۔

جاوید کے ساتھ تو اس کا باقاعدہ افیئر چل رہا تھا۔ جاوید مڈل کلاس سے تعلق رکھتا تھا' مگر ہینڈسم ہونے کی وجہ سے تمکین کی نظر عنایت ومحبت اس پر جیسے ٹک سی گئی تھی۔ وہ اسے قیمتی تحائف بھی دے چکی تھی۔ مرد وخواتین دونوں ہی نوشین کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔ اور اکثر گھر بھی آتے رہتے تھے یہ بات وہاب احمد کو سخت ناپسند تھی۔ انہوں نے نوشین کو کوئی بار غیر مردوں کا جنہیں وہ اپنا دوست کہا کرتی تھیں انہیں گھر بلانے سے منع کیا تھا مگر وہ نوشین ہی کیا جوان کی بات مان لیتی' وہ تو ہر وہ کام کرتی تھی جس سے وہاب احمد کو تکلیف اور ذہنی اذیت پہنچتی تھی۔

تین سال سے وہاب احمد کا بزنس بھی خسارے میں جارہا تھا۔ فیکٹری قرض لے کر چل رہی تھی۔ امپورٹ ایکسپورٹ بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ بہت سے بینک لونز واجب الادا تھے۔ وہ دیوالیہ ہوگئے تھے ایسے میں بھی انہیں بیوی کی طرف سے تسلی تشفی اور حوصلے کی امید نہ تھی اور نہ ہی نوشین نے انہیں اس کڑے وقت میں سہارا دیا نہ حوصلہ دیا' الٹا ذہنی اذیت سے دوچار کیا۔ اس وقت تیمور حسن نے ہی وہاب احمد کو سہارا دیا' ان کا تو گھر بھی رہن رکھا گیا تھا' تیمور حسن نے اپنا گھر جو کے کرائے پر دیا ہوا تھا ڈیڑھ کینال کا شاندار بنگلہ تھا وہ انہوں نے وہاب احمد کو بنا کسی کرائے کے رہنے کو دے دیا تھا۔ مالی مدد بھی کی تھی جس سے وہ پھر سے اپنے بزنس کو کھڑا کرسکے تھے۔ وہاب احمد تیمور حسن کے بے حد ممنون اور احسان مند تھے۔

"وہاب لاج" میں گاڑی رکتے ہی رانیل گاڑی سے نیچے اتری اور تیزی سے اندر کی جانب بھاگی کہ سامنے سے آتے علی سے ٹکرا گئی۔ علی کو اس کے چہرے پر غصہ اور بےزاری صاف دکھائی دے رہے تھے۔ رانیل انہیں دیکھ کر سٹپٹا گئی۔

"اوہ سوری۔"

"اٹس او کے..... آر یو آل رائٹ؟"

"یس فائن۔" وہ جواب دے کر سائیڈ سے نکلنے لگی تھی کہ علی نے پوچھ لیا۔

"اتنی پریشان اور غصے میں کیوں ہو؟"

"ڈیڈی نے نوفل کے ساتھ ڈنر پر بھیجا تھا' بٹ نوفل نے اپنے فرینڈز کو بھی وہاں انوائیٹ کرلیا تھا۔ دے آر ناٹ گڈ گائز۔"

"ہوں..... تو ڈنر نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"چلو اکٹھے ڈنر کرتے ہیں مجھے بھی بہت بھوک لگ رہی ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا وہ اس کی کیفیت کو کسی حد تک سمجھ رہا تھا۔ اب نوفل کے دوستوں کا بھی اسے علم تھا کہ وہ کس مزاج کے ہیں۔

"آئندہ نوفل کے ساتھ اکیلی باہر مت جانا۔" علی نے کھانے کی ٹیبل پر رانیل کو ہدایت دی تو اس نے چونک کر اسے دیکھا وہ بھلا اس کی اتنی پروا کیوں کررہا تھا؟

"تم..... تم تو نوفل کے ساتھ ڈنر پر گئی تھیں پھر یہاں ڈنر کس لیے؟" اسی وقت نوشین باہر سے آئیں اور رانیل کو علی کے ساتھ ڈنر کرتے دیکھ کر تیز لہجے میں پوچھا تو وہ گھبرا گئی اور علی کو تکنے لگی۔

"انکل لی نوفل نے اپنے فرینڈز کو بھی انوائیٹ کرلیا تھا۔"

"تو یہ تو اچھی بات ہے وہ تمہارا خیال کررہا تھا' تمہارا دل بہلانے کو اس نے پارٹی کا ارینج کیا اور تم چھوڑ کر چلی آئیں۔ یہی مینرز سکھائے ہیں تمہیں تمہارے اماں باوا نے' میرے بیٹے کی انسلٹ کرکے اب تم یہاں مزے سے ڈنر اڑا رہی ہو۔ وہاں لندن میں کیا سات پردوں میں کھانا پینا کرتی تھیں۔ ہونہہ بڑی آئی پارسا۔" نوشین ناں اسٹاپ رانیل پر طنز وتضحیک کے تیر برسانے لگیں۔ وہ اندر تک سے چھلنی ہوگئی تھی۔ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ علی

بھی ششدر تھا کہ یہ نوشین ممانی کو ہوا کیا ہے جو ایک دن کی مہمان سے ایسا برتاؤ کررہی ہیں؟

"آنٹی! وہ لوگ بہت فضول گفتگو کررہے تھے آئی ایم سوری! بٹ نوفل کے فرینڈز بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم میرے بچے کے کریکٹر پرانگلی اٹھارہی ہو اس کے دوستوں کو برا کہہ رہی ہو گویا تم میری تربیت پرانگلی اٹھارہی ہو۔ میرا بیٹا آوارہ ہے جبھی اس نے برے دوست بنائے ہیں۔ یہی مطلب ہے ناتمہارا۔"

"نہیں آنٹی! میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔"

"ممانی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں پلیز ریلیکس اتنا غصہ آپ کی صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے آپ کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔ ریلیکس۔" علی نے آگے بڑھ کر نوشین کو شانوں سے تھام کر نرمی سے کہا۔

"علی بیٹا! تمہیں نہیں معلوم یہ کیسی لڑکی ہے اس کے ماں باپ نے اپنی بلا ہمارے سر منڈھ دی' تاکہ خود بدنامی سے بچے رہیں یہ یہاں آکے پارسائی کے ڈرامے کررہی ہے جیسے میں اسے جانتی نہیں ہوں۔" نوشین نے رابیل کے کردار کی دھجیاں بکھیر دی تھیں' رابیل صدمے سے گنگ کھڑی تھی۔

"آنٹی آپ میری مما کی بہن تو نہیں لگ رہیں آپ کو کسی نے یہ حق نہیں دیا کہ آپ میرے کردار پر کیچڑ اچھالیں' جھوٹ بول کر آپ کون سا ثواب کمارہی ہیں؟" رابیل نے ہمت کرکے کہا۔

"دیکھا تم نے علی! سنا کیسی زبان چلتی ہے اس کی' نگین نگین کہاں ہے؟" نوشین نے علی سے ہذیانی انداز میں کہا اور نگین کے کمرے کی طرف جانے لگی کہ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو۔" نوشین نے رک کر ریسیور اٹھایا۔

"السلام علیکم! جی یہ ارشاد صاحب کا نمبر ہے نا پلیز ان سے بات کرادیجیے میں طاہر بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے آواز آئی تو نوشین نے چور نظروں سے علی اور رابیل کو دیکھا اور دماغ میں ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے کوندا تھا۔

"سوری رانگ نمبر۔" نوشین نے یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور ماتھے پر شکن ڈال کر تیزی سے رابیل کی طرف آتے ہوئے بولیں۔

"ایک دن نہیں ہوا تمہیں یہاں آئے ہوئے اور تم نے اپنے آشنا کو میرے گھر کے فون نمبر بھی دے دیے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" رابیل پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ علی بھی لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ مائیکل کون ہے؟" نوشین نے جھوٹ بولا۔

"میں کسی مائیکل کو نہیں جانتی۔"

"اچھا! تو وہ تمہیں کیسے جانتا ہے؟ لندن سے کال کی تھی اس نے تم سے بات کرنے کے لیے میں نے کہہ دیا کہ رانگ نمبر ہے۔"

"میں کسی مائیکل کو نہیں جانتی تو اسے یہاں کا نمبر بھلا کیوں دوں گی؟ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" رابیل نے سنجیدگی سے کہا' اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ اڑ کر اپنے مما پاپا اور بھائی کے پاس پہنچ جائے' اس کا دل دکھ سے پھٹ رہا تھا۔

رابیل نے شاکی نظروں سے علی کی طرف دیکھا اور اپنی ہی نظروں میں شرمندہ اور چور سی بن گئی اور خاموشی سے اس کمرے میں چلی آئی جو اسے ٹھہرنے کے لیے دیا گیا تھا۔ علی نے اس کی پلیٹ کو دیکھا جہاں روٹی' سالن ویسا ہی رکھا تھا اور وہ خالی پیٹ ہی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ علی کی بھی بھوک مرگئی تھی۔ سو اس نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ جاتے جاتے علی کو نجانے کیا خیال آیا اس نے ٹیلی فون کے قریب جاکر سی ایل آئی پر نمبر چیک کیا' کچھ دیر پہلے آنے والی کال کا نمبر اور وقت دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ وہ کال تو لوکل تھی۔ اور پچھلے چار دن کی کالز میں کوئی بھی کال لندن کی نہیں تھی۔ علی گیسٹ روم کی طرف آتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ ممانی نے جھوٹ کیوں بولا؟ ممانی کو رابیل سے اتنی چڑ بلکہ نفرت کیوں ہے؟

وہ رابیل کے ساتھ اتنا نازیبا سلوک کیوں کررہی ہیں؟ آخر کیا راز ہے اس سارے کھیل کے پیچھے؟ وہ جوں جوں سوچتا جارہا تھا الجھتا چلا جارہا تھا۔

"نگین......" وہ لیپ ٹاپ پر جاوید سے چیٹنگ کررہی تھی نوشین کی آواز سن کر بڑبڑائی۔

"اف مام آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔"

"ڈرا تو تم مجھے رہی ہو اپنی بے پروائی سے۔"

"کیوں مام......کیا ہوا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا علی پر نظر رکھو اس کا خیال رکھا کرو اسے توجہ دو مگر تمہاری توجہ تو کہیں اور ہی مبذول ہے۔" نوشین نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مام وہ بہت ان رومینٹک آدمی ہے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا میری طرف' اب مجھ سے نہیں ہوتی مزید ایکٹنگ۔" نگین نے بے زاری سے کہا کیونکہ جب علی آیا تھا یہاں تب شروع دنوں میں وہ اس کے بہت آگے پیچھے پھرتی تھی' بہانے بہانے سے اس کے پاس جاتی اس سے بات کرنے کی' باہر لے جانے کی کوشش کرتی مگر سب بیکار......اسے تو شاید اپنے کام اور اپنے والدین کے نام کے علاوہ کچھ یاد ہی نہیں تھا اور نگین کو اس کے اس رویے سے اپنی بہت ہتک محسوس ہوئی تھی' اور وہ غصے میں آ کر اس سے اب کئی کئی دن بات بھی نہیں کرتی تھی۔

"چار دن ڈرامہ کرلو گی تو ساری زندگی عیش سے گزارو گی۔ اس کم بخت رابیل کو تو دیکھو نوفل کا ڈنر چھوڑ آئی اور علی کے ساتھ ڈنر کررہی تھی' میں نے بھی ایسا ہنگامہ کیا کہ ایک نوالہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترنے دیا موصوفہ کے۔" نوشین نے بڑے فاتحانہ انداز میں بتایا۔

"موم چھوڑیں رابیل کی ٹینشن مت لیں اس کی دال یہاں نہیں گلنے والی۔"

"میں گلنے دوں گی تب نا۔" اور وہ دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"اچھا میری بات غور سے سنو! رابیل کو علی کی نظر میں معتبر نہیں ہونے دینا' علی کی اپنی فیکٹری نے کام شروع کردیا ہے' بنگلہ بھی مکمل ہی سمجھو' علی سے اگر تمہاری شادی ہوگئی تو راج کرو گی۔ اس کے گھر میں ماں باپ کے علاوہ کوئی ہوگا بھی نہیں۔ دونوں بہنوں کی شادی ہوگئی ہے چھوٹا رضی تو اپنے نوفل کی عمر کا ہے' اس کا حصہ نہیں ہوگا علی کی پراپرٹی میں' لہٰذا علی کو رابیل سے بدگمان کردو اور خود اس کے دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرو۔ باقی ایمنہ آپا کو تو میں منٹوں میں کرلوں گی وہ علی کے لیے تمہیں خود ہی مانگ لیں گی۔"

نوشین کے سازشی دماغ نے جو پلاننگ کی تھی وہ نگین کو بتا رہی تھیں جبکہ نگین کی دلچسپی کچھ خاص نہیں تھی۔

"موم ٹھیک ہے علی گڈ لکنگ اور ڈیشنگ ہے مگر مغرور بہت ہے وہ مجھے پسند نہیں کرتا تو میں محض اس کی پراپرٹی کے لیے اس سے شادی کیوں کرلوں؟"

"یہ پسند' پیار کچھ نہیں ہوتا' وقتی ابال ہے سب ذرا حالات نے کروٹ بدلی' دل بھی بدل گیا اور پیسے کے بغیر پیار بھی آزار بن جاتا ہے' خالی پیٹ تو محبت کے خواب بھی نہیں آتے' سمجھو میری نادان بیٹی۔"

"مگر موم میں جاوید سے محبت کرتی ہوں۔"

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے بولی۔

"کچھا ہے' [illegible] کا ہی خیال کرلیا ہوتا' یہ مڈل کلاس کے لڑکے صرف محبت کے خواب ہی دکھا سکتے ہیں۔ پیار بھری باتیں اور تھرڈ کلاس رومانوی شاعری سنا سنا کر جملے بول بول کر تم جیسی امیر لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور سب کچھ لوٹ کر سی اور کو لوٹنے کے لیے نکل پڑتے ہیں۔"

"اف موم پلیز بس کریں' آپ تو بہت خوف ناک باتیں کررہی ہیں۔"

"یہ محض باتیں نہیں ہیں زندگی کی تلخ حقیقتیں ہیں۔ جنہیں تم جتنی جلدی سمجھ جاؤ اتنا ہی اچھا ہے اور فائدہ مند بھی۔" نوشین نے نہایت سنجیدگی سے اپنی بات ختم کی تھی' نگین نے گہرا سانس لبوں سے خارج کیا۔

❁ ❁ .... ❁ .... ❁ ❁

آج پہلی بار وہ اس قدر ٹوٹ کر بکھری تھی۔ آنسو جن

سے کبھی آشنائی نہ تھی دکھ جس سے کبھی دور کا واسطہ تک نہ تھا‘ ناقدری جس نے کبھی اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ آج وہ سب اس کے پورے وجود میں نوشین نے اتار دیئے تھے۔

"پاپا جانی یہ کہاں بھیج دیا آپ نے مجھے؟" وہ ہچکیاں لے کر رو رہی تھی اور اپنے پاپا سے سوال کر رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ جتنے نازو نعم میں وہ پلی بڑھی تھی‘ جتنی محبتوں کے حصار میں وہ ہنستی مسکراتی رہی تھی‘ اب تک یہاں آ کر اسے اتنی ہی تکلیفوں اور دکھوں سے آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

"جاوید‘ تم نہیں جانتے ماما میری شادی تم سے کبھی نہیں کریں گی ان کے خیال میں تم مجھے دے ہی کیا سکتے ہو‘ سوائے جھوٹی باتوں کے پیار کے۔" نگین لان میں ٹہلتے ہوئے موبائل پر جاوید سے بات کر رہی تھی۔ رابیل کے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی‘ اس کی آواز رابیل کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو لیکن ہم کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے۔" نگین کے لہجے میں پریشانی تھی۔ رابیل مسکرا دی۔

"ایسا تو نہ کہو نگین میں مر جاؤں گا۔" جاوید کے لہجے میں بے قراری تھی۔

"میں کون سا جی سکوں گی تمہارے بغیر‘ تم ہی بتاؤ کیا کروں میں؟"

"ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔" جاوید نے فوراً مشورہ دیا۔

"واٹ کورٹ میرج؟" نگین جس طرح حیرت سے چیخی تھی رابیل کو بھی اس کی بات سن کر دھچکا لگا تھا۔ وہ اتنا تو سمجھ رہی تھی کہ نگین کچھ غلط کرنے جا رہی ہے‘ سچا پیار کرنے والا عزت کرنے والا شخص کبھی بھی کسی لڑکی کو گھر والوں سے چوری چھپ کر شادی کرنے‘ کورٹ میرج کرنے کا مشورہ ہرگز نہیں دے سکتا تھا۔ جاوید ضرور اسے بے وقوف بنا رہا تھا۔

"ہاں نگی میری جان‘ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔" جاوید پیار سے سمجھا رہا تھا۔

"مگر یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ میرے ماں باپ کی عزت ڈوب جائے گی اور وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ پراپرٹی سے بھی عاق کر دیں گے۔"

"ارے جان! تم خوامخواہ کی ٹینشن پال رہی ہو‘ کچھ نہیں ہوگا جب وہ تمہیں میرے ساتھ خوش دیکھیں گے تو خود ہی ہمیں معاف کر کے گلے سے لگالیں گے ان کا غصہ بھی ٹھنڈا پڑ جائے گا۔" جاوید نے پیار سے سمجھایا۔

"اور تمہارے گھر والے۔"

"میرے گھر والے تو بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں کہ کب تم ان کے گھر میں دلہن بن کر آؤ اور کب ان کو تم پر اپنی محبتیں نچھاور کرنے کا موقع ملے خاص طور پر مجھے۔" وہ شرارت بھرے لہجے میں بولا تو وہ بلش ہو گئی۔

"ٹھیک ہے میں سوچ کر جواب دوں گی۔"

"او کے ڈارلنگ! ٹیک کیئر جلد بات ہو گی اور ہاں اپنی شادی کی شاپنگ بھی کر لینا۔ میں تو سیدھا مارکیٹ جا رہا ہوں۔ اپنے لیے کچھ نئے ڈریسز خریدنے۔" وہ شرارت سے بولا۔

"او کے بائے ڈارلنگ۔" نگین نے ہنس کر جواباً کہا اور موبائل آف کر دیا۔ رابیل کو دور سے ہی اس کے چہرے پر پھیلی حیا اور خوشی کی سرخی دکھائی دے رہی تھی۔ مگر نگین غلط کرنے جا رہی تھی اور اس غلطی کو کسی بھی صورت اسے روکنا تھا۔ مگر کیسے؟ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس سلسلے میں وہ کس سے بات کرے‘ گھر میں ایسا تو کوئی بھی نہیں تھا جو اس کی بات سنتا اور سمجھتا۔ نوشین‘ نگین اور نوفل سے تو بات کرنا گویا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا تھا۔ وہاب احمد سے ایسی بات وہ ایک لڑکی ہونے کے ناطے کر نہیں سکتی تھی اور کس سے کہتی کہ وہ نگین کو غلط اور انتہائی قدم اٹھانے سے باز رکھے وہ اپنی ہی نہیں اپنے ماں باپ کی عزت بھی مٹی میں ملانے جا رہی تھی۔ دو دن ہو گئے

تھے اور رابیل کا سوچ سوچ کر دماغ بھی تھک گیا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کیوں نہ علی سے بات کر کے دیکھے۔ شاید وہ کوئی مشورہ دے سکے۔ علی صبح نو بجے تک گھر سے فیکٹری کے لیے نکلتا تھا اور رات دس ساڑھے دس بجے تک گھر لوٹتا تھا' آج اتفاق سے وہ نو بجے ہی گھر آ گیا تھا۔ ڈنر کے بعد لاؤنج میں بیٹھا ریموٹ کنٹرول سے نیوز چینل بار بار بدل رہا تھا۔ ہر طرف ایک ہی خبر چل رہی تھی' بم دھماکے' ٹارگٹ کلنگ' بھتہ خوری جعلی دواؤں سے مریضوں کی اموات' رابیل تو یہ سب دیکھ اور سن کر بہت افسردہ اور خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"ہاں بھئی رابیل کیسا لگ رہا ہے اپنے وطن لوٹ کر؟" علی نے اسے خاموش بیٹھا دیکھ کر خود ہی پوچھ لیا۔

"بہت برا۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"کیوں؟"

"کیوں کا جواب آپ کے سامنے بھی ہے' آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ جیسے حالات ملک میں ہیں ویسے ہی گھر میں ہیں۔ یہ سب بہت تکلیف دہ ہے...... بھنا۔"

"ہاں سیلہ کہتی ہو اللہ اس ملک پر رحم فرمائے۔"

"آمین۔" رابیل نے کہا۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" رابیل نے ہمت کر کے کہا تو علی نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"مجھ سے...... ہاں کہو۔"

"مجھے تمکین آپی کے بارے میں بات کرنی ہے۔"

"تو تمہیں یا نوشین آنٹی سے بات کرو نا' تمکین کے بارے میں مجھ سے کیوں بات کرنی ہے؟" رابیل کو ان کے اس غیر سنجیدہ جواب سے اندازہ ہو گیا کہ وہ اس کی کسی بات میں انٹرسٹڈ نہیں ہیں اسے بہت برا محسوس ہوا' علی کا جواب اسے تپا ہی تو گیا تھا۔

"انسان اگر کسی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تو کم از کم مشورہ تو معقول دے سکتا ہے۔ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔" رابیل نے سپاٹ لہجے میں کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ علی الجھن آمیز نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔

✿✿......✿......✿✿

"السلام علیکم بیٹا جی!" کسی بزرگ خاتون کی آواز رابیل کی سماعت سے ٹکرائی تو اس نے فوراً ہی سر اٹھا کر دیکھا' سامنے پچپن برس کی بوا جی کھڑی تھیں۔ ہلکے بادامی رنگ کے شلوار قمیص اور سفید دوپٹے میں وہ بہت سوبر دکھائی دے رہی تھیں۔ گندمی رنگت' چہرے پر نرمی اور ممتا کی سی روشنی تھی۔ رابیل سے ان کا غائبانہ تعارف تو سنا تھا ہی فوراً ہی پہچان لیا تھا انہیں اور اسے ایک دم سے جیسے خوشی کا احساس ہوا تھا انہیں یوں سامنے پا کر۔

"وعلیکم السلام بوا جی آپ بوا جی ہیں ناں۔"

"ہاں میں بوا جی ہوں' میری بچی نے پہچان لیا مجھے جیتی رہو' کیسی ہے میری گڑیا رانی' تمہارے ماں باپ کیسے ہیں؟" بوا جی نے اسے اپنے گلے سے لگا کر اس کا ماتھا چوما۔

"سب ٹھیک ہیں آپ کیسی ہیں...... کہاں تھیں اب تک؟"

"میں گاؤں گئی ہوئی تھی اپنے بھائی کے گھر' رات دہاب میاں کا فون آیا کہ رابیل آئی ہے لندن سے اور بہت اکیلی اکیلی سی ہے یہاں آپ واپس آ جائیں اور میں آ گئی اور وہ مجھے نہ بھی بلاتے تو میں تو تمہارے آنے کا سن کر ہی دوڑی چلی آتی۔" بوا جی نے اس کے چاند چہرے کو ہاتھوں میں لے کر محبت سے کہا۔

بوا جی افشین اور نوشین کے میکے میں شروع سے ہی کام کرتی تھیں' نمازی پرہیزگار اور سراپا محبت تھیں' شہید کی بیوہ تھیں۔ سب ان کا بہت احترام کرتے تھے' افشین' نوشین' زاہد' عابد انہی کی گود میں پلے بڑھے تھے' ان کے سارے کام اور ان چاروں کو قرآن پاک پڑھانے کی ڈیوٹی پر مامور تھیں۔ فوج کی طرف سے پینشن انہیں مل رہی تھی' وہ اسی میں گزارہ کر رہی تھیں اور جو رقم انہیں افشین اور نوشین کے گھر یعنی ماجد ہاؤس سے ان کی خدمت کے عوض بطور اجرت ملا کرتی تھی وہ اس رقم کو اپنے غریب بھائی شاکر کو

گاؤں بھیج دیا کرتی تھیں۔ شاکر کے چھ بچے تھے وہ پرچون کی دکان کرتا تھا' اتنے بڑے کنبے کا گزارہ مشکل سے ہوتا تھا مگر بواجی کی تنخواہ سے وہ آسانی سے مہینہ گزار لیتے تھے۔ بواجی کو ان کے بھائی کے بچے بواجی کہتے تھے ان کی دیکھا دیکھی چھوٹے' بڑے سب نے انہیں بواجی کہنا شروع کردیا۔ بواجی کا اصل نام تو فاطمہ بی بی تھا۔

یاسمین ماجد اور ماجد حسین نے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔ تیمور حسن اور وہاب دونوں ہی خاندان کے لڑکے تھے' وہاب احمد یاسمین کے بھائی احمد بخش کے بیٹے تھے اور تیمور حسن ماجد حسین کے بھائی حسن کے بیٹے تھے۔ زاہد عابد کے بعد افشین کا نمبر تھا اور پھر نوشین کی۔ نوشین تیمور حسن کو بہت پسند کرتی تھی۔ تیمور کی پرسنالٹی ہی اتنی شاندار تھی کہ کوئی بھی لڑکی اس کے خواب دیکھ سکتی تھی مگر تیمور کو افشین اپنے دھیمے پن' ذہانت اور سلیقے کی وجہ سے شروع سے پسند تھی اور اللہ نے اسے شکل صورت بھی خوب دی تھی۔

خوب صورت تو نوشین بھی بہت تھی لیکن افشین کے برعکس نوشین بہت تیز طرار' منہ پھٹ اور ماڈرن لڑکی تھی' اسے سر پہ دوپٹہ اوڑھ کر سر جھکا کر بیٹھنا بالکل پسند نہیں تھا۔ وہ تو ہلہ گلہ کرکے' ہنگامہ کرکے خوش ہونے والوں میں سے تھی۔ نماز روزے سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ بواجی اور اباجی کی ڈانٹ سن کر بھی کبھار نماز پڑھ لیا کرتی۔ وہاب احمد کو نوشین بظاہر تو اچھی لگتی تھی مگر جب شادی کا وقت آیا تو ان کا نظر انتخاب بھی افشین ہی ٹھہری۔ خود وہاب احمد کی والدہ کی بھی خواہش تھی کہ افشین ان کی بہو بنے' مگر جوڑے تو آسمانوں پر طے ہوتے ہیں' افشین اور تیمور حسن کا ساتھ لکھا جاچکا تھا' لہٰذا ان دونوں کا رشتہ طے پاگیا۔

تیمور حسن کے گھر والے رشتہ لے کر آئے تو "ہاں" کردا کے ہی گئے۔ اسما' افشین اور مہ جبین بھی وہاں موجود تھے مگر ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں حسن اور جمیلہ بیگم افشین کو اپنے بیٹے تیمور کے لیے مانگنے آئے ہیں وہ تو اسے معمول کی گیدرنگ سمجھ کر آئے تھے۔ مگر اب جب انہوں نے رشتے کی بات کی تو انہیں مناسب نہ لگا کہ وہ بھی اب افشین کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگ کر پریشان کن صورت پیدا کریں۔ تبھی انہوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد نوشین کو اپنے وہاب احمد کے لیے مانگ لیا۔ ماجد حسین اور یاسمین کے لیے تو یہ دن بہت خوش گوار اور یادگار تھا کہ ان کی دونوں بیٹیوں کے لیے اتنے اچھے اور اپنے ہی گھروں کے لڑکوں کے رشتے آئے تھے۔ ہاں بھی کردی گئی تھی اور سب کو مٹھائی بھی کھلادی گئی۔ سبھی بہت خوش تھے' سوائے نوشین کے وہ تو جلے پیر کی بلی کی طرح پورے گھر میں پھر رہی تھی۔ تیمور حسن اس کے سامنے اس کی بہن کا شوہر بن کر دولہا بن کر آئے گا اس خیال سے ہی نوشین کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے۔

"مجھے یہ شادی نہیں کرنی کہہ دیجیے امی ابا سے۔" نوشین نے بواجی سے بہت' جھیلے لہجے میں کہا' افشین نے پریشانی کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔

"آہستہ بولو نوشین بٹیا کوئی سنے گا تو کیا کہے گا؟" بوا جی نے اسے نرمی سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"نوشین' کیا کمی ہے وہاب میں' وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔" افشین نے بھی سمجھانا چاہا تو وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"اچھا! اگر وہ اتنا ہی اچھا ہے تو تم کرلو وہاب سے شادی میں تیمور سے شادی کرلیتی ہوں۔"

"شٹ اپ! تیمور اب میرے منگیتر ہیں' میں کیوں کروں وہاب سے شادی' ہمارے ماں باپ نے جو بھی فیصلہ کیا ہے ہمارے لیے وہی بہتر ہے۔" افشین نے تیزی سے کہا تو وہ تلخی سے بولی۔

"ہاں تمہیں تو بہتر لگے گا ہی' کیونکہ تمہیں تمہاری محبت جو مل رہی ہے اگر میں کہوں کہ تم تیمور سے میری شادی ہونے دو' وہاب سے تم شادی کرلو تو کیا تب بھی تمہیں یہ فیصلہ بہتر لگے گا بولو؟"

"نوشی بیٹی' اپنے نصیب پر راضی ہونا سیکھو' رشتے تو آسمانوں پر طے ہوتے ہیں۔" بواجی نے افشین کو بے بسی سے خاموش دیکھا تو اسے پیار سے سمجھانے لگیں۔

"یہ رشتے اس گھر کی ڈرائنگ روم میں طے ہوئے

ہیں اور میں راضی نہیں ہوں اس رشتے سے اور نہ ہی یہ رشتہ مجھے کبھی کوئی خوشی دے سکتا ہے۔ اگر میری شادی وہاب احمد سے کی گئی تو یاد رکھیے گا میں جینا حرام کردوں گی سب کا اور افشین تم...... تیمور سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ......"

"نوشین......" یاسمین بیگم جانے کب آئی تھیں اس کی اس بات پر ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا تھا۔

"تم اس قدر خود غرض اور بدتمیز ہوسکتی ہو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" یاسمین نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"تو اب سوچ لیں مجھے تیمور سے شادی کرنی ہے۔"

"خاموش ہو جاؤ نوشین ہم رشتے طے کرچکے ہیں اور تم اگر تیمور سے شادی کر بھی لوگی نا تب بھی تمہیں اس کی محبت کو ترسنا پڑے گا کیونکہ تیمور تم سے نہیں افشین سے محبت کرتا ہے تم تیمور سے شادی کی بات کرکے ہمارا ہی نہیں اپنا بھی تماشا بنواؤ گی خاندان بھر میں سب تھو تھو کریں گے تم پر اور تمہاری اس بے حیائی پر۔ بوا جی سمجھا دیں اسے یہ اپنے ماتھے پر ذلت اور رسوائی کا کلنک لگانے سے اپنی بہن سے اس کی محبت اور خوشی چھین کر کبھی سکون سے نہیں جی سکے گی۔" یاسمین بیگم نے غصے سے پہلے نوشین کو لتاڑا پھر بوا جی کو ہدایت کی اور نوشین پر ایک نگاہ ملامت ڈال کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔ پھر بوا جی نے نوشین کو بہت سمجھایا' نوشین نے بھی دل میں تہیہ کرلیا کہ وہ وہاب احمد کو کبھی پیار نہیں دے گی کیونکہ اس نے بھی پہلے افشین کا ہاتھ مانگا تھا۔ افشین کی بات طے ہونے پر نوشین کے لیے اس کے گھر والوں نے بات کرلی تھی۔ اور یہ بھی کہ وہ افشین کو بھی تیمور کے ساتھ کبھی خوش نہیں رہنے دے گی۔ انتقام اور غصے کی آگ میں جلتے جلتے نوشین نے وہاب احمد سے شادی تو کرلی تھی مگر ۲۰ سال گزر جانے کے باوجود وہ وہاب احمد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے سکی تھی۔ حالانکہ وہاب احمد نے ایک اچھے شوہر ہونے کی ہر ذمے داری نبھائی تھی۔ ہر حق دیانت داری سے ادا کیا تھا۔ افشین اور نوشین کی شادی ایک ساتھ ایک ہی دن ہوئی تھی۔ ان کی پہلی اولاد میں دو ماہ کا فرق تھا۔ افشین کو اللہ نے پہلی اولاد بیٹا دیا تھا' اور نوشین کو بیٹی سے نوازا تھا۔ نوشین کو اس پر بھی آگ لگ گئی تھی کہ افشین کے پہلی اولاد بیٹا کیوں ہوا اور اس کے ہاں بیٹی کیوں پیدا ہوئی۔ دو سال بعد افشین کے ہاں بیٹی رائبل پیدا ہوئی اور نوشین کو اللہ نے اس بار بیٹا دیا تھا جس کا نام انہوں نے ذوالنون رکھا تھا۔ بیٹے کی پیدائش پر تو نوشین کے پاؤں ہی زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ پھر ۲ سال بعد نوفل پیدا ہوا تو نوشین کی گردن مزید اکڑ گئی کہ وہ دو بیٹوں کی ماں ہے اور افشین صرف ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی ماں ہے۔ تیمور نے لندن کے ویزے کے لیے کافی عرصے سے اپلائی کیا ہوا تھا' اس کا فیملی ویزا لگ گیا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ لندن روانہ ہوگیا اور اپنے والد کی گارمنٹ فیکٹری کا کام وہاں بیٹھ کر مزید وسیع کیا۔ آفس بنایا اور اپنی تعلیمی قابلیت کے مطابق وہاں ملازمت بھی کی۔ ذوالنون کو تعلیمی ویزے پر انہوں نے اپنے پاس بلالیا تھا۔ نوشین نے پہلے تو بہت مخالفت کی مگر پھر کچھ سوچ کر اسے جانے دیا۔ ذوالنون او لیول کرنے کے بعد واپس پاکستان آگیا اسے آرمی کالج میں پڑھنے کا بہت شوق تھا' اس لیے وہاب احمد نے آرمی میڈیکل کالج اسلام آباد میں اس کا ایڈمیشن کروا دیا۔ وہ خود بھی چاہتے تھے کہ ذوالنون نوشین کے زیر سایہ نہ رہے ورنہ وہ بھی تمکین اور نوفل کی طرح بگڑ جائے گا۔ افشین اور تیمور حسن نے جس طرح اس کی دیکھ بھال اور تربیت کی تھی اس کا اثر زائل ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے وہ' لہٰذا انہوں نے ذوالنون کو فل سپورٹ کیا اور ذوالنون سے ان کی دوستی اور محبت بھی بہت زیادہ تھی۔

رائبل کے آنے سے نوشین کے غصے اور بدلے کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ پرانے زخم پھر سے تازہ ہوگئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ رائبل کو ہر لحہ آزمائش میں ڈال رہی تھیں۔ اسے بے عزت کررہی تھیں۔ دراصل وہ رائبل کو دکھ دے کر تیمور اور افشین کو دکھ دینا چاہتی تھی۔

❁❁......❁......❁❁

"تمکین آپی' کیا میں آپ کے ساتھ آپ کی یونیورسٹی چل سکتی ہوں؟" رائبل نے ناشتے کی میز پر

نگین سے پوچھا۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ کی یونیورسٹی کیسی ہے میں یہاں کی فوٹو گرافس لینا چاہتی ہوں واپس جا کر نبیل بھائی کو دکھاؤں گی اور آپ مجھے اپنی فرینڈز سے نہیں ملوائیں گی کیا؟ اور آئی ایم شیور آپ اپنی فرینڈز میں سب سے زیادہ پریٹی ہوں گی۔" رابیل نے بہت نرمی سے طریقے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" نگین نے اتراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میں تیار ہو جاؤں۔" رابیل نے پرجوش ہو کر پوچھا۔

"ٹھیک ہے مگر جلدی۔" اس نے جلدی سے جوس ختم کیا اور تیار ہونے کے لیے دوڑی۔

"واؤ اٹس رئیلی گریٹ' کیا شاندار عمارت ہے۔" رابیل نے یونیورسٹی کی عمارت کو دیکھتے ہوئے سراہا۔

"آؤ میں تمہیں اپنی فرینڈز سے ملواؤں۔" نگین یہ کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایسے لے گئی جیسے وہ چار پانچ سال کی بچی ہو اور جیسے رش میں کھو جانے کا ڈر ہو۔

"ہیلو نگی۔" زرین اور مبشرہ نے اسے اور رابیل کو دیکھتے ہی کہا جواباً اس نے بھی "ہیلو" کہا اور ساتھ ہی رابیل کا تعارف کرایا۔

"میٹ مائی کزن رابیل فرام لندن۔"

"ہائے رابیل' نائس نیم۔" زرین نے مصافحے کے لیے مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"السلام علیکم۔" رابیل نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے سلام کیا تو ان دونوں کو حیرت بھی ہوئی اور شرمندگی بھی کہ انہیں بھی سلام کرنا چاہیے تھا۔ وہ پردیس میں رہ کر اپنے ملک کے مذہب کے طور طریقے پر عمل کر رہی تھی اور وہ انگریزی کی زبان بول رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام نائس ٹو میٹ یو۔" مبشرہ نے خوش دلی سے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"سیم ہیئر۔" رابیل نے بھی اخلاقاً کہا۔

"زرین' تم لوگ رابیل کو یونیورسٹی دکھاؤ میں ابھی آتی ہوں۔" نگین نے ان دونوں سے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ رابیل اصل میں نگین اور جاوید کے بارے میں ہی کچھ دیکھنے اور سمجھنے آئی تھی' اسے جاوید کو دیکھنا تھا کہ وہ کیسا ہے؟

"نگین آپی کہاں گئیں؟" رابیل نے ان دونوں سے پوچھا۔

"اپنے بوائے فرینڈ سے ملنے گئی ہے۔" مبشرہ نے

سچ جو دل کو بھا جائے

⌘ غلطی ماننے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر مت کیجیے کیونکہ سفر جتنا طویل ہوتا جائے واپسی اتنی ہی دشوار ہوتی ہے۔

⌘ شکر ادا کرتے رہو اس رب کا جو برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا مگر اوقات سے زیادہ سکھ دیتا ہے۔

⌘ زمانہ برے لوگوں کی برائی کی وجہ سے خراب نہیں ہوتا بلکہ اچھے لوگوں کی خاموشی کی وجہ سے خراب ہو جاتا ہے۔

⌘ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ پریشانیوں میں گھبرا ہونے کے باوجود ہمت اور حوصلے سے آگے بڑھا جائے۔

⌘ موت کی طرح جدائی بھی محبوب کی یاد کو دھندلا دیتی ہے اور ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وقت نے بیچ میں کیسی کیسی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔

⌘ ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اللہ کی ایک نہیں مانتے۔

⌘ ہر حال میں رب کا شکر ادا کرتے رہو بے شک خالق کائنات وہ جانتا ہے جو ہم نہیں جانتے۔

⌘ ہماری ہر آزمائش کے پیچھے ہماری بھلائی پوشیدہ ہے کہ ہر آزمائش انسان کو کندن بناتی ہے اور نکھار پیدا کرتی ہے۔

⌘ ناکامی جرم نہیں' مقصد کا پست ہونا جرم ہے۔

مسز سائرہ دل پازیر ...... بورے والہ

ہنس کر ٹال دیا۔

"تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟" زرین نے سوال کیا۔

"نہیں تو۔"

"رئیلی' تعجب ہے۔" زرین نے حیرت سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم جہاں کہیں بھی چلے جائیں' دنیا کے کسی بھی خطے' کسی بھی سرزمین پر' کسی بھی ملک میں بس جائیں' ہمیں اپنی اقدار کو اپنی جڑوں کو اور اپنے کلچر کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے یہ مجھے میرے مما پاپا نے بتایا اور سکھایا ہے اور یہ جاوید کون ہے؟" رابیل نے زرین سے پوچھا۔

"ہائیں تم نے اس خبیث کو کہاں دیکھ لیا؟" زرین نے حیرانگی سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"دیکھا تو نہیں ہے مگر سنا ہے نگی آپی اور اس کے بیچ کچھ ہے کیا؟"

"بکواس ہے یہ سب' دھوکا' جھوٹ' فراڈ ہے۔" زرین نے برا سامنہ بنا کر تلخی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"رابیل تم اگر اپنی اس بے وقوف کزن کو کنویں میں گرنے سے بچا سکتی ہو تو بچالو وہ جاوید اول درجے کا فلرٹ ہے۔ بیسیوں لڑکیوں کو محبت کا فریب دے کے لوٹ چکا ہے اس کا تو کام ہی یہ ہے نگی جیسی بے وقوف دولت مند لڑکیوں کو اپنے دام الفت میں پھنسانا' شادی کا جھانسہ دے کر لوٹ لینا۔" زرین نے جو کچھ بتایا تھا وہ رابیل کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھا۔

"او مائی گاڈ! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔"

"آپ میری ہیلپ کریں گی نگی آپی کے سلسلے میں؟"

"ہاں کیوں نہیں نگی میری دوست ہے اور میں نہیں چاہتی کہ وہ ایک گھٹیا آدمی کے پیچھے اپنی لائف برباد کرلے۔"

"تو آپ میرے کیمرہ میں نگی آپی اور جاوید کی تصویر کھینچ دیں کسی طرح اور نگی آپی کے اپنے موبائل میں بھی۔"

"نو پرابلم مائی ڈیئر' یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے آج ہی کھینچ دوں گی بلکہ ابھی کھینچ دیتی ہوں انہیں پتا بھی نہیں چلے گا مجھے پتا ہے یہ رومیو جیولیٹ کی جوڑی اس وقت کہاں تشریف فرما ہوگی۔" زرین نے چٹکی بجا کر کہا۔

"تھینک یو زری آپی۔" رابیل بچوں کی طرح خوش ہوتی ہوئی اس کے گلے سے لگ گئی تو وہ ہنس پڑی اور اس کی کمر تھپکتے ہوئے بولی۔

"جاوید نے بہت سی لڑکیوں سے زیورات اور رقم لوٹی ہے' محبت کا فریب دے کر' ایک رات میں سب کچھ لوٹ کے بھاگ جاتا ہے۔" زرین نے مزید تفصیل بتائی۔

"تو پولیس اسے اریسٹ کیوں نہیں کرتی کسی نے اس کی کمپلین نہیں کی کیا؟"

"کون کرے گا کمپلین؟" زرین نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لڑکیاں اور ان کے گھر والے اپنی بدنامی کے ڈر سے خاموش ہوجاتے ہیں اسی لیے یہ دیدہ دلیری سے شکار کرتا ہے۔"

"اف یہ تو بہت برا آدمی ہے۔ نگی آپی کو ہمیں ہر حال میں اس شخص سے بچانا ہے۔" رابیل نے سہم کر کہا۔

"ان شاء اللہ ہم نگی کو بچالیں گے تم اپنا سیل نمبر مجھے دے دو اور میرا سیل نمبر اپنے موبائل میں فیڈ کرلو بوقت ضرورت کام آئے گا۔" زرین نے اپنا موبائل نکالا اور دونوں نے ایک دوسرے کے نمبرز سیو کرلیے۔

رابیل نے بوا جی کو اعتماد میں لے کر نگین اور جاوید کے افیئر کے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا اور زرین کے والد جمشید صاحب آئی جی پولیس تھے' زرین نے وقت پڑنے پر ان سے مدد لینے کا بھی سوچ رکھا تھا۔ رابیل اور زرین کی دو دن میں اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی تھی۔ رابیل نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے موبائل میں کسی نئی سم کے ساتھ نگین اور جاوید کی گفتگو ریکارڈ کرلے تاکہ ان کی آئندہ حکمت عملی کا پتا چل سکے۔ نگین اور جاوید میٹنگ کی طرف

جارہے تھے تبھی زرین نے نگین کو روک لیا۔
"نگی رکو یار کہاں جارہی ہو؟"
"چائے، برگر کا موڈ ہو رہا ہے تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔" نگین نے اس کی بات کا جواب دینے کے ساتھ ہی اسے بھی آنے کی پیشکش کی۔
"نہیں یار! مجھے ڈرامیٹک سوسائٹی کی انچارج مسز حشمت نے بلایا اینڈ یو نو کہ وہ ایک گھنٹے سے پہلے جان نہیں چھوڑتیں، تم میری یہ چیزیں سنبھالو تب تک، گم نہ کردینا میں ذرا مسز حشمت کی کلاس اٹینڈ کرآؤں۔"
"او کے بیسٹ آف لک۔" نگین نے اس کا موبائل اور بکس پکڑتے ہوئے ہنس کر کہا۔
رانیل کی ہدایت کے مطابق زرین نے اپنے موبائل میں ریکارڈنگ سسٹم آن کردیا تھا۔ موبائل کور میں تھا مگر ریکارڈنگ ہوسکتی تھی۔ نگین اور جاوید نے کینٹین پہنچ کر چائے اور برگر منگوائے۔
"ہاں تو ڈارلنگ، کیا سوچا ہے تم نے؟" جاوید نے اس کی براؤن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔
"امی نہیں مانیں گی جاوید۔"
"گھر سے بھاگنے کے لیے۔" وہ مذاق سے بولا۔
"جاوید تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔" نگین نے خفگی سے گھورا۔
"سوری جان! تم بھی تو احمقانہ بات کررہی ہو، یہ بات طے ہے کہ تمہارے پیرنٹس ہماری شادی کے لیے کبھی راضی نہیں ہوں گے تو اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو بس یہی ایک راستہ ہے کہ ہم بھاگ کر شادی کرلیں بعد میں ہم ان سے معافی مانگ لیں گے پھر بے شک وہ تمہیں اپنے گھر سے رخصت کردیں۔" جاوید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ برگر کھاتے ہوئے بولی۔
"ہوں ٹھیک ہے مگر کب؟ اور گھر والے مجھے گھر میں نہ پاکر پریشان ہوں گے، میری تلاش میں نکلیں گے تب ڈیڈی کو بہت دکھ ہوگا جاوید۔"
"تو تم کوئی بہانہ بنادو دو تین دن کے لیے ہم ساتھ تو

کرپشن بریک

پولیس...... یہ پیٹ مانے اور
چور...... صفائی کرے ذرا ہمت کے
ڈاکو...... سر اٹھا کے جیو
محکمہ صحت...... خالص ہو سب کچھ ہے
ڈاکٹر...... شاید زندگی شاید موت
صدر...... جیسے چاہو جیو
اینٹی کرپشن...... یہی تو ہے دوغلا پن
اسمبلی...... چھوڑو گرما گرمی رہو کول یار
سیاستدان...... روپیہ کھایا، پیا، ہضم کیا
راشی افسر...... کھاؤں گا نہیں تو بڑا کیسے ہوں گا
صحافی...... نام ہی کافی ہے
جواری...... یہی تو زندگی ہے
شوہر...... پٹائی سے طبیعت صاف چہرہ شاداب
رمشاء عظمت، صدف مختار...... بوسال مصور

رہیں گے ناں کورٹ میرج کے بعد۔"
"میں اسٹڈی ٹور کا بہانہ بنادیتی ہوں کیسا ہے؟" نگین اپنے ہی خیال پر خوشی سے مسکراتے ہوئے بولی۔
"ہاں یہ اچھا رہے گا کیونکہ اسٹڈی ٹور تو ایک ہفتے کا ہوتا ہے۔ بس یہی ٹھیک ہے۔ بس تم اپنے زیور کپڑے ساتھ لے آنا میں تمہیں دلہن بنا دیکھنا چاہوں گا کورٹ میرج کے بعد اور ہم شادی اسلام آباد جاکر کریں گے وہاں میرا ایک دوست ہے وہ سارا انتظام کردے گا۔" جاوید نے سوچی سمجھی پلاننگ سے اسے آگاہ کیا۔
"مگر ہم کورٹ میرج تو یہاں بھی کرسکتے ہیں اور کہیں جانا بھی نہ پڑے، ہم روز ملتے تو ہیں یہاں۔" نگین نے ٹھنڈا اور کچھ پریشانی سے کہا تو وہ افسردگی سے بولا۔
"نگین بے بی، مائی ڈارلنگ تم شاید خوف زدہ ہورہی ہو گر تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو ہم یہ بات یہیں ختم کردیتے ہیں، تمہیں بھی لڑکے مل جائیں گے شادی کے لیے اور لڑکیوں کی کمی تو میرے لیے بھی نہیں ہے۔ بس یہ دکھ ساری عمر رہے گا کہ جسے چاہا اسے پا نہ سکا شریک

زندگی نہ بنا سکا۔"

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا' ہم کل ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں' مجھے کسی اور سے شادی نہیں کرنی' میں کل ہی اپنا سامان لے کر آجاؤں گی۔ تم بکنگ کروالو۔" نگین نے فوراً دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنا فیصلہ سنادیا۔

"یہ ہوئی نا بات نگین' ڈی ڈیئر' آئی لو یو سوچ۔" جاوید نے فرط جذبات سے مغلوب ہوکر اس کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"جی......" بشریٰ کی آواز پر نگین اٹھ کر اس کی بات سننے چلی گئی تو جاوید نے اپنے موبائل پر مسلسل آتی کال اٹینڈ کی۔

"ہائے میری جان' سوری ڈارلنگ' میں میٹنگ میں پھنس گیا تھا' سوری رمنا ڈیئر' ہم رات کو مل رہے ہیں ناں۔" جاوید بہت پیار دلار سے بات کررہا تھا' دوسری جانب اس کی گرل فرینڈ رمنا تھی' جسے وہ اپنی محبت کے جال میں پھنسا چکا تھا۔

"پی سی میں بکنگ ہے آج رات کی اور اگلے ہفتے ہم اسلام آباد مری کی سیر کو نکلیں گے۔" وہ کہہ رہا تھا اور اس کی یہ باتیں زرین کا موبائل اپنی میموری میں ریکارڈ کررہا تھا۔

❁❁......❁......❁❁

"ماشاءاللہ آج تو ڈنر پر پوری فیملی موجود ہے' خیریت ہے نا؟" وہاب احمد نے رات کو کھانے کی میز پر سب کو دیکھتے ہوئے کہا جہاں علی کے سوا سبھی موجود تھے۔

"اکچولی ڈیڈی' مجھے اسٹڈی ٹور پر جانا ہے یونیورسٹی کی طرف سے آپ کی اجازت چاہیے تھی۔"

"کتنے دن کا ٹور ہے؟" وہاب احمد نے نگین کے چہرے کو دیکھا جو انہیں کچھ گھبرائی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ ہاتھ میں چمچ تھا مگر ہاتھ کانپ رہا تھا۔

"ایک ہفتے کا۔" اس کی زبان سے پھسلا۔

"تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی بیٹا تم گھر پر آرام کرو۔"

"جانے دیں نا جائے گی تو طبیعت بھی بہل جائے گی۔" نوشین نے بھی اس کی حمایت کی تو وہ فوراً بولی۔

"جی ڈیڈی' میری سب فرینڈز جارہی ہیں' ہم خوب انجوائے کریں گے' اسلام آباد سے مری' سوات اور ہنزہ ویلی' اف ڈیڈی مجھے تو سوچ کر ہی اتنی ایکسائیٹ منٹ ہورہی ہے۔ وہاں جاکر کتنا مزہ آئے گا۔ جانے دیں ناں پلیز۔"

"ایک تو مجھے ان یونیورسٹی والوں کی سمجھ نہیں آتی اسٹڈی ہوتی نہیں ہے اور اسٹڈی ٹور پر سیر کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے چلی جانا مگر دھیان سے رہنا' اور مجھ سے رابطے میں رہنا' گرم کپڑے رکھ لینا' اور کچھ رقم اپنی ماں سے لے لینا' پیسوں کی ضرورت وہاں پڑتی رہے گی۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا تو وہ خوش ہوکر بولی۔

"تھینک یو ڈیڈی' تھینک یو سوچ۔"

❁❁......❁......❁❁

نگین اپنا سامان پیک کررہی تھی' اپنے اور نوشین کے تمام سونے کے زیورات اس نے ایک بیگ میں رکھ لیے تھے۔ وہاب احمد کی الماری سے دو لاکھ کیش وہ پہلے ہی نکال چکی تھی' جو انہوں نے بینک بند ہوجانے کے باعث گھر میں رکھ لیے تھے تاکہ پیر کو آفس جاتے وقت ساتھ لے جائیں اور بینک میں جمع کرادیں۔ نگین اپنے ڈریسز رکھ رہی تھی کہ رابیل اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر اندر چلی آئی۔ نگین اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا رقم کا لفافہ نیچے گر گیا اور نوٹ لفافے کے منہ سے جھانکنے لگے۔ جنہیں جس سرعت کے ساتھ نگین نے لفافے میں واپس ڈالا تھا' رابیل نے اسی تیز نگاہی سے دیکھ لیا تھا کہ لفافے میں خاصی کثیر رقم ہے۔

"تم اس وقت کیا بات ہے؟" نگین نے رقم کا خاکی لفافہ اپنے بیگ میں رکھتے ہوئے اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"مجھے نیند نہیں آرہی تھی میں بوریت محسوس کررہی تھی

سوچا آپ کے پاس جا کر کچھ دیر گپ شپ کرلوں۔"
رابیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو تم ٹی وی دیکھ لو میں تو پیکنگ میں مصروف ہوں۔"

"کل شام کو جائیں گی نا آپ۔"

"ہاں۔"

"میں نے سنا ہے کہ مری' سوات اور ہنزہ ویلی میں تو لوگ شادی کے بعد ہنی مون منانے جاتے ہیں۔ از اٹ ٹرو؟"

"ہوں' جاتے تو ہیں یہاں لوگ چھٹیاں گزارنے کے لیے اپنی فیملیز کے ساتھ بھی جاتے ہیں۔ فیملی اور فرینڈز کے ساتھ خوب مزا آتا ہے' ہمیں ذوالنون لے کر گیا تھا پچھلے سال سمر ویکیشنز میں نوفل اور ڈیڈی بھی ساتھ تھے۔ ماما نہیں گئی تھیں۔ گئے تو ہم تین دن کے لیے تھے مگر بہت انجوائے کیا تھا۔ ہم سب نے' ذوالنون کو بہت شوق ہے فیملی کے ساتھ رہنے کا' آؤٹنگ پر جانے کا' گپیں لگانے کا' شاید وہ ہم سے زیادہ عرصے دور رہا ہے نا تو اسی لیے وہ ہمیں مس کرتا ہے' بہت کیئرنگ بھائی ہے میرا۔" نگین نجانے کیوں خود بخود بتاتی چلی گئی شاید جا رہی تھی اس خیال سے یا پھر اسے کوئی چاہیے تھا اپنی باتیں شیئر کرنے کے لیے۔

"اور نوفل۔"

"نوفل تو میرے جیسا ہی ہے۔" وہ پھیکی سی ہنسی میں افسردہ سی لگی تھی۔

"اور آپ کس کے جیسی ہیں؟"

"میں......" نگین نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ دیکھا۔ "میں وہی ہوں جو ماما ہیں سنا ہے بیٹیاں اپنی ماں کا عکس ہوتی ہیں۔"

"آپ اپنی ماں سے زیادہ پیاری اور حساس ہیں۔" رابیل ایک دم سے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی اسے گرم جوشی سے بھینچا اور اس کے گال پر بوسہ دے کر مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ نگین جیسے اس کے اس پیار پر ساکت سی کھڑی رہ گئی تھی۔

❁❁......❁......❁❁

روگ

ساتھ چلنے والے جب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں وقت تھم نہیں جاتا' کوئی مر نہیں جاتا' کوئی مر بھی جائے تو زندگی نہیں رکتی۔ راستوں کو چلنا ہے راستے تو چلتے ہیں۔ یار دوست ملتے ہیں' زخم ایسے سلتے ہیں بس عمر کٹ ہی جاتی ہے۔ کچھ مسافروں کو بس منزلیں نہیں ملتیں۔ نہ جانے کیوں بچھڑ جاتے ہیں وہ لوگ جن کی یادیں بن جاتی ہیں عمر بھر کا روگ۔

عائشہ سلیم......اورنگی ٹاؤن کراچی

علی کو آتے دیکھ کر نوشین نے فوراً ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور اونچی آواز میں بولنے لگی۔

"دس از رانگ نمبر مسٹر ڈونٹ کال می اگین۔"

"ہزار بار کہہ چکی ہوں۔ یہاں کوئی رابیل نہیں رہتی مگر مجال ہے جو ان گوروں... کم بختوں کے کان پر جوں تک رینگتی ہو دن میں چھ دفعہ فون کریں گے۔ رابیل سے بات کرا دو' میں ان کی نوکرانی ہوں جو اس میم صاحبہ کو بلاتی پھروں۔"

"کیا ہوا ممانی' اتنا غصہ کیوں کر رہی ہیں؟" علی حسب توقع ان کی باتیں سن چکا تھا ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"ارے بیٹا غصہ نہ کروں تو کیا کروں؟ کبھی کسی جان کا فون آ رہا ہے' کبھی مائیکل کا تو کبھی کرس کا' رابیل کے لیے دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے اس لڑکی کی حرکتوں نے تو مجھے' دیکھنے میں کتنی معصوم اور بھولی بھالی ہے اور کام دیکھو اس کے پتا نہیں کتنے بوائے فرینڈ ہیں میم کے۔" نوشین نے تاسف زدہ لہجے میں کہا تو علی نے نرمی سے کہا۔

"تو آپ رابیل سے کہیے کہ وہ اپنے دوستوں کو اپنے موبائل سے کال کر کے اپنا موبائل نمبر دے دے تاکہ وہ آپ کے گھر کے نمبر پر بار بار کال کر کے آپ کو ڈسٹرب نہ کریں۔"

"ہاں یہی کرنا پڑے گا اب' تم نے کھانا کھایا بیٹا۔"

"نہیں ممانی میں چینج کرلوں' پھر کھاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے میں شنو سے کہتی ہوں تمہارے لیے کھانا گرم کرے۔" نوشین نے مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"تھینک یو ممانی۔" وہ مسکراتے ہوئے تشکر سے بولا۔

وہ گیسٹ روم سے باہر نکل رہا تھا تو رانیل کو پھولوں کے کنج کے بیچ بیٹھے دیکھا وہ گھٹنوں پر بازو اور سر رکھے سوچوں میں گم تھی۔

"رانیل......" علی نے اس کے قریب جا کر اسے پکارا۔

"آپ......!" وہ چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟" علی نے اس سے سوال تو کرلیا مگر خجل سا بھی ہوگیا گویا وہ اس پر شک کررہا تھا' رانیل کو بہت دکھ ہوا تھا وہ کھڑی ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تیز لہجے میں بولی۔

"ہاں ہے میرا بوائے فرینڈ مگر مائیکل' جان یا کرس نام کا کوئی لڑکا میری زندگی میں نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اپنے کسی بوائے یا گرل فرینڈ کو اس گھر کا فون نمبر دیا ہے۔ میرے فرینڈز کے پاس میرا موبائل نمبر ہے' انہیں جب بھی مجھ سے بات کرنی ہوتی ہے وہ مجھے میرے موبائل پہ کال کرلیتے ہیں۔"

"ویری گڈ۔" علی یہی کہہ سکا۔

"بات بتائیے کیا ہے مسٹر علی!" رانیل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اس نے اسے مسٹر علی کہہ کر مخاطب کیا تھا وہ بری طرح ٹھٹکا تھا۔

"جھوٹ بول کر انسان کسی دوسرے کا کردار داغدار نہیں کررہا ہوتا دراصل وہ اپنے کردار کا پرچار کررہا ہوتا ہے کہ اصل میں وہ خود کیا ہے؟ انسان اپنی خامیاں' اپنی کمزوریاں اور اپنی چوریاں دوسرے میں تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایک دم اس کوشش میں اپنا آپ گنوا بیٹھتا ہے۔ اپنی آن بان کھودیتا ہے۔ کتنا بے وقوف ہے نا انسان؟" رانیل جا چکی تھی' اپنی بات مکمل کرکے مگر علی وہیں کھڑا تھا اور نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے جانے کیا سوچ رہا تھا' اس کی باتوں سے اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ اس نے نوشین کی باتیں سن لی تھیں اور یقیناً اسے بہت دکھ بھی پہنچا تھا' اس کی سیاہ آنکھوں میں امنڈتے پانیوں کو وہ دیکھ چکا تھا۔ جبھی دل مضطرب تھا' کیوں؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

❀❀......❀......❀❀

"ڈیڈی! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" رانیل نے موقع دیکھ کر وہاب احمد سے کہا' وہ ناشتے کے بعد آفس جانے کے لیے باہر نکل رہے تھے۔

"ہاں کہو بیٹی کیا بات ہے؟" وہ رک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا ہم اکیلے بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں؟"

"کیا ہوا کچھ گڑبڑ ہے کیا؟"

"جی اگر روکا نہ گیا تو بہت بڑی گڑبڑ ہوسکتی ہے' اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ تحمل سے میری پوری بات سن لیں۔" رانیل نے انہیں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"او کے آؤ روم میں چل کر بات کرتے ہیں۔"

❀❀......❀......❀❀

"آخر تم اتنا اتراتے کیوں ہو؟" کرن نے غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے ذوالنون کا بازو پکڑ کر کھینچا تھا۔

"اف جنگلی بلی۔" ذوالنون کراہ کر اپنا بازو سہلاتے ہوئے بولا۔

"آخر تم سمجھتے کیا ہو خود کو آج بتا ہی دو مجھے؟" کمر پر ہاتھ رکھے اسے کڑے تیوروں سے گھور رہی تھی۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے؟" ذوالنون چڑ کر بولا۔

"کبھی کوئی خوب صورت خوبرو ہینڈسم لڑکا نہیں دیکھا کیا؟"

"دیکھا ہے' دیکھ رہی ہوں' میری نظروں کے سامنے ہے۔" کرن اس کے چہرے کو بے خودی سے تکتے ہوئے بولی۔

"تو کیا نظر لگاؤ گی مجھے؟"

"نہیں نظر اتاروں گی تمہاری اگر تم بھی پیار کی نظر سے دیکھو تو۔"

"اے..... اپنے ہوش میں آؤ محترمہ اپنی عمر دیکھو اور اپنے ارادے دیکھو میں نہایت شریف لڑکا ہوں۔" ذوالنون نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"تو میں کون سا تم سے بدمعاشی کرنے کو کہہ رہی ہوں۔" کرن نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"تو آخر چاہتی کیا ہو تم؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم...... مجھے چاہو۔" اس کے بے باک انداز پر وہ بوکھلا کے رہ گیا۔ کرن اس کے سینئر کرنل ابرار کی بیٹی تھی آرمی کے انداز تربیت کی وجہ سے خاصی بے باک تھی ماحول کا اثر تھا شاید۔

"کیوں؟" ذوالنون کو جیسے بچھو نے ڈنک مارا ہو وہ چلا اٹھا۔

"تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں جو میں تمہیں چاہوں؟"

"محبت کی نظر سے دیکھو گے تو سرخاب کے پر بھی نظر آنے لگیں گے۔" کرن نے سنجیدگی سے کہا تو وہ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ گوری چٹی اٹھارہ سال کی خوب صورت لڑکی تھی گھنگھریالے بالوں شربتی آنکھوں سے تو بالکل کوئی گڑیا لگتی تھی۔

"تو نظر آئے؟" کرن نے پوچھا۔

"کیا؟" اس نے بھنویں سکیڑیں۔

"سرخاب کے پر اتنے غور سے جو دیکھ رہے تھے مجھے۔"

"غور سے دیکھ رہا تھا محبت سے نہیں دیکھ رہا تھا۔" ذوالنون یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا وہ اس کے پیچھے لپکی۔

"ذونی۔" کرن نے اس کا نام پیار سے پکارا۔

"اے میرا...... نام ذوالنون ہے زیادہ فرینک ہونے کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں۔" ذوالنون نے رک کر شہادت کی انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے نہایت سپاٹ لہجے میں کہا۔

غزل

ہوش کب جانِ جگر آئے گا
تیرا چہرہ جو نظر آئے گا
شاخِ مژگاں پہ مری جانِ جاں
تیری یادوں کا ثمر آئے گا
کیا خبر تھی غمِ دوراں کا رنگ
غمِ جاناں میں اتر آئے گا
میرے خوابوں کا حسیں شہزادہ
لے کے خوشیوں کی خبر آئے گا
منتظر پائے گا ہم کو اپنا
جب بھی تو لوٹ کے گھر آئے گا
شام آئی تو وہ دلکش چہرہ
چاند تاروں میں نظر آئے گا

احتشام وحامہ......

"میں نے تو تمہیں پیار سے ذونی کہا ہے۔" وہ منہ بسورتے ہوئے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے بولی۔

"میں نے تمہیں ایسا کوئی حق نہیں دیا۔"

"تو دے دو نا۔" کرن نے معصومیت سے کہا تو ذوالنون کے دل میں ہلچل سی مچ گئی۔ وہ پچھلے ایک مہینے سے کرن کو نظر انداز کر رہا تھا۔ ٹال رہا تھا مگر وہ پھر بھی اس کے پیچھے چلی آتی تھی۔

"دیکھو کرن ہماری عمر اپنی تعلیم پر فوکس کرنے کی ہے ان فضولیات میں وقت برباد کرنے کی نہیں ہے۔" وہ نرمی سے اسے سمجھانے لگا۔

"تم محبت کو فضولیات سمجھتے ہو ویری سیڈ جب تمہیں محبت ہوگی نا تب پوچھوں گی۔" کرن نے غصے سے کہا اور وہ ہنسنے لگا کرن روتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی۔

"یار...... میں کدھر پھنس گیا؟" وہ جھلا کر بولا۔

"میں یہاں میڈیکل پڑھنے آیا ہوں اور یہ لڑکی مجھے کوئی اور ہی سبق پڑھانا چاہتی ہے۔ کرنل ابرار کو پتا چل گیا تو وہ اپنی لاڈلی کو تو کچھ نہیں کہیں گے الٹا مجھے ہی ڈس مس کردیں گے۔ کتنی آزاد خیال فیملیز ہیں یہاں آرمی والوں

کی لڑکے لڑکیاں سب ہی ایک ڈگر پر چل رہے ہیں۔"

کرن ذوالنون سے دو سال جونیئر تھی اس کے ہیڈ کرنل ڈاکٹر ابرار ملک کی بیٹی تھی ذوالنون کی ذہانت اور شخصیت پر مرمٹی تھی۔ سالانہ فنکشن میں اس نے ذوالنون کے ساتھ شکسپیئر کے ڈرامے "رومیو جیولیٹ" میں اداکاری کی تھی۔ دونوں ہیرو ہیروئن تھے۔ ان کا وہ ڈرامہ بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ دونوں بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔ رومیو جیولیٹ کے گیٹ اپ میں سب حاضرین نے ان کی اداکاری کو بہت سراہا تھا۔ ذوالنون چونکہ لندن کی ڈگری لے کر آیا تھا کچھ اس لیے بھی اس کا انداز لب ولہجہ انگریزی تھا اور ایک کرن ہی کیا کالج کی کئی لڑکیاں اس پہ دل ہار گئی تھیں مگر ذوالنون کی دوستی صرف عبید اور کریم سے تھی۔ کرن تو تب سے اس کے آگے پیچھے پھر رہی تھی جب سے انہوں نے رومیو جیولیٹ کا کردار کیا تھا۔ کرن کو تو دن رات سوتے جاگتے ذوالنون ہی دکھائی دیتا تھا۔ وہ اسی کے خواب دیکھتی رہتی مسکراتی رہتی۔ وہ ذوالنون کو پیار بھری شاعری ایس ایم ایس کرتی وہ کوئی جواب نہ دیتا بلکہ اسے سمجھاتا کہ خوابوں کی دنیا سے باہر نکل آؤ زندگی ناول اور ڈراموں کے حساب سے نہیں اپنے حالات کے حساب سے گزارنا پڑتی ہے۔ مگر کرن کے سر پہ تو اس کے پیار کا بھوت سوار تھا وہ بھلا کہاں سمجھتی تھی ان باتوں کو وہ تو ان خوابوں میں ہی جینا چاہتی تھی جن میں ذوالنون اس کے ساتھ ہوتا تھا۔

❁ ❁ ......❁...... ❁ ❁

نگین کو جاوید کا میسج موصول ہوا تھا۔ اسے "ڈائیوو بس سروس" کے اڈے پر پہنچنا تھا اور نگین نے نوشین اور وہاب احمد کو بھی بتایا تھا کہ یونیورسٹی بس سے جانا ہے۔ سب اسٹوڈنٹس یونیورسٹی جائیں گے وہاں سے ایک ساتھ روانہ ہوں گے۔ وہ گھر سے اکیلی جانا چاہتی تھی۔ گھر پر اس وقت سبھی موجود تھے۔

"ہاں بھئی نگی تیار ہو۔" وہاب احمد نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا نگین نے ایک بڑا سوٹ کیس اور ایک چھوٹا سفری بیگ پکڑ رکھا تھا۔

"جی ڈیڈی۔" وہ کچھ گھبرا رہی تھی۔

"چلو میں تمہیں یونیورسٹی تک ڈراپ کر دیتا ہوں تمہارے پرنسپل اور پروفیسر فواد مرزا سے بھی اس بہانے ملاقات ہو جائے گی۔"

"نن...... نہیں ڈیڈ آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" نگین نے ہکلاتے ہوئے کہا اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"بیٹا تکلیف کیسی میرا فرض ہے تمہاری حفاظت کرنا تمہیں صحیح راستے پر لے جانا آؤ شاباش۔"

"ڈیڈ میں کوئی بچی تو نہیں ہوں کہ آپ مجھے انگلی پکڑ کر اسکول یونیورسٹی چھوڑنے جائیں میں اب بڑی ہو گئی ہوں اور خود جا سکتی ہوں۔" نگین نے تیز اور قدرے گستاخ لہجے میں کہا علی اور رابیل کو اس کا یہ انداز قطعی نہ بھایا۔

"دکھ تو اسی بات کا ہے بیٹی کہ تم بڑی ہو گئی ہو تم جیسی بیٹی کو تو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہیے تھا۔" وہاب احمد کے اس جملے نے نہ صرف نگین کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی بلکہ سب گھر والوں کے سر پر بھی حیرتوں کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ نگین کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔ وہ بری طرح ٹھٹک چکی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو وہاب احمد؟"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

خدا عشق عبادت
بینا عالیہ

افسردگی کے ہاتھوں جل جل تھک گئے ہیں
اے دل ذرا ٹھہر! ہم چل چل کے تھک گئے ہیں
جیسے کہ بے یقینی تعبیر ہو چکی ہو
ہم اہلِ خواب آنکھیں مل مل کے تھک گئے ہیں

"میرے لفظ انتہائی عقیدت سے تمہاری محبت کی تسبیح پڑھتے ہیں جو میں نے پل پل تمہاری پرستشوں میں ادا کیں۔" رباب کے دائیں ہاتھ کی پشت اب بھی شیشے کی اس دیوار پر مضبوطی سے جمی ہوئی تھی جس کے سامنے وہ جانے کب سے کھڑی تھی۔

"عباس شاہ میں نے اپنی اس جنونی محبت کو بکھرنے سے بچانے کی بھرپور سعی کی...... تم نے مجھے چاہا نا چاہا میں آج تک وثوق سے اس کا جواب نہیں تلاش کر پائی' تم سے پاگل پن کی حد تک لے جانے والی شدت پسندانہ محبت کرنے کا فیصلہ بھی تو میرا تھا۔ کوئی کیا سوچتا ہے میں تو صرف اپنی مرضی کے رنگ اپنی سوچوں میں بھرنے کی عادی تھی۔ عباس شاہ ایسا تم کیوں نہیں مان لیتے' روز اول سے ہم دونوں ایک دوسرے کی تقدیر میں لکھ دیئے گئے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کیوں تایا ابا کے منگیتر عمار احمد کی بن گئی۔ میرے احساسات کی سچائی مجھے باور کراتی ہے یہ سب رب کی مرضی تھی۔ ہم دونوں اپنی اپنی جگہ سچے ہیں۔ الوہی پاک جذبے انسان کے اختیار سے باہر ہوتے ہیں۔" رباب اپنی خود ساختہ سوچوں' قیاس آرائیوں کو اپنی من چاہی سوچ کے تابع اپنے من پسند دھاروں پہ چلانے کی عادی تھی۔ عباس بھی رباب سے محبت کرتا تھا' لیکن رباب کو عادت ہو چکی تھی بے اختیار یوں ہی بھٹکتے رہنے کی۔

"عباس شاہ تم نے مجھے نہ چاہا ہو اس کا تمہیں پورا حق ہے۔ میں تمہیں ابد تک چاہتی رہوں گی یہ میرا حق ہے اس ڈگر سے تم مجھے روکنا چاہو بھی تو نہیں روک سکتے۔" آدھی رات کے چاند میں ابھی تک تازگی تھی لیکن رباب کے دل کا بوجھ بڑھتا جارہا تھا۔ سرما کی اس یخ بستہ رات کے پچھلے پہر عباس شاہ کے انتظار کے لمحے ایک ایک کرکے رباب کے سرہانے کھڑے رو رہے تھے۔

"وہ ضرور آئے گا۔" دل نے امید کا سرا اب بھی تھام رکھا تھا' وہ ٹکٹکی باندھے اس سیاہ آہنی گیٹ کو گھور رہی تھی۔

"عباس شاہ تم مجھ سے دور رہ کر خوش رہتے ہو۔" اس کی بے بسی پر پھر سے دل نے واویلا مچایا' یک بارگی دھڑکنیں تیز ہوکر اعتدال پہ آگئیں۔ تب رباب شاہ نے پردے برابر کردیئے اب کمرے میں نیلی مدھم روشنی اسے اپنے حصار میں لے چکی تھی۔ امید کا اس کے خالچوں پر رکھے دیئے ایک ایک کرکے بجھنے لگے۔ وہ بیڈ پر لیٹ گئی تو اس کی سیاہ آنکھیں [illegible] وہ مہیب رات کے سناٹوں میں ساون بھادوں [illegible] بانتے نوٹ کر رہی تھیں۔

"عباس شاہ وہ [illegible] کے تم آج پھر نہ آسکے اگر تمہیں میری ذرا بھی پروا ہوتی تو تم ضرور آتے۔" اچانک رباب کی نگاہ تکیے کے قریب پڑے موبائل پر پڑی۔ میسج چمک رہا تھا اس نے جلدی سے میسج کھولا۔

"پلیز پلیز رابی فون اٹھاؤ۔"

"ہوں...." اس نے زور سے پیشانی پر ہاتھ مارا فون کی آواز تو بند تھی۔ کوئی رنگ سے اور عباس کی کالز تھیں وہ تختی سے بھینچا ہونٹ کچلتی [illegible] رہی تھی۔

"ہیلو عباس [illegible] کال کرتے ہو [illegible] بولی۔

[illegible] یار فون [illegible] کی جھنجلاہٹ تھی۔

"سوری عباس' فون کی بیل بند تھی۔" وہ کیوں بتاتی کہ اس کے انتظار میں وہ کیسی کیسی اذیت سے دوچار نہیں ہوئی۔

"اسلام آباد سے تو میں شام سات بجے نکل آیا تھا' اس وقت میں کہار کے قریب ہوں' بارش بہت تیز ہو رہی ہے آگے کے راستے خطرناک ہیں۔ ان حالات میں ڈرائیونگ کرنا صحیح نہیں ہے میں رات یہیں رک جاتا ہوں' یہاں سے صبح صبح نکل آؤں گا تم میری فکر نہ کرنا۔"

"اچھا عباس تم اپنا بہت خیال رکھنا۔" اس کے دل پر پڑا بوجھ قدرے کم ہوا۔ عباس تین دن سے اسلام آباد میں تھا۔ جہاں اسے بہت اہم پروجیکٹ ٹینڈر اپروو کرانا تھا' اپنی نجی کنسٹرکشن کمپنی کے لیے اور ان کی کمپنی کے شیئر ہولڈر بلال احمد بھی عباس شاہ کے ساتھ تھے۔

"رابی خاموش کیوں ہو ارے بابا میں خیریت سے ہوں' بلال احمد میرے ساتھ ہے۔" رباب کی اداسی محسوس کرتے ہوئے عباس کی سنہری براؤن آنکھیں بوجھل ہونے لگی تھیں۔

وہ ایسی ہی تھی' زیست کے ہر لمحہ میں اپنی مرضی اپنی پسند کو اہمیت دینے والی' اس کی تمام خودداری ایگو پوری دنیا کے لیے تھی' لیکن عباس کے لیے نہیں' عباس اس کا جنون تھا۔ عباس کے لیے ایسی شدید محبت خدا ہی نے اس کے اندر پیدا کی تھی۔

☆☆☆......

معین الدین اور عارفہ ایک خوش حال زندگی گزار رہے تھے معین الدین پولیس میں ڈی ایس پی تھے جب رباب کی پیدائش ہوئی تو وہ ایس پی کے عہدہ پر فائز ہوگئے۔ معین الدین رباب کو اپنے لیے بہت لکی سمجھتے تھے' انہوں نے ہمیشہ اپنے فرائض نہایت ایمان داری سے ادا کیے۔ وہ حلیم طبیعت کے صحیح جو متحمل مزاج کے آدمی تھے۔ عارفہ ان کے برعکس تھیں۔ بیوی کا لائف اسٹائل جیسا بھی تھا انہوں نے کبھی مداخلت نہ کی۔ عارفہ نے ہمیشہ اپنے گھر کو بہترین طریقے سے ہینڈل کیا تھا۔ بچوں کی بھی وہ اچھی تربیت کر رہی تھیں۔ عارفہ کو گھومنا سوشل حلقہ بنانا ایسا کوئی شوق نہیں تھا' وہ مکمل گھریلو خاتون تھیں' وہ اپنی اس جنت میں خوش تھیں' میاں بیوی میں انڈر اسٹینڈنگ تھی جب کسی بات پر اختلاف ہوتا تو معین الدین کو ہی درگزر کرنا پڑتا' رباب کے بعد حارث اور رافع تھے۔

عارفہ کی خواہش تھی خدا انہیں پہلے بیٹا دے لیکن رباب آ گئی جس کی انہوں نے کبھی خواہش نہیں کی تھی لیکن معین الدین رباب کی پیدائش پر بہت خوش تھے۔ پنک کمبل میں لپٹی گول مٹول چمکدار آنکھوں والی رابی اب انہیں بہت پیاری لگنے لگی تھی۔ "یہ تو میری ننھی پری ہے' وہ روئی جیسے اس کے گال چھوتے' اب بھی ہر پل عارفہ کے دل میں بیٹے کی خواہش ہمکتی' ان کی سچائی سے مانگی گئی دعاؤں کے بدلے سال بعد ان کی گود میں حارث آ گیا' عارفہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی حارث کو گود سے نہ اتارتی' رباب کو وہ یکسر بھول چکی تھیں۔ پندرہ ماہ کی رباب کو گورنس گل بلوشہ کے حوالے کردیا گیا تھا۔ گل بلوشہ پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی تھی ایبٹ آباد سے تعلق رکھتی تھی' معین الدین نے شیلٹر ہوم سے اسے بلوایا تھا۔ گل کی گود میں رابی کیا آئی اسے زندگی ایک دم سے خوب صورت لگنے لگی۔ رباب ماں سے زیادہ گل کو پہچانتی تھی۔ حارث ابھی ایک سال کا تھا تو رافع اس دنیا میں آ گیا۔ اب عارفہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی دونوں بیٹوں کی کیئر میں وہ گھن چکر بن چکی تھیں' رافع کے آ جانے سے تو رباب اب مکمل اگنور ہونے لگی تھی۔ اس روز وہ ماں کے قریب بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"ماما بھائی کو میری گود میں لٹا دیں۔"

"میری جان بھائی ابھی بہت چھوٹا ہے' بڑا ہو جائے ناں پھر آپ اسے اٹھانا دونوں' ابھی سو رہے ہیں آپ شور نہیں کرو۔"

"ماما تھوڑی دیر کے لیے میں آپ کے پاس لیٹ جاؤں۔" رباب نے ماں کی دوسری جانب سرک کر لیٹنا چاہا۔

"میری جان بھائی ڈسٹرب ہوں گے ناں۔" عارفہ نے رباب کا گال تھپتھپایا' لیکن وہ بضد تھی ماں کے پہلو میں لیٹنے کے لیے' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

"جاؤ گل ماں کو دیکھو وہ کہاں ہیں' ان سے بولو آپ کو چپس بنا کر دیں' جاؤ شاباش' میرا بیٹا۔" عارفہ نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر بیڈ سے نیچے اتارا۔

"ماما مجھے آپ کے پاس رہنا ہے۔" وہ روہانسی ہوتی دوبارہ بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

"رابی کہنا کیوں نہیں مانتی ہو بھائی اٹھ جائیں گے۔" عارفہ ڈپٹ کر بولیں اور اسے بازو سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلا۔ وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھے سسکیاں روکے تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔

"آپ کہاں تھیں گل ماں۔" اپنے کمرے میں آتے ہی وہ گل کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

"مائی سویٹ ہارٹ کیا ہوا؟" اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر گل تڑپ اٹھی۔

اس دن کے بعد رباب کبھی ماما کے کمرے میں نہ گئی۔ جب پاپا آفس سے آتے تو پہلے رباب کے کمرے میں آتے اسے گود میں بھر لیتے' رباب لاشعوری طور پر ماں سے متنفر ہوتی جارہی تھی۔ اسے ماما سے خوف آتا پھر مجھے بازو سے پکڑ کر کمرے سے نکال دیں گی۔ ڈنر پر ہمیشہ ماما حارث اور رافع کو ہی ڈسکس کرتیں' جیسے ان کی صرف دو ہی اولادیں ہیں۔ رباب فورتھ کلاس میں تھی خاصی سمجھدار تھی۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ماما سے کتراتا ان سے خائف رہنا بھائیوں کو تیکھی نگاہوں سے گھورنا اس کے مزاج کا حصہ بن گیا۔ بھائی اس کے قریب آنا چاہتے لیکن وہ ماما کی نگاہ بچا کر انہیں زور سے چٹکیاں کاٹتی۔ وہ بلبلا اٹھتے تو وہاں سے کھسک جاتی' کئی مرتبہ رباب نے رافع کے بازو میں اسی طرح اپنی انگلیاں پیوست کی تھیں جیسے ماما نے ایک بار رافع کی خاطر زور سے اسے بازو سے پکڑ کر دروازے کی جانب دھکیلا تھا۔ ایسا کرنے سے رافع کو چند ثانیے تقویت میسر آجاتی' معین الدین نے بارہا عارفہ کو سمجھایا تھا۔

"تم رابی کو ہمیشہ اگنور کرتی ہو اس طرح وہ تم سے بدظن ہو کر دور ہوجائے گی یار تم رابی کی بھی ماں ہو۔"

"معین مجھے پتہ ہے میں رابی کی ماں ہوں آپ ایسے لیکچر مجھے مت دیا کریں' آپ جانے کیا کیا سوچتے رہتے ہیں میرے لیے تینوں بچے برابر ہیں۔" وہ آگ بگولہ ہوتے ہوئے بولتیں۔

"حارث اور رافع چھوٹے ہیں جبکہ وہ بڑی ہے خود کو سنبھال سکتی ہے۔"

"عارفہ..... وہ کتنی بڑی ہے؟ آٹھ سال کی پھر تو حارث اور رافع بھی خود کو سنبھال سکتے ہیں' تم نے جان بوجھ کر انہیں اپنا عادی بنالیا ہے۔" وہ محبت سے بیوی کو سمجھانے کی کوشش کرتے۔

ماما کی نرم گرم گداز آغوش کی تمنا کرنی رباب نے چھوڑ دی تھی۔ اس کے اندر جذبات کا مدوجزر ماند پڑ چکا تھا۔ ماما جب دونوں بیٹوں میں گھری لاؤنج میں بیٹھی ہوتیں وہ جان بوجھ کر چیزیں پٹختی گلاس توڑتی جگہ جگہ بے ترتیبی پھیلاتی ملازموں پر چیختی چلاتی' موقع پاکر بھائیوں کو بھی نوچتی کھسوٹتی اپنے اندر کی فرسٹریشن وہ عجیب عجیب حربوں سے باہر نکالتی۔ ماما خشمگیں نگاہوں سے گھورتیں لیکن اب اسے پروا نہیں تھی۔

وہ بی ایس سی میں پہنچ چکی تھی اور اب بھی اپنی زندگی کو بے ہنگم ہی محسوس کرتی تھی۔ گزرتے ماہ و سال کی بے رخی نے اسے ضدی و ہٹ دھرم بنادیا تھا اسے کسی کی پروا نہیں تھی' ماما کی بے توجہی ایسا گھاؤ تھا جو مندمل نہ ہو پارہا تھا۔ پھر ایک رات گل ماں بھی اسے روتا بلکتا چھوڑ کر چلی گئیں کا کئی سالوں سے بچھڑا شوہر اسے اچانک لینے آگیا تھا' زندگی کی اس بے حس رات وہ پہلی بار دھاڑیں مار مار کر روئی تھی' وہ گل ماں سے لپٹی اسے چھوڑ نہیں رہی تھی۔

"نہ جاؤ گل ماں ایک آپ ہی تو میری ہو آپ کے بنا میں کیسے جیوں گی۔"

"گڑیا میں تم سے ملنے آتی رہوں گی۔" تب رباب کو ایسا لگا تھا آج اس کی ماں مرگئی ہے اس تمام رات خیالوں میں وہ گل ماں کی میت کے سرہانے بیٹھی نوحہ کناں رہی' رباب تنہا ہی تو تھی یہ مہیب رات کسی خونی سرنگ کی مانند طویل تھی۔

ماما کو اکثر رباب سے شکایت رہتی تھی کہ وہ ان کے ساتھ کچھ شیئر نہیں کرتی' ان کے ساتھ ٹائم نہیں گزارتی۔

"رابی میں تمہاری ماں ہوں کالج سے آنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی جاتی ہو' کچھ ٹائم میرے اور بابا کے ساتھ بھی گزارا کرو' حارث اور رافع کالج سے آنے کے بعد ایک کرکٹ کلب چلا جاتا ہے' تو رافع اکیڈمی جاتا ہے' میرے لیے تو تم تینوں کے پاس ٹائم نہیں ہے۔" ماما رباب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

"ابھی بیٹھی ہوں نا۔" اس کے لہجے میں رکھائی تھی۔

"میرا بچہ۔" ماما نے اسے کندھے سے لگا لیا لیکن رباب کو اب کچھ فیل نہیں ہوتا تھا' جب فیل کرانے کی عمر تھی تب ماما کے پاس اس کے لیے فرصت نہیں تھی۔

ان دنوں وہ پیپرز سے فارغ تھی شدید بوریت محسوس کررہی تھی جبھی عمار احمد کا فون آ جاتا' عمار کی والدہ نرگس' ماما کی فرسٹ کزن تھیں' کالج میں دونوں نے ساتھ پڑھے تھے اس لیے خاصی بے تکلفی تھی' نگی خالہ اور ماما کی دوستی بھی تھی' وہ اکثر آتی تھیں' خاموش رہنے والی رباب کو عمار حیلوں بہانوں سے ہنسانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ عمار کا سنس آف ہیومر کمال کا تھا' وہ عمار کی کمپنی میں خوش رہتی' گل ماں کے بعد عمار ہی تو تھا جس سے تھوڑی بہت بات کرلیا کرتی۔ جب بھی عمار آتا حارث اور رافع بھی ان کی کمپنی میں شامل ہو جاتے لیکن رباب کو ان کی موجودگی ایک آنکھ نہ بھاتی۔

اس کے برعکس وہ دونوں رابی آپی سے بہت محبت کرتے تھے' وہ اس کی برتھ ڈے پر اسے یاد رکھتے لیکن اسے وہ دونوں پسند نہیں تھے۔ وہ صرف اپنی مرضی پر چلتی تھی' دل کی سنتی دل کی مانتی وہ اپنی زندگی میں کسی کی انٹرفیئر ہرگز برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ رباب کو کسی سے انس نہیں تھا' نہ ہی کسی کی کمی محسوس کرتی' وہ پتھر دل ہوچکی تھی۔ گل ماں کو وہ اکثر یاد کرتی' آج کل وہ ہری پور ہزارہ میں تھیں' اگر عمار اسے سمجھانے کی کوشش کرتا تو اس سے تمام تعلق توڑ دینے کی دھمکی دیتی۔ بوریت سے اکتا کر رباب نے لائبریری جانا شروع کردیا تھا۔ عمار نے پنجاب یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا تھا' اس نے رباب کو بھی مشورہ دیا تم بھی ایم بی اے میں داخلہ لے لو۔ وہ رباب کے لیے فارم بھی لے آیا تھا' عمار احمد پڑھا کو قسم کا لڑکا تھا' وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے کچھ بننا چاہتا تھا' نگی خالہ کو رباب بہت پسند تھیں' وہ اس انتظار میں تھیں کہ عمار پڑھائی سے فارغ ہوکر جاب کرنے لگے تو وہ عارفہ سے رباب کا رشتہ مانگیں' عمار نے اسکالرشپ کے لیے اپلائی کیا ہوا تھا۔ اور اس کا نام آ بھی گیا تھا۔ وہ دو ماہ بعد انگلینڈ جارہا تھا اعلیٰ تعلیم کے لیے۔ عمار رباب کو پسند کرتا تھا' اس نے اپنی امی کو بتا دیا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ میرے باہر جانے کے بعد خالہ رباب کا کوئی اچھا رشتہ آنے پر اس کی شادی ہی نہ کردیں۔ بھلا عارفہ کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا' عمار گھر کا بچہ تھا' اچھی طرح دیکھا بھالا تھا۔ رباب کو بھی عمار پسند تھا۔ وہ اس رشتے سے بھلا کیوں انکار کرتی۔ اس کے لیے تو جو بھی پہلا رشتہ آتا وہ اس کے لیے ہاں کردیتی۔ ویسے بھی وہ جلد از جلد اس گھٹن زدہ ماحول سے نکلنا چاہتی تھی۔ نگی خالہ کے گھر کا ماحول بہت اچھا تھا' سبھی ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے' نگی خالہ اپنے سب بچوں سے یکساں محبت کرتی تھیں۔ رباب جانتی تھی عمار بہترین اوصاف کا مالک ہے۔ یقیناً اسے باہر اچھی جاب بھی مل جائے گی پھر وہ ہمیشہ کے لیے اس جگہ کو خیرباد کہہ دے گی' عمار کے جانے سے ہفتہ پہلے ان کی منگنی ہوئی تھی۔ عمار بہت خوش تھا لیکن رباب نارمل تھی' اسے شادی تو کرنی ہی تھی کیونکہ وہ جلد اس گھر کو چھوڑنا چاہتی تھی' عمار کی صبح کی فلائیٹ تھی رات کو وہ اسے ڈنر کرانے لے آیا تھا۔

"رابی تم خوش ہو نا۔"

"عمار تمہارے نام کی انگوٹھی اپنی انگلی میں سجائی ہے

میری خوشی کا اس سے بڑا ثبوت تمہیں اور کیا چاہیے۔ عمار تمہیں بھروسہ ہونا چاہیے اپنے آپ پر اور مجھ پر بھی۔"

"وہ سب ٹھیک ہے لیکن میں چاہتا ہوں تم اپنی محبت کا اظہار کرو جس طرح میں والہانہ پن سے تمہیں چاہتا ہوں۔"

"سوری عمار میں ایسی نہیں ہوں' جیسی ہوں مجھے ویسا ہی رہنے دو' کسی کے دباؤ میں آ کر میں نے تمہارا پرپوزل قبول نہیں کیا' بس تم زیادہ مت سوچو' اپنی توجہ اسٹڈی پر ہی رکھنا۔"

"نیٹ پر تم سے بات کیا کروں گا۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔" سپاٹ جواب تھا اس کا۔

"میں رات دس بجے تک سو جاتی ہوں۔ تم ایسی فضولیات میں مت پڑنا' وقت پر سونا' نہ ہی کوئی گرل فرینڈ بنانا سمجھے۔" وہ خود ہی مسکرا دی۔

"یار یہ کیسی پابندیاں مجھ غریب پر عائد کر رہی ہو۔ اچھا یہ تو بتاؤ مجھے یاد کرو گی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" عمار نے کانٹا زور سے پلیٹ پر پٹخا۔ رباب نے مسکرا کر عمار کی طرف دیکھا۔

"آف کورس عمار تمہیں یاد نہیں کروں گی تو کس کو کروں گی۔ تم بھی تو اوٹ پٹانگ سوال کرتے ہو۔"

عمار کے جانے کے بعد واقعی وہ اسے مس کرتی تھی' کبھی کبھار نیٹ پر تھوڑی سی بات ہو جایا کرتی۔ عمار نے اسے بتایا تھا' اپنے رہائشی اپارٹمنٹ کے نزدیک ایک فوڈ کمپنی میں اچھی سیلری پر اسے جاب بھی مل گئی ہے۔ عمار ہر بات رباب سے شیئر کرتا تھا۔ عمار اس سے محبت کرتا ہے یہ سوچ کر رباب کو اچھا لگتا۔ وہ اکثر سوچتی۔

"کیا مجھے عمار احمد سے محبت ہے؟" کوئی تسلی بخش جواب اسے نہ مل پاتا۔ "مجھے برا بھی تو نہیں لگتا' اسی لیے تو اس سے منگنی کر لی ہے۔ مجھے تو بس اس گھر سے جانا ہے۔ شاندار زندگی جینے کے خواب میں نے کبھی خود پر مسلط نہیں کیے تھے۔" اسے تو اس گھٹن زدہ ماحول سے فرار چاہیے تھا۔

اب بھی اکثر گزشتہ راتوں کے روتے بلکتے لمحے چپکے سے اس کا دامن تھام لیتے تھے۔

❁❁....❁....❁❁

عباس شاہ رباب کے لیے نہایت خوب صورت ڈریس لایا تھا' وہ دلچسپی سے ڈریس دیکھ رہی تھی۔

"عباس اپنے لیے بھی کوئی شرٹ لے لیتے۔"

"رابی جب تمہارے لیے شاپنگ کرنے لگتا ہوں اپنا خیال ہی نہیں رہتا' ذہن میں صرف تم ہی رہتی ہو۔"

"سنو عباس شاہ ہمیشہ میں نے ہی رہنا ہے ان نگاہوں میں' اس دل میں۔" رابی نے انگلی اس کے دل کے مقام پر رکھی۔

"ملکہ عالیہ۔ ہماری ایسی مجال کہ ہم کسی اور حسینہ کے بارے میں سوچیں' ہماری بیگم صاحبہ لکی اپسرا ہیں' جنہیں محسوس کر کے زندگی سانس لیتی ہے۔" محبت پاش نگاہوں سے رباب کو دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ زور سے اپنی جانب کھینچا۔ اس کی محبت کی شدتیں دیکھ کر خود پر نازاں ہوتا غرور اس کی آنکھوں میں گلابی ڈورے بھر جاتا.....

عباس شاہ علی شاہ کی اکلوتی اولاد تھے۔ ایک بہن بھائی عباس سے بڑے تھے جو بچپن میں انتقال کر گئے تھے' عباس بہت منتوں مرادوں سے والدین کو حاصل ہوئے تھے۔ علی شاہ ایک معروف کنسٹرکشن کمپنی کے مالک تھے۔ جو کمرشل بلڈنگز بناتے تھے۔ عباس شاہ نے حال ہی میں بزنس ایڈمنسٹریشن میں ماسٹرز کیا تھا' جو ان کی فرم کے لیے سود مند تھا۔ عباس کی والدہ رخسانہ شاہ ایک سوشل وومن تھیں۔ رباب رخسانہ شاہ کی پروا نہیں کرتی تھی' کیونکہ رخسانہ شاہ نے آج تک رباب کو قبول نہیں کیا تھا۔ رباب ان کے ضدی بیٹے کی پسند تھی۔ علی شاہ نے اس شادی پر قطعی اعتراض نہ کیا تھا۔ وہ رباب سے خوش بھی تھے۔ دونوں نے اکٹھے ہی بزنس ایڈمنسٹریشن میں ماسٹرز کیا تھا۔ رباب کی بوریت کے خیال سے علی شاہ اور عباس نے اسے آفس جوائن کرنے کو کہا تھا۔ رخسانہ شاہ کی جلن قائم تھی انہیں اچھا نہیں لگتا تھا کہ باپ بیٹا رباب کو امپورٹنس دیں'

وہ چاہتی تھیں متوسط طبقے کی رباب صرف گھریلو عورت بن کر رہے۔ رباب چھٹی کے دن پورے گھر پر توجہ دیتی تھی' وسیع وعریض محل نما بنگلے کی صفائی اپنی نگرانی میں نوکروں سے کرواتی پھر کچن میں گھسی خانساماں کے ساتھ عباس اور علی شاہ کی پسندیدہ ڈشیں بناتی' علی شاہ اس کی تعریفیں کرتے نہ تھکتے۔

رباب رخسانہ شاہ کا اس حد تک احترام کرتی تھی کہ وہ اس کے شوہر کی والدہ تھیں' اسے بخوبی علم تھا رخسانہ اسے پسند نہیں کرتیں' رخسانہ شاہ ہنستے ہوئے طنزیہ جملے کہنے سے نہ چوکتی' رباب کی اچھی خاصی بے عزتی کر دیتیں۔ رخسانہ بیٹے کی شادی ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے مالک شیخ حامد کی اکلوتی بیٹی صالحہ سے کرنا چاہتی تھیں۔ انہیں تو وہ بہو چاہیے تھی جو جہیز میں فیکٹری اور بے حساب بینک بیلنس لائے۔ ان کی ابھی تک صالحہ پر نظر تھی' وہ باہر سے پڑھ کر آئی تھی۔ وہ رباب کا کانٹا نکالنے کے لیے نئے نئے پلان سوچتی رہتی تھیں۔

اس جادوگرنی نے میرے بیٹے پر جانے کیا جادو کر دیا ہے اسے اس ساحرہ کے علاوہ کوئی اور دکھائی ہی نہیں دیتا۔ عباس شاہ سے رشتہ جوڑتے ہوئے رباب نے کسی کی پروا نہیں کی تھی۔ پھر عباس کیوں کسی کی پروا کرتا' کیونکہ وہ بھی رباب کو بہت چاہتا تھا' رباب اس کی خاطر اپنے گھر والوں سے ٹکرائی تھی۔ عمار احمد کی نگاہوں میں ہرجائی بن گئی۔ اسے کسی کی پروا نہیں تھی۔ عباس کے ساتھ اس کے دل کا سچا رشتہ جڑا تھا' عمار کے لیے اس نے ایسا کبھی فیل نہیں کیا تھا۔ عباس بھی رباب سے بے تحاشہ محبت کرتا تھا' رباب نے اسے اپنی لازوال محبتوں کی سب سے اونچی مسند پر بٹھا کر معتبر جو کر دیا تھا۔ وہ رباب کی قدر کرتا تھا' اس کی پروا تھی عباس شاہ کو.....

"عباس شاہ تم مجھ سے بے وفائی تو نہیں کرو گے۔"
رباب کے متحرک چہرے پر خوف اڈنے لگتا' جھلستی نمی رباب کے صبیح گالوں کو بھگو گئی تھی۔

"رابی کیوں ایسی فضول باتیں سوچتی ہو کیا تمہیں اپنی محبت پر بھروسہ نہیں ہے؟"

"بہت ہے۔"

"پھر اس سوال مت کیا کرو تم نے ہی تو مجھے اس زیست کی دوشی کے دروبام سے ہم آہنگ کرایا ہے۔"
عباس نے اس کے گال پر انگشت شہادت سرسرائی۔ تو رباب کے یاقوتی ہونٹوں پر مسکان پھیلی جس میں مکمل اطمینان تھا۔ تب وہ بھی اپنی ڈارک براؤن شہد آگئیں آنکھوں میں کتنے جگنو بھرے اسے دیکھ رہا تھا۔

❁❁......❁......❁❁

عمار کے انگلینڈ جانے کے بعد رباب کا کہیں دل نہیں لگ رہا تھا۔ اضطرابی و بے کلی تھی کہ اس کے اطراف منڈلاتی' وہ عمار احمد کو اکثر مس کرتی' ویک اینڈ پر جب نیٹ پر عمار سے بات ہوتی تو وہ اپنی بے تابیاں رباب کے سامنے بیان کرتا' لیکن رباب نے ایک دفعہ بھی نہ کہا' عمار میں بھی تمہیں مس کرتی ہوں۔ یونیورسٹی میں رباب نے کوئی فرینڈ نہیں بنایا تھا۔ زبردستی ثمرا اور حمیرہ نے اسے اپنے گروپ میں شامل کر لیا تھا۔ وہ زیادہ تر پڑھتے ہوئے پائی جاتی' کبھی ان کے پاس بیٹھ بھی جاتی تو ان میں ایڈجسٹ نہ ہو پاتی' وہ ساری دنیا سے خفا دکھائی دیتی تھی' بچپن سے جس گرداب میں جکڑی ہوئی تھی' وہ اس سے باہر نکلنا چاہتی تھی۔ اسے چہار سو ماما دکھائی دیتی' اصل میں تو وہ ماما سے ہی فرار چاہتی تھی' ای لیے تو اس نے عمار سے منگنی کر لی تھی۔ ماما تو اب بدل گئی تھیں' اس پر خاصی توجہ دیتیں' جب ان کی توجہ کی ضرورت تھی تب انہوں نے اسے نظرانداز کر رکھا تھا۔

اس کا بچپن خوف کی نذر ہو چکا تھا' جس نے اس کی پرسنالٹی کو بری طرح مجروح کرایا تھا' اسے کسی سے پیار نہیں تھا' وہ خود پسند بن چکی تھی' جب آپ کو کوئی نہ سراہے تو آپ اپنی ذات کو خود سراہنے لگتے ہیں' وہ باقی زندگی اپنی مرضی اپنے حساب سے گزارنا چاہتی تھی' اپنی زیست کے کینوس پر اپنی منشا کے رنگ بھرنا چاہتی تھی۔ اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا اب کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرے گی وہ

کبھی ماما بابا سے پاکٹ منی نہ مانگتی' بابا ہمیشہ اس کے کہے بنا عاسے اس کی ضرورت سے بڑھ کر پاکٹ منی دیتے۔

اکثر وہ بابا کو اپنے ساتھ لانگ ڈرائیو پر آمادہ کرتی' وہ بابا کے ساتھ خوب باتیں کرتی صرف اپنی باتیں' واپسی پر بابا اسے ڈھیروں شاپنگ کراتے اچھے سے ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے' دونوں ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار کر خوشی پاتے تھے۔

......☆☆☆......

"مے آئی کم ان سر۔" لیکچر دیتے سر سلمان قیصی نے لمحہ بھر کے لیے رکتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا' وہ تیز تیز قدم اٹھاتا رباب کے سامنے سے گزرتا اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ آج وہ پورے دس منٹ لیٹ تھا۔ بزنس ایڈمنسٹریشن کے تمام سبجیکٹ اس قدر خشک اور دماغ چکرا دینے والے تھے' پوری توجہ سے کلاس میں دماغ حاضر رکھنا پڑھتا تھا۔

"اینی کوئسچن" سر نے طائرانہ نگاہ پوری کلاس پر ڈالی' رباب معین نے ہاتھ اٹھایا۔

"یس۔" سر نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"سر اس کی ڈیفی نیشن کیا ہوگی؟" وہ مسکرائے اور پھر سے ڈیٹیل میں سمجھانے لگے۔ کلاس ختم ہوچکی تھی' اسٹوڈنٹ اپنی اپنی چیئرز چھوڑنے لگے' ثمرہ نے رباب کو ٹہوکا مارتے ہوئے برابر والی رو میں فرسٹ نشست پر بیٹھے پر تیزی سے قلم چلاتے گڈ لکنگ بندے کی جانب اشارہ کیا۔ رباب بنا پلک جھپکے کتنے ثانیے اسے دیکھتی رہی۔ ثمرہ نے پھر اسے ٹہوکا مارا تب وہ اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔ وہ کسرتی سراپے والا وجیہہ لڑکا تھا۔ اس کی غلافی لانبی موٹی براؤنش آنکھیں اس کے بیضوی چہرے پر بہت سج رہی تھیں' جن میں بے حساب چمک عود رہی تھی۔ ہونٹوں پر ملکوتی سبک مسکان بدستور قائم تھی۔ ستواں اٹھی ہوئی ناک' جو کہیں سے بھی مغرور ہونے کا تاثر نہیں دے رہی تھی۔ چھ فٹ سے نکلتے قد پر مضبوط سراپا اسے منفرد بنا رہا تھا' رباب چند لمحوں میں اس بندے کا تفصیلی جائزہ لے چکی تھی۔ تب ثمرہ کے پکارنے پر اپنی چیزیں سمیٹتے کلاس روم سے باہر آ گئی۔

رباب کے اندر کچھ پکڑ دھکڑ ہونے لگی۔ دل تھا کہ انجانے میں رنجیدہ تھا۔ نمرا حمیرہ کسی بات پر ہنس رہی تھیں' رباب خاموشی سے چل رہی تھی' اسے اپنے پیچھے بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔ غیر ارادی طور پر گردن کو ہلکا سا خم دے کر کن اکھیوں سے اپنے دائیں جانب دیکھا۔ واقعی وہی تھا' ان کے پیچھے آ رہا تھا۔ اس کی تمام توجہ ہاتھ میں پکڑے قیمتی موبائل پر تھی۔ اب وہ تینوں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے طویل برآمدے کی باؤنڈری کی ریلنگ کے پاس کھڑی تھیں۔ رات کو جب وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ کھولے بیٹھی تھی تو بار بار اس کا خیال اسے ستا رہا تھا۔ کون ہے وہ..... کیا نام ہے؟

"رباب ویری رونگ۔" اندر سے کسی نے ڈپٹ کر کہا۔

"ہاں میری بلا سے وہ جو کوئی بھی ہے مجھے اس سے کیا سروکار۔" اس نے دلیلیں دے کر اس سرکشی کو روکنا چاہا' لیکن ہر بار وہ چند لمحے اس کی زندگی کے ان گنت لمحوں سے بھاری اور پر کیف ثابت ہوئے۔

رباب اسٹڈی میں شروع ہی سے ٹوپ ہولڈر تھی' عباس شاہ زیادہ تر اسے پڑھتا دکھائی دیتا۔ عباس شاہ کا آئی کیو لیول بہترین تھا۔ فرائی ڈے کی اس دوپہر کلاس آف ہونے پر وہ برآمدے کی کورنر والی ٹائلز والی چوڑی سیڑھیوں پر بیٹھی منڈے کو ہونے والی پریزنٹیشن کے لیے چند پوائنٹ پر ٹک مارک کر رہی تھی' ثمرہ حمیرہ کینٹین چلی گئی تھیں۔

"ہیلو۔" عباس شاہ برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ٹھٹک کر اس کے قریب رکا۔

"ہیلو۔" وہ مسکرائی۔

"پچھلے ہفتے آپ کی اسائنمنٹ سب سے زیادہ نمبر لے گئی۔"

"تھینک یو آپ کو کیسے پتہ؟"

"سر نے اس روز کلاس میں بتایا تھا نا۔"

"ہوں سر نے ہم دونوں کا نام لیا تھا۔"

"رباب آپ کلاس کی باقی لڑکیوں کی طرح نہیں ہیں۔"

"واٹ؟" اس نے دلچسپی سے عباس شاہ کی طرف دیکھا۔

"بہت سادہ اور معصوم چارمنگ۔"

"تھینکس۔" رباب اس کی جادوئی آواز کے سحر میں ابھی تک جکڑی ہوئی تھی۔ اچانک اس کی دھڑکنیں بے ہنگم ہوئی تھیں۔ رباب نے لحہ بھر کے لیے عباس شاہ کی طرف دیکھا' اس کی گہری متحرک براؤن شہد آگیں آنکھیں جن کا گداز پن اسے مزید دیوانہ بنا رہا تھا۔ عباس شاہ کے توصیفی الفاظ کے پیراہن اسے یکتا مجسم کر گئے تھے۔ عباس شاہ نے طائرانہ نگاہ اس پر ڈالی' سفید چوڑی دار پاجامے پر کاسنی اور سفید پھولوں والی لانگ شرٹ شیفون کا دوپٹہ سلیقے سے سر پر لیے ہوئے تھی۔ پیروں میں فلیٹ چپل تھی جو اس کی طویل قامت پر خوب جچ رہی تھی۔ عباس شاہ اب بھی رباب کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

✿ ✿ ..... ✿ ..... ✿ ✿

بابا کی ریٹائرمنٹ کے بعد وہ اس پوش علاقے میں حال ہی میں اپنے ذاتی گھر میں شفٹ ہوئے تھے۔ رباب کا اوپر دائیں جانب والا کمرہ تھا۔ جہاں دیوار گیر شیشے کی سلائیڈنگ دیوار تھی' جہاں سے باہر کا ویو نہایت پرکشش محسوس ہوتا' ٹیرس خاصا کھلا اور طویل تھا۔ یہاں آکر وہ کافی خوش تھی۔ وہ رات دیر تک بابا کے پاس بیٹھتی تھی' ہر ٹاپک پر ان سے لمبی لمبی بحثیں کرتی۔ بابا رباب کی کمپنی انجوائے کرتے' اکثر شام کو وہ اور بابا اپنے گھر کے سامنے لمبی سی تارکول کی سرمئی سڑک پر واک کرتے' اس شام واک کرتے ہوئے بابا اسے اپنی ملازمت کے دوران کا کوئی واقعہ سنا رہے تھے وہ بابا کی بات پر مسکرا رہی تھی' سامنے سے وہ اکیلا آ رہا تھا' ہاتھ میں بیکری کے کچھ شاپرز تھے ان کے نزدیک آتے ہوئے وہ ٹھٹک کر رکا۔ رباب نے بھی حیرت سے عباس شاہ کو دیکھا۔ اس نے بابا کو سلام کیا تو انہوں نے محبت سے جواب دیا۔

"کیسی ہیں آپ؟" اب وہ رباب کی طرف متوجہ تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" رباب کی آنکھوں میں تجسس تھا' وہ جینز پر ریڈ ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا' پیروں میں چمڑے کے سیاہ سلیپر تھے اس حلیے میں بھی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ عباس کی یاقوتی چمک والی آنکھوں میں والہانہ چمک عود رہی تھی۔ ہونٹوں پر بدستور معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

"بابا یہ میرے کلاس فیلو عباس شاہ ہیں۔" بابا نے اثبات میں آنکھوں کو جنبش دی۔

"عباس آپ یہاں کیسے؟" رباب گویا ہوئی۔

"یہی سوال اگر آپ سے کروں تو؟" اب بھی متبسم تھے اس کے بھرے بھرے ہونٹ جیسے اسے کوئی نایاب خزانہ مل گیا ہو۔

"میں یہیں پر رہتا ہوں۔"

"اور میں بھی۔" وہ خاصی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔

"میں اسی سیکٹر تھری میں رہتا ہوں۔"

"اور ہم جی نو میں رہتے ہیں۔"

"واہ یعنی ہم دونوں کے لان کی دیوار ایک ہی ہے اور ہمیں پتہ ہی نہیں۔"

"اچھا انکل اب تو ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"ان شاء اللہ۔" بابا مسکرائے رباب نے بھی ہونٹوں کو اور واہ جنبش دی۔

رباب اب بہت خوش رہنے لگی تھی۔ عمار احمد کا جب بھی فون آتا وہ بتاتا میں تمہیں بہت مس کرتا ہوں رباب نے اسے کبھی مس نہیں کیا تھا۔ اب اسے عمار کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔

گزرتے دنوں میں عباس شاہ اور رباب ایک دوسرے کے بے حد قریب آچکے تھے۔ قربتوں کے سلسلے بڑھتے چلے گئے۔ انہیں پتہ ہی نہ چلا۔ اب اکثر بابا اور رباب کے ساتھ عباس شاہ بھی واک کرنے لگا تھا۔ بابا اور عباس میں خاصی دوستی ہوچکی تھی۔ جب بابا ساتھ نہ ہوتے تو وہ دونوں واک کرتے ہوئے دنیا جہان کی باتیں

کرتے۔ محبت کی جڑیں دونوں کے آنگنِ دل میں تیزی سے پھیل رہی تھیں۔ رباب شدت پسند تھی یہی اس کے عشق کا حال تھا۔ بناء کچھ کہے ایک دوجے کی بات سمجھ لیتے ان کی محبت میں کوئی کھوٹ یا طمع نہیں تھا۔ زندگی کس قدر چارمنگ ہے عباس شاہ کی سنگت میں اسے پتہ چلا تھا۔ رباب سوچتی اگر عباس شاہ مجھ سے بچھڑ گیا تو میں مر جاؤں گی اس کے بناء اب جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔

عباس کو رباب نے بتادیا تھا کہ کن حالات میں اس نے عمار احمد سے منگنی کی تھی۔ اب وہ عمار سے بات نہیں کرتی تھی۔ نرگس خالہ پریشان حال ماما کے پاس آئی تھیں وہ رباب کے بدلتے رویے سے فکرمند تھیں۔ ماما نے رباب کو سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے ماما کو صاف انکار کردیا کہ خالہ عمار کی کہیں اور شادی کردیں تو ماما نے اسے سمجھانا چاہا۔

"پلیز ماما! آپ میرے لیے فکرمند نہ ہوں میں سمجھدار ہوں مجھے اپنے تمام فیصلے خود کرنے ہیں دیٹس آل آپ کے پاس ایسا کوئی حق نہیں ہے جو آپ مجھ پر اپنی مرضی چلائیں۔" بابا کو اس نے نہایت اطمینان سے قائل کرلیا تھا۔

"بابا! میں نہیں سمجھتی کہ عمار کے ساتھ میں زیادہ دور تک چل سکوں گی اس لیے بہتر ہے کہ ابھی سے راہیں الگ کرلیں۔ مجبوراً کسی کے ساتھ زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔"

"ٹھیک ہے بیٹا تمہاری زندگی ہے تمہیں اس پر پورا حق ہے میں تمہارے لیے دعاگو ہوں گا۔"

اس شام عباس کے ساتھ واک کرتے ہوئے دونوں دورویہ درختوں کے درمیان لمبی سڑک پر چلتے چلتے ایک سنگی بینچ پر بیٹھ گئے تھے۔

"رباب میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہوں۔" وہ چونکی۔

"جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو اپنے رب سے تمہارے دائمی ساتھ کی التجائیں کی ہیں تمہارا ساتھ مانگا ہے رباب تم میرے لیے بے حد ضروری ہوچکی ہو۔"

رباب گم صم سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سماعتوں نے جو سنا تھا کیا وہ سچ تھا؟ دونوں کے اعتراف کے سلسلوں کی چھیے یہ سرمئی شام امین تھی۔ اوائل سرما کی یہ ہلکی خنکی لیے شام کس قدر خوب صورت محسوس ہونے لگی تھی انہیں۔

"رباب کچھ تو بولو" عباس نے حدت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ رباب کے دل کی اتھل پتھل بڑھی۔ اس نے مخمور نگاہوں سے عباس کو دیکھا۔

"عباس مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ مجھ سے کبھی ایسا بھی کہیں گے۔" دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اپنی محبت کو امر کرنے کا فیصلہ کرچکے تھے۔

اب عباس شاہ علی شاہ کے بزنس میں ہاتھ بٹانے لینے لگا تھا۔ اس نے چند ہفتوں میں کمپنی معمولات وامور احسن طریقے سے ہینڈل کرلیے تھے علی شاہ مطمئن تھے۔ عباس جلد از جلد سیٹل ہونا چاہتا تھا تاکہ پیرنٹس سے رباب کے پرپوزل کے بارے میں بات کرسکے۔ عباس نے ایک دن ماں کا اچھا موڈ دیکھ کران سے بات کی تھی۔ وہ شدید حیرت میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے ہائی سوسائٹی کی ماڈرن امیر گھرانے کی لڑکی لانا چاہتی تھیں جبکہ ریٹائرڈ ایس پی معین الدین متوسط طبقے کے فرد تھے اور رباب وہ تو رخسانہ شاہ کو ہرگز پسند نہیں تھی۔ ہروقت سر پر دوپٹہ اوڑھے رکھتی۔ انہیں تو فیشن ایبل بہو چاہیے تھی جو ان کے سوشل سرکل میں موو کرنے کی اہلیت رکھتی ہو۔ رخسانہ شاہ ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا رباب کا خیال چھوڑ دے۔ وہ بیٹے کی نیچر سے بخوبی واقف تھیں اس کا ہر فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ آج تک عباس نے ماں سے کوئی فرمائش نہیں کی تھی نہ ہی اس نے کبھی کسی بات کے لیے ضد یا اصرار کیا وہ والدین کی فرماں بردار اولاد تھا۔ علی شاہ کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ کئی بار معین الدین سے مل چکے تھے۔ جو ایک شریف النفس آدمی تھے۔

رخسانہ شاہ چاہتی تھیں عباس کا رجحان رباب کی

طرف سے ہٹ جائے لیکن یہ آئس برگ پگھلنے والا نہیں تھا۔ علی شاہ نے رخسانہ شاہ کو سمجھایا' ہمارا بیٹا سمجھدار ہے اس نے آج تک ہم سے کسی بات پر تقاضا نہیں کیا۔ اپنی پسند کا لائف پارٹنر چننا اس کا حق ہے وہ خوش و مطمئن ہے تو ہمیں بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ تم عزت و تکریم کے ساتھ معین الدین کے گھر عباس کا رشتہ لے کر جاؤ..... رخسانہ شاہ جانتی تھیں ان کی مخالفت انہیں بیٹے سے متنفر کردے گی۔ حالات کے پیش نظر یہی بہتر تھا کہ وہ خوشی خوشی رباب کو بہو بنا کر لے آتیں۔ خدا کا یہی حکم تھا' ان دونوں کے مقدر خدا نے لکھ دیئے تھے۔ پھر بھلا رخسانہ شاہ کیا کرسکتی تھیں۔ منگنی اور پھر شادی شاندار طریقے سے انجام پائی تھی۔ دونوں بہت خوش تھے۔ رباب اکثر سوچتی عباس شاہ اتنی آسانی سے مجھے مل گیا' اگر ہمارا ملن خدا کو منظور نہ ہوتا تو؟ وہ کانپ اٹھتی' رباب اب ایسا مت سوچو اندر سے بازپرس ہوتی' میرا یقین میری شدتیں خدا کے حضور فیض یاب ہوئیں اور میرے رب نے وہ حلیم شہد آگئیں لہجوں والا عباس شاہ میرے نصیب میں لکھ دیا۔ وہ مغرور ہونے لگتی۔

وہ تھا ہی ایسی شدتوں سے چاہے جانے کے قابل یا قوتی آنکھوں والا عباس شاہ مکمل طور پر اس کی دسترس میں تھا۔ عباس بھی اسے بہت چاہتا تھا' لیکن رباب کی محبت تو پاگل پن کی حد تک تھی۔ عباس شاہ سے اس کا سچا تعلق تھا' اب وہ ہزاروں سال جینا چاہتی تھی صرف اور صرف عباس شاہ کے لیے راوی چین ہی چین لکھتا رہا اور رباب اپنی اس جنت نما زندگی میں گم ہوتی چلی گئی۔

رباب ساس سسر کی عزت کرتی تھی۔ رخسانہ شاہ بظاہر خوشی دکھائی دیتی لیکن دل سے رباب سے شدید خائف تھیں۔ محبت پاشی سے اسے ہرٹ کرنے سے نہ چوکتیں۔

''بیٹا! ہر وقت چادر نما دوپٹہ مت لپیٹے رہا کرو تھوڑی اسٹائلش لک دو خود کو تمہاری بری میں تمام جوڑے قیمتی اور لیٹسٹ کلیکشن تھے۔ پہنا کرو زیور تم نے کبھی نہیں پہنا پہلے لیکن اب پہنا کرو آخر تم ایک بڑے گھرانے کی بہو ہو۔''

''مجھے یونہی رہنا پسند ہے؟'' اس نے مختصراً جواب دیا اور مسکراتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

❀ ❀ ......ا...... ❀ ❀

عمار احمد کی رہائش لندن میں تھی جہاں وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول میں مشغول تھا' وہ یونیورسٹی کے نزدیک ایک قدرے سستے اپارٹمنٹ میں رہائش پذیر تھا۔ یہ اپارٹمنٹ کلاس فیلو میکس کیلال کی مدد سے ملا تھا' میکس ساؤتھ افریقہ سے تھا یہاں پر وہ بھی اسکالرشپ اسٹوڈنٹ تھا' دونوں ہوسٹل کی بجائے یہاں پر رہتے تھے' کیونکہ وہ پارٹ ٹائم چھوٹی موٹی جاب بھی کرسکتے تھے۔ میکس عادت کا بھی اچھا تھا' اکثر وہ ویک اینڈ کی رات رباب سے لیپ ٹاپ پر بات کرتا تھا۔ یہ لیپ ٹاپ میکس کا تھا۔ رباب اب عمار سے کترانے لگی تھی۔ وہ بار بار میسج کرتا' جواب نہ آتا' رباب سے اس نے سچی محبت کی تھی۔ وہ پہلی لڑکی تھی جو عمار کی زندگی میں آئی تھی۔ اس کی بے اعتنائی تفاخر بھری بے رخی کسی صورت عمار سے سہار نہ پارہی تھی۔ وہ ٹوٹ کر بوری طرح بکھرا' میکس کافی حد تک عمار احمد کی اداسی کی وجہ سمجھ چکا تھا۔ عمار تمام رات اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا۔ اس شب جب پورا شہر شدید سردی اور دھند کی لپیٹ میں تھا عمار نیند نہ آنے کی وجہ سے بالکونی میں ٹہل رہا تھا۔ جب سے امی نے اسے بتایا تھا رباب نے منگنی توڑ دی ہے وہ مسلسل ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ نیم بستہ رات کے باوجود اس کے پورے وجود پر پسینے کی نمی اتر آئی تھی وہ برداشت کی حدیں عبور کر بیٹھا تھا' آنکھیں تھیں کہ آنسوؤں سے جل تھل تھیں۔

''عمار.....'' میکس نے اس کا کندھا آہستگی سے دبایا۔ عمار کا گھرا ارتکاز ٹوٹا وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''اینی پرابلم۔''

''نو۔'' عمار نے زور سے دونوں گال رگڑے' میکس اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

''کیا ہوا عمار پلیز تم اپنی پرابلم مجھ سے شیئر کرسکتے ہو۔

یوں دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ میں کئی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں تم ڈسٹرب ہو عمار اگر واقعی تم مجھے دوست سمجھتے ہو تو مجھ سے بات کرو۔" عمار نے اپنے اور رباب کے بارے میں مختصراً میکس کیلان کو بتا دیا۔

"میں صرف رباب کی خاطر یہاں پڑھنے آیا تھا تاکہ زندگی کو اس کی توقعات کے مطابق بنا سکوں، میں زندگی کے تمام خوب صورت موسم اس کے ساتھ انجوائے کرنا چاہتا تھا۔" میکس نے اسے بہت تسلی دی۔

"عمار سب کچھ بھول کر دوسرے سمسٹر کی تیاری کرو اپنا سی ایس ایس مکمل کرو۔" میکس نے اسے دلاسہ دیا۔ عمار نے مسکرا کر میکس کی جانب دیکھا اور اس کے گلے لگ گیا۔

آج عمار کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی وہ جلدی یونیورسٹی سے آ گیا تھا۔ کل ویک اینڈ تھا اور آج وہ خوب سونا چاہتا تھا۔ وہ لیٹا ہی تھا کہ اسے چابی سے لاک کھولنے کی آواز آئی۔

"آج تم جلدی آ گئے۔" میکس تھکے تھکے انداز میں اندر داخل ہوا تھا۔ اوور کوٹ اتارتے ہوئے اس نے زور سے جھاڑا جس پر برف کی سفیدی تھی۔

"سونا چاہ رہا تھا اس لیے جلدی آ گیا۔" عمار نے میکس کی طرف چہرہ کرتے ہوئے نیند سے بوجھل آواز میں جواب دیا۔

میکس کے والدین چند سال پہلے انتقال کر گئے تھے تب وہ کچھ عرصہ تک ماں کی ایک رشتے دار کے گھر رہا تھا۔ کرولینا آنٹی اور اس کی بیٹی تنہا رہتی تھیں وہ آنٹی پر بوجھ نہیں بننا چاہتا تھا کرولینا کا ہزبینڈ کچھ سال پہلے ان ماں بیٹی کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس کی بیٹی کیلی میرین میٹرک میں پڑھتی تھی وہ اسکول سے آنے کے بعد ایک گارمنٹس فیکٹری کے اسکرٹ شرٹ چینٹ کیا کرتی تھی۔ اس طرح ماں بیٹی کا گزارہ اچھے طریقے سے ہو رہا تھا۔ کیلی کی آواز بہت اچھی تھی۔ وہ گٹار بھی بجاتی تھی۔ میکس نے کیلی سے وعدہ کر لیا تھا آج آنے کے لیے اسی لیے میکس بار بار عمار کو اٹھا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا عمار بھی اس کے ساتھ چلے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے تیار ہونا ہی پڑا۔

کیلی گٹار بجاتی بہت ہلکا ہلکا گا رہی تھی۔ اس کی آواز بہت پرسوز تھی۔

"یہ میرا دوست ہے عمار احمد۔" میکس نے تعارف کرایا۔

"مسٹر عمار تم میرا گانا سننے آئے مجھے اچھا لگا۔" عمار اس کے ہاتھ غور سے دیکھ رہا تھا۔ لانبی انگلیوں والے اس کے لمبے ہاتھ خاصے چمک دار تھے۔ اس کی پلکیں گھنی اور مڑی ہوئی تھیں آنکھیں اداس [illegible] رہوتی تھیں۔ وہ کلاس میں واقعی خوب صورت لڑکی مانی جاتی ہوگی اس سولہ سالہ لڑکی میں غیر معمولی بات ضرور تھی وہ بھی جھینپ کر عمار [illegible] دیکھ رہی تھی پھر کافی کی طرف متوجہ ہو جاتی۔ کافی ٹائم گزر چکا تھا۔ عمار اب اٹھنا چاہتا تھا۔ الوداعی کلمات کہتے ہوئے کیلی نے گرم جوشی سے ہاتھ بڑھا دیا۔

❁ ✿ ..... ✿ ..... ✿ ❁

عباس شاہ نے لاہور کی برانچ سنبھال لی تھی۔ علی شاہ بے فکر ہو چکے تھے۔ علی شاہ رباب سے خوب گھل مل گئے تھے جبکہ رخسانہ شاہ کو یہ بالکل اچھا نہیں لگتا حال ہی میں وہ ڈیفنس کے اپنے نئے عالی شان بنگلے میں شفٹ ہو گئے تھے۔ گھر رباب نے ہی ڈیکوریٹ کیا تھا۔ رخسانہ شاہ کی روٹین وہی تھیں کلب، پارٹیز، شاپنگ، افتتاحی تقریبات میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شامل ہونا فیشن انڈسٹری میں خاصی پہچانی جاتی تھیں۔

عباس کی محبت کا کرشمہ تھا رباب دن بدن نکھرتی جا رہی تھی۔ رخسانہ شاہ رباب کی شادابی دیکھ کر کڑھتی مرد کو ہمیشہ اپنی جانب کھینچتی ایسی عورت بھاتی ہے جو گلاب کی طرح تروتازہ ہو جس میں مقناطیسی کشش ہو رخسانہ شاہ کو رباب سے خدا واسطے کا بیر تھا، بیٹے کی بیوی پر توجہ برداشت ہی نہ کر پاتیں۔ اس گھر کے دونوں مرد صرف رباب کی مدح سرائی کرتے دکھائی دیتے جیسے رخسانہ شاہ کی کوئی وقعت واہمیت ہی نہ تھی وہ بے معنی ہو گئی تھیں، گلبرگ کا

پورا آفس رباب سنبھال رہی تھی کمپنی کا کوئی مسئلہ گھر کی کوئی بات کے لیے رباب سے مشورہ لیا جاتا اس کی بات کو فوقیت دی جاتی۔ اکثر رخسانہ شاہ رباب سے کہتیں۔

"بیٹا اب ہمیں جلدی کوئی گڈ نیوز دو میری بھی دادی بننے کی خواہش ہے۔" رباب مسکرائی اسے اچھا لگ رہا تھا کہ ماں آج کل اچھے موڈ میں ہیں۔

"ماں آپ ہمارے لیے دعا کیا کریں ناں۔" رباب نے بانہیں ان کے گلے میں حمائل کردی۔

"خدا تم دونوں کو سلامت رکھے جوڑی بنا کے رکھے آج شام تم میرے ساتھ ڈاکٹر بلقیس کے کلینک چلنا وہ تجربہ کار گائناکالوجسٹ ہیں۔"

"ٹھیک ہے ماں۔" عباس اور رباب خوش تھے ماں کو ان کی فکر تو ہے ناں۔ ڈاکٹر بلقیس نے چیک اپ کے بعد بتایا تھا رباب بالکل ٹھیک ہے یہ میڈیسن استعمال کریں اللہ کرم کرے گا۔ نسخہ رخسانہ شاہ کے پاس تھا دوسرے دن ناشتے پر رخسانہ اسے دواؤں کے متعلق سمجھا رہی تھیں۔ تین چار قسم کی ٹیبلٹس تھیں۔

رباب نے ایک بار بھی وہ دوائیں نہیں کھائیں تھیں۔ اس کا دل نہیں مان رہا تھا کہ وہ کھائے تم ایسے ہی وہم کرتی ہو اس نے خود کو سرزنش کی پندرہ دن بعد رخسانہ شاہ پھر میڈیسن لے آئیں۔

"رباب ڈاکٹر بلقیس نے اب یہ دوائیں تجویز کی ہیں۔"

"ماں ڈاکٹر بلقیس مجھے چیک کیے بنا ایسے ہی میڈیسن کیسے دے رہی ہیں۔ ذرا نسخہ مجھے دکھائیں۔"

"وہ تو شاید میڈیکل اسٹور پر ہی رہ گیا ہے تم فکر نہیں کرو میں جاؤں گی تو لے آؤں گی۔ تم یہ آج سے ہی شروع کردو۔"

"جی ماں۔" اب رباب کا شک یقین میں بدل چکا تھا۔ کہ ماں اسے غلط دوائیں استعمال کرانا چاہ رہی ہیں۔ رباب شروع تو سے ہر بات ماں سے شیئر کرتی تھی دونوں ایک دوسرے پر بھرپور ٹرسٹ کرتے تھے رباب

نے اپنے خدشات عباس کے سامنے رکھے تھے۔ وہ ان مردوں میں سے نہیں تھا جو بلاوجہ بحث میں پڑ کر بدگمانیوں کو مزید بڑھاوا دے۔

"ٹھیک ہے رابی تم وہ میڈیسن مجھے دے دینا میں چیک کروالوں گا تاکہ ماں کی بابت تمہارا وسوسہ ختم ہوسکے۔ عباس کے دوست احمر کی بیوی گائنا کالوجسٹ تھیں میڈیسن وہاں بھجوادی تھیں' چند روز بعد عباس کو احمر کا فون آیا اس نے بتایا دوائیں لائبریری میں ٹیسٹ کے لیے بھجوائی تھیں۔ اور پھر رباب کے خدشے کی تصدیق ہوگئی تھی۔ عباس کو شدید شاک پہنچا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا ماں اپنے بیٹے کے ساتھ ایسا کریں گی۔ عباس نے رباب کو منع کردیا تھا' ماں سے اس ٹاپک پر بات نہ کرے بلکہ ہمیشہ ان کی عزت کرے' خیال رکھے' وہ میری ماں ہیں۔ وہ گھر کے ماحول کو خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ رباب ماں کا بہت خیال رکھتی' وہ اکثر رباب سے پوتے کی خواہش کا اظہار کرتیں۔

رباب کا تیسرا مہینہ چل رہا تھا' ان دونوں نے کسی کو نہیں بتایا تھا' ماں اب گھر پر ہی رہتی تھیں رباب کا خیال رکھتیں اس کے لیے قیمتی تحفے بھی لاتیں' بظاہر عباس کے چہرے پر دھیمی مسکان ہر لمحہ رہتی لیکن وہ کم گو ہوتا جارہا تھا۔ رباب جانتی تھی ماں کے اس رویے نے عباس کو اذیت ناکی کے گہرے بھنور میں ڈال دیا ہے۔ وہ جانتا تھا ماں کو کبھی بھی متوسط طبقے کی رباب پسند نہیں ہے' وہ ہمیں جدا کرنا چاہتی ہیں۔ وہ اولاد نہ ہونے کا ایشو کریٹ کرنا چاہتی ہیں۔ تاکہ وہ اس کی شادی کسی مل اونر کی بیٹی سے کراسکیں۔ عباس شدید ڈسٹرب تھا۔ اعصابی کھنچاؤ کا شکار ہوچکا تھا۔ وہ والدین کی فرماں بردار اولاد تھا' پھر اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ فرسٹریشن تھی کہ بڑھتی جارہی تھی۔ رباب فون کرتی رہتی وہ فون نہ اٹھاتا تھا' تب پاپا کے پاس جا پہنچتی وہ بھی عباس کے لیے فکرمند تھے۔ اس کی اچانک بدلتی اس گھمبیر طبیعت پر۔

"رباب اسے کوئی پریشانی ضرور ہے تم اس سے پوچھو۔"

"پاپا! میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن وہ کچھ نہیں بتاتا۔" رباب صاف بہانہ بناتی ورنہ اس کی پریشانی کا علم اسے بخوبی تھا۔

❁ ❁ ......❁...... ❁ ❁

ویک اینڈ کی دوپہر' دونوں بالکونی میں کھڑے تھے' لندن شدید ٹھنڈ کی لپیٹ میں تھا۔ لوگ گھروں میں محصور ہوکر رہ گئے تھے۔ اچانک میکس کا سیل فون بجا۔

"کیکی ہاؤ آر یو۔"

"میکس تم گھر پر ہو؟"

"ہاں لیکن تم کہاں ہو؟"

"تمہاری بلڈنگ سے تھوڑے فاصلے پر ہوں۔ کچھ دیر میں پہنچتی ہوں۔" اور ایک گھنٹہ بعد وہ آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پلاسٹک بیگ تھا۔ جس میں فریش فش کا ڈسپوزیبل کور کیا ٹرے تھا۔ اس نے فش کچن سلیب پر رکھ دی تھی۔ عمار ہیٹر کے نزدیک بیٹھا لیپ ٹاپ کھولے ہوئے تھا۔ اس نے ایک دو بار کچن کاؤنٹر کے پاس کھڑی کیکی میرعین اور میکس کو باتیں کرتے دیکھا۔

آج کیکی نے ریڈ اسٹائلش اسکرٹ پہنا ہوا تھا۔ گلے میں میچنگ مالا تھی کلائیوں میں رنگ برنگے کڑے تھے آج لائٹ میک اپ تھا' اس کے بدن سے اٹھتی پرفیوم کی دھیمی خوشبو یہاں کے ماحول کو خوش گواریت میں تبدیل کرگئی تھی۔ اب کی بار عمار کی توجہ چمکتی اسکرین سے زیادہ اس سیاہ فام لڑکی کی طرف۔ غیر محسوس انداز میں تھی۔ یقیناً میکس نے اسے لنچ تیار کرنے کو کہا تھا۔ اس دوران اس نے باقی تمام کام بھی نمٹا دیے تھے۔ کھانا اس نے بہت مزے دار بنایا تھا' عمار رغبت سے کھارہا تھا۔ وہ کیکی میرعین پر بھی نظر ڈال لیتا۔ عمار کو آج وہ زیادہ توجہ طلب دکھائی دے رہی تھی۔ کیکی کے سانولے چمک دار چہرے پر مسکراہٹ بہت جاندار تھی۔ کھانے کے دوران وہ مسلم کمیونٹی کے متعلق مختلف سوال کررہی تھی کہ اسلام کیسے دنیا میں پھیلا؟ وہ مختصراً کیکی کو بتارہا تھا۔

"میرے گھر کے نزدیک سیکٹر F-8 میں ترکی کی ایک فیملی رہتی ہے وہ خواتین بڑے بڑے کپڑوں میں خود کو چھپا کے رکھتی ہیں۔"

"ہاں ہمارے مذہب میں خواتین کو اپنے پردے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔" ایک الوداعی نگاہ عمار پر ڈالتی وہ دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

❁❁......❁......❁❁❁

ناشتے کے دوران فش اور گرین پیاز کا آملیٹ دیکھ کر رباب کا وہاں بیٹھنا مشکل ہوگیا تھا۔ اسے ابکائی آنے لگی تھی۔ ماں نے معنی خیزی سے عباس کی طرف دیکھا۔

"عباس رباب کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"جی ٹھیک ہے رات کو کچھ الٹا سیدھا کھالیا ہوگا۔"

"شام کو میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گی۔" انہوں نے عباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماں آپ یونہی فکرمند ہو رہی ہیں ابھی ٹھیک ہوجائے گی۔" رباب میں آنے والی اس تبدیلی پر بظاہر وہ خوش دکھائی دے رہی تھیں جبکہ ان کا دماغ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ وہ کسی بھی طرح سے اس بچے کو دنیا میں آنے سے روکنا چاہتی تھیں۔ انہیں تو ہر صورت میں صالحہ سے عباس کی شادی کرانا تھی' صالحہ کے نام ایک فیکٹری تھی جو اس اکلوتی اولاد کو جہیز میں ملنی تھی۔ رباب اب بھی عباس کے ساتھ چیک اپ کروانے جایا کرتی تھی۔ عباس اور رباب کے باہمی فیصلے سے طے یہ پایا کہ رباب آخری وقت اپنی ماما کے گھر گزار لے۔ رخسانہ شاہ نے سنا تو انہوں نے خاصا واویلا مچایا اور ان سب سے ناراض ہوگئی تھیں۔ عباس کا صبح کا ناشتہ رباب ہی بناتی تھی۔ عباس آٹھ بجے آفس جاتا تھا' آج بھی وہ تیاری میں مصروف تھا۔

"عباس تم نہا دھو لو میں تمہارا ناشتہ بناتی ہوں۔ آج میرے ہاتھ کا ناشتہ کرلیں پھر تو خانساماں کے ہاتھ کا ناشتہ ہی کرنا پڑے گا۔" آج اسے ماما اپنے گھر لے جانے کے لیے آرہی تھیں۔ عباس نے اس کے عارض کو نرمی سے چھوا۔

"رابی میں تمہیں بہت مس کروں گا۔" عباس اداس تھا۔ رباب عباس کی اداسی کم کرنے کی کوشش میں مسکرائی۔

"اچھا تم اب تیار ہو میں ناشتہ بناتی ہوں۔"

"میرا ناشتے کے لیے دل نہیں چاہ رہا' جاتے ہوئے فریج سے جوس نکال کر پی لوں گا۔" اسے خدا حافظ کہتا وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ سیڑھیاں اترتے عباس نے ماں کو کچن سے نکلتے دیکھا تھا۔ ماں تو کبھی بارہ بجے سے پہلے اٹھتی نہیں اس وقت کچن میں کیا کررہی تھیں؟ اسی حیرانی کے عالم میں وہ جوس لینے کچن کی طرف بڑھا' کچن کی انٹرنس کے وسط میں اسے کچھ چمکتا ہوا دکھائی دیا۔ عباس نے جھک کر دیکھا کوئی سیال نما چیز تھی۔ اس نے فرش پر انگلی لگائی وہ آئل تھا' جو پھیلا ہوا تھا ماربل کے چوڑی ٹائلز والے سلیپری فرش پر عباس ایک دم سے ٹھٹکا وہ تازہ گرایا گیا آئل تھا' حالانکہ رات کو خانساماں کچن کی اچھی طرح صفائی دھلائی کے بعد اپنے کوارٹر میں جاتا تھا۔ عباس اب بھی فرش کو دیکھ رہا تھا فریج سے جوس نکالنا وہ بھول چکا تھا۔ کڑیاں آہستہ آہستہ جڑ رہی تھیں' صبح سب سے پہلے رباب ہی کچن میں آتی تھی عباس کا ناشتہ بنانے وہ آدھی سوئی آدھی جاگی ہوتی تھی۔

"کیا...... کیا یہ ماں نے؟ اوہ میرے خدا......" وہ وہیں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اس سے یہ شدید درد برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔ سر درد کا اسے کچھ عرصہ سے مسئلہ تھا وہ بمشکل اٹھا اور اپنے کمرے تک آیا' اگر رباب پھسل کر گر جاتی تو کیا...... کیا ہوتا' بار بار یہی خیال اسے ستا رہا تھا' رباب پھر سوگئی تھی آہٹ پا کر اس نے آنکھیں کھولیں۔

"عباس تم ابھی گئے نہیں۔"

"رابی میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے مجھے پین کلر دے دو۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

"عباس اچانک کیا ہوگیا ہے تمہیں؟" وہ تخ بستہ

ہتھیلیوں سے عباس کی گرم پیشانی دبا رہی تھی۔

"میں پاپا کو اٹھاتی ہوں۔"

"رابی تم کہیں نہیں جاؤ گی۔" عباس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"دیکھو رابی کچن میں مت جانا وہاں آئل گرا ہوا ہے، کہیں تم سلپ نہ ہو جاؤ۔"

"واٹ......" رباب نے حیرانگی سے دیکھا۔ وہ سمجھ گئی تھی یہی وجہ تھی عباس کی طبیعت خراب ہونے کی، اب وہ دوائی کے زیراثر تھا۔ اس کے چہرے کا اضطراب قدرے کم ہو چکا تھا۔ اس نے پاپا کو کال کی وہ صبح کی واک پر نکلے ہوئے تھے۔

"پاپا عباس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ جلدی سے آجائیں۔" ڈاکٹر کبیر صدیقی نے اچھی طرح چیک کیا تھا۔

"ابھی تو یہ دواؤں کے زیراثر ہیں اٹھ جائیں تو ان کی پوزیشن بتائے گا۔" ڈاکٹر صدیقی کے چہرے پر تشویش تھی۔ شام ہو گئی تھی لیکن عباس نہیں اٹھا۔ رباب میں سکت نہیں تھی، بت بن چکی تھی، شام کو ڈاکٹر کبیر صدیقی نے عباس کو ہاسپٹل ایڈمٹ کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کی رپورٹس تسلی بخش نہیں تھیں۔ عباس کو نیند میں گئے چوبیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ پھر چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے ہو گئے عباس کو ہوش نہ آیا۔ رباب صدمے سے نڈھال تھی، وہ کہاں بیٹھی ہے کیا سوچ رہی ہے اسے کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ خاموشی سے ٹکر ٹکر سب کو دیکھتی رہتی۔ ماں گنگ ہو چکی تھیں کسی سے انہوں نے بات نہیں کی تھی، ہاتھ میں تسبیح پکڑے آنکھیں بند کیے اللہ سے فریادیں کرتی بیٹے کی سلامتی اور صحت مانگ رہی تھیں۔ ماں کی خود پسندی غرور خدا کو پسند نہیں آیا تھا۔ اسی بیٹے پر غرور تھا ناں، جس کے بچے کو ختم کر کے اپنے بیٹے کو دولت کے عوض کیش کرانا چاہتی تھیں۔ رخسانہ شاہ کے سامنے ان کا اکلوتا بیٹا لاش کی صورت ان کے سامنے بے سدھ پڑا ہوا تھا۔

علی شاہ نے رباب کو ماما کے ساتھ بھیجا تھا اس کے چہرے پر زردی کھنڈی تھی، اپنے پیروں پر وہ کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی۔ دو دن سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ وہ زندہ تھی تو عباس شاہ کے لیے وہ اس کے دل میں دھڑکن کی طرح تھا رگوں میں خون بن کر دوڑتا تھا وہ شخص اس کی آنکھوں کا نور تھا۔ ڈاکٹرز کے پینل نے رپورٹس چیک کرنے کے بعد بتایا تھا۔ انہیں کچھ عرصہ سے مائی گرین کی شکایت تھی اس بار ذہنی دباؤ کی وجہ سے ان پر شدید حملہ ہوا ہے جو دماغ کی نسوں کو سکیڑ چکا ہے۔ اسی وجہ سے عباس قومہ میں جا چکا ہے۔ علی شاہ کو لگا ان کے سر پر آسمان آ گرا ہے، پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہے۔ بمشکل خود کو سنبھال کر گویا ہوئے۔

"سر جن اس کا دورانیہ کتنا ہو سکتا ہے؟"

"شاہ صاحب کچھ کہا نہیں جا سکتا، چند دن، چند مہینے چند سال یا اس سے بھی زیادہ۔" علی شاہ نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

ویک اینڈ پر کیلی ان کے پاس آئی تو عمار گھر پر ہی ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ یہاں سے مسجد کافی دور تھی سو وہ اکثر گھر پر ہی نماز پڑھ لیتا، کیلی نے کچن کاؤنٹر پر کچھ پیکٹ رکھے اور وہیں ٹیک لگائے عمار احمد کو دیکھتی رہی۔ وہ کس طرح رکوع و سجود کر رہا تھا، وہ دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ کیلی نے چرچ میں اس طرح عبادت کبھی نہیں کی تھی۔ وہ بہت کم چرچ جاتی تھی کیونکہ اس کی ممی کو اپنے مذہب سے لگاؤ نہیں تھا۔ بس صلیب کا نشان انگشت شہادت سے بنا کر جیسے وہ مطمئن ہو جاتی، کیلی کو بھی اس نے عیسائیت کے بارے میں آگہی نہ دی وہ تنا سمجھتی اور جانتی تھی یسوع فادر کی وہ امتی ہے اور وہ خدا کے نیک بندے تھے، خدا جو آسمانوں میں رہتا ہے۔

عمار نے جائے نماز تہہ کرتے ہوئے کیلی کی طرف دیکھا جواباً وہ مسکرائی۔ آج اس نے ٹخنوں کو چھوتا پنک اسکرٹ پہنا ہوا تھا، جس پہ بلو شرٹ تھی وہ خاصی تیاری کے ساتھ آئی تھی۔ وہ اچھی لگ رہی تھی یا عمار کو اچھی لگنے لگی تھی۔ عمار صبح سے اداس تھا، کیلی کو دیکھ کر طبیعت کچھ بہل گئی

تھی۔ امی نے رات کو عمار کو فون پر بتایا تھا۔ عباس شاہ قومہ میں چلا گیا ہے اور چند روز پہلے اس کا بیٹا ہوا ہے۔

''عمار تم عبادت کر رہے تھے کیا پڑھ رہے تھے؟'' کیکی میرمین کے لہجے میں تجسس تھا۔

''میں نماز پڑھ رہا تھا۔'' پھر عمار نے اسے صورت اخلاص کا ترجمہ سنایا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی۔

''عمار بہت تاثیر ہے ان الفاظ میں۔'' عمار پر اشتیاق نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟''

''آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔''

''مذاق نہیں کرو۔''

''مذاق نہیں کر رہا واقعی اچھی لگ رہی ہو۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''عمار تم بہت گڈ لکنگ ہو۔''

''کیکی تم بھی تو پریٹی ہو۔''

''نہیں میں سیاہ فام نسل سے ہوں۔'' عمار بلاوجہ مسکرایا تھا تاکہ اس کا موڈ درست ہو۔

''بہت دیر ہوگئی میں تم دونوں کے لیے کھانا بناتی ہوں۔ میں بروئیز لائی ہوں۔'' کیکی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ عمار غیر ارادی طور پر کیکی کے بارے میں سوچنے سے خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔ وہ اسے مس کرتا تھا اور جب وہ آتی تو عمار کے اندر کے موسم بہت اچھے ہو جاتے۔ کیکی نے عمار کو نماز یاد کرانے کو کہا تھا چند دنوں میں وہ پوری نماز یاد کر چکی تھی۔

ایک مرتبہ عمار نے سورۂ یٰسین بمعہ ترجمہ اسے سنائی کیسی خصوصیت دم بخود کر دینے والی حساسیت تھی ان الفاظ میں۔

''عمار یہ الفاظ کیسے اس دنیا میں آئے؟'' کیکی نے اپنی دانست کے مطابق سوال کیا تھا پھر عمار نے آسان الفاظ میں اسے سمجھایا۔

''جو تمہارا اور میرا خدا ہے اس نے اپنے ایک خاص فرشتے جبرائیل علیہ اسلام کے ذریعے ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچائے۔''

''میں اپنے مذہب کے بارے میں بھی زیادہ نہیں جانتی۔ میری ممی نے مجھے عادت نہیں ڈالی نہ ہی چرچ جا کر عبادت کرنے کو کہا میرا باپ نشہ کرتا تھا ممی جو کماتی وہ اڑا تا پھر ممی نے مجھے بھی اپنے ساتھ کام پر لگا لیا ہمیشہ وہ میرے باپ کا غصہ مجھے زدوکوب کر کے نکالتی رہتی میرا باپ ممی کو گالیاں دیتے ممی مجھے گالیاں دیتا ہمارے شلیٹڈ سیکٹر میں ایک ٹیچر رہتے تھے۔ میرا پڑھنے کا شوق دیکھا تو مجھے اپنے خرچے پر ایڈمیشن دلا دیا ممی نے بہت غصہ کیا لیکن سر نے ممی کو راضی کر لیا میں شروع سے پڑھائی میں اچھی تھی سر کی کوشش سے مجھے اسکالرشپ مل گیا میں نے کیمرج پاس کر لی اس دوران میرا باپ ہمیں چھوڑ کر افریقہ چلا گیا۔ ممی نے شکر کیا۔ اب ان پر کوئی تشدد کرنے والا نہیں تھا۔'' عمار کیکی کی باتیں غور سے سن رہا وہ جب بھی آتی ان کا اپارٹمنٹ چمکا جاتی پورے ہفتے کا کھانا بنا کر فریج میں رکھ جاتی۔ میکس بھی اب عمار کیکی کے نام سے تنگ کرنے لگا تھا۔ کچھ عرصہ سے عمار اس بلڈنگ میں رہنے والے بزنس مین کے تین بچوں کو ٹیوشن دے رہا تھا جہاں سے اسے خاصی بڑی رقم ملتی تھی۔ اس ویک اینڈ وہ کیکی کو ایک افغانی ریسٹورنٹ میں ڈنر کرانے لے آیا تھا۔ کیکی بہت خوش تھی وہ اہتمام سے تیار ہو کر آئی تھی۔ اب وہ سر پر نت نئے اسٹائلش اسکارف بھی لینے لگی تھی۔ ویٹر کھانا سرو کر کے جا چکا تھا۔

''تم مجھے اپنے مذہب کے بارے میں اتنی ڈیٹیل سے بتا چکے ہو۔ اب میں واقعی تمہارے مذہب کو دل سے سمجھنے اور محسوس کرنے لگی ہوں۔ عمار ایک دن میں نے چھپ کر نماز پڑھی تھی مجھے طمانیت محسوس ہوئی۔ میں نان مسلم ہوں پر ان الفاظ کی تاثیر نے مجھے بہترین احساس بخشا۔ عمار میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔''

عمار سانس لینا بھول چکا تھا بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ٹیبل پر رکھے ریڈ گلابوں کے اس پار بیٹھی کیکی اب بھی اس کی نگاہوں کے مرکز میں تھی۔ جو مسلسل مسکرا رہی تھی۔

"کیکی تم نے اتنی جلدی یہ فیصلہ کس وجہ سے کیا؟"

"تمہاری وجہ سے۔"

"کیکی تمہاری ممی مان جائیں گی؟"

"نہیں؟"

"میں اپنی مرضی کی مالک ہوں' ممی کو منالوں گی۔ ممی اور میں ہی تو ایک دوسرے کے لیے ہیں وہ تھوڑے نخرے دکھاتی ہیں پھر مان جاتی ہیں' میں نے ممی سے تمہارا ذکر کیا تھا' کہہ رہی تھی کسی دن تمہیں گھر لاؤں۔" لمحے سرکتے رہے' نگاہیں اپنی اپنی پلیٹ پر تھیں لیکن ذہن کہیں اور بھٹک رہے تھے۔

"عمار......" کیکی کے پکارنے پر اس نے اسے دیکھا۔

"میں مسلمان ہوجاؤں گی پھر تم مجھ سے شادی کرلوگے۔" کانٹا زور سے عمار کی پلیٹ پر گرا' کیکی سانس روکے عمار کے جواب کی منتظر تھی۔ عمار کو امید نہیں تھی کیکی یوں اسے پرپوز کردے گی۔

"پلیز عمار' جلدی جواب دو ورنہ میری سانسیں بند ہوجائیں گی۔"

"تو تم صرف اس وجہ سے مسلمان ہونا چاہتی ہو؟ تمہارے دل میں صرف طمع ہے خدا کی خالص محبت نہیں۔" عمار کے لہجے میں تناؤ در آیا تھا۔

"عمار تمہارے حصول کے لیے یہ طمع بھی تو اس رب نے میرے دل میں اجاگر کیا ہے۔" کیکی کے لہجے کی پور پور پر یقین تھی۔ عمار کی حیرت تھی کہ ختم نہیں ہورہی تھی۔ وہ کیکی کو گھورنے کے انداز میں اس کا بھرپور اعتماد دیکھ رہا تھا۔ اس نے بمشکل رکا ہوا سانس بحال کیا۔ کیکی کے چہرے پر کیسا تقدس نور جھلملا رہا تھا۔

"عمار میں نہیں جانتی مجھے کب تم سے محبت ہوگئی۔ صرف چھ ماہ سے تمہیں جانتی ہوں' لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے میں مدتوں سے تمہیں جانتی ہوں۔" اس وقت عمار دو دھاری تلوار پر کھڑا تھا' کیکی کو اپنانا اس کے لیے قطعی ممکن نہیں تھا اس کے پیرنٹس کبھی کیکی کو قبول نہیں کریں گے' اگر عمار نے اسے مایوس کردیا تو......تو......! اس سے آگے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے مفلوج ہوچکی تھی' کیکی کے چہرے پر خوف ہلکورے لے رہا تھا۔

"عمار خاموش کیوں ہو؟" گھٹی گھٹی آواز بمشکل اس کے گلے سے برآمد ہوئی۔

"کیکی تم سے ایک بات کہوں تم یقین کروگی؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" وہ بدستور کرب کے عالم میں تھی۔

"ہمارا کلچر بہت الگ ہے' میرے پیرنٹس کے بھی میری بابت کچھ خواب ہیں' مجھے نہیں لگتا کہ وہ ایسا چاہیں گے۔" کیکی وحشت زدہ ہوکر سے دیکھتی رہی۔

"عمار میں نے اپنے رب کے بھروسے پر ہی تو تمہارا دائمی ساتھ اس سے مانگا ہے۔"

"کیکی اگر تمہیں اپنے رب پر اتنا یقین ہے تو پھر وہ ہمیں جدا نہیں کرے گا۔" کیکی نے محسوس کیا عمار کا لہجہ بے حد پراعتماد اور مضبوط ہے۔

❁ ❁......❁......❁ ❁

عباس شاہ کو قومہ میں گئے چھ ماہ ہوچکے تھے۔ اس کا تین ماہ کا بیٹا سعد عباس ہو بہو باپ کا ہم شکل تھا۔ رباب کو یقین نہیں آتا تھا جو شخص اس کی زیست میں دھڑکن کی مانند بس رہا تھا' وہ اس کے بنا کیسے جی رہی ہے۔ اس کے دکھ کو عباس ہی سمجھ سکتا تھا۔ اپنے بیٹے کی آمد سے بھی اس کی نیند نہ ٹوٹی' رباب بار بار ہنستیں' تھیں' اندر سے ٹوٹ چکی تھی۔

ان چھ ماہ کے دوران رباب باقاعدگی سے عباس کے پاس ہاسپٹل کے اس اسپیشل روم میں آتی تھی۔ جہاں اس کا مجازی خدا دنیا و مافیہا سے لاتعلق گہری مسافتوں بھری نیند کے زیراثر تھا۔ وہ عباس کے لیے ریڈ روز لاتی اسے یقین تھا عباس کو ان کی خوشبو محسوس ہوتی ہوگی' میری موجودگی کا احساس بھی اسے ضرور ہوتا ہوگا۔

رباب کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکان ابھرتی لیکن آنکھیں سنگ اٹھتیں' جب بھی آتی سعد کو ساتھ لے کر آتی۔ وہ سعد کے بارے میں بہت محتاط تھی۔ یہ تو قدرت کا

معجزہ تھا جو سعد آج اس کی گود میں تھا۔ زندگی کے اس قدر بڑے تصادم پر ہر احساس سے ماورا ہو چکی تھی۔ وہ سوچتی کاش اس صبح اس نے عباس کی بات نہ مانی ہوتی' اور کچن میں اس کا ناشتہ بنانے چلی آتی۔ عباس اس شدید جھٹکے سے تو بچ جاتا جس نے عباس کے حواس سلب کر کے اسے قومہ میں پہنچا دیا تھا۔ ماں کا ایسا روپ وہ برداشت نہیں کر سکا تھا۔ وہ...... بیٹا جس نے آج تک ماں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہیں کی تھی' اس نے اپنی آنکھوں سے کچن میں پھیلا آنچل اور ماں کو وہاں سے نکلتے دیکھا تھا۔ پھر اسے شاک کیسے نہ پہنچتا' جس دن سے عباس قومہ میں گیا تھا رخسانہ شاہ نے چپ سادھ لی تھی۔ صرف اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ انہیں خود سے گھن آتی کراہیت محسوس ہوتی۔ رخسانہ شاہ کو خدا سے اپنے بیٹے کی نئی زندگی چاہیے تھی' اب ان کا زیادہ ٹائم عبادت میں گزرنے لگا تھا۔ انہیں یقین تھا وہ رحمان رحیم کریم ضرور انہیں معاف کر دے گا اور ان کی دعائیں مستجاب ہو جائیں گی' گہری چوٹ کھانے کے بعد وہ سنبھل چکی تھیں۔ خدا کی خدائی کو مدد کے لیے پکار رہی تھیں پھر وہ کیسے نا ایک ماں کی پکار سنتا۔

رباب نے علی شاہ کو نہیں بتایا تھا کہ کس وجہ سے عباس کا مائی گرین شدت اختیار کر گیا تھا جو قومہ میں جانے کی وجہ بنا۔ علی شاہ انہیں معروف سرکارسٹ کے پاس بھی لے کر گئے تھے رخسانہ شاہ سے اب جو بات بھی کہی جاتی فوراً مان لیتیں۔ وہ ہفتے میں دو بار عباس کے پاس جاتیں اور کہتیں۔

"عباس اب اٹھ جاؤ بیٹا میں تمہارے لیے اداس ہوں۔" اس کے سامنے گھنٹوں بیٹھی تسبیح پڑھتی رہتیں۔ رباب نے رخسانہ شاہ کو معاف کر دیا تھا۔ اکثر رباب نے سعد کو ان کی گود میں دینا چاہا تو وہ ہاتھ سے روک دیتیں اور اونچی سرگوشی کے ساتھ بڑبڑاتیں۔

"الٰہی میرے عباس کی اولاد کو سلامت رکھ۔" دل کی گہرائیوں سے صدا ابھرتی' رخسانہ شاہ نے کبھی نہیں سوچا تھا جو رسی ان کے لیے ڈھیلی ہے وہ ایک لمحہ میں اس طرح رب کھینچے گا ساتھ ان کی روح بھی دار کے تختے پر چڑھتی جائے گی۔ اپنی اولاد کی شکل میں انہیں اذیت ناکی مل رہی تھی جو لمحہ لمحہ ان کی گردن کا طوق بنی رہتی۔ رخسانہ شاہ ٹھیک ہو سکتی تھیں اگر عباس شاہ قومہ سے نکل آتا ابھی تک ڈاکٹرز نے ایسی کوئی امید نہیں دلائی تھی۔ اچھی سے اچھی ٹریٹمنٹ چل رہی تھی۔ گل ماں ہوگی کے بعد رباب کے پاس آ گئی تھیں۔ انہوں نے سعد کو اسی طرح سنبھال لیا تھا جس طرح رباب کو اپنی آغوش میں سمیٹا تھا اب وہ پاپا کے ساتھ دوبارہ آفس سنبھال چکی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

کیکی میرعین مسلمان ہو گئی تھی' ممی نے تھوڑا واویلا مچایا پھر خاموشی سادھ لی۔ اس کا اسلامی نام مومنہ رکھا گیا تھا۔ وہ اب بھی ویک اینڈ پر عمار کے اپارٹمنٹ آتی تھی۔ عمار نے ماسٹرز مکمل کر لیا تھا۔ اب وہ شارٹ کورس کر رہا تھا۔ وہ ایک کمپیوٹر کمپنی میں جاب بھی کر رہا تھا۔ سیلری خاصی تسلی بخش تھی۔ مومنہ کے لیے وہ ایسے ہی جذبات رکھتا تھا جیسے کبھی رباب کے لیے تھے۔ زندگی چلتی رہتی ہے رباب کی بے وفائی اس نے سہار لی تھی۔ اسے زندگی کو کامیاب بنانا تھا' عمار نے والدین سے مومنہ کا ذکر کیا تھا' وہ سخت تنفر میں انکار کر چکے تھے۔

"ایک سیاہ فام لڑکی کو ہماری بہو بناؤ گے' زمانہ ہم پر ہنسے گا تم بس واپس آ جاؤ۔"

"پلیز اماں! آپ تو ماں ہیں مجھے سمجھیں پہلے میں ایک محبت کھو چکا ہوں' دوبارہ ایسا میں سہار نہیں پاؤں گا۔" وہ گھنٹوں فون پر والدین کو آمادہ کرنے کی کوشش کرتا۔ عمار نے مومنہ کے بغیر کسی اور سے بھی شادی نہ کرنے کی دھمکی دے دی تھی۔ عمار نے یقین دلایا تھا مومنہ نے عیسائیت چھوڑ کر خلوص نیت اور دل سے اسلام قبول کیا ہے اس لیے نہیں کہ میری محبت میں اس نے یہ اقدام اٹھایا ہے بلکہ خدا کی سچی چاہ نے اسے بے بس کر دیا ہے' میں تو صرف وسیلہ بنا ہوں۔

"عمار تمہاری خوشی یہی ہے تو ٹھیک ہے تم شادی کر کے اسے پاکستان لے آنا' پھر ہم شاندار ولیمہ کریں گے۔" بیٹے کی خوشی کے سامنے اماں مجبور تھیں۔ عمار آفس کے بعد سیدھا مومنہ کے گھر پہنچا تھا۔ ممی تپاک سے ملی تھیں۔ عمار نے دروازے سے اندر جھانکا۔ مومنہ مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی۔ کافی پیتے ہوئے عمار نے اسے بتایا تھا میرے پیرنٹس نے بخوشی شادی کی اجازت دے دی ہے۔

"ریئلی۔"

"ہاں۔" مومنہ بہت خوش تھی۔ دونوں کی آنکھوں میں یقین تھا۔

"مومنہ ان شاء اللہ تمہاری دعائیں ضرور مستجاب ہوں گی' وہ رب کل ہے رب کائنات ہے جسے رحمان و کریم کہتے ہیں۔"

"عمار آج میں نے سورت یاسین زبانی یاد کر لی ہے۔"

"سبحان اللہ"

آنے والے جمعے کو ان دونوں کا نکاح ہونا قرار پایا تھا' بعد نماز جمعہ بہت خوب صورت ویڈنگ ڈریس اماں نے بھجوایا تھا۔ بے بی پنک کلر کے امتزاج میں بھاری کام دار شرارہ والا تنگ شرٹ دوپٹہ بہت بھاری تھا' ساتھ چوڑیاں اور ایک سیٹ گولڈ کا بھی تھا۔ مومنہ کو یہ سب کچھ خواب ہی تو لگ رہا تھا۔

"یہ سر پر لو۔"

"عمار یہ بہت کام والا دوپٹہ ہے۔" وہ چوڑی کا مدار پٹی ہاتھ سے چھوتے اپنے اندر اٹھتی خوشی نہ چھپا پائی۔

"مومنہ اسے یوں لیتے ہیں۔" عمار نے اس کے سر پر دوپٹہ ٹکایا۔ یہ کلر اس کی سانولی رنگت پر بہت جچ رہا تھا۔ عمار مبہوت سا اسے دیکھتا رہا۔

"ساتھ میں جیولری بھی ہے۔ یہ ٹیکا پہنو ماتھے پر۔" عمار نے سفید کندن اور گولڈ کا ٹیکا اس کی پیشانی پر رکھتے ہوئے ہک اس کے بالوں میں اٹکا دیا۔

"ماشاء اللہ۔" خوشی سے اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔

"مومنہ تم مجھے دنیا کی ہر عورت سے بڑھ کر حسین لگ رہی ہو۔"

"عمار تم مجھ سے محبت کرتے ہو شاید اس لیے۔" دوپٹہ تہہ کرتے ہوئے بولی۔

"میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا' نکاح کے بعد تمہارے ویزے کے لیے پاکستان ایمبیسی میں اپلائی کروں گا۔ پھر ہم ایک مہینے کے لیے پاکستان جائیں گے تم دیکھنا وہاں کے لوگ کس قدر محبت کرنے والے ہیں۔ واپسی پر ہم ایک بڑا اپارٹمنٹ لے لیں گے' اسے خوب ڈیکوریٹ کریں گے۔ جاب کے ساتھ تم دوبارہ پڑھائی بھی شروع کر دینا میں شام کو تمہیں پڑھایا کروں گا۔" مومنہ نے گانا چھوڑ دیا تھا' عمار فرمائش کرتا تو اسے نعت سنا دیتی۔

فیوچر پلاننگ کرنے کے ساتھ ساتھ دونوں کئی گھنٹوں تک شاپنگ مال میں گھومتے تھے۔ واپسی پر عمار نے اسے فریش سرخ گلابوں کا بکے دیا تھا۔ ممی مومنہ کی شادی کو لے کر خوش تھیں۔

"ریئلی نے اسلام قبول کر لیا یہ اس کی مرضی تھی' میں کیوں جبراً اختلاف کرتی۔" ممی نے یہ بات اپنے دل کو سمجھالی تھی۔ کیونکہ وہ مومنہ کو کسی صورت کھونا نہیں چاہتی تھیں۔ ہمیشہ ممی نے اپنے زبینہ کا غصہ اس پر اتارا تھا' اب وہ اپنے رویوں کی تلافی کرنا چاہتی تھیں۔

❁ ❁ ..... ❁ ..... ❁ ❁

گلابی جاڑے کے خوش گوار دن رباب عباس کے پاس بیٹھی تھی۔ سعد گل ماں کے پاس تھا' تقریباً ایک گھنٹہ سے رباب اس سے باتیں کر رہی تھی۔ جانے کیوں رباب کو یقین تھا عباس کی سوچ کی حساسیت کچھ نہ کچھ ضرور ہے وہ اس کی باتیں ضرور سنتا ہے۔ یہ سوچ کر ایک آسودہ مسکراہٹ خود بخود رباب کے ہونٹوں پر رینگ جاتی۔ یک بارگی رباب کو محسوس ہوا عباس نے آنکھیں جھپکی ہیں' اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ فوراً ڈاکٹر کو بلا لائی۔ ڈاکٹرز قدرے مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ اب اکثر

ایسا ہوتا وہ آنکھیں جھپکتا' ہونٹ جنبش کھاتے' اس کے ہاتھ پر مدھم سی لرزش ہوئی اب ڈاکٹرز بہت پرامید تھے۔ فوری طور پر امریکہ سے اسپشلسٹ سرجن کو بلوایا گیا تھا۔ ڈاکٹرز مستعدی سے ٹریٹ منٹ دے رہے تھے۔ رخسانہ شاہ جس نے کبھی پابندی سے نماز نہ پڑھی تھی' اب پوری پوری رات بارگاہ الٰہی میں گزار دیتیں۔ آسمانوں کی وسعتوں میں چھپا رب رخسانہ شاہ کی کارکردگی دیکھ رہا تھا۔ ایک بار بھی انہوں نے رباب سے معافی نہ مانگی' معافیاں تو وہ اپنے رب سے مانگ رہی تھیں۔ بس میرا خدا راضی ہوجائے پھر رباب بھی راضی ہوجائے گی لیکن اب انہیں صبر کیسے آتا' وہ نہ زندوں میں تھا نہ مردوں میں' وہ تو درمیان میں لٹک رہا تھا' اس کی ماں کس اذیت میں تھی یہ تو ایک ماں ہی جان سکتی ہے' ان کا بیٹا انہی کی وجہ سے یہاں تک پہنچا تھا' ان کے بارے میں سائیکاٹرسٹ نے بھی یہی کہا تھا اگر رخسانہ شاہ کا بیٹا ٹھیک ہوجاتا ہے تو یہ خودبخود ٹھیک ہوجائیں گی ورنہ دنیا کا کوئی علاج ان کا ذہنی توازن درست نہیں کرسکتا۔

عباس کو لے کر ڈاکٹرز کافی پرامید تھے۔ وہ جلد گہری نیند سے جاگ سکتا ہے' قومہ میں یقیناً وہ سنتا ہے' عباس کی آنکھوں کے کناروں پر اکثر نمی محسوس ہوتی تھی۔

اس ویک اینڈ پر رباب سعد کو اپنے ساتھ لائی تھی۔ سعد ایک سال کا ہوچکا تھا۔ اپنی توتلی زبان میں اماں..... بابا کہتا تو رباب اسے خود سے بھینچ لیتی' اس کے پنک گالوں کے بوسے لیتی۔ اس وقت بھی رباب عباس سے سعد کی باتیں کررہی تھی۔ وہ چونکی' عباس کچھ دیر سے آنکھیں جھپک رہا تھا۔ اس نے سیدھے ہاتھ کی دو انگلیاں ہلائیں' رباب ٹکر ٹکر عباس کو دیکھ رہی تھی۔ خوشی کی گھٹی گھٹی سسکی اس کے گلے سے برآمد ہوئی۔ وہ اب تواتر سے پلکیں جھپک رہا تھا اور پھر اس نے پوری آنکھیں کھول دی تھیں۔ رباب کا سانس رکا ہوا تھا۔ رباب نے سعد کے ہاتھ میں پکڑا کھلونا زور سے نیچے پھینکا' عباس نے گردن کو ہلکی سی جنبش دے کر آواز کی جانب دیکھا۔ تشکر کے آنسو تھے کہ رباب کی آنکھوں سے تھم ہی نہیں رہے تھے' وہ جلدی سے عباس کے قریب آئی۔

"عباس.....!" اس نے آنسوؤں بھری ہنسی کے ساتھ اسے پکارا' عباس نے متحرک سے انداز میں رباب کی طرف دیکھا۔ رباب کا چہرہ اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ دھندلا عکس عباس کے ذہن میں ابھرا وہ مسکرایا' رباب نے والہانہ شدت سے اس کا ہاتھ دبایا وہ پھر سے مسکرایا' عباس کی انگلیوں میں حرکت ہوئی گہری خاموشی کا طلسم ٹوٹا ایک سال تین ماہ چار دن سات گھنٹے کے بعد اس نے زبان ہلائی۔

"رابی..... بی....." لمحے کے ہزارویں حصے میں رباب کی دنیا روشن ہوگئی' اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے کیسے اپنی خوشی کا اظہار کرے' اسے فوراً ڈاکٹرز کو بلانا چاہیے تھا لیکن وہ تو جیسے بے خبر ہوچکی تھی۔ اس اچانک ملنے والی خوشی میں زمین نے اس کے پیر اپنی جانب کھینچ لیے تھے۔ اور پھر جب دماغ نے کچھ سوچنا شروع کیا تو ڈاکٹرز کو بلانے بھاگی۔ ڈاکٹرز کے پینل نے تفصیلی چیک اپ کے بعد مبارک باد دی تھی۔ یہ مکمل طور پر قومہ سے باہر آچکے ہیں۔ علی شاہ اور رخسانہ شاہ بھی فوراً پہنچ گئے تھے۔ خدا نے ایک ماں کی فریاد سن لی تھی۔ اس کے بچے کو ٹھیک کردیا تھا۔

رخسانہ شاہ کا چہرہ آنسوؤں سے جل تھل تھا' انہوں نے عباس کے سامنے معافی کے لیے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔ تب عباس نے ماں کے ہاتھوں کو تھام لیا۔ وہ بار بار تشفی بھرے انداز میں رباب کی جانب دیکھتا' قدرت کے اس انوکھے معجزے پر وہ بے حد خوش تھی۔

❁ ❁ ❁

آج بدھ تھا اور مومنہ کو بے قراری سے جمعہ کا انتظار تھا' آج اس نے فیکٹری سے ایک ہفتہ کی چھٹی لے لی تھی' اسے اب اکثر اپنے اندر بار عمار ہی دکھائی دیتا' وہ عمار کے احساس کی خوشبو اوڑھے اس وقت سائیکل پر اپنے گھر کی طرف جارہی تھی۔ جب ہی پیچھے سے آتی ایک تیز رفتار کار

کی اسے ٹکر ماری تھی۔ وہ سائیکل سمیت کئی قلابازیاں کھاتی روڈ لائیٹ کے ایک پول سے پوری قوت سے ٹکرائی تھی۔

پھر اسے پتہ نہ چلا۔ اس وقت قریبی ہاسپٹل میں ایمرجنسی میں اس کا آپریشن چل رہا تھا۔ عمار یخ بستہ وجود کو بمشکل سہارہ دیئے کھڑا تھا۔ وہ خدا سے مومنہ کی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ ممی ایک بینچ پر رنجیدہ بیٹھی تھیں۔ کتنا وقت گزرا عمار نہیں جانتا تھا اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب ہوچکی تھی۔ ڈاکٹرز آپریشن تھیٹر سے باہر نکلے وہ دوڑ کر ان کے قریب پہنچا۔

"آئی ایم سوری مسٹر عمار ہم مومنہ کو نہیں بچا سکے۔"

عمار پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا ڈاکٹر نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ وہ بینچ پر ڈھے جانے والے انداز میں بیٹھ گیا۔ اس نے چھت کے اس پار آسمانوں میں بسنے والے اپنے رب کو دیکھا۔

"میرے مالک میں شکوہ......" اس کے ہونٹ جیسے جکڑے گئے زبان پتھر کی ہوگئی اسے یاد آیا مومنہ نے ایک بار اس سے کہا تھا عمار اپنے رب سے کبھی شکوہ نہ کرنا کیونکہ رب کائنات بخوبی جانتا ہے کیا ہمارے لیے بہتر ہے اس کے فیصلوں میں اس کی مصلحت پنہاں ہوتی ہے۔

ممی اپنی جگہ پر ساکت بیٹھی تھیں۔

"آنٹی! صبر کریں صبر کرنے والوں کو خدا عزیز رکھتا ہے ہمیشہ مجھ سے مومنہ کہتی تھی خدا کی رضا کو اپنی رضا بنالو تو اس کے بدلے وہ تمہیں بے شمار اجر عظیم عطا کرے گا میرے خدا کی رضا یہی تھی تو مجھ ناچیز کی کیا مجال۔" تب وہ آنٹی کے گلے لگ کر رو دیا۔ دونوں کے آنسو خاموشی سے بہہ رہے تھے۔

بظاہر عمار مضبوط دکھائی دے رہا تھا لیکن اندر سے آج عمار عمار نہیں رہا تھا اس کے تمام پاکیزہ جذبے مومنہ اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ جو بنا کھوٹ بنا طمع کے تھے۔ مومنہ نے ایک سالہ مسلم زندگی میں پچاس سالہ زندگی کا علم حاصل کرلیا تھا اس دوران اس نے اپنے رب کو پہچانا جو اس کی شہ رگ سے بھی نزدیک تھا۔ تب وہ غیر محسوس قوت سے شدت پسند مسلمان بنتی چلی گئی۔ مومنہ اکثر عمار سے کہتی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی آسمانوں کی وسعتوں میں چھپے اس رب نے میرے اندر شدید بے تابیوں بھری اپنی محبت کیسے ڈال دی۔ ورنہ میں تو ایک گناہ گار بندی تھی جس نے کبھی کلمہ نہیں پڑھا تھا عمار تم دیکھ لینا بے اور خدا نے میرے اندر کی روح کو اپنی محبت سے مخمور کردیا۔" ایسی باتیں کرکے وہ ہمیشہ اس پیدائشی نام نہاد مسلمان کو شرمندہ کرجاتی تھی۔

مومنہ تو جاچکی ہے لیکن اپنی انمٹ محبت اس کے دل میں ہمیشہ کے لیے نقش کرگئی تھی۔

عمار نمازی اور تہجد گزار بن چکا ہے وہ ہر وہ کام کرتا ہے جو مومنہ نے ایک سالہ اسلامی زندگی میں کیے۔ عمار ہر جمعہ مومنہ کی قبر پر جاتا ہے اس سے باتیں کرتا ہے اور قرآن پاک اونچی آواز میں پڑھتا۔ اسے مومنہ کے نصیب پر رشک آتا ہے۔ وہ اس لیے پاکستان نہیں جارہا کہ اسے ہر جمعہ مومنہ کی قبر پر جانا ہوتا ہے۔

ایک رات جب وہ تہجد کی نماز کے بعد کچھ وقت آرام کرنے لیٹا تو اس کی آنکھ لگ جاتی ہے۔ اس نے خواب میں مومنہ کو دیکھا وہ کچھ کچھ ناراض نظر آرہی تھی جب اس نے وجہ جاننے کے لیے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے مومنہ تم مجھ سے ناراض کیوں ہو؟"

"اس لیے کہ تم اپنے والدین کو بھول گئے ہو کہ ان پر بھی تمہارا حق ہے تم ان کی اکلوتی اولاد ہو کیا ہمارا دین ہم کو یہ سب سکھاتا ہے کہ ہم اپنے فرائض بھول جائے...... بتاؤ عمار۔"

اچانک اس کی آنکھ کھل جاتی ہے وہ اپنے آپ کو پسینے میں شرابور پاتا ہے اور دیوار گیر گھڑی کی طرف نگاہ دوڑاتا ہے تو نماز فجر کا وقت ہوتا دیکھ کر وہ اٹھ کا وضو کرکے نماز ادا کرتا ہے اور پھر اپنے رب سے اپنی غفلت کی رو رو کر معافی مانگتا ہے اور پھر واپس پاکستان جاکر والدین کی خدمت کا نیت کرتا ہے۔

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے
خانقاہوں میں بھی کہیں لذت اسرار بھی ہے
علم کی حد سے پرے بندہ مومن کے لیے
لذت شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے

قسمت نوع بشر تبدیل ہوتی ہے یہاں
اک مقدس فرض کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

اس خوب صورت سہ منزلہ عمارت کے ماتھے پر کسی چمک دار تاج کی طرح جگمگاتے اس شعر نے پل بھر میں ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ پچھلے کئی دنوں سے ہم اپنے بچوں کا اسکول تبدیل کروانا چاہ رہے تھے کیونکہ جانے کیوں اور کیسے ہمیں یہ خبط سا ہوگیا تھا کہ جتنا مہنگا اسکول ہوگا جتنی زیادہ فیس ہوگی اتنا ہی تعلیم کا معیار بلند ہوگا۔

بس جی یہ خناس ہمارے سر میں سماتا تھا کہ ہم لٹھ لے کر سارے کے سارے اسکولوں کا تیاپانچا کرنے چل نکلے۔ اب یہ اور بات کہ اتنے دن ہلکان خوار ہونے کے باوجود ہمیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ حالانکہ ہمارے شوہر نامدار نے ہمیں بہتیرا سمجھانے کی کوشش کی کہ پڑھائی تو سارے اسکولوں کی ایک جیسی ہی ہوتی ہے یہ تو بچے کی اپنی صلاحیت ہے کہ وہ کس طرح علم حاصل کرتا ہے اور کتنا فیض اٹھا پاتا ہے اپنے اساتذہ سے مگر ناں جی کوئی بات سیدھے سبھاؤ ہمارے بھیجے میں گھس پائے، ایسا پہلے کبھی ہوا تھا جو اب ہوتا تو ہمارے "بے چارے وہ" ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر ایک طرف ہو بیٹھے کہ۔

"بھئی کرلو اپنا یہ شوق بھی پورا۔ چھان لو مہنگے اسکولوں کی خاک واپس تو اوقات میں آنا ہی پڑے گا تمہیں کہ "جتھوں دی کھوتی، اوتھے ای آن کھلوتی۔" تو مشہور ہے ہی ناں آخر کار۔" بس یہ طعنہ یہ چیلنج ہمیں آگ لگانے کو کافی تھا۔

سواب "ہم" تھے اور یہ چاری ہماری "جوتی" جو چیخ چیخ کر اب دہائیاں دے رہی تھی کہ

"بی بی بس کردے، ہُن تے میری وی آخیر ہوگئی اے۔" تو جناب ہم آپ کو بتا رہے تھے کہ اس عمارت کی پیشانی پر سجا یہ خوب صورت شعر پڑھ کر کان تو ہمارے کھڑے ہوئے ہی تھے ہم خود بھی کھڑے ہوگئے۔ ہمارا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہم فوراً اندر جائیں اور اپنے لاڈلوں کی قسمت چمکانے کے لیے اس عالی شان اسکول کو آزمائیں مگر ...... ہائے افسوس...... اسکول بند تھا کیونکہ اس روز اتوار

تھا اور ہفتہ وار چھٹی خیر جی، ہم کہاں ہار ماننے والے تھے۔

"بھئی اسکول کی ریپوٹیشن کا تو پتا کیا ہی جا سکتا تھا ناں آس پڑوس والوں سے۔" اور یہی سوچ کر ہم نے ساتھ والے گھر میں دستک دے ڈالی، بیل اس لیے نہیں کہ حسب معمول لائٹ صاحب بھی رخصت پر تھیں۔ تین، چار بار کی دستک کے جواب میں گیٹ ایک جھٹکے سے کھلا اور جو صاحب اس بڑے سے کھلے گیٹ سے برآمد ہوئے ان کا سائز دیکھ کر ہمیں فوراً یقین آ گیا کہ "اتنا بڑا" دیوار گیر گیٹ کس لیے لگوایا گیا اور پھر ان کا حلیہ ماشاءاللہ اس قدر گھریلو اور "سنڈے والا" تھا کہ دیکھ کر ہی ہمارے ہوش اڑ گئے وہ اچھے خاصے موٹے تازے صاحب صرف چارخانے کا تہبند باندھے، بڑا سا لٹے مٹکے کے سائز کا پیٹ نکالے نیند بھری موٹی موٹی سرخ آنکھوں سے ہمیں ایسے گھور رہے تھے جیسے ابھی ٹکریا مکا مار کر ہمیں زمین میں گاڑ دیں گے۔

لو جی اب کہاں کی تحقیق اور کدھر کی ریپوٹیشن ادھر سے جو ہم نے سر پہ پیر رکھ کر دوڑ لگائی تو اگلا روڈ کراس کر کے ہی رفتار تھمی، وہاں تھوڑی دیر رک کر اپنی پھولی سانسوں پر قابو پایا اور مرے مرے قدموں سے گھر کی راہ لی، گھر پہنچے تو یہ بھی بھول چکے تھے کہ "اتوار" کو باہر لینے کیا گئے تھے؟ وہ تو میاں صاحب نے خالی ہاتھ آتے دیکھا تو "پھر بھول گئیں۔" کا نعرہ مستانہ لگایا تو ہمیں یاد آیا کہ ہم تو اتوار بازار شاپنگ کرنے گئے تھے اور وہ بھی بڑے کروفر سے میاں صاحب کی آفر ٹھکرا کر بے چارے کیسے ترلے ہی کرتے رہ گئے تھے کہ

"چلو بیگم اتنی گرمی میں کہاں پیدل خوار ہوتی رہو گی میں لے چلتا ہوں بائیک پر اتوار بازار۔" پر ناں جی ہم کیا کریں اپنی "ازیل ٹٹو" جیسی طبیعت کا جو جس بات پر اڑ گئی سو اڑ گئی۔

"جی نہیں، ہم اکیلے ہی جائیں گے اور ہفتے بھر کی شاپنگ کر کے ہی آئیں گے۔ اجی آپ تو ایسے کنجوس ہیں کہ کچھ لینے بھی نہیں دیتے۔ جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھائیں فوراً جھٹک دیتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے اس کی۔ ابھی تو پہلے والی ہی ختم نہیں ہوئی۔ پیسے کیا پیڑوں پر اگتے ہیں جو ضائع کرتی ہو۔ تو بس ہمیں نہیں جانا آپ کے ساتھ۔" ہم تو یہ سب کہہ کر یہ جا وہ جا اور ہمارے "بے چارے وہ" منہ اور آنکھیں کھولے ہمارے قدموں کے نشانات ہی تکتے رہ گئے (کہ فرش گیلا تھا اور جوتی کیچڑ والی، سو نشان بن گئے فرش پر) اور اب جو انہوں نے تمسخر سے نعرہ لگایا تو ہمیں یاد آیا کہ اس اسکول کے چکر میں ہم تو بازار جانا ہی بھول گئے۔ دھت تیرے کی، اب پھر ان کے ترلے کر کے ان کے ساتھ ہی جانا پڑے گا۔

......☆☆☆......

اگلے دن ہم نے وہ عظیم معرکہ سر کرنے کا سوچ ہی لیا اور گھر میں کسی کو بھی بتائے بغیر سکول کی طرف چل پڑے اب چونکہ وہ اسکول باہر سے بہت خوب صورت اور شاندار لگ رہا تھا اور بڑا بھی کافی تھا۔ اس کے "معیار" کے حساب سے ہم نے بھی اچھی خاصی تیاری کر ڈالی بچوں کو اسکول اور میاں صاحب کو آفس روانہ کر کے بعد اپنا سب سے مہنگا اور خوب صورت سوٹ نکال کر استری کیا اور فٹافٹ تیار ہونے چل دیے۔ نیا جوڑا پہنا، میچنگ جیولری سے خود کو آراستہ کیے ٹک سک سے ریڈی ہو گئے اپنی اتنی بھرپور تیاری کے دوران ہمیں ایک بار بھی احساس نہیں ہوا کہ ہم کسی "شادی" پر نہیں بچوں کے اسکول جا رہے ہیں لیکن بات تو پھر وہ ہی آ جاتی ہے ناں کہ ہم پر اس عمارت کا رعب کچھ زیادہ ہی پڑ چکا تھا یا پھر اپنی دیورانی کی باتیں گونج رہی تھیں ہمارے دماغ میں جو سوچے سمجھے بغیر ناچ رہے گئے۔

ارے آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی داستان ساری۔ ٹھہریے ہم آپ کو ذرا تفصیل سے بتاتے ہیں کہ یہ "کیڑا" ہمارے دماغ میں گھسا کب اور کیسے۔

......☆☆☆......

چند سال پہلے تک ہم اپنے سسرال میں مل جل کر ہی رہتے تھے کیونکہ تب تک ہمارے ایک ہی دیور کی شادی ہوئی تھی اور ہم سب کا گزارا بہت اچھا ہو رہا تھا پھر جیسے ہی نوید (چھوٹے دیور) کی شادی کا سلسلہ شروع ہوا تو ہمیں علیحدہ گھر میں شفٹ ہونا پڑا، کیونکہ اب فیملی بڑی ہو رہی تھی۔ لہٰذا گزارا مشکل ہو گیا تھا۔

ہمارے دو بچے اور دونوں اچھے بھلے گورنمنٹ اسکول جاتے تھے کیونکہ ان کے ابو اور چاچو بھی اسی اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں اور اس اسکول کا معیار بھی ابھی تک تو بہت اچھا جارہا تھا اور کچھ ویسے بھی ہمارے بیٹے ماشاءاللہ بہت ذہین اور ہوشیار ہیں۔ (کسی کو بتایئے گا مت وہ دونوں ذہانت میں پورے کے پورے اپنے ابو پر گئے ہیں) مگر یہاں بات پھر وہی آ جاتی ہے کہ

"میں نہ مانوں؟" تو ہم نے بھی "ان" کے سامنے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہی نہیں اور ہمیشہ بڑے فخر سے سب کو بتاتے ہیں کہ احمر (بڑا والا) بالکل ہم پر گیا ہے اور اسفر (چھوٹا والا) ہمارے اکلوتے بھائی دانیال کی وڈیو کاپی ہے حالانکہ ہمارے دونوں بیٹے اول جماعت سے ہی اول پوزیشن لے رہے ہیں اور ہم۔ ہم تو مر کے پاس ہوتے تھے اور رہا دانیال تو وہ بھی پاسنگ مارکس لے ہی آتا تھا۔ تو ہم بتا رہے تھے کہ جب تک ہم سب اکٹھے رہتے تھے خوب مزے میں تھے بچوں اور ان کے بابا کا تو پتا نہیں مگر ہم واقعی بہت مزے میں تھے کام کا اتنا بوجھ بھی نہیں تھا اور احمر، اسفر کی پڑھائی کے سلسلے میں بھی ان کے ابو اور چاچو ان کی بھرپور مدد کرتے تھے لیکن جب سے ہم اس نئے گھر میں آئے لگتا تھا سب گڑبڑ ہوگیا کام کے بوجھ کی وجہ سے اکثر ہم جھنجلا جاتے یا چڑچڑے ہو جاتے تو ہمارے میاں صاحب فوراً ہماری مدد کو آگے آتے اور ہمارے ساتھ مل کر گھر کے کام کاج بھی کروا دیتے اور بچوں کو پڑھاتے تو اب بھی وہ خود ہی تھے اس روز ہم اپنی سسرال ملنے گئے تھے۔

"بھابی آپ کو پتا ہے ہم نے رامس اور ضویا کو نئے اسکول میں داخل کرا دیا ہے سچ بھابی اتنا اچھا اسکول ہے کہ کیا بتاؤں؟" ہماری دیورانی ہادیہ نے اپنے مخصوص انداز میں آنکھیں میچتے اور مٹھیوں کو بھینچتے دائیں بائیں جھولتے ہوئے ہمیں پتنگے لگانے کی بھرپور کوشش کی۔

"کیا مطلب؟ رامس اور ضویا تو اچھے جارہے ہیں اسکول، گھر کے نزدیک بھی ہے اور اس کا تو رزلٹ بھی بورڈ میں 90 سے 95 فیصد ہے پھر کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کو مسئلہ تو ہمیں بنا ہوا ہے دیکھو ناں، احمر اور اسفر کو کتنی دور پڑ گیا ہے اسکول نئے گھر سے۔" ہم نے حسب معمول اس کے جوش و خروش پر ٹھنڈے پانی کا جگ انڈیلنے کی بھرپور کوشش کی یہ الگ بات کہ اندر سے ہم جل بھن بھی گئے تھے اور فطری تجسس کا شکار بھی ہو رہے تھے۔

"ارے بھابی، آپ تو کچھ پتا ہی نہیں ہے کہ دنیا کہاں بستی ہے ارے آج کل گورنمنٹ اسکولوں کے بچوں کو کون پوچھتا ہے اسٹینڈرڈ بنانا ہے تو بچوں کو مہنگے اسکولوں اور اکیڈمیوں میں داخل کرانا ہی پڑے گا ہاں۔" ہماری دیورانی صاحبہ نے حسب معمول پنڈولم کی طرح ڈولتے ہوئے ہمارے جگر پر بھرپور وار کیا۔

"ارے چھوڑو بھی، یہ تم سے کس نے کہہ دیا آخر کو ہم لوگ بھی تو سرکاری اسکولوں کالجوں میں پڑھے ہیں اور ہمارے شوہر حضرات بھی تو اچھے سرکاری عہدوں پر ہیں تو ہمارے بچے کیوں نہیں جاسکتے آگے بھلا؟" ہم نے حسب معمول تاک کے تیر چلایا... اڑائی۔

"یہ تو بھابی یہ ہی تو بات ہے وہ زمانہ اور تھا اس دور میں سارے ہی لوگ سرکاری اسکولوں میں پڑھتے تھے اور پھر نمبر بھی اچھے آتے تھے استاد بھی محنت سے پڑھاتے تھے اور بچے بھی خوب دل لگا کر پڑھتے تھے مگر اب زمانہ بدل گیا ہے بھابی۔ اب اگر کسی پر اپنے اسٹینڈرڈ کی دھاک بٹھانی ہو تو اپنے شوہر کی نوکری یا تنخواہ کا رعب جمانے کی ضرورت ہی نہیں صرف اور صرف مہنگے اسکولوں میں پڑھنے والے اپنے بچوں کے اسکولز اور اکیڈمیوں کے نام بتا دو بس اگلا بندہ چت اس لیے تو میں نے تو اپنے دونوں بچوں کو مہنگے والے انگلش میڈیم اسکول میں داخل کرا دیا ہے پتا ہے آپ کو فیس کتنی ہے اسکول کی؟ دس ہزار داخلہ فیس، ہزار روپے ماہانہ اور فنڈز وغیرہ علیحدہ۔" اس نے کچھ اس طرح فخر اور غرور سے بتایا جیسے اس کے بچے نرسری اور کے جی میں ہی کرنل اور جج لگ گئے ہوں، اس کا یہ انداز اور غرور دیکھ کر تو ہمارے تلوؤں سے لگی اور سیدھی سر پر جا بجھی۔ ایسے بھابھڑ جلے کلیجے میں نہ بیٹھنا محال ہوگیا اور پھر واقعی

ہم زیادہ دیر نہیں بیٹھے گھر آ کر رات بھر سوچنے کے بعد اپنے میاں جی سے اس موضوع پر بات کی پر ناجی، وہ تو کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھے الٹا ہمیں ہی سمجھانے بیٹھ گئے۔

"اوہو، کیا ہو گیا ہے تمہیں بیگم اچھے بھلے تو جا رہے ہیں دونوں اسکول اور ہادیہ کا کیا ہے تمہیں پتا تو ہے کہ اسے نئے نئے شوشے چھوڑنے کا شوق ہے۔ تم پھر بھی اس کی باتوں میں آ رہی ہو جیسا چل رہا ہے چلنے دو ناں۔" ہمارے بگڑتے تیور دیکھ کر انہوں نے بات بدلنے میں ہی عافیت جانی مگر ہم...... ہم تو جیسے ڈٹ ہی گئے تھے ہمارے دماغ میں کیڑا گھس چکا تھا لہٰذا ہم اب پورے جوش و خروش کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے پر تل چکے تھے۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس میں نفع کتنا ہے اور نقصان کتنا۔

☆......☆☆......☆

ہم نک سک سے تیار خراماں خراماں اس سہ منزلہ عمارت کی طرف روانہ ہو چکے تھے اس وقت دن کے دس ساڑھے دس کا وقت ہو رہا تھا اسکول کے باہر باوردی نگراں کھڑا تھا اب اگر یہ مغلیہ دور ہوتا اور مغلیہ دربار تو پھر تو باوردی دربان کھڑا ہونا سمجھ بھی آتا تھا مگر بچوں کی درس گاہ کے باہر دربان، گرمی، سردی کی دھوپ میں جھلس جانے والی رنگت پر گہرے نیلے کی وردی بمع ٹوپی پہنے اپنے قد سے بڑی اور وزن سے وزنی بندوق کاندھے پر لٹکائے وہ اس طرح مستعد کھڑا تھا جیسے ابھی ہمسایہ ملک کے فوجی خدانخواستہ سرحد سمجھ کر حملہ کرنے والے ہوں اور یہ تنہا سا دربان انہیں نیست و نابود ہی تو کر دے گا۔ خیر، رکشے والے کو انتظار کرنے کا کہہ کر ہم نے اندر کی طرف قدم بڑھائے مگر ہمارا راستہ روکے وہ دربان' گارڈ' چوکیدار صاحب کھڑے تھے۔

"جی میڈیم کس سے ملنا ہے آپ کو؟" اخلاق کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے وہ ہمارا راستہ روکے کھڑا تھا۔

"اسکول کے پرنسپل صاحب سے ملنا ہے ہمیں۔" ہم نے اپنے لیے اس کے منہ سے "میڈم" کا لقب سنا تو خواہ مخواہ گردن اکڑا کر جواب دیا۔

"جی، کیا کام تھا آپ کو پرنسپل سر سے۔" اب کے دوسرا سوال آیا تو ہمیں غصہ ہی آ گیا۔

"کیوں، تمہیں کیوں بتائیں تم کیا ٹھیکیدار لگے ہو یہاں کہ یا مالک ہو اس جگہ کے کہ تمہیں ہی سارا انٹرویو دینا پڑے گا۔" ہمارے اندر کا جلالی بابا انگڑائی لے کر بیدار ہو گیا اور ہم نے اس غریب کی اگلی بات سنے بغیر ہی الٹے ہاتھ سے اسے پرے دھکیلا اور سیدھے ہاتھ سے گیٹ کو دھکا لگا کر اندر جا گھسے۔

گیٹ سے اندر داخل ہو کر ہمارے چودہ نہیں اٹھائیس طبق روشن ہو گئے باہر سے انتہائی خوب صورت اور دیدہ زیب نظر آنے والی عمارت اندر سے کسی پرانی حویلی کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ ہم جس جگہ کھڑے تھے وہ غالباً کسی زمانے میں دالان رہا ہوگا مگر اب وہاں پلاسٹک کی کرسیوں کی لائن لگی تھی اطراف میں جس سے ویٹنگ ایریا کا تاثر مل رہا تھا ہم ابھی ہونق بنے کھڑے دیکھ ہی رہے تھے کہ جائیں کدھر، کہ جانے کہاں سے ایک آیا ٹائپ خاتون برآمد ہوئیں اور ہمیں اپنی معیت میں لیے اندرونی منزل کی طرف چل پڑیں، اندر ہمیں جا کر ایک کمرے کے باہر ہمیں چھوڑ گئیں کہ

"یہ آفس ہے آپ اندر چلی جائیں۔" دل کڑا کر کے ہم نے اس کمرے کے اندر قدم رکھا دروازے کے بالکل سامنے دیوار گیر الماری تھی جس کے اندر کتابیں اور فائلز سجی تھیں الماری کے اوپر ٹرافیاں اور شیلڈز سجائی گئی تھیں کمرے کے دائیں طرف ایک بڑی سی گلاس ٹائپ میز سجی تھی جس کے آگے آف وائٹ اور میرون کنٹراس میں کرسیاں پڑی تھیں اور کرسیوں کے بالکل پیچھے جائنیز صوفہ سی کشن کا پڑا تھا فرش پر میرون رنگ کا بیز قالین تھا۔ پرنسپل کی چیئر کے بالکل پیچھے دیوار پر دائیں طرف قائداعظم اور بائیں طرف علامہ اقبال کی تصاویر سجی تھیں۔ جن کے درمیان تقریباً آدھا فٹ اونچی ایک، سفید بگ والے بابا جی کی تصویر لگی تھی اب غالباً پرنسپل صاحب کی نظر میں بابائے قوم اور مصور پاکستان کا قد ان بابا جی کے قد سے چھوٹا تھا یا صرف ڈیزائن کے لیے ایسا کیا گیا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

ٹیبل کے اوپر ایک جانب دو تین کمپیوٹر رکھے تھے ایک

طرف اسٹیشنری کا سامان سجا تھا جبکہ دوسری طرف دو تین رنگوں کے فون اور انٹرکام پڑے تھے ابھی ہم بہ نظر غائر کمرے کا جائزہ ہی لے رہے تھے اور چھت تک تو ابھی پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک بھاری مردانہ آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"جی فرمائیے کیا خدمت کرسکتا ہوں میں آپ کی؟"

ہم ایک دم چونک کر تصویریں کے عین نیچے "ڈھیر ہوئی شخصیت" کی طرف متوجہ ہوئے (بھئی جو سائز اور حجم تھا ان صاحب کا تو اسے ڈھیر ہونا ہی کہتے ہیں) ہمیں شکل کچھ جانی پہچانی لگی لو اب یہ نئی ٹینشن لگ گئی کہ ان صاحب بہادر کو دیکھا کہاں ہے ابھی ہم اس پر غور فرما ہی رہے تھے کہ وہ صاحب پھر گویا ہوئے۔

"جی محترمہ بیٹھیے پلیز اور بتائیے کہ میں آپ کے لیے کیا کرسکتا ہوں؟"

"ارے باپ رے باپ یہ تو وہی کل والا گھریلو حلیے والا بلکہ بے ہودہ حلیے والا خوفناک دیو قامت بندہ ہے" ہمیں ایک دم بیٹھے بیٹھے یاد آ ہی گیا دل میں ناگواری کی لہری اٹھی کہ جو استاد خود نہیں جانتا کہ اس نے اپنے گھر کا دروازہ کھولنے سے پہلے اپنا حلیہ درست کرنا ہے وہ اپنے طلبا کو کیا سکھائے گا کہ زندگی کے مشکل ادوار کا در کھولنے سے پہلے کیسا حلیہ اور کیسا رویہ ہونا چاہیے۔ خیر دل پر جبر کرکے ہم نے ان کی طرف دیکھا۔

"جی ہم نے اپنے بچوں کا ایڈمیشن کرانا ہے، کافی اسکول دیکھے ہم نے مگر دل کہیں مانا ہی نہیں۔" ہم نے اپنی طرف سے ذرا تھمے سے بات کی تھی۔

"جی، جی ضرور کیوں نہیں، ہم تو بیٹھے ہی آپ لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے" انہوں نے اپنی بڑی بڑی سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے سفید دانتوں والی بتیسی نکال کر کہا۔

"آپ کے بچے پہلے کہاں پڑھتے ہیں؟" اب لگا باقاعدہ انٹرویو کا آغاز ہوگیا ہو۔

"جی وہ گورنمنٹ ہائی اسکول کے انگلش میڈیم سیکشن میں پڑھتے ہیں بڑا احمر 7th اور چھوٹا اسفر 6th میں۔" ہم نے بڑے فخر سے بتایا (نجانے خود بخود یہ فخر ہمارے لہجے سے کیوں ٹپکنے لگا تھا)

"اچھا، اچھا تو گورنمنٹ اسکول میں پڑھتے ہیں بچے آپ کے آپ نے بہت اچھا کیا جو ان کو ہمارے اسکول میں داخل کرانے کا سوچا بھلا بتاؤ اب وہ معیار کہاں رہ گیا گورنمنٹ اسکولوں کا اسکولوں کی دیواروں پر تو لکھا ہوتا ہے "مار نہیں پیار" اور "پڑھا لکھا پاکستان" مگر اپنے ایمان سے بتائیں کیا ہر استاد کے ہاتھ میں ڈنڈا نہیں ہوتا اور پڑھاتے کیا ہیں گورنمنٹ اسکولوں کے اساتذہ بس تنخواہ لینے آجاتے ہیں اور پڑھائی پر توجہ کوئی ہے ہی نہیں اب دیکھیے گا آپ کے بچے کیسے شائنی اور برائٹ ہوتے ہیں اجی ہم تو نالائق سے نالائق بچوں کو گھوڑوں کی طرح چلا لیتے ہیں یہ گورنمنٹ اسکولوں کے بچے کیا چیز ہیں؟" وہ مسلسل اپنی شان میں قصیدے پڑھتے ہوئے کوئی فائل ڈھونڈنے میں مصروف تھے ورنہ ہمارے لحہ بہ لحہ بدلتے چہرے کے زاویے اگر غلطی سے بھی دیکھ لیتے تو شاید اتنا کچھ نہ فرماتے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا آپ کہنا کیا چاہتے ہیں کہ سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے بچے اور پڑھانے والے اساتذہ سب کے سب نالائق ہیں آپ کی جرأت کیسے ہوئی یہ سب کہنے کی آپ کو معلوم ہے ہمارے بچے اول جماعت سے اپنی کلاسز میں فرسٹ آرہے ہیں اور آپ..... آپ خود بھی تو گورنمنٹ اسکول سے ہی تو پڑھیں ہوں گے ناں کیونکہ ہمارے آپ کے زمانے میں تو پرائیوٹ اسکولوں، اکیڈمیوں کی وبا پھیلی ہی نہ تھی تو اگر آپ اپنے تعلیمی اداروں اپنے سابقہ اساتذہ کی خود عزت نہیں کرتے تو آپ قوم کے معماروں کو کیا سکھائیں گے؟" اب کہ ہمارے اندر کا جناتی جلالی بابا بھرپور انگڑائی لے کر جاگ اٹھا تھا بلکہ صرف جاگا ہی نہیں تھا پوری طرح فارم میں آگیا۔

"اور یہ جو شعر آپ نے اپنے اسکول کے ماتھے پر جھومر کی طرح ٹانک رکھا ہے ناں اس کا مطلب ذرا گہرائی سے سمجھ لیں پہلے۔ ارے آپ کیا قسمت بدلیں گے کسی کی اور آپ کیا تکمیل کریں گے کسی کے فرض کی آپ تو بس فیس بٹوریں فیس، یہ...... یہ جو چھوٹی چھوٹی عمروں کی ایف اے،

بی اے پاس ٹیچرز رکھی ہوئی ہیں ناں آپ نے.... زیادہ فیس لے کر تنخواہ کیا دیتے ہیں آپ انہیں کچھ خدا کا خوف ہے کہ نہیں..... فی بچہ ہزار، بارہ سو فیس اور فی استانی تنخواہ 2500 سے 3000 بس جبکہ گورنمنٹ اسکولوں میں برائے نام فیس ہے اور ٹیچرز کی تنخواہ پرکشش اور تاحیات آپ کا کیا بھروسا اگر کل ہی یہ نمانی استانیاں اپنی تنخواہ بڑھانے کی بات کریں اور آپ انہیں نکال باہر نہ کریں۔" ہم نے کمرے کے کھلے دروازے سے نظر آنے والی کلاسوں کے اندر پڑھانے والی اٹھارہ، انیس سالہ لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھیے.... دیکھیے محترمہ آپ جاسکتی ہیں ہمارے اسکول کے داخلے بند ہو چکے ہیں اور اگر کھلے بھی ہوتے تو آپ کے بچوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے یہاں۔" وہ ایک دم آگ بگولہ ہو کر بولے تو ہمارے دماغ میں تو بھنور چلنے لگے تھے۔ ابھی ہم نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ سامنے والی کلاس سے کسی بچے کے چیخنے کی آواز آئی آواز سنتے تو قب میں دیکھا تو ہمارا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا دو تین بچوں کو اپنے سامنے کھڑا کیے وہ "نو عمر ٹیچر" انہیں بری طرح اسٹک سے پیٹ رہی تھی۔ بچے رو رہے تھے پتا نہیں ان سے کون سی غلطی ہوئی تھی جو وہ بچوں کو مار مار کر نکال رہی تھی... ابھی سے ذرا آگے جو نظر گئی تو تمام کی تمام کلاس کو بینچوں پر کھڑے پایا ابھی اس کلاس کا نقارہ ختم نہیں ہوا تھا کہ اگلی کلاس کا منظر سامنے تھا۔ مس صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھی بیٹھی بچوں کی کاپیاں چیک کر کر کے ہوائی جہاز کی طرح اڑا اڑا کر ان تک پہنچا رہی تھیں۔ ہمارا منہ تو حیرت کے مارے کھلا ہی تھا پرنسپل صاحب کا تو مارے خفت کے رنگ ہی بدل گیا۔

"جی.... تو یہ ہے آپ کے اسکول کا "ڈسپلن" اور یہ ہے وہ "پیار" جو آپ بچوں کو دیتے ہیں بہت خوب، پرنسپل صاحب آپ نے تو ہماری آنکھیں ہی کھول دیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہمارے بے چارے میاں صاحب جو بات ہمیں اتنے دنوں سے نہیں سمجھا پا رہے تھے وہ آپ نے ہمیں پل بھر میں سمجھا دی آپ کا بے حد شکریہ جناب۔"

کہتے ہوئے ہم اٹھے اور ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ بریک کی بیل ہو گئی اور اس گھنٹی کے ساتھ جو طوفان بدتمیزی ایک دم مچا الامان الحفیظ ہمارے تو طوطے، کبوتر، فاختائیں سب ایک ساتھ ہی اڑ گئے۔

ایک شور تھا بچوں کا جو کلاسوں کے اندر اور باہر کود رہے تھے۔ پلے گراؤنڈ تو تھا نہیں اس لیے بس سیڑھیوں سے ہی اوپر نیچے دوڑیں لگاتے پھر رہے تھے اور بولی.... بولی بالکل نکالی.... گھریلو خاص طور سے لڑکوں کی۔

لو جی آج سمجھ میں آیا کہ "بد اچھا اور بدنام برا" کیسے ہوتا ہے۔ اگر یہ زبان گورنمنٹ اسکولوں کے بچے استعمال کریں تو برے اور یہی پرائیویٹ اسکولوں کے بچے بولیں تو فیشن واہ بھئی واہ ہم نے مڑ کر ایک جتاتی نظر پرنسپل صاحب پر ڈالی اور

ہیں کو اب کچھ نظر آنے ہیں کچھ

دیتے ہیں یہ دھوکا بازی کھلا

کہتے ہوئے باہر کی راہ لی۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ سارے پرائیویٹ اسکول یا ادارے دکھاوے کا کام کرتے ہیں یا ان کا دہرا معیار ہے مگر جس طرح زندگی کے ہر شعبے میں کالی بھیڑیں ہوتی ہیں اسی طرح اس شعبے کو بھی ایسے لوگ اور ایسے ادارے کھوکھلا کر رہے ہیں۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ نقصان کس کا ہے، ہم اپنے مستقبل کے ساتھ تو خود ہی کھیل رہے ہیں تو پھر گلہ کس سے کریں، شکوہ کیوں کریں اور شکایت کون سنے گا ہماری۔ بڑی معذرت کے ساتھ یہ دکھاوے کی بھیڑ چال ہمیں کسی اندھے کنوئیں کی طرف لے جا رہی ہے ہم جانتے ہیں مگر جانتے بوجھتے آنکھیں بند کیے چلے جا رہے ہیں۔ بس چلے جا رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں ہم غلط کہہ رہے ہیں یا ٹھیک۔

سوچیے گا ضرور.....!!

جب خواب نہیں کوئی کیا زندگی کا کرنا
ہر صبح کو جی اٹھنا ہر رات کو مرجانا
سقراط کے پینے سے کیا مجھ پہ عیاں ہوتا
خود زہر پیا میں نے تب اس کا اثر جانا

جدائی کیا ہوتی ہے اسے اب پتا چلا تھا اور عمر کا اکیلا پن بھی' کیا وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا تھا یا حقیقت میں تنہا ہوگیا تھا۔ ہر انسان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے' رضیہ کی موت اسے ہر پل بے کل کیے جارہی تھی۔ موت سے زیادہ موت کی وجہ نے اس کے اندر طوفان برپا کر رکھا تھا۔

''تھوڑا سا آرام کرلو ابا!'' عائشہ نے سوجی ہوئی آنکھوں سے باپ کی طرف تکیہ بڑھایا جو تقریباً پوری رات ہی سے گھٹنوں میں سر دیئے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

آرام کیسے آتا تیس سالہ شادی شدہ زندگی میں پہلی بار وہ رات کو گھر میں نہیں تھی ورنہ تو بیٹیوں سے ملنے یا کسی بھی خوشی غم میں اکیلی شریک ہوتی تو دن ہی دن میں واپس آجاتی۔

''حنا کے ابا اکیلے ہوں گے' بیمار رہتے ہیں' ضرورت پڑ جائے گی کسی چیز کی تو تنگ ہوں گے۔'' پر اب تو ہر رات ہی اکیلا ہوں گا' یہ خیال ہی غلام حیدر کی نسیں کھینچ رہا تھا۔

کون پسلیوں پر گرم پانی کی بوتل سے ٹکور کرے گا' گرم گرم قہوہ اور سوپ کیسے بنے گا۔ یادیں چنگاریوں کی طرح سینے پر گر کر دل و جگر جلا رہی تھیں' جب وہ اس کے گھر میں آئی تو وہ غیر سنجیدہ سا بکھرا بکھرا نوجوان تھا۔

والدین میں ذہنی ہم آہنگی اور اتفاق نہ ہوسکا تو وہ الگ ہوگئے تو ماں اسے لے کر نانا نانی کے پاس آگئی تب وہ دو سال کا تھا۔ پانچ سال کا ہوا تو ماں نے بھی جیون ساتھی چن لیا' باپ نے کبھی اس کی خبر نہ لی کہ کس حال میں ہے۔ سوتیلا باپ شروع شروع میں تو ٹھیک رہا پھر اس کے سوتیلے بہن بھائیوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ ہر سال ایک بچے کا اضافہ وہ

اپنی قدر کھونے لگا۔

ماں چھوٹے بچوں میں مصروف ہوتی اور وہ بھوکا ہی اسکول چلا جاتا' جیسے تیسے دسویں پاس کرلی اب سوتیلا باپ کھل کر اسے بُرا بھلا کہتا' طبیعت میں انا اور خودداری تھی لہٰذا ایک دوسرے شہر سے آئے دوست کے ساتھ رہنے لگا۔ ایک چھوٹی سی نوکری ڈھونڈ لی' تو گزر بسر ہونے لگ گئی۔ کبھی کبھار ماں سے ملنے چلا جاتا۔ باپ کی صورت سے ناآشنا پھر ایک شادی میں ایک دور کی خالہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔

''پڑھا لکھا ہے' کماتا ہے اور سب سے بڑھ کر اکیلا' نہ ساس' نہ نند۔ ارے آج کل کہاں ملتا ہے ایسا رشتہ۔'' ایک بڑی بوڑھی نے مشورہ دیا۔ ''چار بیٹیاں ہیں تیری' بیاہتے بیاہتے بوڑھی ہوجائے گی۔ ارے کہہ تو بات چلاؤں۔'' تب خالہ نے نیم رضا مندی کا اظہار کردیا حالانکہ دل سے چاہ رہی تھی کہ رشتہ ہوجائے۔ بڑی بیٹی تیزی سے قد نکال رہی تھی اور باپ چار سال سے چارپائی پر پڑا تھا اور وہ رضیہ کی اٹھان دیکھ دیکھ کر باؤلی ہوئی جارہی تھی۔

زندگی ایک نظام میں جڑ گئی' اسکول ٹیچر تھا پر ہمیشہ دیر سے جاتا' رات کو دیر تک دوستوں کی محفلوں میں رہتا۔ اب تو ہر چیز گھڑی کی سوئیوں پر چلنے لگی۔ رضیہ خواب بہت دیکھتی' جاگتی آنکھوں کے خواب..... خوابوں اور امیدوں کے بغیر زندگی کاغذ کے پھولوں جیسی ہے بغیر خوشبو کی۔

غلام حیدر نے بے چینی سے پہلو بدلا فرش پر دری کے اوپر بیٹھا وہ تقریباً اکڑ گیا تھا جوڑ جوڑ دکھنے لگا۔ رضیہ کبھی اس طرف سے آجاتی' کبھی اس طرف سے۔ جب سے وہ پلاٹ کی پہلی تین قسطیں جمع کروا کر آیا تھا وہ بہت خوش اور پُرجوش تھی۔ اپنے گھر کی تمنا جیسے کسی جونک کی طرح اس کے من میں چمٹ گئی' ہر وقت گھر کے خیالوں میں کھوئی رہتی۔

''غلام حیدر تم نے سائن تو ٹھیک طرح سے کردیئے تھے نا فارم پر۔''

''ہاں ہاں یہ پوچھنے کی بات ہے بھلا۔''

''کوئی مسئلہ ہی نہ بن جائے۔'' اس نے فکرمند ہوکر پوچھا۔

''تو بڑی وہمی عورت ہے۔'' وہ ہنس کر کہتا۔

''تم نے پوچھا ہم وہاں کب تک گھر بنا سکیں گے۔'' اس کی آنکھوں کا اضطراب صرف وہی سمجھ سکتا تھا جس نے اسے تیس سال سے اپنے گھر کے خواب کے ساتھ جیتے دیکھا۔

''سنو غلام حیدر! ہم دو کمرے بنائیں گے' ایک اپنے لیے اور ایک عائشہ اور حنا کے لیے' جب بھی وہ آتی ہیں رات گئے تک۔ بچے کتنا شور کرتے ہیں۔ صبح تک میری تو نیند ہی اڑ جاتی ہے' چھت پر جانے کے لیے کتنی سیڑھیاں بنیں گی' وہ کہیں دور خلاؤں میں گھورنے لگتی تو غلام حیدر کو لگتا کہ وہ دل ہی دل میں جیسے سیڑھیاں گن رہی ہو' ایک دو...... تین......

''مگر تم اکیلے چھت پر کبھی نہ جانا۔'' وہ اچانک بولی۔ ''کسی کا ہاتھ پکڑ کر جانا' نظر بہت کمزور ہوگئی ہے تمہاری۔ پہلے گھر بن جائے تو آنکھ کا آپریشن بھی کروالیں گے۔''

دونوں ہی دن رات اپنی دو مرلے کی متوقع جنت کے تانے بانے ہی میں الجھے رہتے' یہ خواب ہی تو غریب کی زندگی میں تلخیوں کو کم کرنے کا آسرا اور امیدیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں سے کم نہیں ورنہ تو سینے میں سانس بھی گھٹنے لگتی ہے' کئی کمزور لمحے آئے ٹوٹ کر بکھر جانے والے لیکن وہ ایک دوسرے کا سہارا بن کر محبت کی گھنی چھاؤں میں آگے بڑھتے رہے۔ اسی دوران دو ننھی پریاں آنگن

فضہ اسلم

السلام علیکم! ڈیئر قارئین میرا نام فضہ اسلم ہے اوکاڑہ شہر کے ایک نواحی گاؤں سے میرا تعلق ہے ہماری کاسٹ رائے کھرل ہے ہم زمین دار لوگ ہیں۔ میرے دو بھائی اور ہم پانچ سسٹرز ہیں۔ میری تین بہنیں اور ایک بھائی میرڈ ہے۔ میری ایک سسٹر کی ڈیتھ ہو چکی ہے ان کا ایک ہی بیٹا ہے گھر میں میرا نمبر پانچواں ہے۔ 3 مارچ میری ڈیٹ آف برتھ ہے میں ایف اے کر رہی ہوں آنچل کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں۔ بڑی مشکلوں سے ہم شہر سے آنچل منگواتے ہیں میری سسٹر شازیہ آنچل کی دیوانی ہے اور وہ تمام آنچل سنبھال کے رکھتی ہے کسی کو نہیں دیتی پڑھنے کے لیے۔ میری کزن فرینڈ آبرو بھی آنچل پڑھتی ہے آنچل کی فیورٹ رائٹرز سمیرا شریف نازیہ کنول ام مریم حمیرا نگاہ ہیں۔ شاعری سے لگاؤ ہے خود بھی کرتی ہوں۔ میرے فیورٹ شاعر وصی شاہ ہیں فیورٹ کلر پنک وائٹ بلیک اور پھولوں میں گلاب کا پھول پسند ہے ایکٹریس فیورٹ ریما صاقر صنم بلوچ ہیں۔ میری آنچل فرینڈز میں بشریٰ باجوہ جاناں شاہ علی ام کلثوم غزالہ راؤ ہیں۔ میں بشریٰ باجوہ سے مل بھی چکی ہوں۔ پسندیدہ رشتہ ماں کا اور دوستی کا ہے۔ میں بہت حساس اور نرم مزاج ہوں۔ مجھے سبزہ بے حد پسند ہے اور راوی بھی۔ دریائے راوی ہمارے گھر کے قریب ہی ہے مجھے کھانے میں بریانی پسند ہے کبھی کبھی کھانا بنالیتی ہوں باقی شازیہ باجی ہی زیادہ کام کرتی ہیں۔ مجھے پرخلوص محبت کرنے والے لوگ پسند ہیں۔ جھوٹے مغرور لوگ پسند نہیں ہیں سادگی پسند کرتی ہوں۔ فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہیں آنچل کے تمام سلسلے میرے فیورٹ ہیں مجھے آنچل سے بے حد پیار ہے۔ پسندیدہ موسم بہار کا ہے جب ہر طرف ہریالی چھا جاتی ہے میرا آنچل فرینڈز کو بھی پیغام ہے کہ وہ نماز پڑھا کریں اللہ سے دل کی بات کریں اللہ سے دوستی رکھیں۔ وہ آپ کی سنتا ہے آنچل کے لیے۔ آنچل کے اسٹاف رائٹرز قارئین کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہنستا بستا قائم دائم رکھے آمین۔

میں اتریں رضیہ کو بیٹے کا چاؤ تھا۔

''بیٹیاں تو رب کی رحمت ہوتی ہیں بھلی مانس دیکھ تو کیسے مہک رہا ہے ہمارا گھر ان کلیوں کی خوشبو سے۔'' غلام حیدر دونوں کو کھیلتا دیکھ کر نہال ہو جاتا۔

ماسٹری کی تنخواہ میں گھر کب تک چلتا اس نے شام کی ٹیوشن لینا شروع کر دی۔ کب دن نکلا سورج ڈھلتا پتا ہی نہ چلا جب دونوں بہنیں گریجویٹ ہو گئیں تو ان کے بیاہ کی فکر سے غلام حیدر کے کندھے جھک گئے ہمیشہ حلال کمایا اور بچوں کو کھلایا دال روٹی اور بچیوں کی تعلیم دن رات محنت کی حالانکہ اس کے ساتھ والے کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور اپنے گھروں کے مالک ہو گئے۔ بچیوں کی شادی کے چکر میں ایسے گھن چکر بنے کہ گھر کا خیال تو کسی کونے میں مایوسی کی چادر اوڑھ کر سو رہا جو وہ جوانی سے دیکھتے آئے تھے۔

تاروں بھرا آسمان ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے ہلکوروں کے خیال ہی سے دونوں کی آنکھیں موندنے لگیں۔

''سنو غلام حیدر! گرمی میں چھت پر بیٹھ کر ٹھنڈے پانی کا پیالہ پینے میں کتنا مزہ آتا ہوگا مجھے تو سوچ کر ہی پیاس لگ گئی۔'' حبس زدہ کمرے میں لو دیتے پنکھے کو وہ حسرت سے دیکھتی اور کونے میں پڑے چھوٹے سے واٹر کولر سے پانی نکالنے لگ جاتی۔

ریٹائرمنٹ کا پیسہ لیا اور کچھ کمیٹیاں وغیرہ اکٹھی کر کے اور گھر میں کی گئی بچتوں کو ملا کر بچیوں کے ہاتھ پیلے کر دیے تو غلام حیدر جیسے پھر سے جوان ہو گیا، بیٹیوں کے فرض کی ادائیگی والدین کو کتنا معتبر

اور آسودہ کر دیتی ہے بلاشبہ گھر ایک دم سونا ہو گیا۔ رضیہ بات بات پر یاد کر کے روتی۔

''اری بھلی مانس بیٹیاں گھر رکھنے کی چیز نہیں، راجے مہاراجے نہ رکھ سکے، یہ غریب ماسٹر کیسے رکھتا۔''

''اللہ کوئی بیٹا ہی دے دیتا گھر میں بہو آتی، پوتے پوتیاں کھیلتے تو رونق لگ جاتی۔'' وہ جل کر کہتی۔

''یہ قدرت کے فیصلے ہیں بھلی مانس! ہماری کیا مجال کہ دخل دیں، رب کے ہر فیصلے میں بندے کے لیے بھلائی ہے۔'' وہ اسے تسلی دیتا تو وہ سرد آہ بھر کر خاموش ہو جاتی۔

وہ ایک بار پھر ہچکیاں لے کر رونے لگا، بیٹیاں باپ کو حوصلہ دیتی رہیں، عزیز و اقارب تسلیاں دینے لگے مگر اس کے سینے میں تو آگ سی لگی تھی جسے زار زار بہتے آنسو بھی بجھانے میں ناکام تھے۔ بیٹیوں نے سہارا دے کر کھڑا کیا تو وہ لڑکھڑا کر رضیہ کی چارپائی پر گر گیا۔ نیند کا جھونکا آنے بھی نہ پایا کہ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ رضیہ کا صندوق کھول کر کچھ تلاش کرنے لگا، کپڑوں کی تہوں کے نیچے سے شاپر میں لپٹا ایک نقرئی رنگ کا نقشی پیالہ اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ چاروں طرف سے اسے گھما گھما کر دیکھ رہا تھا۔ آنسوؤں کے دھندلکے میں منظر بدلنے لگا، ان کی بڑی بچی حنا جب چھ ماہ کی تھی تو وہ رضیہ کو میلے پر لے کر گیا تھا کہ اچانک ایک دکان پر وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ دھوپ میں لشکارے مارتے چاندی جیسے برتن رضیہ نے جھپٹ کر ایک نقشی پیالہ اٹھا لیا۔

''میرے پاس پیسے کم ہیں۔'' وہ قیمت سن کر بولا۔

''ٹھیک ہے میں اپنا سوٹ نہیں لیتی، صرف حنا کا فراک ہی خریدیں گے لیکن مجھے یہ پیالہ لے دو۔''

وہ لجاجت سے بولی تو غلام حیدر شرمندہ سا ہو گیا۔

''غریب کچھ خریدے، چلا بھی جائے تو صرف حسرتیں اور نئے دکھ ہی خرید کر لاتا ہے۔'' وہ بھی اس کی ضد کے آگے ہار گیا۔

رضیہ کو پیالہ تو لے دیا مگر وہ سوٹ لے کر نہ دے سکا جو وہ کل دیکھ کر گیا تھا اور ساری رات اس کی تعریفیں کرتا رہا۔ دکان کے سامنے سے گزرتے اس نے سوچا کاش وہ سوٹ بک گیا ہو تو دل اس چبھن سے بچ جائے گا جو کانٹے کی طرح گڑا تھا۔ سوٹ اپنی پوری آب و تاب سے ٹنگا اس کی مفلسی پر ہنس رہا تھا مگر رضیہ کے چہرے پر سوٹ سے بھی زیادہ خوب صورت اور گہرے رنگ بکھرے تھے اور اسے سوٹ نہ ملنے پر ذرا بھی ملال نہ تھا اور غلام حیدر سوچ رہا تھا۔

''ہماری خواہشیں ہمیشہ ادھوری کیوں رہتی ہیں آخر تم اس کا کیا کرو گی؟'' وہ بولا۔

''گھر میں ہم ہیں ہی کتنے لوگ اور ڈھیر برتنوں کا ہے جب اپنا گھر بنے گا نا غلام حیدر تو اس کی چھت پر بیٹھ کر ٹھنڈا پانی پیا کریں گے اس میں۔'' تو وہ کتنی ہی دیر اس کی معصومیت پر ہنستا رہا کہ وہ چڑ گئی۔

''تو تمہارا کیا خیال ہے نہیں بنے گا اپنا گھر؟''

وقت پر لگا کر اڑتا رہا اور پیالہ صندوق کی سطح سے ہوتا ہوا نیچے پیندے میں چلا گیا رضیہ کے خوابوں کی طرح۔ بچیوں کے بیاہنے کے بعد گھر میں کچھ تنگ دستی سی ہوئی تو غلام حیدر نے دکان پر چھوٹی سی نوکری کر لی۔ گزارہ پھر چلنے لگا، دو بندوں کا کیا خرچہ، کلو گھی ہی ختم نہ ہوتا مگر جب عائشہ اور حنا آ جاتیں تو دو دنوں ہی میں اڑ جاتا تو وہ اکثر شکایت کرتی۔

''اری بھلی مانس! جو اُن کے حصے کا لکھا ہوتا ہے کھا جاتی ہیں، کیوں ناشکری کرتی ہے۔''

بشریٰ کوثر وارث علی

السلام علیکم! جی آپ حیران ہو رہے ہیں کہ یہ کون ہے جو بن بلائے مہمان کی طرح حاضر ہوا ہے نہ جان نہ پہچان تو جی ہم اپنا مکمل تعارف کرواتے ہیں لیجیے تعارف حاضر ہے۔ میرا نام بشریٰ کوثر ہے بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ 7 اکتوبر کو اس جہان فانی میں تشریف لائی' ہم ماشاء اللہ سے آٹھ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر دوسرا ہے۔ نوشہرہ ورکاں کے نزدیک گاؤں سادوورکاں میں رہتی ہوں۔ مجھے سرخ گلاب بہت پسند ہے' رنگوں میں سفید اور کالا رنگ پسند ہے۔ کھانے میں بریانی پسند ہے' آئس کریم تو خاص طور پر سردیوں میں پسند کرتی ہوں۔ لباس میں قمیص شلوار اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ آنچل سے رشتہ تقریباً چھ سات سال پرانا ہے۔ فیورٹ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور ہیں۔ ایسی شاعری جو ہمارے جذبات کا اظہار کرے جو دل کے تاروں کو چھیڑ دے بہت پسند ہے۔ پسندیدہ شعراء میں وصی شاہ' ساغر' پروین شاکر اور احمد فراز پسند ہیں۔ جیولری وغیرہ میں صرف ٹاپس پسند ہیں۔ گفٹ لینا اور دینا دونوں اچھے لگتے ہیں۔ خوبیاں اور خامیاں تو ہم سے وابستہ لوگ ہی بتا سکتے ہیں ویسے میرے خیال میں کوئی بھی انسان مکمل طور پر خوبیوں کا مرقع نہیں ہوتا ہر کسی میں اگر خوبیاں ہیں تو خامیاں بھی ہوں گی اور اگر اس میں خامیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی خوبی سے بھی نوازا ہوگا۔ اسی طرح مجھ میں بھی خامیوں کے ساتھ خوبیاں بھی ہیں خاص طور پر جب کوئی جان بوجھ کر جھوٹ بولے تو غصہ بہت آتا ہے' جذباتی بہت زیادہ ہوں مزاج کی بہت سنجیدہ ہوں' تنہائی پسند ہوں۔ مہندی بہت اچھی لگاتی ہوں تقریباً ہر کام بڑی مہارت سے کرتی ہوں' لکھنا بہت اچھا لگتا ہے' پرائیوٹ ٹیچر ہوں۔ وکیل بننے کا ارادہ ہے۔ سیر وتفریح کا بہت شوق ہے خاص طور پر لانگ ڈرائیو اور رات کا سفر۔ میں سیڈ سونگز پسند کرتی ہوں اور آخر میں تمام فرینڈز کے نام ایک چھوٹا سا پیغام پلیز کسی پر اندھا اعتبار مت کریں جب مان اعتماد ٹوٹتا ہے تو اس کی کرچیاں سیدھی دل میں چبھتی ہیں۔ کوشش کریں کہ آپ کی کسی بات سے کسی کا دل نہ دکھے اللہ حافظ۔

پھر اچانک ایک دن غلام حیدر نے دیکھا اخبار میں اشتہار تھا کہ دو مرلے کے پلاٹ قسطوں پر دیئے جارہے ہیں وہ آتے ہوئے اخبار گھر لے آیا۔ رضیہ کو دکھایا تو کھل اٹھی برسوں سے کونے میں سوئے خواب نے مایوسی کی چادر پھینکی اور پھر جاگتی آنکھوں کا تارا ہوگیا۔

''نہیں نہیں غلام حیدر! ہم یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں گے' کچھ بھی کریں گھر ضرور بنائیں۔ ہم پنشن کے پیسوں سے گزارہ کرلیں گے' ساتھ والی کے ساتھ کمیٹی ڈال کر پہلی میں لے لوں گی' تم دکان والے سے کہو چند ماہ کا ایڈوانس دے دے۔ بھلے ہی مکان کرائے کا ہے ہم کون سا بھاگے جارہے ہیں' اتنے سالوں سے بیٹھے ہیں۔'' وہ ایک ہی سانس میں بولے جارہی تھی۔

''اچھا اچھا کرتے ہیں کچھ۔'' وہ مسکرایا تو رضیہ کو امید بندھ گئی۔

سر پر قرض چڑھا وہ پہلی تین قسطیں ادا کر آیا اور اب پانچ ہزار ماہانہ ادا کرنے تھے۔ آج اس نے رضیہ کے چہرے پر برسوں بعد پھر وہی رنگ دیکھے جو اقرائی پیالہ خریدتے ہوئے دیکھے تھے۔ خواہشوں کے رنگ کسی عمر میں بھی پھیکے نہیں پڑتے۔ غلام حیدر نے بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچا' غلام حیدر بڑی دیر تک پیالے کو دیکھتا رہا' جانے کتنی ہی بار اسے رضیہ نے مانجھا' چھوا اور محبت سے لپیٹ کر رکھا تھا اسی لیے برسوں بعد بھی اس کی آب وتاب ویسی ہی تھی اس نے کبھی بے پناہ مسائل کے باوجود بھی پیالے اور اس سے جڑی خواہش کو ماند نہ پڑنے دیا اور جب وہ تین ماہ کی قسط جمع کروا کر آیا تو رضیہ نے

ایک بار پھر پیالے کو اس جانفشانی سے رگڑا کہ وہ ڈر گیا جیسے وہ آخری بار۔ نجھ رہی ہو جانے یہ منحوس خیال اسے کیوں آیا وہ اسے بار بار دیکھ رہی تھی۔ کبھی پانی سے بھر کر ہونٹوں کو لگاتی پھر لو برساتے چھت کے پنکھے کو دیکھتی اور پھر بُرا سا منہ بنا کر مسکرانے لگی۔

''اب بس کرو' رکھ دو اسے۔'' اس نے ٹوکا۔

''کیوں آج ہی تو اسے چمکانے کا وقت آیا ہے دیکھو تو سہی غلام حیدر اس پر کندہ کلیاں جیسے کھل سی گئی ہیں۔''

''ہاں تھوڑی دیر تمہارے ہاتھ میں اور رہا تو وہ خوشبو بھی دینے لگیں گی۔'' وہ مسکراتا ہوا دکان پر چلا گیا۔

سیڑھیاں ذرا بڑی اور چوڑی رکھنا' عائشہ اور حنا کے بچے شرارتی ہیں کہیں گر نہ جائیں اکثر وہ گھر کو چاروں طرف سے حقارت سے دیکھتی' کتنا گھٹن زدہ ہے زندگی کے تیس سال تو اس نے اپنے گھر کے بیٹنے میں گزارے تھے' اسے تو وہ ڈربہ کہتی تھی اور پھر تین ماہ بعد وہ قسط جمع کرانے جا رہا تھا سفید براق شلوار قمیص بڑی مشکل سے سلوٹیں نکالی تھیں۔ رضیہ جاتے ہوئے اس کے بوٹ پرانے کپڑے سے صاف کرنا بھی نہ بھولی اور بار بار بول رہی تھی یہ ضرور پوچھنا کہ ہم گھر کب تک بنوانا شروع کریں اگر وہ اجازت دیں تو سیمنٹ اور اینٹوں والوں سے بات کرتے آنا جب وہ دروازے سے نکل رہا تھا اس نے رضیہ کی آواز سنی تھی واپسی پر اس کا منہ لٹکا دیکھ کر وہ بھی پریشان تھی۔

''کیا بات ہے غلام حیدر! کیا وہ ابھی گھر بنانے کی اجازت نہیں دے رہے۔''

''کوئی بات نہیں اتنی جلدی بھی کیا ہے۔'' مگر غلام حیدر سارے رستے سوچتا آیا کہ وہ کیسے بتائے گا کہ ہمارے ساتھ بہت بڑا فراڈ ہو گیا' وہ جگہ تو بکاؤ تھی ہی نہیں' کوئی فراڈ کمپنی چکمہ دے گئی۔

''تم بتاتے کیوں نہیں۔'' اور پھر الفاظ اس کے لبوں سے پھسلنے لگے' رضیہ نے سینے پر ہاتھ رکھا تو ایک ہائے کے ساتھ ہی وہ زمین پر ڈھیر ہو گئی۔

''رضی...... یا......'' غلام حیدر کی چیخ سے در و دیوار ہل گئے اور پھر اسے ہوش نہ رہا۔ رضیہ کے بعد جیسے اس کا دل بھی دنیا سے اٹھ گیا' اس نے ٹرنک سے پیالہ نکالا اور کچھ سوچ کر قبرستان کی طرف چل پڑا اور راستے سے کچھ باجرہ اور چاول لیے اور قبر پر بکھیر کر پیالہ بھر کر پانی رکھ آیا۔

اگلے دن جب وہ سویرے سویرے قبر پر گیا تو نقرئی پیالہ غائب تھا' وہ بوڑھے گورکن کی جھونپڑی تک گیا اس کا بیٹا بیٹھا سگریٹ میں چرس بھر رہا تھا۔

''دیکھو'' وہ مریل سی آواز میں بولا۔ ''کل میں نے اپنی بیوی کی قبر پر ایک نقرئی پیالہ پانی بھر کر رکھا تھا اب وہ نہیں ہے۔'' وہ اٹھ کر قبر تک آیا' اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں' سگریٹ کا گہرا کش لیا' زیر لب مسکرایا اور سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''کوئی مٹی وٹی کا رکھ دیتے بڑے میاں! ایسی چیزیں یہاں کون چھوڑتا ہے۔'' اور جھونپڑی کی طرف چل دیا۔ غلام حیدر قبر پر گر گیا وہ قبر سے چمٹ کر یوں رو رہا تھا جیسے اسے ڈر ہو کہ اب کوئی رضیہ کا بے جان جسم بھی نکال کر لے جائے گا۔

خوشبو سے ہواؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
موسم کی اداؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
مل جائیں تو جیون کو سجا دیتے ہیں لیکن
بچھڑیں تو دعاؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ

"پیسے آپ کو مل جائیں گے' فکر مت کیجیے بس میرا کام ہوجانا چاہیے۔" وہ دھیرے سے بولی' کہیں رات کے اس پہر کوئی اس کی آواز نہ سن لے۔

"میں نے کہا نا کہ کل میں خود آ کر آپ سے ملتی ہوں۔" وہ دھیرے سے غرائی تھی اور فون بند کرکے واپس بیڈ پر دراز ہوگئی' ایک نظر سائیڈ پر سوئے اپنے شوہر پر ڈالی اور پھر آنکھیں موند کر سکون کا سانس لینے لگی تب ہی اپنے چہرے پر کسی چیز کے رینگنے کا احساس ہوا تو جھٹکے سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ڈر کے مارے رکا ہوا سانس خارج کیا۔ وہ بدستور بغور اس کے چہرے کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"کہاں سے آرہی ہو؟" دھیرے سے سوال کیا تھا مگر اس کا گلہ خشک ہوگیا پھر مصنوعی انداز میں مسکراتے ہوئے گڑبڑا کر بولی۔

"و.....کوئی نہیں رونگ نمبر تھا۔"

"سویٹ ہارٹ! میں نے پوچھا کہاں سے آرہی ہو یہ نہیں کہ کس کا فون تھا؟" س نے اس کے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا جبکہ وہ خاموش رہی۔

"باتھ روم گئی تھی فون۔ باتو باہر چلی گئی کہ کہیں آواز سے آپ کی آنکھ نہ کھل جائے۔" اس نے بہانہ بنایا' وہ مطمئن ہوا کہ نہیں یہ بات اس کے لیے قابل غور نہیں تھی اس وقت وہ خاموش تھا' ماتھے پر شکنیں نہیں تھی یہ بات ہی قابل تسلی تھی۔ وہ اس کا گال تھپتھپا کر بیڈ پر دراز ہوگیا' اس نے بھی جان بچنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں جبکہ اس کے شوہر نے بیڈ کے دوسرے سائیڈ چھت کو گھورتے ہوئے اپنی سوچوں کو ایک نقطے پر مرکوز کردیا۔

❁.....❁.....❁
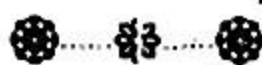
"دیکھتی ہوں تم کیسے میرے بیٹے کو اپنا گرویدہ کرتی ہو ایسا عمل کرواؤں گی کہ وہ تم سے دور بھاگے گا۔" یہ آواز اس کے کانوں میں پڑی تو اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ آس پاس تو کوئی بھی نہیں تھا پھر اس نے اپنے

ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا اور پھر اپنی غم گسار دوست کو فون کرنے لگی جو اس کی اور شہاب کی منگنی کے بعد سے ہر بات سے باخبر تھی۔ اسی نے شادی کے بعد اسے نئے گھر میں رہنے کے طریقے بتائے تھے اسی نے اطلاع دی تھی کہ شہاب کی امی بڑی چالباز خاتون ہیں۔ وہ اپنے بیٹے کو اپنے قابو میں کرنے کے لیے نہ جانے کون کون سے عمل کرواتی ہیں اور تو اور وہ تو یہ بھی چاہتی تھیں کہ وہ اسے چھوڑ کر کسی اور لڑکی سے شادی کرے۔ اس کے لیے بھی وہ ایک خاص قسم کا عمل کرواتی ہیں، یہ سب جاننے کے بعد ہانیہ کا دل شہاب کی امی کی طرف سے متنفر ہوگیا تھا مگر رمشاء کے کہنے پر بھی وہ کسی قسم کے ناگوار تاثرات چہرے پر لائے ان کے سامنے رہتی اور خوش اخلاقی سے پیش آتی اور آج کل تو شہاب بھی اس سے دور دور رہنے لگے تھے۔ رمشاء کے مطابق عمل کا اثر ہورہا تھا، وہ شہاب جو شادی کے بعد اس کے آگے پیچھے پھرا کرتا تھا وہ اب اس سے دور ہوتا جارہا تھا۔ ہانیہ کے لیے یہ بات ناقابل برداشت تھی وہ شہاب کو بے پناہ چاہتی تھی اور اسے خود سے دور ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے رمشاء کے کہنے پر اس کے ساتھ وہ بھی ایک عامل کے پاس گئی جس نے یقین دلایا کہ اس کا شوہر تین مہینے کے اندر اندر اس کی مٹھی میں ہوگا اور اس کی ماں کے عمل کا رتی بھر بھی اثر نہیں ہوگا پر اسے اس عمل کے لیے پیسے بھرنے ہوں گے رمشاء کے سمجھانے پر وہ خوشی خوشی اس عمل کے لیے راضی ہوگئی۔ رمشاء نے فون اٹھایا تو اس نے فوراً سب کچھ اس کے گوش گزار دیا۔

"مجھے پتا تھا یہ چچی تو ضرور ایسا ہی کچھ سوچ رہی ہوں گی پر تمہیں یہ اشارہ ملا ہے کہ وہ ابھی بھی اپنے گندے کام اسی لگن کے ساتھ کررہی ہیں، بس تم آج جاکر عامل بابا کو پیسے دے آؤ تاکہ وہ تمہارا کام جلد از جلد کردیں۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی نکلتی ہوں ابھی تو شہاب بھی آفس گئے ہیں اس سے پہلے کہ آجائیں میں دے آتی ہوں۔" ہانیہ فوراً اس کے حکم کی تعمیل کرتے الماری کی سمت بڑھی اور پانچ ہزار نکال کر بیگ میں رکھے اور باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے کہ راستے میں ساس مل گئی۔

"کہاں جارہی ہو بیٹا!" انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

"ہوں! ایسے پیار سے ڈول رہی ہیں جیسے اندر سے ایسی ہی ہوں۔" وہ سوچ کر رہ گئی پھر مصنوعی سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"امی! ابھی آرہی ہوں سوچا دوست سے مل آؤں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" انہوں نے چوں چراں کیے بغیر اسے جانے دیا وہ اپنی سانسیں بحال کرتی باہر نکل گئی۔

بیس منٹ بعد وہ عامل کے سامنے بیٹھی تھی اور وہ پیسے لے کر اسے تسلی دے رہے تھے۔ اسے ان کے سامنے رکھی ہڈیوں کھوپڑیوں اور کمرے کے عجیب و غریب ماحول سے وحشت ہورہی تھی۔ وہ ڈبڈبا رہا تھا باری آجانے کے بعد وہ فوراً وہاں سے نکل لی۔ لوگوں کا ایک ہجوم دروازے کے باہر اپنی باری کا انتظار کررہا تھا، وہ نقاب لگا کر سیدھی گھر کی جانب بڑھی۔ اسے شہاب کے آنے سے پہلے پہنچنا تھا۔

❁......❁......❁
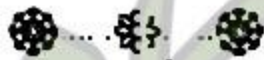
"میں پیسے دے آئی ہوں، میرا کام ہوجائے گا ناں؟" وہ فون پر رمشاء سے پوچھ رہی تھی۔

"تم فکر کیوں کرتی ہو میری جان! وہ بہت اچھے عامل ہیں تمہارا کام ضرور ہوجائے گا۔ بس تم وہ کرو جو میں کہوں یا عامل بابا کہیں۔" اس کو جواب دیئے بنا ہی اسے فون رکھنا پڑا تھا کیونکہ شہاب باتھ لے کر نکل آئے تھے۔ شہاب نے ایک نظر سامنے بیڈ پر بیٹھی ہانیہ پر ڈالی اور پھر الماری سے شرٹ نکال کر پہنتے ہوئے لاکر کھول کر پیسے نکالے گننے کے بعد ایک نظر ہانیہ کو دیکھا اور پھر استفسار کیا۔

"ہانیہ! تم نے پیسے لیے تھے؟"

"جی۔"

"کیوں؟ کیا ضرورت تھی ابھی تو پچھلے ہفتے ہی تم نے تین ہزار لیے تھے اور اب پھر پانچ ہزار؟" اس نے

نرمی سے پوچھا۔

"اب کیا میں اپنے خرچ کے لیے بھی پیسے نہیں لے سکتی؟ آپ تو بس میرے پیسے لینے کو گنتے رہا کریں۔" ایک تو پہلے ہی رمشاء سے پوری بات نہیں ہوئی تھی اوپر سے شہاب کی تفتیش...... وہ تو پھٹ ہی پڑی تھی۔

"اس میں اتنا چیخنے والی کیا بات ہے ہانیہ! تمہارے ہر خرچ کو تو میں پورا کرتا ہوں اور یہ اوپر کے خرچ کہاں سے آ گئے۔ اتنے سارے پیسے کہاں خرچ کرتی ہو مجھے تو کہیں نظر نہیں آتے' کوئی چیز تمہارے پاس نئی نظر نہیں آ رہی وہی سب ہے جو میں نے دلوایا تھا۔" وہ اب بھی آرام سے بات کر رہا تھا۔

"ارے میری دوست کے بیٹے کی سالگرہ تھی اسے گفٹ دینا تھا۔" وہ منہ پھیر کر جھوٹ بولنے لگی۔

"ہانیہ! ہم ہر مہینے میں پانچ' دس ہزار کے گفٹس دینا افورڈ نہیں کر سکتے ہیں۔ دیکھ بھال کر خرچ کیا کرو اب مجھے امی کو دس ہزار روپے دینے ہیں' کہاں سے دوں؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"یہ لیجیے......" وہ اٹھی اور الماری سے اپنا زیور نکال کر اس کی طرف پھینک دیا۔ "یہ دے دیجیے اپنی اماں کو۔" وہ افسوس سے اسے دیکھ کر رہ گیا اور باقی کے پیسے نکال کر ماں کے کمرے میں لے گیا جبکہ ہانیہ نے زیور اٹھا کر واپس دراز میں رکھا اور بیڈ پر منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔

❁......❁......❁

"اپنی امی کو جو دس ہزار دیے وہ الگ اور جو باقی کے پیسے تھے وہ بھی ان کی الماری میں رکھوا دیے اور مجھے کہتے ہیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھے کہو۔ وہ تو اور بھی دور ہوتے جا رہے ہیں۔" وہ رمشاء سے بات کرتے ہوئے رو دی تھی۔ رمشاء کو جیسے اس پر ترس آ گیا تھا' وہ بھی روتی بسورتی آواز میں بولی۔

"رومت ہانیہ! لگتا ہے وہ دس ہزار روپے انہوں نے اپنے بیٹے سے اسی عامل کو دینے کی غرض سے لیے ہیں

جبھی تو نتیجہ اچھا آ رہا ہے۔ یہ تین' پانچ ہزار دینے سے کچھ نہیں ہوتا اب کے بڑی رقم کا بندوبست کر کیونکہ اب جو وہ کرنے والی ہیں اس کے لیے بڑی رقم چاہیے ہوگی۔"

"کیا کرنے والی ہیں وہ؟" اس نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"وہ میں سنبھال لوں گی تو بس پیسے کا بندوبست کر۔"

"رمشاء کوئی بڑی بات ہے؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ہاں یار! وہ دراصل عامل بابا نے عمل کر کے پتا کیا ہے کہ وہ اس کی شادی کی تیاری کر رہی ہیں اور لڑکی بھی ڈھونڈ رہی ہیں۔" رمشاء نے بتایا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

"کیا کہہ رہی ہو تم رمشاء! کچھ کرو میں تو مر ہی جاؤں گی ان کے بغیر۔" آنسو فوراً آنکھوں کی باڑ توڑتے باہر نکل آئے تھے اس نے دہائی دی۔

"تم فکر مت کرو میں کچھ سوچتی ہوں۔"

"ہانیہ! میرے پاس ایک آئیڈیا ہے اگر تم اپنے کسی جاننے والی سے اس کی شادی کروا دو تو تمہیں دوسری عورت سے نجات مل جائے گی۔ تم اس لڑکی کو یہ بات بتا دینا اور جب اس کی حرکتوں سے تمہاری ساس کا دماغ درست ہو جائے اور عامل بابا کا عمل پورا ہو جائے تو تم اسے طلاق دلوا دینا۔ تمہارا گھر بھی بنا رہے گا۔" رمشاء نے آئیڈیا دیا تو وہ خوش ہوگئی۔

"یہ ٹھیک ہے پر رمشاء شادی کرے گا کون؟" اس نے مایوسی سے پوچھا۔

"سوچو کوئی تو ہوگا جو تمہارے لیے کچھ بھی کرسکتا ہو۔" اس نے رمشاء کے کہنے پر سوچ کے گھوڑے دوڑانا شروع کر دیے۔

"میری چھوٹی بہن!" اس نے ذہن میں آتے ہی نام لیا تو رمشاء نے فوراً جھٹک دیا۔

"پگلی کیا بک رہی ہو' وہ تمہاری بہن سے کیوں شادی کروائیں گی۔ تم سے کروا تو لی' کوئی اور سوچو۔"

وہ اس کا جواب سن کر مایوس ہوئی پر تبھی ہانیہ کے دماغ میں ایک نام آیا۔

"رمشاء تم...... تم کر لو ان سے شادی۔ تم تو میری بیسٹ فرینڈ بھی ہو اور تم سے بہتر میرے حالات کو کون سمجھتا ہے۔" اس نے کہا تو گویا اسے کرنٹ لگا۔

"کیا تم پاگل ہوگئی ہو؟ میں نے تو ہمیشہ شہاب کو بھائی سمجھا ہے۔" وہ گویا پوری طرح انکاری ہوئی۔

"پلیز پلیز رمشا... میری خاطر۔" وہ اب کے رو دی۔

"ٹھیک ہے پھر تو انہیں منا لے اور پندرہ ہزار کا بندوبست کر۔"

"کیا...... میں کیسے مناؤں ان کو ہاں' وہ جب شادی کا نام لیں گی تو کسی طرح تیرا نام ان کے گوش گزار کر دوں گی۔"

"پاگل ہے کیا؟ چاہے کسی اور کو ڈھونڈ لیں گی تو بس ان کے سامنے میرے نام کی مالا جپتی رہا کر اور شہاب کے سامنے بھی پھر ان کا ذہن خود بخود میری طرف ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے اب رکھتی ہوں۔" وہ فوراً تیار ہوگئی۔

❁......❁......❁

آج صبح ہی رمشاء اس کی ساس سے مل کر گئی تھی' ان کے کاموں میں خود مدد کی' خوب باتیں کیں بظاہر تو وہ ہانیہ کے بارے میں خاموش تھیں مگر ان کے بات کرنے کے انداز سے رمشاء کو لگا تھا کہ وہ اس سے نالاں ہیں۔ رمشاء کی خوش اخلاقی دیکھ کر وہ من ہی من مسکرا رہی تھی۔

وہ شام کی چائے لان میں بیٹھی پی رہی تھیں کہ ہانیہ بھی اپنا کپ لیے ان کے پاس آ بیٹھی' وہ حیران رہ گئیں کہ آج ہانیہ شادی کے بعد پہلی بار ان کے ساتھ چائے پی رہی تھی۔ پچھلے ایک سال میں یہ واقعہ پہلی بار ہوا تھا وہ مسکرا دیں تو ہانیہ بھی مسکرا اٹھی۔ پھر اس نے رمشاء کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع کیے اتنے کہ امی حیران رہ گئیں نہ جانے اس نے کون کون سی خوبیاں گنوائی تھیں۔

امی چائے ختم کرکے اٹھیں اور ایک جملہ بول کر اس کے ارمانوں پر پانی پھیرتے ہوئے چلی گئیں۔

"جس کے گھر بھی جائے راج کرے خدا رمشاء کو اچھا گھر نصیب کرے۔" وہ پیر پٹختی ہوئی کمرے میں آ گئی۔

شام گئے جب شہاب آیا تو اس کے سامنے بھی رمشاء کی تعریفیں کرنے لگی اور وہ بس مسکراتا رہا اس کی طرف سے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ پاکر وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

❁......❁......❁
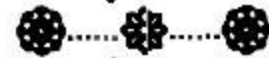
کل اسے شہاب نے پانچ ہزار روپے دیئے تھے کچھ شاپنگ کرنے کے لیے اور وہ پیسے شاپنگ کے بجائے عامل بابا کو دینے چل دی۔ شہاب جو آفس کے کام سے باس کے ساتھ سائیڈ ایریے کی طرف آیا ہوا تھا اس نے ہانیہ کو ایک سنسان علاقے کی طرف جاتے دیکھا تو وہ باس سے اجازت لے کر اس کے پیچھے ہولیا۔ وہ گلی سے گزر کر نکڑ پر بنے ایک گھر میں گھسی تو چند منٹ بعد وہ بھی اندر چلا آیا۔ دروازہ کھلا تھا اور کافی لوگ جمع تھے مگر وہ کہیں نہیں تھی تبھی اس کی نظر کمرے کے دروازے کے ساتھ کھلی کھڑکی پر پڑی تو وہ اس طرف چلا آیا اور ذرا سا پردہ اٹھا کر دیکھنے لگا تو سامنے اسے وہ بیٹھی نظر آ گئی وہ بھی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا۔

ڈری سہمی سی ہانیہ اسے پیسے دے رہی تھی اور وہ اس سے مزید پیسے نہ لانے پر استفسار کر رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔ ہانیہ نہ جانے کیا کہہ کر نکل آئی تھی تو ابھی وہ کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک اور ہستی آندھی طوفان کی طرح کمرے میں گھسی اس نے پردہ اٹھا کر دوبارہ دیکھا تو اس کی تمام حسیں بیدار ہو گئیں جو گفتگو اس نے ان دونوں کے درمیان سنی تھی وہ ششدر رہ گیا۔

"وہ کنگال صرف پانچ ہزار دے کر گئی ہے اس لیے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔" عامل نے اپنی بے حد کرخت اور مکروہ آواز میں کہا تو وہ دونوں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگی پھر دوبدو بولی۔

پیا

نہ پھول' نہ خوشبو' نہ رنگ' نہ جگنو' نہ تتلیاں ہیں
ہماری آنکھوں میں ٹوٹے' خوابوں کی کرچیاں ہیں
وہ پیارے لمحے تو خواب ٹھہرے' خیال ٹھہرے
جو درمیاں ہیں ہمارے وہ باقی تلخیاں ہیں
وہ جان کر بھی فریب کھاتی ہیں چاہتوں کے
عجیب سادہ طبیعتوں کی یہ لڑکیاں ہیں
جو چاند چہرے تھے' چلمنوں میں چھپے ہیں سارے
تمام بستیوں کی سونی سونی سی کھڑکیاں ہیں
شرارتی ہیں جو میری سکھیاں سہیلیاں ہیں
یہ روز و شب ہیں حیات کے یا پہیلیاں ہیں

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

"ایسے کیسے نہیں ملے گا؟" اسے وہاں دیکھ کر شہاب کی حیرانی عروج پر تھی' وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسی ہوگی۔

"شکار تو میں ہی تمہارے پاس لائی تھی نا۔" اب کہ وہ دوبارہ گویا ہوئی تو وہ اس کی سمت متوجہ ہوا۔

"تمہارا کام بھی ہو رہا ہے نا' تم بھی تو شہاب کو پانے کے لیے اس بے قصور اور معصوم لڑکی کو استعمال کر رہی تھی اور وہ پاگل تو تمہارے کہنے پر اسے تمہارے حوالے کرنے کی تیاریاں بھی کر رہی ہے۔" عامل گویا ہوا تو وہ چونک گیا وہ کچھ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"وہ بے وقوف ابھی تک کچھ نہیں کر پائی ہے۔ اس نے ابھی تک میرے بارے میں کوئی بات نہیں کی نہ ہی کوئی ایسا کام جو شہاب کی ان کو اس سے متنفر کردے بلکہ ہمارا سارا کیا دھرا ابھی ویسا ہی ہے وہ یہی سمجھتی ہے کہ شہاب کی امی اس پر جادو کروا کر اسے قابو کر رہی ہیں اور وہ بے وقوف اس سے دور نہ جانے کے لیے آپ کے چکر میں آ گئی۔ میں نے بھی تو نہ جانے کیا کیا کرکے اس شہاب کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کی مگر مجال ہے جو اس کے سر پر جوں تک رینگی ہو۔ وہ جاہل ابھی تک اسی

گنوار کے ساتھ رہ رہا ہے۔ کہا بھی تھا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے مگر نہیں اسے تو جیسے اس سے کوئی غرض ہی نہیں ہے۔" رمشاء بڑی مکاری سے سب کہہ رہی تھی۔

"تو یہ تھا ہانیہ کی بیسٹ فرینڈ اور میری کزن کا اصل چہرہ۔" وہ اب سمجھا تھا اس نے ہانیہ کو اکثر اس سے باتیں کرتے سنا تھا مگر کبھی کوئی شک نہیں کیا لیکن جب وہ ایک دفعہ رات میں کسی سے بات کر کے لوٹی تو اسے شک ہوا کیونکہ اس کے پوچھنے پر وہ گھبرا گئی تھی اور پھر رمشاء جو کہ اس کی دور کی کزن بھی تھی نے ہانیہ کو لے کر کافی کچھ اسے بتایا تو بھی وہ یقین نہیں کر سکا تھا پھر ہانیہ نے پیسے لینے شروع کیے تو اس کا یقین پختہ ہو گیا کہ اس کے پیچھے ضرور کوئی معاملہ ہے اور آج اتفاق سے وہ سچ جاننے میں کامیاب ہو ہی گیا کہ کیسے سادہ لوح ہانیہ کو رمشاء نے اپنا مطلب نکلوانے کے لیے مہرہ بنایا تھا۔ وہ شہاب کو پانا چاہتی تھی اور اس نے ہانیہ کو استعمال کیا۔

رمشاء پھر جو کہتی گئی وہ خود بخود وہی سب سوچنے لگی جب انسان کو کوئی چیز بے حد پسند ہو تو وہ اسے لے کر بہت زیادہ محتاط ہو جاتا ہے۔ محتاط رہنا ہانیہ کی غلطی نہیں تھی بلکہ اپنی دشمن جیسی دوست کو اپنی ہر بات سے باخبر رکھ کر اس کے کہنے پر اندھا دھند اعتبار کرنا اس کی غلطی تھی۔ شہاب جانتا تھا یہ سب رمشاء کا کیا دھرا ہے تبھی تو ہانیہ اس کی اتنی تعریفیں کر رہی تھی۔

"پچھلی دفعہ چار ہزار تمہیں دیئے تھے اب کے ایک پائی بھی نہیں ملے گی اور جا کر اس سے کہو کہ مزید انتظام کرے۔"

شہاب ان دونوں کو وہیں بحث میں الجھا چھوڑ کر گھر آ گیا کیونکہ اب آفس جانے کا موڈ نہیں تھا۔

وہ کافی اداس لگ رہی تھی اسے دیکھ کر کوئی بھی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ کسی محاذ پر لڑ رہی ہے مگر وہ جان نہیں پایا تھا۔ وہ اکیلی جان اس کے لیے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اتنی تگ و دو کر رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اس کی ساری تھکن پل میں دور کر دے، ساری غلط فہمی مٹا کر خود میں سمیٹ لے پر شاید وہ اس طرح اس کا یقین نہ کرتی اگر کرتی بھی تو من میں خلش رہ جاتی۔ اس لیے رمشاء کا اصل چہرہ اس کے سامنے لانا ضروری تھا۔ اس نے اپنے دوست کو جو ایس پی تھا کو اس جھوٹے عامل کے بارے میں تفصیلات دیں اور اس کی گھناؤنی حرکات سے آگاہ کیا تو اس نے فوراً تحقیقات کے لیے اپنے چند افسر اس کام پر لگا دیئے اب بس کسی طرح رمشاء کا اصل چہرہ ہانیہ کے سامنے لانا تھا۔

❁......❁......❁
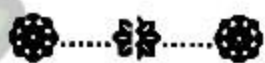
"میں نے ان کے سامنے تمہاری بہت تعریفیں کی تھیں شاید اسی لیے انہوں نے آج تمہیں بلایا ہے لیکن وعدہ کرو رمشاء کہ مجھے میرا شہاب لوٹا دو گی۔" آخری بات کہتے ہوئے دل جتنا ڈر گیا تو اس کی عکاسی آنکھوں سے نکلنے والے موتیوں کی لڑی کر رہی تھی۔ شہاب کا دل ڈوب گیا تبھی رمشاء نے مکاری سے کہا۔

"نہیں میری جان! تم فکر مت کرو وہ تمہارا تھا اور تمہارا ہی رہے گا میں تو بس تمہاری مشکل آسان کرنا چاہتی ہوں۔ بس تم یہ سب سوچنا چھوڑ کر پیسوں کا بندوبست کرو وہ ہمیشہ تمہارا رہے گا۔" رمشاء کہہ کر رکی تو شہاب اندر داخل ہو گیا' ہانیہ نے فوراً گال پر لڑھک آنے والے آنسو صاف کیے۔

"ارے بھئی ہانی! تم نے چائے وغیرہ کچھ نہیں پلائی اپنی دوست کو جاؤ لے کر آؤ۔' ہانیہ اٹھ گئی تھی مگر اس کا دل بالکل نہیں چاہا تھا کہ وہ شہاب کو رمشاء کے پاس چھوڑ کر جائے۔ اس کا دل ڈر رہا تھا کہ کہیں واپسی پر وہ پرایا ہو کر نہ ملے' کہیں جب وہ آئے تو شہاب اسے پہچاننے سے انکار نہ کر دے۔ کئی گرہیں من میں الجھ رہی تھیں۔ ہزار وسوسے دماغ و دل پر ہتھوڑے برسا رہے تھے دل میں عجیب شور بپا تھا۔ عجیب قسم کا ڈر لگ رہا تھا' جسے ہمیشہ اپنا بنا کر رکھنے یا جس کی ہو کر رہنے کے لیے وہ اتنی شدید مشکلات کا سامنا کر رہی تھی۔ ڈر لگتا تھا کہ کہیں وہ اسے کھو نہ دے' دو آنسو مزید تیزی سے بھیگے، جنہیں وہ بے دردی سے

رگڑتے ہوئے اٹھی اور باہر نکل گئی۔

''اور سناؤ رمشاء! کیا چل رہا ہے' بڑی امی ٹھیک ہیں؟''

''ہاں کچھ خاص نہیں بس تنہا دن گزر رہے ہیں۔''

بڑی مکاری سے معصومیت چہرے پر سجا کر بولی۔

''تو ڈھونڈ لو کسی کو تمہیں تو کوئی بھی مل جائے گا۔''

اس نے شاید طنز کیا تھا۔

''جو چاہیے وہ نہیں مل رہا نا' کوششیں جاری ہیں۔ امید ہے نتیجہ جلد ہی اور بہتر سامنے آئے گا۔'' وہ ایک ادا سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''تمہاری کوششیں رائیگاں چلی گئیں تو؟'' اس نے خدشہ ظاہر کیا۔

''سب کچھ تہس نہس کردوں گی میں۔'' اس کے لہجے میں ایک جنون تھا' ابھی شہاب کو پردے کے پار سے آتی ہانیہ دکھائی دی تو وہ رمشاء والے صوفے پر جا بیٹھا اور ہانیہ کی سمت دیکھتے ہوئے کہا جو اس کی آواز سن کر پیچھے ہی رک گئی تھی۔

''تمہاری تمام کوشش میرے لیے ہیں ناں رمشاء؟''

اس نے اچانک کیسا سوال کیا تھا کہ رمشاء اور ہانیہ دونوں کے حواس اڑ گئے تھے۔

''میں ان کی ہمیشہ قدر کرتا ہوں جو میری بے پناہ چاہ کرتے ہیں۔ رمشاء کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ تم نے میرے لیے کیا کچھ نہیں کیا تاکہ تمہاری قدر میری نظروں میں مزید بڑھ جائے اور دیکھو منع مت کرنا۔''

''یہ پوچھو کیا کچھ نہیں کیا تمہارے لیے' بچپن سے تمہیں پسند کرتی ہوں پر جب پتا چلا کہ تمہاری شادی میری بیسٹ فرینڈ ہانیہ سے ہورہی ہے تو جیسے وہ لمحہ میرے لیے قیامت تھا۔ بہت کوشش کی کہ شادی نہ ہونے دوں' تمہیں بھی کہنے کی کوشش کی مگر موقع نہیں ملا امی کو کہا تو انہوں نے بری طرح سے ڈانٹ دیا پھر سوچا کسی نئے طریقے سے اپنا کام کروں اور پھر ہانیہ کو خود پر مزید بھروسہ دلوایا۔ اسے تم سے اور چچی سے متنفر کرنے کی کوشش کی۔ اسے علم نہیں تھا کہ سسرال کیسا ہوتا ہے' اس کے گھر کی پہلی شادی تھی اور اس سے پہلے کسی کو سسرال کا تجربہ نہیں تھا سو اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور میں نے اسے کئی تعویذ گنڈے اور عمل والی کہانیاں سنائیں جن کا انجام دردناک ہوتا ہے اور چچی کے بارے میں کہا کہ وہ تمہیں اس سے دور کروانے کے لیے عمل کرواتی ہیں اور اس کا دماغ جو ہمیشہ مثبت سوچتا تھا' منفی سوچنے لگا۔ میں جو چاہتی تھی ہانیہ وہی سوچنے لگی اور پھر میں نے اسے ایک جھوٹے عامل سے ملوایا اور عامل کے ذریعے سے کہلوایا کہ وہ تمہاری دوسری شادی کرنا چاہتی ہیں اور پھر میں نے ہانیہ کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ تمہاری شادی مجھ سے کروا دے کیونکہ میں اس کی دوست ہوں اور جب اس کا کام

ویلن ٹائنز ڈے کیا ہے؟

جب بیٹی چوکھٹ پار کرے
اور عزت کا بیوپار کرے
جب باپ کی عزت کھو جائے
جب بھائی کو طعنے ملتے ہوں
جب ماؤں کے دل جلتے ہوں
جب بہنوں کی نظریں جھک جائیں
جب سانسیں لبوں پر رک جائیں
جب شرم وحیا کا آمیزہ
جب اک کنواری دوشیزہ
جب بے شرمی کو اپنا لے
جب خود کو ذلت میں ڈالے
اور غیر کے سینے لگ جائے
پھر اپنا آپ گنوائے
تو افسوس......
صد افسوس......
ایسی حالت کو لوگو!
تم ویلن ٹائنز ڈے کہتے ہو؟

جازبہ ضیافت عباسی...... دیول' مری

ہوجائے گا تو میں تم سے دور چلی جاؤں گی اور راستہ کلیئر ہوجائے گا۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ وہ تو راضی بھی ہوگئی مگر میں تم سے الگ نہیں ہوں گی۔ الگ تو ہانیہ کو ہونا ہے میں تو ساری کی ساری کوششیں ہی تمہیں پانے کے لیے کررہی ہوں اور میری کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔"

وہ لفظ بہ لفظ بتا گئی' جانے کیا تھا شہاب کی آنکھوں میں کہ وہ پوری طرح کھل گئی۔ شاید یقین تھا کہ وہ اس کا ہاتھ تھام لے گا تبھی شہاب بولا۔

"اور اسی لیے تم نے مجھ سے یہ جھوٹ بھی بولا تھا کہ ہانیہ کا کسی اور کے ساتھ افیئر بھی ہے وہ پیسے وہاں خرچ کرتی ہے۔" اس کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلادیا اور ہانیہ واقعی صدموں کی زد میں آ گئی۔ اتنا بڑا دھوکہ' اتنا بڑا فریب' اتنی گرھوں اور اتنے پردوں میں لپٹا ہوا تیر وہ اپنی ہی دوست کے ہاتھوں بے وقوف بن گئی تھی۔ اس نے اپنی ماں جیسی ساس پر شک کیا تھا۔ اچھا ہی تھا کہ آج وہ گھر پر موجود نہ تھیں ورنہ تو ان پر کیا گزرتی۔

وہ سوچ کر پاگل ہورہی تھی کہ شہاب کیا سوچے گا' کیا وہ واقعی اپنی ہانیہ سے متنفر ہوجائے گا۔ کیا واقعی اب مجھے اکیلے اس کے بغیر رہنا ہوگا۔ سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں جیسے ختم ہوگئی تھیں تبھی شہاب کی آواز سنائی دی۔

"تم نے مجھے پانے کے لیے بہت محنت کی اور غلط کی۔ تمہیں کوئی حق نہیں تھا کہ تم مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرتی' تم نے غلط طریقے سے کام کرنا چاہا۔ ہانیہ کی اچھائی کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی' اس کی تمام تر کوششیں جائز تھیں کیونکہ مجھے پانے کے لیے تم نے جو اسے کہا وہ کرگئی تھی کیونکہ اسے تم پر بھروسہ تھا' اتنا سب ہونے کے باوجود بھی اس نے ماں سے کبھی غلط رویے میں بات نہیں کی کیونکہ وہ ماں کی عزت کرتی ہے اور تمہیں شرم نہیں آئی کہ اس عامل کے ساتھ مل کر تم اپنے مالی حالات کو بھی بہتر کرتی رہی۔ حد ہوتی ہے مکاری کی رمشاء! تم دوست ہوکر اپنی بیسٹ فرینڈ کو اجاڑنے چلی تھی وہ تو اچھا ہوا کہ مجھے سب پتا چل گیا ورنہ تو تم اپنے ارادوں میں کامیاب ہوجاتی۔" رمشاء شہاب کا لہجہ اس کے الفاظ سن کر دنگ رہ گئی تھی۔ اسے لگا تھا کہ اپنے لیے اس کی محنت اور کوششیں سن کر وہ اس کا ہوجائے گا مگر یہ تو سب الٹ ہوگیا تھا۔ وہ خالی ہاتھ رہ گئی۔

"نکل جاؤ اس سے پہلے کہ اس نقلی عامل کی طرح تمہیں بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے کروادوں۔" وہ فوراً وہاں سے نکل گئی تھی' وہ جانے کیا خیالات لے کر وہاں سے نکلی تھی مگر اتنا تو طے تھا کہ اب ہانیہ کا بھروسہ وہ مکمل طور پر کھوچکی تھی۔ کمرے سے نکلتے ہوئے صدمے سے بے حال گھٹنوں کے بل گرتی ہوئی ہانیہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں اس کے لیے زمانے بھر کی نفرت تھی۔ وہ نظر انداز کرکے نکل گئی' اس کے پیچھے ہی شہاب بھی آ گیا اس نے دھیرے سے ہانیہ کو اٹھا کر اپنے ساتھ لگالیا۔ ہانیہ کی آنکھوں میں ندامت' پشیمانی اور دکھ کے آنسو تھے۔ وہ روتے ہوئے اپنی نادانیوں' غلطیوں کی معافی مانگنے لگی۔ اپنی بے وقوفانہ حرکتوں کو کوسنے لگی مگر اس نے بغیر کچھ کہے اسے مزید خود میں سمولیا۔ وہ معافی کے علاوہ بہت زیادہ صفائی میں کچھ بول نہیں پائی تھی۔ تمام کے تمام دکھ آنسوؤں میں بہہ رہے تھے۔

آخر وہ اپنی کس کس غلطی کو گنتی' ساری غلطی تو اس کی ہی تھی جو دشمن جیسی دوست کی باتوں میں آ گئی مگر شہاب نے اس کی کوششیں ناکام بنادی تھیں۔ ندامت کے آنسو ختم ہوئے فوراً ہی تمام گرہیں کھلتی چلی گئیں اور اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کی بے وقوفی کا کوئی غلط انجام سامنے نہیں آیا ورنہ تو زمانے بھر کی رسوائی اس کا مقدر تھی' وہ تو اپنی زندگی شہاب کے بغیر سوچ کر ہی ڈر گئی تھی۔

❁

> وہ اک سایہ جو تحفے میں دیا تھا اس کو خوبوں نے
> وہی اب اس کا آنچل ہے وہی اب اس کا گہنا ہے
> لکھا تھا ریت پر اک دوسرے کا نام کیوں ہم نے
> نتیجے میں جو صدمہ ہے وہ ہم دونوں کو سہنا ہے

فاطمہ تھکن سے بے حال گھر لوٹی تو نوری آئی ہوئی تھی' نوری اس کی بچپن کی سہیلی تھی دونوں میں بہت محبت تھی۔

''کیسی ہو نوری؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں تو ٹھیک ہوں' تم سناؤ؟''

''بس کیا بتاؤں' بہت تھک جاتی ہوں بچے ناک میں دم کر دیتے ہیں۔'' وہ نوری کے قریب بیٹھتے ہوئے تھکن زدہ لہجے میں بولی۔ بی اے' بی ایڈ کرنے کے بعد وہ گاؤں کے واحد اسکول میں استانی لگ گئی تھی۔ فاطمہ ذہین بھی بہت تھی' اس کا شمار گاؤں کی چند پڑھی لکھی' تمیز دار' سلجھی ہوئی اور سنجیدہ لڑکیوں میں ہوتا تھا۔

''تو چھوڑ دو نوکری' کیوں دماغ کھپاتی ہو اور ویسے بھی شادی کے بعد ثاقب تمہیں شہر لے جائے گا اس کی نوکری شہر میں ہے۔'' نوری کا لہجہ آخر میں شرارتی سا ہو گیا تھا۔

ثاقب اس کا خالہ زاد تھا اور اب منگیتر بھی۔ اس کی بات پر فاطمہ صرف مسکرادی' لیکن اس کی مسکراہٹ پھیکی سی تھی۔

''سچ کہتی ہوں فاطمہ تم بہت خوش نصیب ہو' آج میں تمہاری خالہ کے گھر گئی تھی اتنے خوش تھے وہ لوگ کہ جیسے کسی شہزادی کو بیاہنا ہے۔'' نوری کے لہجے میں دوست کے لیے رشک تھا۔ فاطمہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نوری میں کپڑے بدل آؤں' تم جانا مت آج میں نے امی سے پالک گوشت پکانے کو کہا تھا' تمہیں بھی پسند ہے نا میں آتی ہوں تو پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں۔'' جلدی جلدی اپنی بات کہہ کے وہ نوری کا جواب سنے بغیر ہی نکل آئی۔

ثاقب عظیم سے جب سے اس کی منگنی ہوئی تھی اسے اس کا ذکر یونہی کوفت میں مبتلا کر دیتا تھا وجہ.....؟ اس کا دل تو مراد علی کا اسیر تھا' چند ماہ پہلے اس کے نمبر پر مراد کی کال آئی تھی۔ وہ بہت شائستہ انسان تھا تب ہی تو فاطمہ

جیسی سلجھی ہوئی لڑکی اس سے محبت کا ارتکاب کر بیٹھی تھی۔

کپڑے بدل کر اور منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر جب وہ واپس آئی تو نوری اس کی منتظر تھی۔ اس نے اور نوری نے مل کر کھانا کھایا' ڈھیروں باتیں کیں فاطمہ بظاہر مسکرا رہی تھی لیکن اس کی مسکراہٹ میں وہ بے ساختگی اور شوخی نہیں تھی جو ہونی چاہیے تھی۔

❀......❀......❀
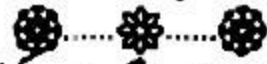
اگلا دن اتوار کا تھا' فاطمہ گھر میں اکیلی تھی اماں محلے میں خالہ نذیراں کے گھر ان کے اکلوتے بیٹے کی شادی کی مبارک باد دینے گئی تھیں۔ شادی تو خیر نہیں تھی کیونکہ لڑکی اپنے گھر سے بھاگ کر آئی تھی۔ محلے والے خوب لعن طعن کررہے تھے لیکن پیٹھ پیچھے بظاہر تو سب ہی مبارک باد دینے گئے تھے سو اماں بھی چلی گئیں۔

کافی میلے کپڑے جمع ہوگئے تھے اماں کے گھر سے نکلتے ہی فاطمہ نے مشین لگائی۔ کپڑے دھوتے ہوئے وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ کپڑے دھونے کے بعد فاطمہ مشین دھو رہی تھی' جب دروازے پر کھٹکا ہوا' فاطمہ نے چونک کر دیکھا تو حسب توقع نوری ہی تھی۔

داخلی دروازے کے آگے تھوڑی سی نشیبی جگہ تھی جب بھی بارش ہوتی یا مشین لگائی جاتی تو وہاں پانی جمع ہوکر کیچڑ سا بنادیتا تھا۔ اپنے دھیان میں اندر داخل ہوتی نوری کا پہلا قدم ہی کیچڑ میں پڑا تھا' وہ پھسلی اور پھر دھڑام سے نیچے۔ برآمدے میں کھڑی فاطمہ کا بے ساختہ قہقہہ نکل گیا۔ اس کے قہقہے پر نوری نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اچھا طریقہ ہے مہمانوں کے استقبال کا۔"

"مہمان......؟ تم بھی اپنا شمار مہمانوں میں کرتی ہو؟" اس نے مصنوعی حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں' پھر قریب آکر اسے سہارا دے کر کھڑے ہونے میں مدد دی۔

"صرف مہمان نہیں' میں اپنا شمار بن بلائے مہمان میں کرتی ہوں۔" نوری نے کھڑے ہوتے ہوئے ٹھٹھی کی تو پھر وہ دونوں ہنس پڑیں۔ نوری کے کپڑوں پر کافی کیچڑ لگ گئی تھی فاطمہ کو دیکھ کر الجھن ہوئی۔

"نوری تم میرے کپڑے پہن لو اور اپنے کپڑے مجھے دے دو میں دھو دیتی ہوں۔" نوری نے انکار کیا لیکن پھر فاطمہ کے اصرار پر اسے ماننے ہی بنی۔

"ویسے ثاقب بھی بہت خوش نصیب ہے تم خوب صورت اور پڑھی لکھی ہونے کے ساتھ سگھڑ بھی ہو۔" نوری نے کپڑوں کی دھلی ہوئی تاریں دیکھتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو اس کا موڈ آف ہوگیا۔

"ہر بات میں اس کا ذکر ضروری ہے کیا؟"

"بالکل ضروری ہے کیونکہ وہ صرف کزن ہی نہیں منگیتر اور پھر ہونے والا شوہر بھی ہے۔" فاطمہ نے سر جھٹکا نوری سے ہر بات شیئر کرنے کے باوجود وہ مراد والی بات چھپا گئی تھی۔

"اچھا چھوڑو تم' عظمیٰ کی سناؤ۔" فاطمہ نے اچانک ہی موضوع پلٹا۔

"کون عظمیٰ......؟" نوری خاک نہ سمجھی۔

"ارے بھئی خالہ نذیراں کی نئی نویلی بہو جو ہفتہ بھر پہلے ہی ہمارے محلے میں آئی ہے۔"

"او اچھا......" نوری نے سر ہلایا۔ "ہاں پرسوں میں بھی گئی تھی' خوشی سے چہک رہی تھی وہ مجھے تو ایک آنکھ نہ بھائی۔" نوری نے منہ بنا کر بتایا تو فاطمہ چونکی۔

"کیوں...... تمہیں اس کی خوشی سے کیا تکلیف ہے؟"

"مجھے تکلیف نہیں ہے لیکن اس کے پیچھے تو کسی کو ہوگی نا' اپنے عشق کی خاطر اپنے گھر والوں کی عزت کو خاک میں ملا آئی ہے۔" وہ دونوں صحن میں بیٹھی تھیں چارپائی بچھا کر اس طرح کہ فاطمہ کے لگائے ہوئے موتیے کے بے شمار پودے ان کے پیچھے تھے اور کیچڑ بائیں طرف۔ نوری نے گہری سانس لے کر موتیے کی خوشبو اپنے اندر اتاری' فاطمہ کو موتیا بہت پسند تھا بھی تو صحن میں جابجا اس نے موتیے کے پودے لگا رکھے تھے اس کی بات پر فاطمہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تو اسے اس کام کے لیے بھی تو اس کے گھر والوں نے ہی مجبور کیا نا اگر وہ خوشی سے اس کی شادی رحیم (خالہ نذیراں کے بیٹے) سے کردیتے تو وہ کیوں یہ انتہائی قدم اٹھاتی۔"

"ایک تو مجھے تم پڑھے لکھے لوگوں کی یہ بات بہت بُری لگتی ہے۔ غلط بات پر بھی ہار نہیں مانتے ہو، الٹا بحث کیے جاتے ہو۔" نوری نے فاطمہ کی بات پر افسوس سے کہا۔

"غلط بات کیوں اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزارنا تو اس کا حق ہے۔" فاطمہ اب بھی اپنی بات پر قائم تھی۔

"لیکن اس نے اپنے اس حق کو بہت غلط طریقے سے استعمال کیا ہے۔"

"یقیناً اس کے پاس اور کوئی راستہ بچا ہی نہیں ہوگا۔" فاطمہ کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ عظمیٰ کی وکالت کیوں کیے جارہی ہے۔ نوری نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور ہاتھ پیچھے بڑھا کر موتیے کے پھول توڑنے لگی۔

"مت کرو نوری! ان سے ہی سارا آنگن مہکتا ہے۔" وہ بے ساختہ نوری کو ٹوک گئی۔

نوری نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر توڑے ہوئے سارے پھول دائیں طرف موجود کیچڑ میں پھینک دیئے جہاں وہ کچھ دیر قبل گری تھی پھر بولی۔

"ان موتیے کے پھولوں سے آنگن مہکتا تھا تمہارا لیکن اب کیچڑ میں لتھڑنے کے بعد یہ اپنی وقعت کھو چکے ہیں۔ تم انہیں یہاں سے نہیں اٹھاؤ گی کیونکہ اب یہ غلاظت سے بھر چکے ہیں، یہ یہیں پڑے رہیں گے اور گل سڑ جائیں گے یا پھر کسی کے قدموں تلے آکے روندے جائیں گے اور یہ سزا شاخ سے ٹوٹنے کی ہے۔ تمہیں جتنی محبت شاخ سے جڑے پھولوں سے تھی، کیچڑ میں گرے ہوئے پھولوں سے ہرگز اتنی نہیں ہوگی۔ بس اتنی سی بات ہے فاطمہ! لڑکیوں کی مثال بھی ایسے ہی ہے وہ بھی اپنے ماں باپ کے آنگن میں لگا موتیے کا پھول ہوتی ہیں، اپنی خوشبو سے اپنے آنگن کو مہکاتی ہیں لیکن پھر خود ہی اپنی شاخ سے اپنا ناتا توڑ لیں اور خود کو غلاظتوں اور پستیوں میں گرالیں تو پھر وہ کسی کے لیے بھی محبت، کشش اور عزت کی حق دار نہیں ہوتیں۔ ان کا انجام بھی یہی ہوتا ہے گلنا سڑنا اور روندے جانا۔" نوری کی باتوں پر فاطمہ سکتہ زدہ تھی اسے میٹرک پاس نوری سے اتنی سمجھ داری کی توقع نہیں تھی پھر اچانک ہی وہ زور سے ہنس پڑی۔ اس کی بے موقع اور بے وجہ ہنسی پر نوری نے اسے گھورا۔

"تم تو بہت اچھا فلسفہ بول لیتی ہو نوری! مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا۔" وہ بمشکل ہنسی روکتے ہوئے بولی تو نوری چڑ گئی۔

"ہاں تو کیا جن کے پاس ڈگریاں ہوتی ہیں ذہین بھی صرف وہی ہوتے ہیں ان پڑھ لوگ عقل سے پیدل ہوتے ہیں۔"

"بس کرو نوری! آج تو تم مجھے حیران کرنے پر تلی ہو۔" فاطمہ نے اسے مزید بولنے سے ٹوک دیا تو وہ لب بھینچ گئی۔

"اچھا بتاؤ تم نے کیا سوچا ہے کہ اپنے سوٹ پر کس رنگ کے دھاگے سے کڑھائی کرو گی؟" فاطمہ کے موضوع بدلنے پر نوری پھر سے نارمل ہوکر اسے اپنے کپڑوں کے بارے میں بتانے لگی وہ دونوں انہی باتوں میں مصروف تھیں کہ اماں آگئیں۔ انہیں بھی کیچڑ سے گزر کے آنا تھا لیکن چونکہ وہ اسی گھر کی فرد تھیں اس لیے ذہنی طور پر تیار بھی تھیں کہ کیچڑ سے گزرنا پڑے گا۔ کیچڑ میں سنبھل سنبھل کے قدم رکھتے ہوئے موتیے کے پھول بھی ان کے قدموں کی زد میں آگئے، کتنا درست تجزیہ تھا نوری کا۔ فاطمہ نے ہونٹ بھینچ لیے۔ ان کے قریب آنے پر نوری نے سلام کیا جبکہ فاطمہ بولی۔

"اماں کیسی تھی رحیم کی دلہن؟" اس کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"اچھی تھی، خوب صورت ہے لیکن کیا فائدہ ہے تو گھر سے بھاگی ہوئی عزت تو خاک بھی نہیں۔" اماں کے سادگی میں کیے گئے تبصرے پر نوری نے فوراً ان کی ہاں

میں ہاں ملائی۔

"بالکل ٹھیک خالہ! جو لڑکی اپنے گھر والوں کی عزت مٹی میں رول دے اس کی عزت کس نے کرنی ہے۔" فاطمہ نے گھور کر نوری کو دیکھا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے باورچی خانے میں چلی آئی' اسے پتا تھا کہ اماں اور نوری اس لڑکی کے بخیے ادھیڑیں گی اس نے منظر سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا۔

❀......❀......❀

فاطمہ نے عجلت میں چادر اوڑھی' بیگ اٹھایا اور باہر کی طرف لپکی' آج وہ اسکول سے لیٹ ہوگئی تھی۔ وہ گلی میں نکلی تو گلی سنسان تھی' صرف خالہ نذیراں کے گھر کے آگے ایک خوب صورت سی لڑکی جھاڑو لگا رہی تھی۔ فاطمہ کو اسے پہچاننے میں چنداں مشکل پیش نہ آئی' وہ یقیناً عظمیٰ تھی خالہ کی بہو۔

قریب آنے پر اس نے فاطمہ کو دیکھا اور مسکرادی۔ بہت دوستانہ سی مسکراہٹ تھی' اب فاطمہ کے لیے سلام کرنا ضروری ہوگیا تھا۔

"میرا نام فاطمہ ہے۔" سلام کے بعد اس نے اپنا تعارف کروایا تو عظمیٰ نے سر ہلا دیا۔

"ہاں اس دن تمہاری امی آئی تھیں اور تمہارا ذکر کیا تھا' غائبانہ تعارف ہے تم سے میرا۔ تم ٹیچنگ کرتی ہو نا؟ میں بھی پہلے کرتی تھی۔"

"ارے یہ تو بہت اچھی بات ہے' اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لیے اپنے اسکول میں بات کروں' جگہ نکل آئے گی۔" اسے یہ جان کر کہ وہ پڑھی لکھی ہے ازحد خوشی ہوئی تھی۔

"اچھا پھر میں رحیم سے پوچھ کر بتاؤں گی۔" رحیم کے نام پر اس کے چہرے پر ایک شرمیلا سا تاثر پھیلا۔

اب کے فاطمہ نے اسے بہت غور سے دیکھا' وہ خوب صورت تو تھی لیکن بہت زیادہ نہیں۔ ہاں اس میں کشش بہت تھی' خاص طور پر اس کی آنکھیں تو ستاروں کو بھی مات دیتی تھیں شاید یہ چمک خوشیوں کی ہے۔ ظاہر ہے من پسند شریک حیات ہو اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہوتی ہے۔ فاطمہ کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی پھر وہ بول اٹھی۔

"اجازت دیں پھر ملاقات ہوگی' میں آج اسکول سے ویسے بھی لیٹ ہوں۔" عظمیٰ کے سر ہلانے پر وہ مسکراتے ہوئے اپنے رستے پر چل پڑی لیکن اس کا ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

❀......❀......❀

کافی دن ہوگئے تھے نوری نے چکر نہیں لگایا تھا ورنہ تو وہ روز ہی آتی تھی۔ فاطمہ البتہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے کم ہی جاتی تھی۔ فارغ تھی تو سوچا کہ نوری کے گھر کا ہی چکر لگالے' اماں کو بتانے گئی تو انہوں نے اجازت کے ساتھ ہی تاکید کردی۔

"جلدی آنا' ہنڈیا بھی چڑھانی ہے پھر۔" وہ سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئی۔ گلی میں اکا دکا ہی لوگ تھے' وہ اپنے دھیان میں گم جارہی تھی کہ اچانک اسے سامنے سے بھینس آتی دکھائی دی۔

"ہائے اللہ....." فاطمہ کی بھینسوں سے جان جاتی تھی' وہ بنا سوچے سمجھے جس گھر کے دروازے کے ساتھ کھڑی تھی' دھکیل کے اندر داخل ہوگئی' اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے بھی اس کا دل دھڑک رہا تھا۔

"ارے فاطمہ....." مانوس سی آواز تھی۔ فاطمہ نے چونک کر دیکھا اور پھر گہری سانس بھری' اس کے سامنے عظمیٰ کھڑی تھی۔ وہ بنا سوچے سمجھے ان کے گھر گھس آئی تھی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم آئی ہو ہمارے گھر' مجھ سے ملنے؟" عظمیٰ کی آواز میں بہت خوشی تھی' اس نے آگے بڑھ کر فاطمہ کو گرم جوشی سے گلے لگایا اور وہ جو اُن کی غلط فہمی دور کرنے کا سوچ ہی رہی تھی اس بات پر آگے سے یہ کہنا کہ وہ ڈر کر آئی ہے مناسب نہ لگا اس نے مسکراہٹ ہونٹوں پر سجالی۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے' چند قدم دور ہی تو

میرا گھر ہے فارغ تھی تو سوچا کہ مل آؤں۔"

"بہت اچھا کیا' آؤ اندر بیٹھتے ہیں۔" وہ اسے اندر لے آئی۔

کمرہ بہت سادگی سے سجا تھا' معمولی سا فرنیچر لیکن سب بہت صاف ستھرا تھا۔ فاطمہ مسہری پر جاکر بیٹھ گئی' عظمیٰ بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھی باتیں کررہی تھی۔ ہلکی بات بے بات اس کے لبوں سے پھوٹتی تھی اس کی آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

"آپ بہت پرکشش ہیں۔" فاطمہ بلا ارادہ کہہ اٹھی اس کی بات پر عظمیٰ زور سے ہنس پڑی۔

"مجھے رحیم کی محبتوں نے خوب صورت بنادیا ہے فاطمہ! رحیم کی محبت اس کا ساتھ اگر مجھے نصیب نہ ہوتا تو شاید تمہیں مجھ سے زیادہ بدصورت کوئی نہ لگتا۔"

"لیکن محبت کا ساتھ بھی تو نصیب سے ملتا ہے۔" فاطمہ نے کہا تو وہ بول اٹھی۔

"نہیں فاطمہ! کبھی کبھی نصیب سے جنگ کرکے اپنے حصے کی خوشیاں چھیننا پڑتی ہیں۔" فاطمہ اس کی بات کا کوئی مناسب سا جواب دینے ہی لگی تھی کہ اس کی نظر وال کلاک پر گئی۔

"ارے اتنی دیر ہوگئی' باتوں میں پتا ہی نہیں چلا۔" وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی' اماں کی تاکید یاد آگئی تھی۔ عظمیٰ دروازے تک چھوڑنے آئی تو اسے اچانک یاد آیا۔

"آپ نے رحیم بھائی سے بات کی تھی جاب کے سلسلے میں؟"

"ہاں کی تھی لیکن وہ کہتے ہیں کہ تم خود پر ذمہ داریاں مت ڈالو گھر کے کام بھی ہوتے ہیں۔" فاطمہ نے سر ہلایا اور باہر نکل آئی' دل میں اماں کا خوف بھی تھا۔

گھر آئی تو اماں کا مزاج حسب توقع بگڑا ہوا تھا۔ اماں نے اسے تیکھی نگاہوں سے گھورا تو وہ گھبرا کر اندر آگئی چند لمحوں بعد اماں بھی پیچھے تھیں۔

"کہاں سے آرہی ہے تُو......؟"

"اماں......وہ......" اس نے کچھ کہنا چاہا کہ اماں نے ٹوک دیا۔

"نوری کا نام مت! بتا وہ تمہارے جانے کے بعد آئی تھی یہاں' مجھ سے جھوٹ بول کر آخر تُو کہاں گئی تھی فاطمہ؟ تجھے آزادی دی تھی' پڑھایا لکھایا اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تُو اب......؟"

"اماں خدا کے لیے۔" فاطمہ نے زچ ہوکر ان کی بات کاٹی۔ "میری بات بھی سن لیں آپ۔" پھر اس نے ساری بات کہہ سنائی۔ اماں نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا کچھ دیر بعد پھر بولیں۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن اس لڑکی سے زیادہ راہ و رسم بڑھانے کی ضرورت نہیں' اچھے اعمال نہیں ہیں اس کے' اگر وہ عزت دار ہوتی تو یوں نہ کرتی۔"

"اچھا میں اب نہیں بولوں گی اس سے اب خوش۔" فاطمہ نے تنگ آکر ہاتھ جوڑے تو وہ کمرے سے نکل گئیں۔ پیچھے فاطمہ نے گہری سانس لی۔

"بتائے بغیر محلے کے ایک گھر میں چلی گئی تو یہ حال ہے' مراد کا تو نام بھی لیا تو قیامت برپا کردیں گی اماں۔" فاطمہ نے از حد پریشانی سے سوچا۔

❁......❁......❁

وقت کے کشکول میں دنوں مہینوں کے سکے گرتے رہے' ڈیڑھ سال گزر گیا۔ فاطمہ اب تک کوئی فیصلہ نہ کرپائی تھی۔ مراد کے بارے میں اماں سے روز بات کرنے کا سوچتی اور ارادہ توڑ دیتی' اسے یقین تھا کہ اماں یا کوئی بھی اس معاملے میں اس کا ہمنوا نہیں بنے گا۔

اس دن والے واقعے کے بعد فاطمہ' عظمیٰ سے نہیں ملی تھی۔ کچھ اماں کا خوف اور کچھ شاید وہ اندر سے بھی خائف تھی۔ محلے میں اب عظمیٰ کی بیماری کا چرچا تھا' سنا تھا کہ اب وہ بستر سے ہلنے کے بھی قابل نہیں رہی۔ اماں اس کی عیادت کو گئی تھیں واپس آئیں تو فاطمہ سے کہنے لگیں۔

"تمہارا بہت پوچھ رہی تھی' بیمار ہے جاکر مل آؤ۔"

"سوچ لیں۔" فاطمہ نے طنز سے انہیں دیکھا تو وہ

نظریں چرا گئیں۔

"ہاں جاؤ بھی پھر شام ہونے والی ہے۔" اماں کے کہنے پر فاطمہ اٹھ کھڑی ہوئی دل تو اس کا اپنا بھی تھا عظمیٰ سے ملنے کا لیکن اماں کو تیور بھی دکھانے ضروری تھے اور جب وہ عظمیٰ کے پاس پہنچی تو بے اختیار ہی اس کی چارپائی سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئی۔

چارپائی پر ایک نحیف ونزار وجود پڑا تھا جس کا چہرہ اور جسم پیپ بھرے دانوں سے بھرا تھا۔ ایک میلی سی چادر اس کے اوپر تھی جس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ یہ وہ عظمیٰ تو نہیں تھی جس سے وہ ڈیڑھ سال پہلے ملی تھی تب اس کی آنکھوں میں ستارے دمکتے تھے اور آج ان میں قبرستان کی سی ویرانی تھی اسے دیکھ کر کراہیت کا بھرپور احساس ابھرتا تھا وہ خستہ حالی اور بربادی کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

اللہ جانے اسے کیا بیماری تھی شاید اس کا علاج بھی نہیں ہو رہا تھا ورنہ آج کل ناقابل علاج کوئی کوئی بیماری نہیں۔ وہ بھی کسی کے آنگن میں لگا موتیے کا پھول ہی تھی جو اب گل سڑ رہا تھا اپنی غلطی سے غلاظت میں لتھڑ چکا تھا۔

"کیا خوشیوں کی عمر اتنی مختصر ہوتی ہے؟" اس نے دکھے دل سے سوچا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ ایسی خوشیوں کی عمر مختصر ہی ہوتی ہے جن کے تعاقب میں دعائیں نہیں بھٹکتی ہیں اور بددعائیں ہوں۔ کسی کی بربادی پر بندہ اپنی خوشیوں کی بنیاد رکھے تو وہ خوشیاں ہوا کا ایک آوارہ جھونکا ثابت ہوتی ہیں۔

فاطمہ کو دیکھ کر اس کی ویران آنکھوں میں شناسائی کی رمق اتری وہ بدقت مسکرائی تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"دیکھ لو تمہارے سامنے ہی ہوں عبرت کا منہ بولتا ثبوت۔" وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہی تھی جیسے بولنے میں بھی دقت ہو رہی ہو۔

"ایسا مت کہیں۔" کچھ بھی تھا فاطمہ کو اسے اس حال میں دیکھ کر بہت تکلیف ہو رہی تھی۔

"مجھے میری ماں بہت یاد آتی ہے فاطمہ! مجھے یقین ہے کہ اگر وہ میرے پاس ہوتی تو اسے مجھ سے کراہیت نہ محسوس ہوتی۔" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"آپ اپنی امی سے معافی مانگ لیں۔"

"ان سب کے لیے تو میں آج سے ڈیڑھ سال پہلے ہی مر گئی ہوں۔" فاطمہ نے دکھ سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔

"رحیم بھائی آپ کا خیال نہیں رکھتے؟ آپ کا علاج بھی ہو رہا ہے کہ نہیں؟" فاطمہ کب سے مچلتے سوال کو زبان تک لے آئی۔ اس کا مناسب علاج اور دیکھ بھال ہوتی تو وہ اتنی بری حالت میں ہرگز نہ ہوتی۔

"ایک مسلے ہوئے پھول سے کسی کو کیا دلچسپی فاطمہ! وہ میرے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جس کی میں حق دار ہوں۔" اس نے واضح جواب نہیں دیا تھا لیکن فاطمہ سمجھ گئی۔

"کتنے پیارے رشتے میں چھوڑ آئی فاطمہ! کوئی ایسے بھی کرتا ہے بھلا؟" وہ تڑپ رہی تھی بلک رہی تھی۔ فاطمہ نے اس کا ہاتھ تھام کر بے اختیار اسے تسلی دی اور پھر اسے ڈھیر ساری تسلی دلاسا دینے کے بعد وہ گھر آئی تو اس کا دل بہت بوجھل تھا۔

گھر واپس آ کر اس نے سب سے پہلے اپنا موبائل اٹھایا اس کی سم نکالی اور دور پھینک دی ایک کشمکش کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

"جس گاؤں نہیں جانا اس کے کوس کیا گننا۔" اس کی منزل مراد نہیں ثاقب تھا اور راستہ اسی کے راستے پر چلنا تھا۔ وہ وضو کرنے کے لیے غسل خانے کی طرف بڑھ گئی اس رب عظیم کا شکر بھی تو ادا کرنا تھا جس نے عظمیٰ کے انجام سے عبرت دلا کر اسے بھٹکنے سے بچالیا تھا اور ساری بھٹکی ہوئی لڑکیوں کے راہ راست پر آنے کی دعا کرنی تھی۔

اس نے جان لیا تھا کہ موتیے کے پھول آنگن میں ہی اچھے لگتے ہیں کیچڑ میں نہیں۔

حرفِ زندگی

سیدہ ضوباریہ

جس طرح دریا بجھا سکتے نہیں صحرا کی پیاس
اپنے اندر ایک ایسی تشنگی بن جایئے
وسعت میں لوگ کھو دیتے ہیں خود اپنا شعور
اپنی حد میں آیئے اور آگہی بن جایئے

شاید آپ کو یقین نہ آئے' شاید آپ مجھے مخبوط الحواس یا پھر بالکل ہی تہذیب ناآشنا سمجھ کر رد کر دیں۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے روزِ روشن کی طرح واضح' اَن مٹ' ناقابلِ تردید اور قابلِ یقین ادراک۔

گزشتہ چند روز سے بہت عجیب و شدید قسم کا اضطراب میری روح کے نہاں خانوں میں سرگرداں ہے۔ ایک خوف کسی مہیب سائے کی طرح میرے وجود و روح سے چپک گیا ہے' کچھ کھو دینے کا خوف' کسی زیاں کا خوف' ایک ایسے زیاں کہ جس کا ازالہ ممکن نہیں...... میں کچھ کھو رہا ہوں' ہاں میں وقت کے انمول اور بے مثال لمحے کھو رہا ہوں...... لمحوں کا زیاں کر رہا ہوں اور یہ جرم نہیں اپنی ذات کے اندر ایک گناہ ہے...... اپنی جان پہ ظلم ہے' ایک ساعت ایک لمحہ اپنے چھوٹے سے سینے کے اندر کیسی بشارتیں کیسے ہزار رنگ و معانی رکھتا ہے مجھے اس کا پورا ادراک ہے۔

ایک لمحے میں کتنے اسرار کتنے انکشافات چھپے ہوتے ہیں میں جانتا ہوں' ایک چھوٹے سے وجود کا چھوٹا سا لمحہ اپنی ذات کے اندر ایک صدی ہوتا ہے' ایک صدی جتنے واقعات' ایک صدی جتنے حادثات سمیٹے ہوئے ہوتا ہے' اور یہی ایک لمحہ اپنی ذات کے اندر ایسے کشف اور الہامات چھپائے ہوتا ہے کہ جس پر یہ آشکار ہو جائیں وہ ولی بن جائے' اسی لمحے میں کائنات کی ان گنت کہانیاں' ان گنت واقعات چھپے ہوتے ہیں' جس لمحے میں انسان نے اپنے ایمان کی خاطر اپنی گردن تڑوا دی' اسی لمحے دنیا کے ایک اور گوشے میں دوسرے شخص نے ایمان کی خاطر کسی کی گردن کاٹ دی' جس لمحے میں ایک ماں نے اپنے بچے کی جسمانی بھوک مٹانے کی خاطر خود کو بیچ دیا' اسی لمحے ایک ابلیس ثانی نے اپنی ماں کا گلا کاٹ دیا' ایک لمحے میں ایک مسلمان گھرانے میں ایک بچے نے آنکھ کھولی' ایک اور گوشے میں ایک مشرک کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اسی لمحے ایک جگہ شہنائیاں تھیں' قہقہے تھے تو دوسری جگہ ماتم' آہ و فغاں......!

جس لمحے ایک میت پر پھول برسائے جا رہے تھے اسی لمحے ایک مسجد پہ پتھر برسائی جا رہی تھی' کہیں نعت اور اذان کی آواز' کہیں گھنگروؤں اور گانے کی آواز' کہیں عبادت کا آغاز اور کہیں غلاظت کی ابتداء' کہیں کوئی بیٹی کو ڈولی میں بٹھاتا ہے اور کہیں کوئی کسی کی بیٹی کی قیمت لگاتا ہے' ایک ہی لمحے میں کہیں دن ہے تو کہیں رات...... کہیں صبح ہے تو کہیں شام' ایک لمحے میں انسان جیتا ہے' ایک لمحے میں مرتا ہے' ایک انسان کی زندگی کئی سالوں پر محیط ہوتی ہے اور وہ اپنی تمام زندگی میں' تمام سالوں میں جو کچھ کرتا ہے۔

قطرہ قطرہ' جرعہ جرعہ جو درد و غم اشکوں کی صورت بہتا ہے وہ تمام اعمال وہ تمام ادوار' دنیا کے ایک سرے سے

دوسرے سرے تک کا جائزہ لیا جائے تو ایک لمحے میں وقوع پذیر ہو جاتے ہیں۔

پیدا ہونے سے مرنے تک ..... ایک لمحے کا تو کھیل ہے سارا! ایجاد، بنیاد، تخلیق، آغاز، انجام، سب ایک لمحے کا فیصلہ ہے، ایک لمحے کا کھیل ہے، کن فیکون ایک لمحے کا معاملہ تھا اور لمحات کی تقسیم نے اسے صدیوں کے کندھوں پر محیط کر دیا، لیکن اس سارے پھیلاؤ کو نفی، جمع، تقسیم، ضرب، ریاضی کے کسی بھی کلیے پر تقسیم کیا جائے تو حاصل ایک لمحہ ہی بچے گا، وہ ایک لمحہ جس سے نظر بچائی جائے تو زمین پر رینگنے والے ادنیٰ کیڑے سے بھی ہیچ اور کم ہے اور اگر دیکھا جائے تو ایک کوہ گراں، سب ایک لمحے کا کھیل ہے مگر اس ایک لمحے کے سامنے انسان اتنے حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے کہ اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا وہ سوچنے سمجھنے سے قاصر ہے اس کا اپنا پھیلاؤ ہی اس کے لیے کار جہاں بن کر رہ گیا ہے، اس کار جہاں سے الجھے الجھے وقت کے تھال میں کھن کھن کرتے گرتے لمحے ماضی کے پاتال میں گم ہوتے جا رہے ہیں، مجھے یہ احساس زیاں بے چین کیے دیتا ہے، دھڑکنیں مضطرب ہیں، ایک خوف سا شریانوں میں سرسراتا ہوا محسوس ہوتا ہے، مٹ جانے کا خوف مقصد زندگی پانے سے پہلے ہی انجام سے دوچار ہو جانے کا خوف..... آخرت کا خوف..... یہ احساس ہوتا ہے کہ کہیں میں کچھ غلط تو نہیں سوچ رہا۔

احساسات پر برف سی جم جاتی ہے، وجود کے عضلات انجن کے زنگ آلود پرزوں کی طرح بے کار ہو جاتے ہیں۔

اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ یہ زندگی آخر کیا ہے، کیا ہے جو اس میں چھپا ہوا ہے زیاں..... صرف زیاں کا بوجھ کندھوں کو جھکائے جاتا ہے، اور میں خون آلود نظروں سے زندگی کے تر و تازہ چہرے کو تکتا ہوں اور کہتا ہوں.....!

دیکھ.....! ذرا ایک لمحے کے لیے اپنی خودسری اور اپنی وحشتوں کو سستانے کا موقع دے، کسی ایک زرد لمحے کے قدموں کی چاپ سننے کو ٹھہر۔

کسی ایک ٹوٹتی، چیختی، بکھرتی ہوئی سانس کے ارتعاش کو فضا کے لرزیدہ وجود میں دیکھنے کی کوشش کر، تو ازل سے اب تک جنوں خیزیوں میں مبتلا ہے، کسی ایک تنہا، اکیلی اور تھکی ہاری ایسی روشنی کی کرن جو اندھیروں سے تنہا لڑ رہی ہو اسے دیکھنے کے لیے اپنی ستم طرازیوں کو ٹھہرنے دے اور اس مختصر دورانیے میں صرف یہ سوچنے سمجھنے کی کوشش کر کہ ہم مفلوک الحال، دردیدہ دل لوگوں نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟ کون سی مخاصمت ہے، جس کی لاج تو نے سنبھال رکھی ہے۔

دیکھ! ذرا ایک لمحے کی فرصت دے، میری بات سن.....!

میرے ذہن کے ویران گوشوں میں لاتعداد خار اگ آئے ہیں میرے سینے کی تاریکیوں میں ان گنت پاتوں کے پتھر سر اٹھانے لگے ہیں، ہم مسافتوں کے محبت گزیدہ لوگ تو ازل سے اپنی سانسوں سے لڑ رہے ہیں، کبھی یہ سوچنے کی کوشش کر کہ جن کو تو ہر غلط رگیدے ہوئے ہے وہ مظلوم لوگ کیا اپنی رگوں میں اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ تیرے جبر سہہ پائیں، کیا ان کے مضمحل کندھے اور ناتواں وجود یہ بوجھ سہار سکیں گے تیرے جبر کی تو کچھ ایسی حالت ہے جیسے کوئی بھوکا بھیڑیا کسی مردار کو تاریک کچھاؤں کی جانب گھسیٹے لیے جا رہا ہو۔

اے زندگی! دیکھ ذرا ٹھہر اس معصوم قطرے کی زندگی کے حساب جتنا ٹھہر جو اپنے اندر بے بسی کے اپاہج اجسام کو سمو کر کسی دھندلی آنکھ سے گر کر خود کو خاک کے حوالے کر دیتا ہے۔

تو بھی ہم دریدہ دامن لوگوں کے ساتھ وہی کچھ کر رہی ہے، جو ایک بھیڑیا کسی مردار کے ساتھ کرتا ہے۔

ہمیں ختم کرنے کو تو یہ کھوایا کا احساس زیاں ہی کافی ہے کہ جئیں یا مریں یا مر کر جئیں یہ زیاں تو ساتھ ہی رہنا ہے.....!

یہ چراغ بے نظیر ہے، یہ ستارہ بے زباں ہے
ابھی تجھ سے ملتا جلتا کوئی دوسرا کہاں ہے
کبھی پا کے تجھ کو کھونا، کبھی کھو کے تجھ کو پانا
یہ جنم جنم کا رشتہ تیرے میرے درمیاں ہے

میری زندگی کوئی انوکھی نہیں تھی اپنی مرضی کی گزار رہی تھی جو من بھاتا کرتی پہنتی اوڑھتی مجھے گھر والوں نے بھی نہیں ٹوکا پر آج میں جو کچھ بن ہوں اس ایک حادثے کی وجہ سے ہوں میں نے کس طرح اپنے آپ کو دلدل سے بچایا میں ہی جان سکتی ہوں۔"

ایک معروف ٹی وی چینل پر میزبان اپنی مہمان سے سوال جواب میں لگی ہوئی تھی اور اس کی زندگی کا نیا بدلاؤ کیسے آیا وہ کیا تھی اور اب کیا ہے اس پر گفتگو ہو رہی تھی۔

"کبھی کبھی میں سوچتی ہوں اگر میں بچ گئی تو اس میں میرے اللہ ہی کی حکمت تھی اس کا ساتھ تھا جو میں سنبھل گئی مجھے ہدایت دی اس نے۔" مہمان نے گفتگو کا سلسلہ کچھ دیر چپ رہ کے وہیں سے جوڑا...... میزبان اس دوران چپ بیٹھی رہی...... اسٹوڈیو میں خاموشی تھی ایسا لگ رہا تھا کہ یا تو وہاں کوئی بھی نہ ہو یا سب کو ہی سانپ سونگھ گیا ہو۔

"اب تم کیا سمجھتی ہو جو بدلاؤ تم میں آیا ہے وہ اب برقرار رہے گا؟ ایسا کیا واقعہ ہمیں بتاؤ گی؟ تاکہ آج کی جو ہماری نسل ہے وہ جانیں اور سبق لیں۔" میزبان نے چپ کا روزہ توڑا۔

"مجھ میں ہمت نہیں یہ سب کہنے کی کیا ہوا میرے ساتھ۔" مہمان نے کہا اور رونا شروع کر دیا۔

"اف یہ کیا صبح صبح ڈرامہ لگا دیا تم نے۔" رامش نے زمین سے ریموٹ چھینا۔

"یہ ڈرامہ تھا آنکھیں ہیں یا بٹن؟ یہ مارننگ شو تھا۔" زمین نے واپس ریموٹ لینے کی کوشش کی۔

"تو یہ بھی کسی ڈرامے سے کم ہوتے ہیں کیا؟ ایسا لگتا ہے تھیٹر ہو رہا ہو۔ یہیں ناچ گانا وہیں رونا دھونا اور پھر شادیاں کرا دو انہیں کی پہلے سے شادی شدہ ہیں اور کسی کی نقلی شادیاں۔" رامش خائف تھا ان مارننگ شوز سے۔

"ارے تو ہمارا ٹائم پاس ہو جاتا ہے اور ضروری نہیں سب ڈرامہ کریں۔ ہے ہوں اس لڑکی کو دیکھو تم۔"

زمین ریپورٹ لینے میں کامیاب ہوگئی اور وہی مارننگ شو لگا دیا۔

''مجھے صبح صبح تو ناشتہ اچھے سے کرنے دیا کرو بیگم صاحبہ۔''

''اچھا تم بیٹھ کے سیاسی ڈرامے دیکھو اور میں بقول تمہارے مارننگ شو والے ڈرامے نہ دیکھوں کیا یہ کھلا تضاد نہیں۔'' زمین نے ریپورٹ رامش کے حوالے کیا اور باورچی خانہ میں ناشتہ لینے چلی گئی۔ دونوں نے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کیا۔

''یاد ہے زمین جب تم شادی ہوکر آئی تھیں تمہیں چائے تک بنانی نہیں آتی تھی۔'' رامش نے زمین کو چھیڑا۔

''ہاں جیسے تمہیں بہت اچھی آتی تھی نا بنانی چائے۔'' زمین نے زبان چڑائی۔

''بھئی میں کیوں بنانے لگ گیا تمہیں رکھا کیوں تھا اپنے پاس پھر؟'' رامش اب اسے مزید چھیڑا۔

''کیا مطلب میں کیا نوکرانی ہوں؟ مجھے تم نے رکھا ہے؟ شادی کی ہے نکاح کیا ہے آئی سمجھ۔'' زمین نے کھانے والے چمچے کے ساتھ کانٹے کو رامش کی جانب کرکے کہا۔

''اوہ بیگم صاحبہ کیا مار ڈالنے کا ارادہ ہے؟'' رامش نے دونوں ہاتھ اوپر کرلیے۔

''چپ چاپ ناشتہ کرو ورنہ ایسا نہ ہو تم پر میں کیس کرادوں اور مارننگ شو میں لے جاؤں اور پھر دکھیاری بن جاؤں۔'' زمین نے چائے کی چسکی بھر کے آنکھ گھماتے کہا......

رامش ہنستا رہ گیا...... اسی نوک جھونک میں ناشتہ کیا اور وہ دفتر روانہ ہوگیا......

گیارہ بجے زمین کی کام والی آئی اسے دیکھ کر زمین کی چیخ نکل گئی۔

''یہ کیا ہوا ہے تمہیں؟'' زمین نے اپنی کام والی شکراں سے پوچھا۔

''بی بی بس کیا بتاؤں میرے مرد نے تحفہ دیا ہے۔'' کام والی نے آہ بھری۔

''باجی ایک بات تو بتائیں۔'' اب اس نے زمین کو مخاطب کیا۔

''ہاں پوچھو۔'' زمین اسے اندر لے آئی اور اس کے لیے چائے نکال کے رکھی۔

''باجی آپ جو یہ صبح صبح ٹی وی پر دیکھتی ہو جس میں ہم جیسی عورتیں آتی ہیں کیا وہ سچ ہوتی ہیں؟ میں بھی وہاں جاؤں گی اپنے مرد کے خلاف آواز اٹھاؤں گی۔'' زمین اس کی بات سن کر ٹھٹک گئی۔

''تم پوری دنیا کے آگے رونا روؤگی؟''

''باجی باقی لوگ بھی تو کرتے ہیں۔'' شکراں نے انگلی ٹھوڑی پر رکھ کہا۔

''دوسرے لوگ جو کریں گے وہ تم بھی کروگی یہ لوگ بڑھا چڑھا کے بتاتے ہیں پوری دنیا کے سامنے اپنا ہی مذاق اڑاتے ہیں۔'' زمین اب اسے سمجھا رہی تھی۔ جسے خود مارننگ شو اچھے لگتے تھے۔

''بس باجی ہم کیا ہماری اوقات کیا ادھر کام کرکے گھر جاؤ ادھر شوہر بھرا بیٹھا ہوتا ہے ہم جائیں تو کہاں جائیں؟'' زمین کو کوفت ہونے لگی کہ کام شروع کرنے کے بجائے اس کے دکھڑے لون سنے...... کیا واقعی صبح کے شوز میں ڈرامے ہی ہوتے ہیں؟

''اچھا اب آرام ہوگیا نا اب تھوڑا بہت کام پر بھی نظر کرم کردو۔''

''خود تو باجی کمرے میں مزے سے لیٹی رہتی ہے ہائے ہماری قسمت......'' شکراں بڑبڑاتی کام پر لگ گئی۔

......☆☆☆......

''ہیلو جی جی میں ثمن بات کر رہی ہوں اوہ اچھا کب سے مار رہا ہے وہ اپنی بیوی کو اچھا اچھا آپ اس کی کیا لگتی ہیں؟ اچھا اچھا آپ کے ہاں وہ کام کرتی ہیں دیکھیں آپ انہیں کسی دن یہاں لے آئیں ہم پہلے تو ان کی تفصیلات لیں گے پھر اس پر کام کریں گے...... ہاں جی وہ کیا ہے نا ہم پورا سین بناتے ہیں جن کی کہانی کور کر رہے ہوتے ہیں اس کو اپنے لفظوں میں لکھتے ہیں پھر جن کی کہانی ہوتی ہے انہیں بتاتے ہیں سمجھاتے ہیں کب کیسے کیا بولنا ہے کہاں رونا ہے وغیرہ وغیرہ...... اچھا چلیں ٹھیک ہے آپ بتا دیجئے گا...... اللہ حافظ۔'' زمین نے اسی مارننگ شو میں کال ملائی تھی جس کے نتیجے میں اسی میزبان لڑکی نے اس کے سوالات کے جواب دیئے۔

''رامش صحیح کہتے تھے یہ لوگ واقعی ڈرامے تو نہیں کرتے اللہ کی پناہ ویسے آزمانے میں حرج کیا ہے؟'' زمین خود ہی سوچتی اور پلان بنانے لگ گئی کیسے شکراں کو لے جائے گی اور کہانی بتائے گی ظالم شوہر کی۔

کچھ دن گزر جانے کے بعد اسے تاریخ مل جاتی ہے وہ شکراں کو چلنے کے لیے تیار کراتی ہے۔

''باجی ہمیں وہاں کرنا کیا ہوگا؟''

''وہاں گانا گاؤ گی تالیاں بجاؤ گی۔'' زمین شکراں کے سوال پر تپ گئی۔

''ظاہر ہے وہ تم سے سوال جواب کریں گے تمہارے بارے میں پوچھیں گے اور کیا؟ اب چپ چاپ چلو کوئی بات کی تو رستے میں ہی چھوڑ جاؤں گی۔'' شکراں نے اپنی بیسی دکھائی اور سر اثبات میں ہلایا۔

وہ لوگ اس ٹی وی چینل کے دفتر پہنچے تو پہلے ہی اتنا رش اور گہما گہمی لگی ہوئی تھی ثمن کا پوچھ کر اس کے کمرے کی طرف چلے لیکن انہیں انتظار کرنے کو کہا گیا تھا۔

''آپ لوگ یہاں بیٹھیں وہ ابھی آتی ہوں گی جب تک میں آپ کے لیے کچھ لے آؤں چائے یا کچھ ٹھنڈا؟'' ایک لڑکی نے ان سے پوچھا...... زمین کو وہ

لڑکی دیکھی دیکھی سی لگی..... سوچنے لگی کہاں دیکھا ہے؟
"جی آپ چائے لے آئیں ہمارے لیے ہم انتظار کرتے ہیں۔" زرمین کے بتانے پر وہ لڑکی چلی گئی پر زرمین سوچتی رہی اس نے کہاں دیکھا ہے اسے؟
"السلام علیکم کیسے ہیں آپ لوگ؟" ثمن آ گئی تھی اور بڑے تپاک سے ملی۔
"ہم ٹھیک ہیں آپ بتائیں۔" زرمین نے جواب دیا اور ساتھ ہی چائے اور دیگر لوازمات بھی آ گئے اور وہی لڑکی آئی۔
"مجھے آپ دیکھی سی لگ رہی ہیں کہاں پر یاد نہیں آرہا۔" زرمین نے سوال کیا۔
"سنو تم جاؤ اب۔" ثمن نے اس لڑکی کو جانے کا کہا۔
"آپ اس لڑکی کو چھوڑیں اپنا مسئلہ بتائیں۔" ثمن نے زرمین کے ساتھ بیٹھی شکراں کی طرف اشارہ کیا۔
"جی وہ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ اس کا شوہر ہے......"
"اچھا اچھا ٹھیک ہے میں سمجھ گئی آگے کا کام آپ ہم پر چھوڑ دیں..... ممکن ہو تو اسے دو تین روز صبح چھڑوا دیا کریں تاکہ ہم اس سے اکیلے میں بات چیت کریں۔"
"چلیں ٹھیک ہے ویسے ابھی بھی آپ چاہیں تو اسے اکیلے لے جا سکتی ہیں اور کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ سکتی ہیں۔" زرمین نے ثمن کی بات کا جواب دیا۔
"چلیں ٹھیک ہے آپ انتظار کریں ٹی وی دیکھیں میں انہیں لے جاتی ہوں۔"
"ٹھیک ہے شکراں تم جاؤ ان کے ساتھ۔" شکراں چپ چاپ اٹھی اور ثمن کے ساتھ چل پڑی۔
زرمین ٹی وی دیکھ کر وقت گزارنے لگی پھر وہی لڑکی اندر آ گئی۔
"ارے سنو ذرا۔" زرمین نے اسے پکارا۔
"جی....."
"تمہیں کہاں دیکھا ہے سمجھ نہیں آرہا۔" زرمین نے اب اسے ساتھ بٹھایا۔
"باجی دیکھو کسی کو بتانا نہیں۔" وہ لڑکی ہاتھ جوڑ کے کہنے لگی۔
"کیا مطلب کھل کے بولو۔" زرمین تشویش میں مبتلا ہو گئی۔
"وہ باجی اصل میں میں یہاں کام کرتی ہوں تو یہ ثمن میڈم ہیں انہوں نے کہا تھا کہ وہ مجھے ٹی وی پر لائیں گی اور اداکاری کروائیں گی۔"
"اچھا تو کروایا کیا؟" زرمین مزے سے اس کی بات سننے لگی۔
"ہاں جی باجی صبح کے وقت جو آتا ہے نا جی اس میں ابھی کچھ دن پہلے ہی تو......"
"اچھا اچھا تم وہی ہو نا جس نے کہا تھا کہ میں بدل گئی ہوں کچھ ہوا تھا میرے ساتھ ایسا یاد آ گیا واقعی تم نے تو اچھا کام کیا تھا۔" زرمین نے اس کی بات کاٹ کر اپنی بات کی۔
"جی باجی ویسے آپ کے ساتھ جو آئی ہے وہ بھی کام کرے گی یہاں کیا؟" اس لڑکی نے معصومیت میں پوچھا۔
"ہاں نا تبھی تو لائی ہوں ثمن کو ضرورت تھی۔" زرمین نے بھی اس لڑکی کی طرح اپنی کام والی کو اداکاری کرنے والی کا بتایا۔
"ہاں جی اور پیسے بھی۔ ملتے ہیں۔" اس لڑکی نے تو ساری بات بتا دی اور بچا کیا!
"ارے تم یہاں کیا کر رہی ہو جاؤ اپنا کام کرو۔" اچانک ثمن اور شکراں آ گئے تو ثمن نے اس لڑکی کو جانے کا کہا۔
"جی میڈم۔" وہ لڑکی چلی گئی لیکن زرمین کا دل ضرور خراب کر گئی۔
"اچھا تو ہم بھی چلیں؟" زرمین وہاں سے جانا چاہ رہی تھی۔
"جی جی بالکل اور یاد سے اسے تین دن بھجواتے

شیریں گل

السلام علیکم! آنچل کے اسٹاف اور قارئین کو شیریں کی طرف سے میٹھا سا سلام قبول ہو۔ 20 اکتوبر کی صبح کو پیدا ہوئی اس لیے اسٹار لبرا ہے‘ آنچل اور میرا ساتھ چار سال سے ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ ہم صرف دو ہی بہنیں ہیں‘ بڑی میں ہوں اور چھوٹی عائشہ صدیقہ ہے۔ زبان پنجابی ہے تو جناب اب ذرا خوبیوں اور خامیوں کی طرف آتے ہیں‘ خامی یہ ہے کہ سست بہت ہوں‘ دوسروں پر جلد اعتبار کر لیتی ہوں۔ خوبی یہ ہے کہ کسی سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتی‘ رحم دل بہت ہوں جو کام دیا جائے اس کو پورا کرتی ہوں۔ کلر میں گلابی اور پیلا کلر بہت پسند ہے‘ لباس میں ساڑھی اچھی لگتی ہے۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فیورٹ کتاب قرآن پاک ہے۔ ٹیچرز کے معاملے میں بے حد خوش نصیب ہوں‘ دوست بھی کافی زیادہ بنا رکھے ہیں جن میں گل معراج‘ حمیرا‘ یمین نعیقہ رحمٰن اور نبیلہ بیسٹ فرینڈز ہیں۔ پسندیدہ رائٹرز عمیرہ احمد‘ سمیرا شریف اور اقراء صغیر ہیں۔ کھانے میں چاول اچھے لگتے ہیں‘ میٹھا بہت شوق سے کھاتی ہوں۔ پسندیدہ ناول ”محبت اور خدا‘ محبت دھنک رنگ اوڑھ کر‘ مصحف اور پیر کامل ﷺ“ ہیں۔ کھیلوں میں کرکٹ اور آنکھ مچولی بہت پسند ہے۔ ناول لکھنے کا اور پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ صبح کا وقت اچھا لگتا ہے‘ شاپنگ کرنے کا حد سے زیادہ شوق ہے‘ ہمیشہ وہی چیز پسند آتی ہے جو مشکلوں سے ملتی ہے۔ میرا خواب ہے ڈاکٹر بننا اور انسانیت کے لیے بہت سارے کام کرنا۔ ڈیئر قارئین اپنی رائے ضرور دیجیے گا‘ اللہ حافظ۔

رہے گا جیسے ہی یہ تیار ہوجائے گی ہم اس کا شو کرادیں گے۔“ ثمن نے ہنستے مسکراتے بات کی.....

دونوں نے ایک دوسرے سے اجازت لی اور نرمین شکراں کو لیے نکل گئی۔

......☆☆☆......

شکراں روز گھر آتی جلدی جلدی کام کرکے ثمن کے دفتر روانہ ہوجاتی..... نرمین بھی پوچھتی نہیں کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور نہ شکراں کچھ کہتی.....

”بیگم صاحبہ۔“ رامش نے اچھے موڈ میں پکارا۔

”جی۔“ نرمین نے بے زاری سے جواب دیا۔

”کیا بات ہے خیر تو ہے نا؟“ رامش نے نرمین کے اس انداز پر چونک کے پوچھا۔

”کچھ نہیں بس ایسے ہی شاید سر میں درد ہورہا ہے۔“ نرمین کو کچھ سوجھا نہیں تو سر درد کا کہہ گئی۔

”اس نالائق سر درد کی تو..... لیکن یہ تو بتاؤ تمہیں یقین ہے کہ شک کہ سر درد ہے؟“ رامش پھر چڑانے والے موڈ میں آ گیا۔

”اف آپ بھی نا ادھر سر درد سے پھٹا جارہا ہے اور آپ ہیں کہ بس۔“ نرمین نے چڑ کر جواب دیا۔

رامش نے قہقہہ لگایا اور شرارت سے اس کی ناک کو چھوا۔

”نہ کریں رامش۔“ نرمین کا موڈ آف ہوگیا۔

”معاف کردیں بیگم صاحبہ‘ چلیں آئس کریم کھانے چلتے ہیں موڈ بحال ہوجائے گا۔“ رامش کو پتا تھا نرمین کا موڈ آئس کریم کا سن کر ہی کھل جائے گا۔

”اچھا اب اتنا کہہ ہی رہے ہیں تو ٹھیک ہے۔“ نرمین نے بھنویں اچکا کے کہا۔

”ہائے ابھی تو ایک ہی دفعہ کہا تو یہ ادا‘ یہ ناز یہ انداز آپ کا ڈھیرے ڈھیرے پیار کا.....“ رامش شوخ ہورہا تھا نرمین نے پاس رکھا کشن دے مارا اور تیار ہونے چلی گئی۔

اگلے دن شکراں کا شو تھا..... ثمن نے نرمین کو بھی بلایا تھا لیکن اس کا سین بعد میں آنا تھا وہ آرام سے بھی جاتی تو مسئلہ نہ تھا۔

”آج کہیں جانا ہے کیا؟“ رامش نے اسے تیار ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

”جی وہ دوست سے ملنے جاؤں گی۔“ زمین نے بہانہ گھڑا۔

”اچھا ٹھیک ہے دھیان سے جانا۔“ رامش نے ہدایت دی اور دفتر کے لیے روانہ ہوا۔

زمین بھی ٹی وی اسٹیشن پہنچ گئی۔

”آج جو ہماری مہمان ہے اس کے لیے مجھے بے انتہا افسوس ہے......اس کے ساتھ سب نے ظلم کیا...... کب کیسے ہوا یہ ظلم آئیں ہم ان سے ہی پوچھتے ہیں۔“ شکراں کی تین دن کی پریکٹس تھی ذرا سا بھی نہ گھبرائی۔

”کیا نام ہے آپ کا۔“ ثمن نے پوچھا۔

”جمیلہ۔“

”ہیں اس کا نام جمیلہ کب سے ہو گیا؟“ زمین دور کہیں بیٹھی ہوئی تھی۔

”جمیلہ مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ؟“ ثمن کی آواز میں درد تھا زمین اب شکراں کے جواب کی منتظر تھی۔

”میں کیا بتاؤں بی بی جی ساس الگ مجھے مارتی رات میں جب میرا مرد آتا ہے وہ بھی مارتا ہے نشے کی حالت میں۔“ شکراں نے یہ کہا اور رونا شروع کر دیا۔

”ہیں اس کی ساس بھی رہتی ہے؟ اس نے تو کبھی نہیں بتایا۔“ زمین نے دل میں سوچا۔

”تو تم ان کا یہ ظلم کیوں سہتی ہو؟“ ثمن نے سوال کیا۔

”کیا بتاؤں بی بی جی...... میں کماتی ہوں اپنے بچوں کے لیے میاں کوئی خرچ نہیں دیتا۔“ شکراں نے دوپٹے سے آنسو پونچھے۔

”ہیں اس کی شادی کو تو دو تین ماہ ہوئے ہیں بچے کہاں سے آ گئے؟“ زمین تماشا دیکھ رہی تھی۔

”تم نے بتایا تھا جہاں تم کام کرتی ہو وہ بھی تم پر ظلم کرتے ہیں؟“ ثمن کے اس سوال نے تو زمین کو بوکھلا کے رکھ دیا اس نے کب ظلم کیا؟

”بی بی جی وہ بھی میرا خیال نہیں رکھتیں بس کام کرا لو خدمتیں لے لو پر تنخواہ بہت دن بعد دیتی ہیں کبھی کوئی غلطی ہو جائے تھپڑ مارنے سے بھی نہیں چوکتی۔“

”استغفراللہ! میں نے کب ایسا کیا اس کے ساتھ اور یہ اتنا جھوٹ کیوں بول رہی ہے؟“ زمین کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا واقعی اب تھپڑ لگا ہی دے۔

”ایک کالر ہیں ہمارے ساتھ بات کرتے ہیں ان سے جی السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام۔“

”کون ہیں ہمارے ساتھ؟“

”میں جمیلہ کی جاننے والی ہوں بلکہ اس کی مالکن کی پڑوسن ہوں۔“

”جی جی کیا کہیں گی آپ......؟“

”اس بے چاری پر واقعی بہت ظلم ہوتا ہے زمین رامش نام ہے پڑوسن کا۔ اسے سمجھاتی بھی ہوں لیکن آج اس بے چاری کو یہاں دیکھ کے افسوس ہوا۔“ زمین بوجھل قدموں سے اٹھی ا ت، سمجھ نہیں آ رہا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے سب جھوٹ بول رہے تھے اب تو اس کا نام بھی آ گیا تھا گو کہ ضروری نہیں تھا کہ وہی زمین ہو لیکن جاننے والے تو جانتے تھے کہ یہ اسی کے ہاں کام کرتی ہے۔

اس کا دل بری طرح مجروح ہوا کہاں وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی واقعی یہ سب ڈھونگ رچاتے ہیں کہاں اس کے ساتھ ہی دھوکہ ہو گیا......

شکراں کی تو اس نے اگلے دن کلاس لگائی اسے کام سے ہی نکال دیا اور اس مارننگ شو کی لت سے خود کو آزاد کیا رامش وہ تو اب سکون میں تھا صبح صبح وہ اسے اب بھی چھیڑتا ہے مارننگ شو نہ دیکھنے پر...... پر جانتا نہیں کہ زمین نے دیکھنا کیوں کر چھوڑا۔

✿

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

شمزیہ

جواب:۔ مسئلہ ا:۔ قسم کی اہمیت کے متعلق عالم سے رجوع کریں۔ وظیفہ جاری رکھیں۔

مسئلہ ۲:۔ سورۃ قریش 111 اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اچھی اور جلد نوکری کے لیے دعا کریں اور کچھ نہ پڑھیں۔

تحریم ..... جہلم

جواب:۔ ا:۔ آیات شفا صبح و شام 7,7 مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور پانی بھی پئیں۔

۲:۔ بچی جب سوجائے تو ماتھے اور سینے پر انگلی (شہادت) سے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھ دیا کریں۔ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

بشریٰ ملک ..... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ ا:۔ کوئی حل نکالیں۔

۲:۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد 7,7 مرتبہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھا کریں۔

م ع ..... ملنگٹ

جواب:۔ فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر "یا قوی" 11 مرتبہ پڑھا کریں۔ قوت حافظہ کے لیے۔

بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

معاشی مسائل اور گھر بکنے کے لیے دعا کریں۔

شمائلہ کرن ..... چھوٹا گھسیٹ پورہ

جواب:۔ آپ نے اپنے والد کا نام تو لکھا نہیں خط میں؟ استخارہ کرلیں۔

معاشی حالات کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پھر دعا کریں۔

صائمہ اقبال ..... چیچہ وطنی

جواب:۔ آیت شفا 6 آیات ہیں یہ کسی وظائف کی کتاب میں مل جائیں گی۔ اور انٹرنیٹ پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ صبح شام 7,7 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے اوپر دم کیا کریں۔ جو دوا استعمال میں ہے اس پر اور پانی کی بوتل پر بھی دم کرلیں پانی بھی صبح شام پیا کریں۔

فرحانہ فیض ..... میر پور آزاد کشمیر

جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

ہما ..... کراچی

جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

اقصیٰ اسلم

جواب: استغفار اور درود شریف کثرت سے پڑھا کریں سکون قلب کے لیے۔

رافیہ اسلم ..... کینیڈا

جواب: عشاء کی نماز کے بعد سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جاب اور معاشی حالات اچھے ہونے کی دعا کریں آپ بھی پڑھیں اور شوہر بھی۔ صدقہ بھی دیں۔

بشریٰ بنت احمد ..... راولپنڈی

جواب: بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشاء سورۃ فلق سورۃ الناس 1,1 تسبیح روزانہ۔ رکاوٹ بندش ختم کرنے کے لیے بہن خود کرے یا والدہ۔

تحریم فاطمہ ..... سرگودھا

جواب: مسئلہ نمبر ا: سورۃ فلق اور سورۃ الناس پانی پر دم کرکے پلایا کریں روزانہ 11,11 مرتبہ۔ بھائی کے لیے سورۃ قریش ورد میں رکھیں نوکری کے لیے۔

مسئلہ نمبر ۲: صدقہ دیتی رہا کریں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد سورۃ فلق اور سورۃ الناس 11،11 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ رشتہ میں رکاوٹیں نہ آئیں۔ سسرال والوں کے دل میں جگہ بنانے کے لیے یا عزیز 101 مرتبہ فجر کی نماز کے بعد۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔

عائشہ رحمت علی ..... گوجرانوالہ

جواب۔ مسئلہ نمبر 1:۔ بھائی کی طرف سے جو پریشانی تھی اگر ختم ہوگئی ہے تو ٹھیک ورنہ ختم ہونے تک جاری رکھیں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ والدہ کو صبح نہار منہ اور شام سورۃ طٰحٰہ کی شروع کی 5 آیات 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

گھر کی خیر و برکت کے لیے سورۃ قریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ پڑھیں۔

عزیزہ بی بی ..... ضلع جہلم

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ شمس، سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔ بعد میں تصور میں لا کر پھونک ماریں۔ ایک گلاس پانی پر دم کر کے ابو کو پلائیں۔

معاشی حالات کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء سب افراد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ دعا بھی کریں۔

عائشہ ..... سلانوالی

جواب:۔ سورۃ قریش بعد نماز عشاء 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔ بعد میں ایک گلاس پانی پر دم کر کے گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔ تمام مسئلوں کے لیے دعا بھی کریں۔

ط ج ..... گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء 313 مرتبہ آیتہ کریمہ پڑھیں اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

اللہ سے دعا کریں معافی مانگیں جو آپ کے حق میں بہتر ہے اللہ تعالیٰ وہ فیصلہ فرمادے۔ آمین۔

مسئلہ نمبر 3،4:۔ پڑھائی شروع کر دیں اور دماغ کے لیے معجون استعمال کریں۔

مسئلہ نمبر 5:۔ "المذل" بعد نماز فجر 101 مرتبہ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ (جس نے روپے دیے ہیں وہ پڑھے) مقصد بھی ذہن میں ہو اور دعا بھی کریں۔

✿

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کر دیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے اپریل ۲۰۱۵ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ....

بیاض دل

میمونہ رومان

ام حسنہ......کوٹ مومن

یہ تیرے غلام کی عید ہے ابھی اور حسرت دید ہے
مجھے چوم لینے دو جالیاں ابھی دل میرا تو بھرا نہیں

فیضہ جٹ......سرگودھا

جو شخص نور دیدہ حیدر کے ساتھ ہے
روز جزا وہ شافع محشر کے ساتھ ہے
پیاسے نہ رہیں گے ہم قیامت میں دیکھنا
اپنا بھی ربط ساقی کوثر کے ساتھ ہے

جازبہ ضیافت عباسی......دیول مری

اس کو غرور حسن تھا تو میں انا پرست
وہ جا رہا تھا مجھ سے پکارا نہیں گیا

شبینہ مغل......حیدرآباد سندھ

ہمیشہ ہی نہیں رہتے چہرے نقابوں میں
سبھی کردار کھلتے ہیں کہانی ختم ہونے پر

آنسہ شبیر......ڈوگہ گجرات

انجام کی پروا ہوتی تو ہم عشق کرنا چھوڑ دیتے
عشق ضد کرتا ہے اور ضد کے ہم بے تاج بادشاہ ہیں

سعدیہ اخلاق......جھنگ

نظر سے دور رہ کر بھی کسی کی سوچ میں ہو تم
کسی کے پاس رہنے کا طریقہ ہو تو تم جیسا

مشا یوسف......157 ای بی

مت پوچھ ہم سے ہماری بندگی کا عالم اے ابلیس
غافل ہیں مگر ٹھوکر جب بھی لگے سجدہ خدا کو ہی کرتے ہیں

کوثر خالد......جڑانوالہ

ہماری بھی سنیے بڑی مزے کی ہے
زندگی سے یوں کھیلے جیسے دوسرے کی ہے

شازیہ ہاشم......کھڈیاں قصور

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پر آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

فائزہ بھٹی......پتوکی

سوال یہ نہیں کہ وہ گیا کدھر
سوال یہ ہے کہ وہ گیا کیسے

ثمن گیلانی، ابن صدیقی......آزاد کشمیر

کبھی یوں ہوا تیرے پیار میں میری نمازیں قضا ہوئیں
کبھی یوں ہوا تیری یاد نے مجھے رب سے ملا دیا

فرحانہ علی......تلہ گنگ

دل میں کتنے زخم ہیں کسی کو کیا پتا
یہ اور بات ہے ہم مسکرا کر جیتے ہیں رلانے والوں کے سامنے

عائشہ صدیقہ......چکوال

اگر کسی کو یاد کرنے کی قیمت ہو ایک پیسہ
تو سنو تم اربوں کے مقروض ہو میرے

شمع فیاض......بستی بزدار

اداسیاں ہیں مگر وجہ غم نہیں معلوم
دل پہ بوجھ سا ہے، شاید تنہا ہو گئی ہوں میں

ارم کمال......فیصل آباد

جو چل سکو تو کوئی ایسی چال چل جانا
مجھے گماں بھی نہ ہو اور تم بدل جانا

حرا رمضان......اختر آباد

میرا اس شہر عداوت میں بسیرا ہے
جہاں لوگ سجدوں میں بھی دوسروں کا برا سوچتے ہیں

شگفتہ خان......بھلوال

جن کی آنکھوں میں اشک دیتے ہو
ان میں نیندیں پھر نہیں بستیں

سونیا شاہ قریشی......کبیر والا

حسن توقع میرے یار نے
حسب ضرورت چاہا مجھے

سیدہ حیا عرس......تلہ گنگ

تم میری آنکھوں کے تیور نہ بھلا پاؤ گے
ان کہی باتوں کو سمجھو گے تو یاد آؤں گا
ہم نے خوشیوں کی طرح دکھ بھی اکٹھے دیکھے ہیں
صفحہ زیست کو پلٹو گے تو یاد آؤں گا

عزہ یونس چدھڑ......جلالپور بھٹیاں

ذرا سا بات کرنے کا سلیقہ سیکھ لو تم بھی
ادھر تم بات کرتے ہو ادھر دل ٹوٹ جاتا ہے

علیزے ارشد......جلالپور

ہمارا تذکرہ چھوڑو ہم ایسے لوگ ہیں جن کو

محبتیں کچھ نہیں کہتیں وفائیں مار دیتی ہیں
فصیح آصف خان.....ملتان

رات ڈھلتی رہی چاند جلتا رہا
چراغ دل شب بھر یاد میں سلگتا رہا
سامعہ ملک پرویز......بھیرہ خانپور

پھر سے جگنے لگی تیری قربت کی خواہش
دھند میں لپٹی سرد شاموں میں
رافیہ کنول......دائرہ دین پناہ

روز ڈوبتا ہوا سورج یہ درس دیتا ہے اقبال
مغرب کی طرف جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے
ماریہ سحر......بورے والا، حبیب کالونی

ہم نے پوچھا کہ بھول تو نہ جاؤ گے
وہ مسکرا کر بولے سوچ کر بتائیں گے
فاطمہ خالق قانی.....فیصل آباد

یوں تو شاعری سے میرا کوئی واسطہ ہی نہ تھا
لفظوں میں مگر تیرا ذکر مجھے اچھا لگا
مشاعل مسکان......میانوالی

اس کو کھونے کا بہت دکھ ہے مگر
ہم اسے پانے کے اسباب کہاں سے لاتے
ہما ایوب......عارف والا

ملتا ہوں ٹوٹ کر تو بچھڑتا ہوں شان سے
میں خوش مزاج شخص بہت دل سے ملتا ہوں
طیبہ سعدیہ عطاریہ.....کھیالہ، سیالکوٹ

اگر تو اتفاقاً مل بھی جائے
تیری فرقت کے صدمے کم نہ ہوں گے
حمیرا نوشین.....منڈی بہاؤالدین

وفا پرست نہیں جو وفا شعار نہیں
وہ شخص کیا جسے انسانیت سے پیار نہیں
فریب کھائے ہیں دنیا میں اس قدر میں نے
تیرا تو کیا مجھے اپنا بھی اعتبار نہیں
مدیحہ نورین مہک......برنالی

بربادیوں کا جائزہ لینے کے واسطے
وہ پوچھتے ہیں حال میرا کبھی کبھی
ایس آر مسکان......جام پور

باتوں میں تمہاری سمٹ گئی حیات میری
جب کہا تم نے میری زندگی ہو تم
نبیلہ ملک......پڈنالہ

محبت میں نہیں ہے شرط ملنے اور بچھڑنے کی
یہ ان بے غرض لفظوں سے بہت آگے کی دنیا ہے
عائشہ نور عاشا......شادیوال، گجرات

ورق ورق میری نظروں میں کائنات کا ہے
کہ دست غیب سے لکھی ہوئی کتاب ہوں میں
گل مان..... مان

دیمک کی مانند کھا گیا مجھ کو رفاقت کا یہ غم
وگرنہ بہت نایاب تھے گزرے دنوں میں ہم
فریدہ جاوید فری .....لاہور

میرا پیار امر ہے پیارے
تیری چاہ کی مٹی کچی
ترے حسن کا سونا جھوٹا
میرے عشق کی مٹی سچی
آئی ایس راجپوت......گجرات

جسم کی درازوں سے روح نظر آنے لگی راج
بہت اندر تک توڑ گیا مجھے عشق اس کا
عائشہ نور..... راولپنڈی

عنوان محبت ہے بس اتنا ہی لکھ پائے
بہت کمزور رشتے تھے بہت مضبوط لوگوں کے
عابد محمود......ملکہ ہانس

اشکوں میں بہہ گیا ہے ہر ایک خواب آرزو
چہرے پہ حسرتوں کا بوجھ لئے رہے ہیں ہم
نیلم شرافت......جتوئی

محبت مل نہیں سکتی مجھے معلوم ہے لیکن
مگر خاموش رہتا ہوں محبت کر جو بیٹھا ہوں
نورین لطیف. ....ٹوبہ ٹیک سنگھ

اے کاش یہاں برس جائے نور کی بارش
ایمان کے شیشوں پہ بڑی گرد پڑی ہے

biazdill@aancha com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

رس ملائی

اجزاء:

دودھ	ایک کلو
خشک دودھ	ایک کپ
بیکنگ پاؤڈر	آدھا چچ
انڈا	ایک عدد
چینی	ایک کپ
گھی	ایک چچ
الائچی	پانچ عدد، دانے نکال دیں
بادام، پستے	حسب ضرورت

ترکیب:

دودھ میں چینی، الائچی اور بادام پستے ڈال کر ابال لیں۔ خشک دودھ میں بیکنگ پاؤڈر انڈا اور گھی ملا کر گوندھ لیں۔ ہاتھ چکنے کر کے چھوٹی چھوٹی ٹکیہ بنا لیں۔ دودھ میں جوش آ جائے تو درمیانی آنچ کر کے ساری ٹکیاں ڈال دیں چمچہ مسلسل چلاتی رہیں تھوڑی دیر بعد یہ پھول جائیں اور دودھ گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا کریں اور پیش کیجیے مزیدار رس ملائی تیار ہے۔

نجم انجم اعوان......کورنگی کراچی

میٹ بال کری

اجزاء:

چکن یا بیف	۲۵۰ گرام
کٹی ہوئی پیاز	ایک عدد
لال مرچ	آدھا چچ
نمک	ایک ٹی اسپون
ڈبل روٹی کا سلائس	ایک عدد
دھنیا پسا ہوا	ایک ٹی سپون
ہری مرچ	۲ عدد

گریوی کے لیے

ٹماٹر باریک کٹے ہوئے	۲ عدد
نمک لال مرچ	حسب ذائقہ
باریک کٹی پیاز	ایک عدد
پسا دھنیا	۲ ٹی اسپون
ہلدی	ایک چٹکی
تیل	۲،۳ ٹیبل اسپون
ہرا دھنیا	حسب ضرورت

ترکیب:۔

تمام چیزوں کو چوپر میں ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ چھوٹے چھوٹے کوفتے بنا کر فرائی کر لیں۔

گریوی

تیل گرم کریں اور اس میں پیاز ڈال دیں۔ ہلکی فرائی ہو تو باقی چیزیں ڈال دیں تھوڑا پانی ڈال کر مسالا خوب بھون لیں۔ جب مسالا اچھی طرح بھن جائے تو اس میں کوفتے ڈال کر دم پر رکھ دیں۔ ہرے دھنیے سے گارنش کریں۔

عنبر فاطمہ......کراچی

مکس کھٹا قیمہ

اجزاء:۔

گائے کا قیمہ	۲۰۰ گرام
چکن کا قیمہ	۲۰۰ گرام
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چچ
پیاز	دو عدد
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چچ
املی کا گود	تین کھانے کے چچ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چچ
ہری مرچیں	تین سے چار عدد
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
کوکنگ آئل	آدھی پیالی

ترکیب:۔

پیاز کو باریک آملیٹ کی طرح چوپ کر لیں دونوں قسم

کے قیمے کو دھو کر علیحدہ چھلنی میں خشک کرنے رکھ دیں۔

پین میں کوکنگ آئل کو درمیانی آنچ پر گرم کریں اور اس میں پیاز کو ہلکا سا نرم ہونے تک فرائی کریں۔ ادرک لہسن اور گائے کا قیمہ ڈال کر درمیانی آنچ پر پکنے رکھ دیں جب قیمے کا اپنا پانی خشک ہونے پر آ جائے تو اس میں نمک اور لال مرچ ڈال کر بھونیں۔ چکن کا قیمہ ڈال کر ڈھک دیں اور ہلکی آنچ پر پانچ سے سات منٹ پکائیں۔ پھر املی کا گودا، ہری مرچ، ہرا دھنیا اور لیموں کا رس ڈال کر دم پر رکھ دیں۔ پانچ سے سات منٹ بعد اچھی طرح ملا کر چولہے سے اتار لیں۔ ڈش میں نکال کر پراٹھے یا پوریوں کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

ہالہ سلیم..... کراچی

اچاری بیف چلی

اجزاء:۔

زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
اجوائن	چوتھائی چائے کا چمچ
کٹی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	چوتھائی چائے کا چمچ
نمک	حسب ذوق
شملہ مرچ	۲ عدد
ہری پیاز	۴ عدد
بیف بوٹی	آدھا کلو
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
تیل	آدھا کپ
کٹا لہسن	ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر	۲ عدد
سونف	ایک چائے کا چمچ
رائی	آدھا چائے کا چمچ
کلونجی	چوتھائی چائے کا چمچ

ترکیب:۔

بیف بوٹی اور ادرک لہسن کے پیسٹ کو اتنا اُبال لیں کہ وہ گل جائیں۔ اس کے بعد گرم تیل میں فرائی کرلیں۔ اب اس میں کٹا لہسن، ٹماٹر، سونف، رائی، کلونجی، زیرہ، اجوائن، کٹی لال مرچ، ہلدی اور نمک شامل کر کے فرائی کریں۔ اُتارنے سے پہلے شملہ مرچ اور ہری پیاز ڈال کر مکس کر کے سرو کریں۔

ارم رحمان..... جھڈو سندھ

تھائی تلا ہوا گوشت

اجزاء:۔

انڈر کٹ	آدھا کلو
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	۲ عدد
شملہ مرچ (باریک کٹی ہوئی)	۲ عدد
تازہ لال مرچ (باریک کٹی ہوئی)	۶ عدد
لہسن (چوپ کیا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
کالا سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
تھائی سویٹ چلی ساس	۲ کھانے کے چمچ
ووسٹر ساس	۲ کھانے کے چمچ
نمک	۲ کھانے کے چمچ
تیل	۵ کھانے کے چمچ
تلسی کے پتے اور ٹماٹر	سجانے کے لئے

ترکیب:۔

انڈر کٹ کی لمبی پٹیاں کاٹ لیں۔ اس میں لہسن، سرکہ، ایک کھانے کا چمچ تیل اور نمک ملا کر ۲ گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ فرائنگ پین میں باقی تیل گرم کر کے گوشت تل لیں۔ اس میں پیاز اور شملہ مرچیں شامل کر کے چند منٹ پکنے دیں۔ پھر لال مرچیں، ووسٹر ساس اور تھائی سویٹ چلی ساس ملا کر ایک منٹ پکائیں اور چولہا بند کر دیں۔ مزیدار ڈش کو تلسی کے پتوں اور ٹماٹر سے سجائیں۔

عائشہ سلیم..... کراچی

کشمیری تنجن

اجزاء:۔

چاول	آدھا کلو
بکرے کا گوشت	آدھا کلو
پیاز	دو عدد

پورا لہسن	ایک عدد
سونف	دو کھانے کے چمچ
ثابت دھنیا	دو کھانے کے چمچ
تیز پات	ایک عدد
چینی	دو کھانے کے چمچ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
ثابت گرم مسالا	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
مکھن	چوتھائی پیالی
کھانے کا رنگ	چوتھائی چائے کا چمچ
خشک میوہ اور مربہ	سجاوٹ کے لئے
زعفران	چند تنکے
ہرا دھنیا اور تلی پیاز	سجاوٹ کے لئے

ترکیب:-

ایک پین میں گوشت اور ایک ململ کے کپڑے میں سونف، ثابت دھنیا، ایک پیاز اور لہسن کی پوٹلی بنا کر ایک جگ پانی کا ڈال کر درمیانی آنچ پر پکائیں، یہاں تک کے گوشت نرم ہو جائے اور یخنی تیار ہو جائے۔ دوسرے پین میں مکھن گرم کریں اور دوسرا پیاز سنہرا کرلیں اور نرم گوشت ملا کر بھونیں۔ لیموں کا رس، یخنی اور چاول ڈال دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے اور چاول تیار ہو جائیں تو زعفران اور کھانے کا رنگ چھڑک دیں، خشک میوا اور مربہ ڈال کر دم پر رکھ دیں۔ آخر میں ہرا دھنیا اور تلی پیاز سے سجا کر پیش کریں۔

ام ایمان..... کوہاٹ

فرنچ بین	ایک کپ
کٹی گاجر	ایک کپ
کٹی ٹماٹر	آدھا کپ
مٹر	آدھا کپ
کٹی شملہ مرچ	آدھا کپ
گرم مسالا	ایک کھانے کا چمچ
زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہری مرچ	ایک کھانے کا چمچ
پسا گرم مسالا	ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر	گارنش کیلئے
پانی	حسب ضرورت
کٹی ادرک	حسب ذوق
نمک	حسب ذوق

ترکیب:-

ایک پتیلی میں تیل گرم کر کے پیاز کو ہلکا گلابی کریں۔ اب اس میں گرم مسالا، زیرہ، ادرک لہسن کا پیسٹ، پانی اور کٹی ادرک شامل کر کے بھونیں۔ اس کے بعد ابلے کابلی چنے، ابلے سوئٹ کارن، فرنچ بین، کٹی گاجر، کٹے ٹماٹر کٹی ہری مرچیں، مٹر، نمک، مسالے کے لیے اور پانی ڈال کر دم پر چھوڑ دیں۔ آخر میں نمک، چاول کے لیے پسا گرم مسالا، کٹی شملہ مرچ اور چاول شامل کر کے دم پر رکھیں۔ پھر اسے ڈش میں نکال لیں۔ ٹماٹر سے گارنش کر کے سرو کریں۔

جویریہ ضیاء..... کراچی

موتی پلاؤ

اجزاء:-

چاول	آدھا کلو
کابلی	آدھا پاؤ
پیاز بڑی	ایک عدد
تیل	ایک کپ
سوئٹ کارن	ایک کپ

عربین رائس

اجزاء:-

چاول	آدھا کلو
شملہ مرچ	دو عدد
چکن پیس	ایک پیکٹ
نمک	ایک چائے کا چمچ
چکن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ

سفید مرچ	ایک چائے کا چمچ
سرکہ	چار کھانے کے چمچ
پیلا رنگ	حسب ضرورت
کشمش	ایک چوتھائی کپ

ترکیب:۔

چاول ابال لیں اب ایک پین میں چار کھانے کے چمچ آئل لیں اور اس میں شملہ مرچ، ابلی ہوئی چکن پیس، نمک اور چکن پاؤڈر، سفید مرچ، سرکہ، کشمش ڈال کر فرائی کریں اور پھر ابلے ہوئے چاول ڈال کر مکس کریں اور پیلا رنگ ڈال کر پانچ منٹ دم دیں۔

سحرش فاطمہ......حافظ آباد

قیمہ ٹپسی

اجزاء:۔

مٹن قیمہ	آدھا کلو
شملہ مرچ ایک عدد	باریک چوپ کرلیں
انڈا ایک عدد	پھینٹ لیں
کالی مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
سرخ مرچ	ایک چائے کا چمچ
کارن آئل	۳ کھانے کے چمچ
نمک	آدھا چائے کا چمچ
اوریگانو	آدھا چائے کا چمچ
تھائم	آدھا چائے کا چمچ
مکھن	۲ کھانے کے چمچ
وڈن اسکیورز	حسب ضرورت (پانی میں بھگو دیں) (گرلنڈ ویجی ٹیبلو)
آلو	ایک عدد
شملہ مرچ	ایک عدد
گاجر	ایک عدد
نمک، کالی مرچ پاؤڈر	حسب ضرورت

ترکیب:۔

قیمے میں تمام اجزاء مکس کرکے تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں۔ پھر اسکیورز پر چڑھا کر گرل کرلیں۔ ویجی ٹیبلو میں نمک اور کالی مرچ پاؤڈر مکس کرکے مکھن سے برش کرکے گرل کریں۔ گرم گرم کباب اور ویجی ٹیبلو کیچپ یا سوس کے ساتھ سرو کریں۔

سحر خالد......بھکر

میٹ لوف

اجزاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
کٹا ہوا پیاز	آدھا کپ
گارلک پیسٹ	ایک ٹیبل اسپون
ٹماٹر کا پیسٹ	۲،۲ ٹیبل اسپون
گرم مسالا پاؤڈر	ایک ٹی اسپون
پسا ہوا زیرہ	ڈیڑھ ٹی اسپون
پی نٹ	آدھا کپ
انڈے	۲ عدد
لیمن	جوس ۲ ٹیبل اسپون
پارسلے یا ہرا دھنیا	۲ ٹیبل اسپون
کالی مرچ	آدھا ٹی اسپون
مکھن	۴ ٹیبل اسپون
نمک	حسب ضرورت

ترکیب:۔

قیمہ کٹا ہوا، پیاز، گارلک پیسٹ، پی نٹ پسا ہوا، زیرہ، گرم مسالا پاؤڈر، ٹماٹر کا پیسٹ، پارسلے، انڈے، لیمن جوس، نمک اور کالی مرچ چوپر میں ڈال کر مکس کرلیں اور ساتھ ہی مکھن بھی ملا دیں۔ ایک لوف ٹن میں یہ مرکب ڈال کر پچیس منٹ تک ۲۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ پر بیک کرلیں۔ ٹھنڈا کرکے سلائس کاٹیں اور گارلک بریڈ کے ساتھ مزے کریں۔

کوثر طفیل......حیدر آباد

روبین احمد

سردیوں کی رت اور ملبوسات کا اسٹائل

فیشن کا دوسرا نام اگر تبدیلی رکھ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ فیشن ہی کیا جو بدلتی رتوں کے ساتھ تبدیلی سے ہمکنار نہ ہو ہر رت کے اپنے ذائقے اور ہر موسم کے اپنے تقاضے ہیں جو ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف ضرور ہوتے ہیں اور اسی اختلاف میں دراصل فیشن کا حسن پوشیدہ ہے۔ بدلتے موسم کے ساتھ ملبوسات کا فیشن بھی یقینی طور پر تبدیل ہوتا ہے لہٰذا سردیوں کی نوید ملتے ہی ملبوسات کا اسٹائل بدلنے لگتا ہے۔ لان کے ہلکے پھلکے لباس کی جگہ قدرے دبیز کاٹن، لیلنن اور اون کے ملبوسات کی تیاری شروع ہوجاتی ہے۔ تاہم کراچی جیسے شہر میں جہاں سردیوں میں بھی موسم بہت زیادہ سرد نہیں ہوتا بلکہ معتدل اور مرطوب ہی رہتا ہے زیادہ گرم کپڑے تیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لیے آپ جارجٹ اور شیفون بھی پہن سکتی ہیں اور موسم سرما میں سوئٹرز یا بھاری بھاری کپڑے لادنے کے بجائے باآسانی اپنی مرضی کا ہر فیشن اپنا سکتی ہیں اگر کبھی اچانک موسم کے تیور بدلتے دکھائی دیں تو اس کے لیے بھی ترکیبیں موجود ہیں ایسے مواقع پر اپنے عام سے ڈریس کے ساتھ کوئی جیکٹ وغیرہ پہن لیں اور اگر باہر جانا مقصود ہو تو سر پر کوئی اچھا سا اسکارف لپیٹ لیں فیشن کا فیشن اور سردی سے بچت بھی۔

لڑکیاں خاص طور پر اس موسم میں اپنی کسی بھی پسندیدہ شرٹ کے ساتھ ڈینم کے جیکٹ اور پینٹ پہننے کو ترجیح دیتی ہیں کیونکہ یہ اسٹائل آج کل خاصا ان ہے اور لڑکیوں پر سجتا بھی خوب ہے۔ فیشن کے مطابق ہونے کے باوجود یہ آؤٹ لک سادہ اور پروقار ہے۔ نفاست سے بنائے گئے بال اور خوب صورت سینڈلز آپ کے اسٹائل میں مزید خوب صورتی کا باعث ثابت ہوں گے۔

بیوٹی ٹپس

نوجوان لڑکیوں کے چہرے پر کیل مہاسے اور دانے نکلنا عام سی بات ہے لیکن جلد کو داغ دھبوں اور نشانات سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے اور دانوں کو چھیڑنے کی کوشش نہ کی جائے پمپلز کو پھوڑنے کے بجائے انہیں از خود ٹھیک ہونے کا وقت دیں اور مندرجہ ذیل طریقے اپنائیں۔

زیادہ سے زیادہ پانی پئیں۔

دن میں کئی مرتبہ منہ دھوئیں۔

چہرے کی اضافی چکنائی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسٹرنجنٹ استعمال کریں۔

کچی سبزیاں اور پھل کھائیں۔

مرغن غذاؤں سے دور رہیں۔

میک اپ استعمال نہ کریں۔

روزانہ باقاعدگی سے شاور لیں۔

اپنے ناخنوں کو تراش کر رکھیں تاکہ ان میں چھپے جراثیم چہرے تک منتقل نہ ہوسکیں۔

شال کے ساتھ لائیں اسٹائل میں جدت

فیشن میں آئے دن نت نئے انداز متعارف ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن ان میں چند ایک چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی مقبولیت پر فیشن کے بدلتے رجحانات کوئی اثر نہیں ڈالتے جیسے کہ سردیوں کے موسم میں شال خود بخود فیشن ٹرینڈ کا حصہ بن جاتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اگر اس موسم میں ملبوسات کے ساتھ ان کا اضافہ نہ کیا جائے تو کچھ کمی سی محسوس ہوتی ہے۔

شالیں دیدہ زیب رنگوں اور ڈیزائن کے ساتھ موسم سرما میں سکون کا احساس بخشتی ہیں اور سردی کی شدت سے بچانے کے لیے معاون ثابت ہوتی ہیں۔ نیز ہلکی ہونے کی وجہ سے انہیں اوڑھنے میں بھی آسانی رہتی ہے۔ پشمینہ، کشمیری، سلک اور ایمبرائیڈری شدہ شالیں خواتین میں بے حد مقبول ہیں۔ خواتین عموماً شلوار قمیص

کے ساتھ کنٹراسٹ میں شال اوڑھنا زیادہ پسند کرتی ہیں جبکہ لڑکیاں جینز اور کرتی کے ساتھ شال کا اضافہ کر کے اپنے اسٹائل میں جدت کے ساتھ چار چاند لگا دیتی ہیں۔ موسم کی مناسبت سے سردیوں میں ملبوسات کے گہرے رنگ خاصے "ان" ہوجاتے ہیں ان کے ساتھ ہلکے رنگوں کی شالیں لباس کی شان بڑھا دیتی ہیں بالکل اسی طرح گہرے رنگ جیسے کالے رنگ کے لباس کے ساتھ نہ صرف خوب صورت ڈیزائن اور شوخ رنگوں کی شال اچھی لگتی ہے۔ بلکہ لباس میں انفرادیت بھی پیدا کردیتی ہے۔

لباس کی خوبصورتی میں اضافے کا باعث بننے والی ان شالوں میں ان کی قیمتیں ان کی کوالٹی کے مطابق رکھی جاتی ہیں اس لیے اپنے بجٹ یا رینج میں رہتے ہوئے ان کی خریداری کی جاسکتی ہے۔ تاہم اگر ایک ہی بار مناسب قیمت میں اچھی کوالٹی کی شال خرید لی جائے تو بار بار خریدنے کے جھنجٹ سے بچا جاسکتا ہے چونکہ سردیاں سال میں ایک ہی بار آتی ہیں لہٰذا اچھی کوالٹی کے سبب خراب نہ ہونے کی صورت میں یہ کئی سیزن تک ساتھ نبھاتی ہیں اوڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی حفاظت بھی ضروری ہوتی ہے تاکہ ان کی خوب صورتی اور ملائمت برقرار رہے شالیں دھوتے وقت سرف کا استعمال کریں اور ہلکے ہاتھوں سے دھوئیں موسم سرما کے بعد محفوظ رکھنے کے لیے ہمیشہ پلاسٹک کی تھیلی کا استعمال کریں اس طرح ان کے رنگ خراب نہیں ہوں گے اور آپ اطمینان کے ساتھ انہیں مختلف پہناؤں کے ساتھ اوڑھ سکیں گی۔

سدا بہار خوب صورتی

چمکتی دمکتی جلد ہر خاتون کا خواب ہوتی ہے بالخصوص لڑکیاں ہنستی مسکراتی خوب صورت ماڈلز اور ایکٹریس کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہیں اور ان جیسا نظر آنے کی دھن میں ہر ٹوٹکا اور حربہ آزماتی ہیں لیکن نتیجہ صفر رہتا ہے یا شاذ و نادر کامیابی ملتی بھی ہے تو وہ دیرپا ثابت نہیں ہوتی۔ دراصل اگر ان ناکامیوں کی وجوہات جاننے کی کوشش کی جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ہم ساری تگ و دو صرف چہرے کو پرکشش بنانے پر کرتے ہیں لیکن عمومی صحت مجموعی جلد اور دیگر اسباب کو سرے سے نظر انداز کردیتے ہیں جس کے سبب حسین نظر آنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے کے باوجود مطلوبہ نتائج نہیں ملتے۔ اس لیے اگر آپ بھی آزما ٹوٹکوں سے تنگ آچکی ہیں اور سدا بہار خوب صورتی کی متمنی ہیں تو یہ بات سمجھ لیں کہ ہمارے ظاہری حسن کا انحصار جلد کی شادابی پر ہے جلد انسانی جسم پر ایسی قدرتی حفاظتی پرت ہے جو اپنے اندر موسمی تبدیلیوں اور اثرات کو جذب کرلیتی ہے۔ بلاشبہ یہ ہماری صحت کا اظہار ہے۔ چنانچہ اگر ان کی مناسب دیکھ بھال سے غفلت برتی جائے تو مضر اثرات فوری طور پر ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں جو پریشانی کا باعث بنتے ہیں اس لیے ماہرین خوب صورتی کے لیے اس کے صحت مند ہونے پر زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ صحت مند جلد چہرے کے لیے مضبوط ڈھال کی طرح کام کرتی ہے۔

عموماً ہماری خواتین اپنی ٹین ایج گزرنے کے بعد بیس اکیس برس کی عمر میں جلد کے بارے میں احتیاط شروع کرتی ہیں اور اسی کوشش میں لگی رہتی ہیں کہ ان کے سارے مسائل چٹکی بجاتے حل ہوجائیں اور انہیں زیادہ محنت بھی نہ کرنی پڑے۔ ان تمام الجھنوں سے نبٹنے کا واحد اور آسان راستہ یہ ہے کہ جلد کی حفاظت کم عمر میں شروع کردیں۔ کیونکہ یہ جلد کی نگہداشت کا بہترین عرصہ ہوتا ہے۔ ہم عمر کے اس دور کا بھرپور فائدہ نہیں اٹھاتے اور بعد میں پچھتاتے ہیں اگر جلد کی حفاظت اور اس میں رونما ہونے والی تبدیلیوں پر کم عمر میں ہی توجہ دے دی جائے تو خوب صورتی تاعمر برقرار رہتی ہے لیکن وہ تمام خواتین جو عمر کے اس دور سے نکل چکی ہیں پریشان نہ ہوں کیونکہ وہ اپنے معمولات میں ہلکی تبدیلیوں کے ذریعے جلد کو شاداب بنا سکتی ہیں۔

فائزہ اسلم۔۔۔۔۔رحیم یار خان

ایمن وقار

حمد باری تعالیٰ

دلکش دلکش منظر سارے
اس کی قدرت کے ہیں نظارے
دریا، سمندر، پہاڑ بنائے
طرح طرح کے پھول کھلائے
صحرا اس کے، جنگل اس کے
دور اُفق پر بادل اس کے
چاند اور سورج اس نے بنائے
تارے فلک پر خوب سجائے
گرمی ہو یا خوب ہو جاڑا
ہر موسم ہے اس کا پیارا
اس نے سب کچھ پیدا کیا ہے
وہ ہی تیرا، میرا خدا ہے

عمران فاتق...... اٹک

تمنا

نبی ﷺ کے شہر میں مجھ کو جو قبر مل جائے
تو میرے دل کا یہ ارمان بھی نکل جائے
طواف کعبہ خدا نے مجھے نصیب کیا
مدینے جانے کا ارمان بھی نکل جائے
بلالیا سرکار ﷺ نے مدینے میں
کہ میرے چاہنے والوں کا دل بہل جائے
مدینے جا کے نہ آؤں یہی تمنا ہے
میرا قیام مدینہ میں دم نکل جائے
نبی ﷺ کے روضے کا جی بھر کے کرلوں نظارہ
کہو قضا سے گھڑی کی گھڑی کو ٹل جائے
میں اپنے چہرے کی زینت اسے بنالوں گی
ماہی خاک مدینہ جو مجھ کو مل جائے

ماریہ کنول ماہی...... چک درکاں

غزل

پنچھی آزاد اچھے لگتے ہیں
پھول شاخوں پہ روز کھلتے ہیں
جو پہاڑوں سے چشمے بہتے ہیں
پھر ندی سے گلے وہ ملتے ہیں
پیڑ سارے اداس ہیں لیکن
بارشوں میں نکھر کے ڈھلتے ہیں
جب ہواؤں کا ساز بجتا ہے
مور جنگل میں رقص کرتے ہیں
پھول اور بچوں میں نہیں کوئی فرق
جب بھی دیکھو وہ ہنستے رہتے ہیں
دنیا میں زندہ دل رہو ہمدم!
مستقل کب ٹھکانے رہتے ہیں
رزق ملتا ہے پتھروں میں جنہیں
یہ کرشمے سب رب کے ہوتے ہیں
جو جدائی سے پھر گیا خانم
اس کو فطرت کے راز ڈستے ہیں

فریدہ خانم...... لاہور

نظم

ایک مدت سے تعمیر کررہی ہوں میں
چاہتوں کے مکاں
جس میں کڑی سزائیں
بے اتفاقی
نفرتوں کی ہر ایک گھڑی
کو دفن کر کے
میں نے خشتِ الفت سے
بنیاد رکھی ہے اس مکاں کی
سو جس کی بنیاد میں ہو شامل
پُرخلوص جذبے
ہزار چاہتیں
بھلا وہ مکیں اس کے اثر سے
کب تلک رہ سکتے ہیں دور اس سے

میں بھی اسی یقین کے سہارے
گزار رہی ہوں یہ لمحے سارے
کبھی تو چھینٹیں پڑیں گے دل پر
نفرتوں کے موسم چھٹیں گے دل سے
تمہارے قلب تک میری رسائی ہوگی
تمہاری بے رحم طبیعت کو
میری محبتوں سے آشنائی ہوگی
زندہ ہوں میں اسی یقین کے سہارے
گزار رہی ہوں یہ لمحے سارے
حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

غزل

روشنی کی خواہش میں آنکھیں جلا بیٹھی
میں سارے خواب سہانے بھلا بیٹھی
خزاں رُتوں سے بہار کی آس لگا کر
میں ننھی کلی جیسی بٹی مرجھا بیٹھی
میری سادہ دل ماں کو بھلا کیا معلوم؟
وہ کسے اپنی لاڈلی گڑیا دلا بیٹھی؟
بابل کے گھر سے کوئی سندیسہ نہ ملا
میں پردیس آکر سب کچھ گنوا بیٹھی
اس شخص سے میرا نبھا ہو نہیں پایا
جس کے بندھن میں خود کو بندھا بیٹھی
میری ماں بھی نہ جان پائی وہ دکھ
جو خود کو میں تنہائی میں سنا بیٹھی
چندا چوہدری...... حویلیاں

نظم

تمہیں اس طرح سے چاہوں
کہ تمام چاہتیں تم پر ختم ہو اے جان!
کوئی حسرت وصال کی
کوئی لمحہ تشنگی کا
کوئی پھول بھی غم کا
تیری راہ میں نہ کھل پائے......!
سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

غزل

ہجر کے صحرا میں تیری یاد کے پیچھے
بہت دور نکل آئی اک خواب کے پیچھے
شاید کہ ہو افسردہ وہ بھی میرے بنا
عمر گزار دی میں نے اسی خیال کے پیچھے
اسے بھول جانا اتنا بھی محال نہیں مگر
میری دھڑکنیں چلتی ہیں اس کی سانس کے پیچھے
یہ دل بھی گواہ اس کا جان بھی گواہ اس کی
کیا کہوں ہے کس کا ہاتھ دلِ برباد کے پیچھے
دیکھو یوں بیچ راہ میں ساتھ مت چھوڑو
اپنا سب ہی کچھ لٹا دیا تیری ذات کے پیچھے
اب جا کے میرے دل کو حمیرا یہ یقین آیا
عمر بھر بھاگتی رہی ہوں سراب کے پیچھے
حمیرا قریشی...... لاہور

غزل

ٹوٹ جائیں نہ اپنے خواب آجا
ڈھل نہ جائے کہیں شباب آجا
موسم گل ہے منتظر تیرا
رو رہے ہیں ابھی گلاب آجا
میں اکیلا ہوں قریۂ شب میں
آ مرے پاس ماہتاب آجا
دل کے زخموں کا کچھ بھرم رکھ لے
حسرتوں کے لیے گلاب آجا
تشنگی بڑھ گئی ہے حد سے اب
ساقیا آج بے نقاب آجا
ظلم کر ہم پہ یا کہ پیار حکیم
ہم نے لینا نہیں حساب آجا
حکیم خان حکیم...... اٹک

غزل

نظر کے سامنے تیرے سوا نہیں کوئی
تو اس قدر حسیں ہے دوسرا نہیں کوئی
نجانے کتنے اندھیروں نے گھیر رکھا ہے

اجالا جس سے ہو ایسا دیا نہیں کوئی
تجھے ہی سوچنا اور شاعری کرنا
علاوہ اس کے میرا مشغلہ نہیں کوئی
نجانے آج کل اس کا مزاج کیسا ہے
ابھی تو اس سے ہوا رابطہ نہیں کوئی
کسی کے در کی گدائی ہمیں بھی حاصل ہو
ہمیں وہ مرتبہ حاصل ہوا نہیں کوئی
قدیر رانا بھلا کس طرح ملے آ کر
تیری زبان پر حرف دعا نہیں کوئی
قدیر رانا......راولپنڈی

غزل

کنارا کرو گے کنارا کریں گے
محبت کے دکھ کو گوارا کریں گے
کرو گے محبت محبت ملے گی
محبت میں ورنہ خسارا کریں گے
اگر بے وفائی کرو گے جو ہم سے
تیرے غم میں آنکھیں ستارا کریں گے
کبھی ہم کو ان سے ہوئی تھی محبت
محبت ان ہی سے دوبارہ کریں گے
تیرے لوٹ آنے کی خوشی میں ہم بھی
بہت خود کو ہمدم سنوارا کریں گے
تیرا پیار فری میری زندگی ہے
محبت کو ہم آشکارا کریں گے
فریدہ جاوید فری......لاہور

غزل

چھوڑ جاؤ یہی مناسب ہے
پھر نہ آؤ یہی مناسب ہے
عشق پاگل ہے عشق اندھا ہے
ڈوب جاؤ یہی مناسب ہے
تم سے جاناں یہی توقع تھی
دل دکھاؤ یہی مناسب ہے
اس نے تم کو بھی چھوڑ جانا تھا
غم مناؤ یہی مناسب ہے
گھر کی وحشت ہی کام آئے گی
دل لگاؤ یہی مناسب ہے
تیرا راشد اداس رہتا ہے
لوٹ آؤ یہی مناسب ہے
راشد ترین......مظفر گڑھ

غزل

زخم جو اعتبار دیتا ہے
جینے والوں کو مار دیتا ہے
آزمائش قدم قدم پر ہمیں
موسم نو بہار دیتا ہے
کوئی آتا نہیں ہے ملنے کو
روز وہ اشتہار دیتا ہے
زندگی کیا دے راستہ اس کو
غم سے ہمت جو ہار دیتا ہے
جان دے کر وطن کا رکھوالا
قرض سارے اتار دیتا ہے
کون دیتا ہے زندگی کا شعور
زخم دل بار بار دیتا ہے
عشق دیتا ہے دل کو بے تابی
آنکھ کو انتظار دیتا ہے
اک تبسم تمہارے ہونٹوں کا
دل میں خوشیاں اتار دیتا ہے
دیکھیے رب دو جہاں نیر
کب نیا روزگار دیتا ہے
نیر رضوی......کراچی

شہر دل کی گلیوں میں

شہر دل کی گلیوں میں آج ہو کا عالم ہے
سسکیاں ابھرتی ہیں
ان دنوں کی یادوں میں
جب خوشی کے جھولے میں
اعتبار کا رشتہ......ایک پیار کا رشتہ

چاندنی راتوں میں
جگنوؤں کے گیت کا...... دور کے اک جھرنے سے
اس نگر میں شاداں تھا
ایک ایک گلی میں گیت
اعتبار کا گایا...... اور پیار کا گایا
ہر طرف اجالا تھا، روشنی تھی، خوشبو تھی
سات رنگ کی تتلی
ننھے ننھے پھولوں سے ہمکلام ہوتی تھی
ایک قہر آیا پھر
اعتبار پھر ٹوٹا
جھوٹ کا پرندہ تب
شہر کی فصیلوں پر روز آیا کرتا تھا
اور قتل کا قصہ
قاتلوں کے لہجوں نے شہر کو سنایا تھا
دوستی کا وہ رشتہ
خوشبوؤں میں بستا تھا
ٹوٹ ہی گیا آخر......
ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ ہی گیا آخر
شہر دل کی گلیاں پھر
راز کھولا کرتی تھیں، ہر سوچ جا کرتی تھیں
ان دنوں سے روٹھی ہے
روشنی بھی، خوشبو بھی
اب تو نالہ بلبل بھی خفا سا لگتا ہے
مان ٹوٹ جانے کے
دل کو بھی جلانے کے
اور دھوکا کھانے کے
سیاہ گھنے اندھیرے سے بادلوں کا سایہ ہے
اس کے بعد بستی میں موت سا اندھیرا ہے
شہر دل کی گلیوں میں موت سا سناٹا ہے
بین کرتی یادوں کی
سسکیاں ابھرتی ہیں
شہر دل کی گلیوں میں
شہر دل کی گلیوں میں......!

عرشیہ ہاشمی...... کوٹلی AK

اشکبار

دل کے اداس نام و در پر
دیے اس کے جلا کے
یاد کے صحرا میں
اشکوں کی رم جھم کب رکی ہے
بیتے دنوں کی راکھ میں
جلا کے انگلیاں
آنسوؤں کی برسات کب تھمی ہے
وہ اور بھی شدت سے یاد آیا
دیکھا جب بھی اسے بھلا کے
حد نظر تک ہوا محسوس
زیست میں ہر پل تیری کمی ہے
اشک روک کر بھی دیکھا
ٹھہری ہوئی پلکوں پر نمی ہے
لاکھ سنانا چاہا
دل کے ہر گوشے پر اک تصویر جمی ہے
اور تصویر پہ جا بجا
میرے آنسوؤں کی نمی ہے

فصیحہ آصف خان...... ملتان

نظم

روئے روئے سے
یہ سارے دن ہیں
لہولہو وطن ہے سارا
کیسے روئے کیسے ہنسے
وہ ماں......!
جس کا نور نظر
گولیوں کی بارشوں میں
نہا گیا ہے......

صنم ناز...... گوجرانوالہ

غزل

روئے مہتاب سے آنچل کو ہٹایا جائے
جلوہ حسن تو اک بار دکھایا جائے
کسی نے دیکھا ہے بھلا حسن مجسم ایسا
ہو اگر کوئی اسے سامنے لایا جائے
روز پیتا ہوں مگر پیتا ہوں مے خانے میں
آج کی شام تو نظروں سے پلایا جائے
ایک مدت سے رہے ہجر کے تارے ہمدم
دل کی اب سیج پر مجھ کو بھی سلایا جائے
میں کسی اور حوالے سے تجھے پاؤں گا
مجھ کو ہاتھوں کی لکیروں میں نہ لایا جائے
میں نے ہونا ہے مسیحاؤں کے ہاتھوں مقتول
میرے مقتل کو ابھی اور سجایا جائے
ہو اگر کوئی تو وہ آئے مقابل یارو
آئینے کو ذرا آئینہ دکھایا جائے
آخری گیت وفاؤں کا لکھا ہے میں نے
محفل عشق میں جو دل سے سنایا جائے
آج ساحل پر عجب رقصِ بھنور ہونا ہے
غم کی لہروں کو بھی گرداب میں لایا جائے
خالد ایاز ساحل......

نظم

دھیمی دھیمی
مدھم مدھم سی
صدا کہیں سے ابھر رہی تھی
مجھ کو نہ چھوڑ جاؤ
اک لڑکی بے وفا سے
فریاد کر رہی تھی
وہ رو رہی تھی
وہ ہنس رہا تھا
وہ چاہتی تھی اس بے وفا کو
جو چھوڑ کر
اسے جا رہا تھا
اک کی چاہت اک کی نفرت
محبت کے معاملوں میں
عجیب تر نہ یہ معاملہ تھا
اس کے ہونٹوں پر ہنسی تھی،
ادھر لبوں پر سسکیاں تھیں،
وہ ہنستا ہوا جا رہا تھا
وہ روتے ہوئے تک رہی تھی
محبت کو ہار کر وہ
زندگی بھی گنوا چکی تھی
ایک لڑکی اس بے وفا پر
جان اپنی لٹا چکی تھی
عنایت اللہ عنایت...... موچھ

خاموش رشتہ

اے ہمدم!
تم نے کبھی
لفظوں کا سحر نہیں
مجھ پر پھونکا
قربت کا کوئی جگنو میرے آنچل میں
نہیں ٹانکا......
کبھی دلفریب جملوں کا جال
میری ذات کے گرد نہیں بنا
مگر پھر بھی
اے ہمدم!
تمہاری آنکھوں کی کشش
میری آنکھوں میں اپنے ساتھ کے
دیے جلاتی ہے
تمہاری معنی خیز مسکان
میرے دل کے تاروں کو
چپکے سے چھیڑ جاتی ہے
کیونکہ......
اے ہمدم!
یہ خاموش رشتہ بڑا عجیب ہوتا ہے
بڑا دلفریب ہوتا ہے

بڑا فریب ہوتا ہے

شمع مسکان..... جام پور

غزل

کانٹوں سی اس دنیا میں وہ پھولوں جیسی
جیون بھول بھلیوں میں وہ رستوں جیسی
اجلی اجلی مہکی مہکی روشن روشن
میری سوچوں جیسی جذبوں جیسی
جھلمل جھلمل کرتی اترے دل کے آنگن میں
رات اندھیروں میں وہ چاند اجالوں جیسی
جاگتی آنکھوں سے بھی اس کو دیکھتے رہنا
وہ خوابوں میں آنے والی پریوں جیسی
لو برساتی دوپہروں میں اس کی یادیں
ٹھنڈی کرنوں جیسی ہلکے رنگوں جیسی
اک چہرے کا لپکا ہے میرے چاروں جانب
میں ہوں اور یہ دنیا ہے آئینوں جیسی

لیلیٰ رب نواز لیلیٰ..... بھکر

ظالم ڈھایا جارہا ہے

سراسر ظلم ڈھایا جارہا ہے
غریبوں کو ستایا جارہا ہے
مداری کا تماشہ ہے سیاست
نیا کرتب دکھایا جارہا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کسی کو
عجب چکر چلایا جارہا ہے
بظاہر چھوٹے فتنوں کو دبا کر
بڑا فتنہ اٹھایا جارہا ہے
ذرا ہم خواب سے چونکے تھے اے دل
تھپک کر پھر سلایا جارہا ہے
طلب روٹی کی ہے بھوکوں کو یارب
انہیں گانا سنایا جارہا ہے
کہاں آئین اسلامی کہاں ہم
یہ دھوکا ہے جو کھایا جارہا ہے
یہ ذلت اور آزادی کی نعمت
ہمیں الو بنایا جارہا ہے
بصیرت ہے تو چشم دل سے دیکھو
مسلمانوں کو مٹایا جارہا ہے

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

تلاش

وہ اکثر مجھے جب بھی
کتاب محبت کھنگالتے دیکھتا ہے
تو اکثر سوال کرتا ہے
کہ تم کتاب محبت میں
کون سا راز تلاش کرتی ہو
کون سے سوال کا جواب تلاش کرتی ہو
مگر وہ انجان ہے کہ
مجھے کتاب محبت کا ہر ورق ازبر ہے
میں تو بس میری کتاب محبت لکھنے والے
مصنف کا نام تلاش کرتی ہوں

کوثر ناز..... حیدرآباد

دعا

یارب تیرے در پہ کھڑی حقیر بندی
ہاتھ اٹھائے حرف دعا ڈھونڈتی ہوں
سر سے پا تک گناہوں میں گوندھی
مریض لادوا کے لیے دوا ڈھونڈتی ہوں
تو مشکل کشا ہے مالک ارض و سماں
ہر آفت میں تجھ سے ہی پناہ مانگتی ہوں
تیری ذات ہے بےمثال تو صفات میں یکتا
کہ اپنی ذات میں ہی ہر خطا ڈھونڈتی ہوں
نہیں ہے ناامید فرزین موسم خزاں سے
ہے دل میں خدا اس کو اپنا حبیب مانتی ہوں

سیدہ فرزین حبیب..... کراچی

ہما احمد

نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور اور آصفہ کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ نازیہ آپی آپ کہاں ہیں پلیز جلدی سے آجائیں' اپنا نیا ناول لے کر۔ سمیرا شریف طور مجھے آپ کی ہر کہانی بہت بہت پسند ہے' آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ ہیلو آصفہ! کیسی ہو ارے ٹھیک ہی ہو گی' ارے اتنا حیران کیوں ہوتی ہو' میں ہی ہو تمہاری دوست نورین کیسا لگا؟ اب موٹی نہ ہو جانا خوشی میں۔ آپ سب اپنا بہت خیال رکھنا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

نورین خلیل میمن...... مظفر گڑھ

پیاری دوستو کے نام

مدیحہ کنول! کیسی ہو؟ تم بھی غائب ہو' منگنی کے بعد کہیں بیاہ تو نہیں کرلیا۔ نیرنگ خیال میں تمہاری شاعری دیکھی بہت اچھی ہے۔ پڑھ کر مزہ آیا شاہ زندگی' ایس بتول شاہ' خنساء عباس' دعا ہاشمی کیسی ہو آپ سب؟ حافظہ سمیرا آپ کو میری چیزیں اچھی لگتی ہیں (جزاک اللہ) اور اب فیصل آباد کی رہائشی نبیلہ مراد کیسا لگ رہا ہے۔ چتوکی سے اتنی دور جانا' سنو! 19 جنوری کو تمہاری شادی کی پہلی سالگرہ تھی' بہت بہت مبارک ہو اور 25 جنوری کو تمہاری سالگرہ تھی' بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک تمہیں اپنی رحمتوں کے سائے تلے رکھے اور تمہیں اور منزہ کو دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو کرے' آمین۔

فائزہ بھٹی...... چتوکی۔

ماہ رخ (سیال) کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے' کیسی ہیں آپ؟ آپ نے ہمارے لیے فرینڈشپ ریکوئسٹ بھیجی' ہمیں آپ کی ریکوئسٹ قبول ہے۔ ہم نے بہت لیٹ ریپلائے کیا' اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں' دراصل ہم اپنے ایگزام میں بہت بزی تھے۔ اس وجہ سے ہم آپ کو وقت پر جواب نہیں دے سکے یقیناً آپ ہماری ایکسیوز قبول کرلیں گی۔ میں اور ابرش فرینڈز ہیں' اب آپ بھی ہماری فرینڈ ہیں۔ چلیں! ہم آپ کو اپنا تھوڑا سا تعارف کروا دیں' ہم دونوں ایم بی بی ایس کی اسٹوڈنٹ ہیں' اس لیے بہت بزی رہتی ہیں۔ ابن صدیقی' ثمن گیلانی بھی ہماری فرینڈز ہیں۔ آنچل سے ہمارا تعلق تقریباً تین سال پرانا ہے' میری منگنی ہو چکی ہے جبکہ برش کا نکاح ہوا ہے وہ بھی بہت ہی ہینڈسم لڑکے سے۔ ہم دونوں بہت ہی خوش نصیب ہیں' زیست کا فیانسی بھی بہت ہینڈسم ہے۔ اب آپ بھی اپنا تعارف کروانا' امید ہے آپ ہمیں ہمیشہ یاد رکھیں گی اور ہماری دوستی کا رشتہ سچے دل سے نبھائیں گی۔ ہمارے لیے دعا بھی کیجیے گا کہ ہم ایم بی بی ایس اچھی طرح مکمل کر لیں' اللہ حافظ۔

ابرش آشیہ' زیست مکرم...... بٹیاں بالا

تمام طالب علموں کے نام

السلام علیکم! امید واثق ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے' میرے مخاطب پاکستان کے تمام طالب علم ہیں۔ میرے بہن بھائیو! آپ سب جانتے ہیں کہ ملک کن مشکل حالات سے گزر رہا ہے۔ ایسے حالات میں جب ہم اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں' دہشت گرد ہمیں اپنے مقاصد اور نظریات سے بھٹکانا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں علم کے جہاد کو روکنا چاہتے ہیں تاکہ ہم اور ہمارا ملک ترقی کی دوڑ میں آگے نہ بڑھ سکیں۔ ہماری ننھی کلیوں کو نوچتے پھر رہے ہیں تاکہ مائیں اس خوف سے فہم و فراست کا رستہ چھوڑ دیں مگر سلام ہے ان ماؤں پر جو اپنے لخت جگروں کی قربانیاں دے کر بھی خوف کا شکار نہیں ہوئیں۔ علم کے اس جہاد میں باطل کو شکست دیتے ہوئے ان ماؤں نے اگرچہ اپنی گودیں خالی کرلیں مگر ان کی

جھولیاں حقیقتاً خالی نہیں ہوئیں بلکہ اللہ کی رحمت ان پر عزم ماؤں پر برابر برس رہی ہے۔ پیارے طالب علموں اگر تم چاہتے ہو کہ ہم یہ جنگ جیت جائیں اور ہمارے بہن بھائیوں کا خون رائیگاں نہ جائے تو پھر ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنے اندر قوت پیدا کرو اور علم کے جہاد کو تیز کرو تاکہ دشمن کو واضح منہ توڑ پیغام حاصل ہوسکے ہم پاکستانی بچے ان کے اوچھے ہتھکنڈوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ اللہ اس ملک وقوم پر اپنا رحم کرے اور ہمیں ان حالات میں ہمت اور تدبر سے کام لینے کی توفیق دے آمین۔

عزہ یونس...... حافظ آباد

شہدائے پشاور کے نام

16 دسمبر پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن کہا جاتا ہے 16 دسمبر کو ہی بنگال ہم سے جدا ہوا تھا۔ 16 دسمبر کو ایک بدترین سانحہ پشاور رونما ہوا ایسا بدترین دن جس نے کئی ماؤں کی گودیں اجاڑ دیں۔ ایسا بدترین لمحہ جس نے کھلتے ہوئے پھولوں کو نوچ لیا' پھولوں کے شہر میں پھولوں پر ہی حملہ تاریخ کا ایک ناقابل فہم اور ناقابل برداشت سانحہ ثابت ہوا۔ وہ وقت کوئی بھی شخص نہیں بھول سکتا۔ خلیع فاطمہ' عثمان طلحہ اور مبین اور اس جیسے جانے اور کتنے بچوں کے نام کون فراموش کرسکتا ہے۔ اب ایسے حالات میں جب ایک طرف ضرب عضب آپریشن چل رہا ہے تو دوسری طرف ملک دشمن وطن عزیز کے مستقبل ننھی کلیوں کے نوچنے کی درپے ہے' ان حالات میں ہمارا قومی اور اخلاقی فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے اندر فہم وفراست پیدا کرتے ہوئے فرقہ واریت' نسل پرستی' صوبائیت اور تعصب سے بالاتر ہوکر صرف وصرف ملک وقوم کی بقا کے متعلق سوچیں کیونکہ یہ وقت جوش کا نہیں ہوش کا ہے۔ اللہ ہمارے اس وطن عزیز کو اپنی امان میں رکھے اور ہمیں حق کہنے اور سننے کی توفیق دے آمین۔ آخر میں اپنے بھائی عمر اور عثمان کو بہت بہت سالگرہ مبارک ہو' اللہ تم کو ہزاروں ایسی سالگرہ منانے کی توفیق دے اور اللہ میری عمر بھی تم کو لگادے۔ میم سمیعہ اور حنا کو سلام' ہمیشہ خوش رہیں صدا مسکراتی رہیں' آمین۔

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

پیاری دوستوں کے نام

میری پیاری سی دوستوں ثانیہ' حفصہ' فروا' عصمت' صبا' سونیا' آنسہ' سب کو میرا سلام۔ کیسی ہو دوستو! سمیرا بہت مبارک ہو تمہیں لیپ ٹاپ ملا ہے۔ ثانیہ' حفصہ اور فروا آپ کی پڑھائی کیسی جارہی ہے۔ ثانیہ تم جو چاہتی تھیں اب تمہاری خواہش پوری ہوگئی ہے۔ حفصہ اور فروا تم معصوم ہو کے بننے کا ڈرامہ کرتی ہو ہاہاہا۔ ویسے تم میری بہت اچھی دوستیں ہو ارم تمہارا کیا حال ہے' کیا کرتی ہو اب۔ کہیں شادی وادی تو نہیں ہو' تمہاری' جو رابطہ بھی نہیں کرتی۔ باجی ثانیہ میں بہت خوش ہوں' میں جلد ہی آپ کے گھر آؤں گی۔ میری طرف سے میری ساری کلاس فیلو (جو پہلے تھیں اور اب ہیں) سلام۔ میری دعا ہے کہ آنچل سے وابستہ لوگ ہمیشہ خوش اور مسکراتے رہیں اللہ حافظ۔

اقراء وکیل...... للیانی' سرگودھا

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ سب سے پہلے دعا ہاشمی اللہ آپ کو صبر عطا فرمائے' آمین۔ پے در پے صدمات پر دل دکھ سے بھر گیا' اتنے قریبی رشتوں کی جدائی انسان کو واقعی توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ' خالہ اور نانا جی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے' آمین۔ نگینہ ڈیئر! کیسی ہو آپ؟ بہن کی شادی کی بہت مبارک ہو۔ چاند اور ستارہ (عبید اینڈ ہادی) کیسے ہیں؟ میری طرف سے بہت سا پیار نورین شاہد کیا حال ہے جناب آپ کا؟ کاجل شاہ جی! کیا حال ہے آپ کا؟ بیٹی کیسی ہے

آپ کی؟ اللہ زندگی دے اسے' آمین۔ میں تو سمجھی تھی آپ بالکل بچگی لڑکی ہوں گی پر آپ تو اماں ہیں' ون اینڈ اونلی شاہ زندگی کدھر غائب ہیں آب آتے ہیں سالگرہ کی طرف تو میری موٹو بہن خدیجہ 5 مارچ بہت بہت مبارک ہو' اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیابی دے' آمین۔ اسٹائلو حمیرا ہیپی برتھ ڈے (10 مارچ) اللہ تمہیں پڑھنے کی توفیق دے' آمین ہاہاہا۔ جویریہ لیاقت ہیپی برتھ ڈے' مسز انیلہ ساجدہ (23 مارچ) منی منی ہیپی ریزن آف دی ڈے۔ اللہ آپ کو جلدی سے اماں بنادے' آمین۔ شیریں گل کیسی ہیں آپ؟ آپی جیا عباس' شمع مسکان' طیبہ نذیر' عائشہ خان' عائشہ پرویز' دیا آفرین کو بہت سا سلام' خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں' اللہ حافظ۔

روبی علی...... سیدوالہ

ڈیئر فرح فاطمہ کے نام

سویٹ فرح! السلام علیکم امید ہے ایمان و صحت کی بہترین حالت میں ہوگی۔ فرح 3 مارچ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' کیسا لگا میرا وش کرنے کا انداز۔ میں نے سوچا کچھ نئے انداز سے وش کروں' شادی کے بعد یہ آپ کی پہلی سالگرہ ہے۔ شادی کے بعد بھول گئی ہو' ادھر آتی ہو تو ملنے آجایا کرو۔ اللہ تمہیں بہت خوشیاں دے' تم اپنے گھر میں سدا خوش رہو' آمین۔ وقاص بھائی اور باقی گھر والے سب ٹھیک ہیں؟ بتانا ضرور کیسا لگا میرا وش کرنا' اللہ حافظ۔

سعیدہ کنول...... ستیانہ

اپنے پیاروں کے نام

آنچل کے تمام قارئین کو ہماری طرف سے پیار بھرا سلام۔ سب سے پہلے دس مارچ کو میری (ثمن گیلانی) اور تیرہ مارچ کو ابن صدیقی کی برتھ ڈے ہے اس کے علاوہ بارہ مارچ کو فائزہ آپی کی' سولہ مارچ کو مریم کی اور 23 مارچ کو ایمن عثمان کی ہے۔ آپ سب کو آپ کی برتھ ڈے مبارک ہو' ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے' اس کے علاوہ مارچ میں ہمارے پیپرز بھی ہیں پلیز آپ سب دعا کریں کہ ہمارے پیپرز بہت اچھے ہوں' آمین۔ اس کے علاوہ شگفتہ باجی' کنول آپی' اقصیٰ آپی' مومنہ آپی' دعا آپی' صنم آپی' سعدیہ باجی آپ سب کیسے ہیں؟ صنم آپی آپ تو کالج میں جاکر بالکل بدل گئی ہو اور اقصیٰ آپی آپ کو گھر سے دورہ کر کیسا لگ رہا ہے یقیناً آپ بہت مس کررہی ہوں گی۔ کنول آپی آپ بھی وہاں جاکر تھوڑی تھوڑی بدل گئی ہیں' گھر کی یاد نہیں آتی کیا؟ اچھا اب اللہ حافظ۔

ثمن گیلانی' ابن صدیقی...... آزاد کشمیر

حمید انکل کے نام

کچھ لوگ دنیا میں بہت کم عمر لکھوا کر آتے ہیں۔ آپ کو پتا تو تھا کہ آپ کی بیٹی عظمیٰ آپ کو دیکھ کر جیتی تھی وہ گھر کے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتی تھی مگر آپ کے کپڑے خود پریس کرتی تھی' جوتے پالش کرتی اور آپ کی ہر چیز کا خیال رکھتی تھی۔ آپ کہتے تھے کہ میری بیٹی عظمیٰ ڈاکٹر بنے گی۔ میں اپنی بیٹیوں کو اتنا پیار دوں گا کہ جتنا کسی باپ نے بھی کبھی اپنی اولاد کو نہ دیا۔ حبیبہ' عمارہ اور عظمیٰ کی آنکھوں میں خواب سجا کر خود ابدی نیند سوگئے۔ آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ عظمیٰ کتنی حساس ہے' بات بات پر رو دینے والی' اس کی ہر خواہش پوری کرنے والے اب وہ کس سے فرمائش کرے گی۔ کس کے لیے دروازے پر کھڑی ہوگی اور کس کے ساتھ کالج آیا کرے گی' آپ تو اسے اکیڈمی سے لینے آتے تھے۔ آپ کا بیٹا ابوبکر بہت چھوٹا ہے' وہ یہ ذمہ داری اٹھا نہیں سکے گا۔ عظمیٰ پہلے بہت کم کلاس میں بات کرتی تھی اب تو بالکل ٹوٹ گئی ہے' آپ کاش دیکھتے کہ اچانک جب آپ کی موت کی خبر عظمیٰ نے سنی ہوگی تو وہ کیسے تڑپی ہوگی۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ تمام بہنوں

سے گزارش ہے کہ وہ انکل کے لیے خصوصی دعا کریں' اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے خاندان کو صبر کی توفیق دے' آمین۔

ایس گوہر...... ناندلیانوالہ

خوب صورت لوگوں کے نام

السلام علیکم! میری لولی فرینڈز کیا حال ہے دنیا کی سب سے خوب صورت پری دعا ہاشمی' آپ کے پیاروں کے بچھڑ جانے پر بہت افسوس ہوا' اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ ڈیئر پری شاہ میں بھی آپ کی فرینڈز ہوں۔ سویٹ ہارٹ جاناں یاد کرنے کا تہہ دل سے شکریہ۔ مائی پریٹی ڈول ہنی آپ سے سخت ناراض ہے اب بات مت کرنا مجھ سے' مائی چلبلی فرینڈز شاہ زندگی' ثانیہ مغل' نورین امبر' سکندر نٹ کھٹ فرینڈز فوزیہ سلطانہ' اقصیٰ' خوب صورت فرینڈز زندگی کی آس سمیرا تعبیر' ابرش اینڈ زیست مکرم' کیوٹ فرینڈز روکین حیدر' زوباش خان' نبیلہ نازش' اینڈ چندا چوہدری کیسی ہیں آپ سب؟ مائی پرنس ایمن وقاص یو کاجل دی کیسی ہو اور ہماری گڑیا کیسی ہے ریناطاہر کوئی ناول ہی دے دو' ڈیئر بلیو مون اتنی ناراضگی اچھی نہیں کوئی تو بات کرو ورنہ مما جان سے ڈانٹ پڑوانی پڑے گی۔ ڈیئر جانی رنجف سیال اتنی ڈگریاں لے کر کیا کرو گی' کچھ میرے نام بھی ٹرانسفر کرو' سویٹ شمع مسکان آتی رہا کریں اچھا لگتا ہے۔ ڈیئر عائشہ پرویز دل چھوٹا کیوں کرتی ہو' میں ہوں نا۔ آپ کی دوست ایس انجم' کومل رباب' صبا بھٹی' نورین شاہد' سدرہ شاہین' حمیرا عروش' لاڈو ملک' اریبہ شاہ' کرن شاہ' امبر گل' دھڑکن بلوچ' خوش رہو' موجیں کرواپنے خرچے پر' فی امان اللہ۔

ماہ رخ رشک حنا...... سرگودھا

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! سب آنچل فرینڈز کیسی ہیں؟ امید ہے سب بہت خوش وخرم ہوں گی۔ شاہ زندگی' اریبہ شاہ' سباس گل' انا احب' شمع مسکان' کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ جواب ضرور دینا میں جواب کی منتظر رہوں گی۔

سباشہزادی...... ننکانہ صاحب

جامعہ برکات الحیدریہ' شتیہ برنالی کی اسٹوڈنٹس کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے؟ یقیناً ٹھیک ٹھاک ہوں گی' آپ سب۔ میری طرف سے امتحان میں ننانوے فیصد کامیابی حاصل کرنے پر مبارکباد اور مجھے خود بھی فرسٹ پوزیشن حاصل کرنے پر مبارکباد' آہم۔ ہماری ٹیچرز باجی شائستہ' باجی انجم' باجی اقراء اور باجی عاصمہ کو شکریہ اور مبارک باد۔ جن کی انتھک کوششوں سے ہمیں کامیابی حاصل ہوئی۔ باجی شائستہ آپ کو پیاری سی پری کی مبارک باد اور مدیحہ نورین مہک' زندگی شاہ اور نازیہ کنول نازی کو میرا سلام' او کے بائے رب راکھا' گڈ بائے اینڈ ٹیک کیئر۔

رشک وفا......

اپنوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ سب اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے خیروعافیت اور خوش وخرم ہوں گے۔ پیاری شہزادی ہادیہ مغل آپ نے 8 دسمبر 2014ء کو مغل گھرانے میں تشریف لاکر ہمیں پھوپو بننے کا شرف بخشا' آپ جلدی سے اپنی دادو کے ساتھ حیدرآباد ہمارے پاس آجائیں' وی آر مس یو۔ 3 مارچ کو ہمارے پیارے بھائی مرزا بابر بیگ آپ کی برتھ ڈے ہے' ہم سب گھر والوں کی طرف سے آپ کو ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ پاک آپ کو دین و دنیا کی ہر نعمت اور آسائش سے نوازے' بس آپ پانچ وقت نماز کے پابند ہو جاؤ۔ زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے ذرا یہ سرپرائز آپ کو کیسا لگا' ضرور

بتایئے گا۔ ارے کامران بھائی آپ کے کان کیوں کھڑے ہوگئے' ہاہاہا۔ آپ کو بھی سرپرائز دیں گے ان شاءاللہ۔ اسامہ بھائی اپنا بے حد خیال رکھا کریں' اللہ پاک میرے گھر والوں دوست احباب' عزیز رشتہ داروں اور کل امت محمدیﷺ پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے' ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔

مریم مغل...... حیدرآباد' سندھ

پیاری بھانجی کنول اور بیسٹ فرینڈ شمونہ کے نام

السلام علیکم میری جان سے پیاری بھانجی کنول کیسی ہو تم' اور تمہاری پڑھائی کیسی جارہی ہے خدا تمہیں اور تمہاری ماما کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔ میں کچھ دن پہلے گاؤں گئی تھی پر سوری خالہ کی جان تمہارے گھر چکر نہیں لگا سکی' میں جانتی ہوں تم مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہو' پر اب تو خوش ہوجاؤ کہ تمہاری آنی اپنے پیارے آنچل کے ذریعے تم سے سوری کررہی ہے۔ میری طرف سے علی حیدر اور شمشیر حیدر کو ڈھیر سارا پیار اور میری جان سے پیاری دوست شمونہ کیسی ہو جان من! اور جس شہزادے کے تم خواب دیکھ رہی ہو' مجھے نہیں لگتا کہ اس کا جنم ہوگا' ہاہاہا۔ تم جہاں بھی رہو خوش رہو اور اپنا بہت خیال رکھا کرو' اس کے علاوہ اگر آنچل کی کوئی بھی پری مجھ سے فرینڈشپ کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔

انابیہ ملک...... خانیوال

پیارے بھیا اور آنچل گرلز کے نام

ہیلو ٹو آل آنچل گرلز! کیسے مزاج ہیں آپ سب کے اور سردی کے ساتھ کیسے نبرد آزما ہورہے ہو۔ پیارے بھیا سورعباس 15 فروری کو آپ کی سالگرہ تھی بہت بہت مبارک باد۔ پروین آپی اپنے پرنس بھیا کی آواز ہم نے بہت بار ریڈیو پروگرامز میں آن ایئر سنی ہے ان کو بھی سلام۔ اقراء آفرین' فائزہ بلال' ثوبیہ نواز اعوان' شہناز اقبال' شازیہ اقبال' طیبہ نذیر' کہاں ہو آپ؟ آنچل میں انٹری دو۔ حافظہ سمیرا' آپی ارم کمال' عائشہ پرویز' تمنا بلوچ' عشنا کوثر سردار کو سلام۔

ثنزا بلوچ...... جھنگ صدر

میم زیب النساء کے نام

السلام علیکم! پیاری میم زیب جو گورنمنٹ گرلز کالج میں اسلامیات کا مضمون پڑھاتی ہیں' آپ بہت ہی اچھا پڑھاتی ہیں۔ ہم آپ کے کردار سے بہت ہی متاثر ہوئے ہیں اور پوری کوشش بھی کرتے ہیں آپ کے جیسا بننے کی۔ میم جو باتیں آپ ہمیں بتاتی ہیں وہ آج تک ہمیں کبھی بھی کسی نے نہیں بتائیں۔ آپ ہماری جتنی اصلاح کرتی ہیں اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔ میم بس آپ سے ایک ہی درخواست ہے کہ ہمیں کبھی بھی چھوڑ کر نہ جایئے گا کیونکہ آپ جیسی ٹیچر ہمیں پھر نہیں ملے گی۔ میم ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو زندگی کی ہر راہ میں کامیابی عطا فرمائے' آمین۔

شاہین گروپ...... جلالپور بھٹیاں

آنچل کی کلیوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آنچل قارئین! میرا شریف طور کیسی ہیں آپ؟ آپ کو دیکھنے کو دل کرتا ہے' ڈھیروں باتیں کرنے کو دل کرتا ہے۔ نازیہ کنول نازی میرے سوالوں کے جواب دینے پر شکریہ ادا کرتی ہوں' دوستی کی پیش کش قبول کرنے پر خوشی ہوئی۔ پروین افضل شاہین صاحبہ آپ کیسی ہیں؟ میں آج بھی آنچل کھولتے ہی آپ کا نام ڈھونڈتی ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آپ نے مجھے مخاطب ہی نہ کیا سوچا شاید آپ ناراض ہیں' معاف کردیں۔ عائشہ نور آپ کیسی ہیں' آپ کے بارے میں کرن میں پڑھ چکی ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کے ہر خواب کو تعبیر بخشے۔ بشریٰ باجوہ شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دائمی خوشیوں

سے نوازے' آپ کی زندگی میں ہمیشہ خوشیاں رہیں۔ مسز نگہت غفار آپ کیسی ہیں؟ آپ کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائے۔ آپ کے لیے مانگی جانے والی ہر دعا کو قبول فرمائے۔ طیبہ نذیر' نورین شاہد آپ دونوں کیسی ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیوں سے نوازے' آمین۔ آپ سب کی دعاؤں کی طالب آپ سب کی بہن۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

ثومائی سویٹ سسٹر دعا ہاشمی کے نام

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کیا لکھوں' جب آپ کا درد پڑھا تو سوچا دعا کو میں خط لکھوں گی مگر الفاظ جیسے مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔ جیسے خوشیاں روٹھ چکی ہوں' جیسے خواہشوں کا حصول ناممکن رہا ہو جیسے دعاؤں کا حصار ٹوٹ گیا ہو۔ ماں کا بچھڑنا بہت اذیت ناک مرحلہ...... قلم چلنا بھول چکا ہے مگر میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل آپ کی والدہ صاحبہ اور باقی افراد خانہ کو جنت کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور انہیں بلند درجات سے نوازے' آمین۔ اللہ عزوجل آپ کو ہمت' حوصلہ اور فتح یابی سے ہم کنار کرے' آمین' دعاؤں کے ساتھ اجازت آپ کی خیر خواہ و طلب گار دعا۔

سامعہ ملک پرویز...... خان پور

پیارے دل جانی کے نام

پیارے دل جانی آپ کو شادی کی سالگرہ بہت مبارک ہو' آج سے سات سال پہلے میں آپ کی زندگی میں شامل ہوئی اس وقت سے لے کر اب تک زندگی کی ہر خوشی مجھے آپ کے دم سے ملی اور اللہ سے دعا ہے کہ ہمارا جو ساتھ 29 مارچ 2008 کو شروع ہوا تھا' اللہ اس ساتھ کو تا قیامت رکھے۔ عزیز الرحمٰن صاحب آپ نے میرا ہر حال میں ساتھ دیا جس کے لیے میں آپ کی بہت مشکور ہوں' میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں' آپ کے بنا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اگر میری زندگی کا ایک لمحہ بھی باقی ہے تو وہ بھی آپ کو لگ جائے' آپ کا سایہ آپ کے بچوں پر سدا قائم رہے۔ اللہ آپ کو شادی کی ہزاروں سالگرہیں نصیب فرمائے' ہماری زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں' کوئی غم ہمارے قریب نہ آئے' آمین۔

صائمہ عزیز...... میاں چنوں

نازی' سمیرا' پی کرسٹل گرلز کے نام

نازی آپی' سمیرا آپی اور تمام کرسٹل گرلز کو السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ میں الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں۔ نازی' سمیرا پرنسز! آپ دونوں بہت پیارا' معصوم سا لکھتی ہو' میری آپ دونوں سے درخواست ہے کہ اپنی نظر ضرور اتارا کریں۔ نازی آپی آپ اداس موسموں کی پنچھی ہیں تو میں بھی آپ کی اداسی دل کی گہرائیوں تک محسوس کرتی ہوں۔ دل کرتا ہے کہ آپ کے پاس آؤں' آپ کو سنوں' آپ کی اداسی وتنہائی' درد کو خود میں منتقل کرلوں۔ مجھے آپ کی اداسی سے بہت محبت ہے' خوش رہا کریں ناں۔ مسکان جاوید' نور ایمان آپ دونوں کا مجھے یاد رکھنے کا بہت شکریہ۔ سویٹ گرلز جلدی سے ہمارا آنچل میں اپنا تعارف کرواؤ۔ میں پڑھنے کے لیے بے چین ہوں۔ شمع مسکان' عائشہ خان آپ کے بغیر تو آنچل ادھورا لگتا ہے' حسرت ہی رہی کبھی آپ دونوں میرا بھی ذکر کریں۔ حافظہ سمیرا' سرگودھا آنے پر ویلکم جی! کرن ملک کوثر' کرن وفا' ورین شاہد' رشک حنا' آمنہ امداد' ڈریم گرلز کیسی ہو آپ سب؟ آمنہ کرن! جلدی سے آنچل میں انٹری دو۔ بہت یاد کر رہی ہوں میں آپ کو۔ آمنہ اقبال مجھے بہت خوشی ہوئی یہ جان کر آپ کی تقریباً ساری عادتیں میرے جیسی ہیں۔ کیا خیال ہے آپ کی اور میری دوستی ہو سکتی ہے؟ جواب ضرور دینا میں منتظر رہوں گی' اللہ آپ سب کو خوش رکھے' فی امان اللہ' دعا گو۔

سمیرا تعبیر...... سرگودھا

اہل وطن' تمام شہزادیوں اور رائٹرز کے نام

خیریت کی طالبہ بخیر ہے' نازیہ آپی! کیسی ہیں آپ؟ سباس آپی' ماہا ملک' قرۃ العین خرم ہاشمی' عمیرہ احمد' نمرہ احمد' سیدہ غزل زیدی' عالیہ حرا' نازیہ جمال' اُم مریم' سیدہ ضوباریہ' نادیہ فاطمہ رضوی' صدف آصف' حیا بخاری' ام ثمامہ' ام ایمن نعیم' نگہت سیما' ارم کمال' مونا شاہ قریشی' شاہ عرب سی' دعا ہاشمی آپ کا دکھ سانجھا ہے' صبر سے کام لیجیے۔ شبانہ امین' شگفتہ خان' شبنم کنول' شازیہ کنول' اقصیٰ' سنیاں زرگر' آنسہ شبیر' فاطمہ گل' شیریں گل' تحریم اکرم' حبا قریشی' پارس شاہ' شزا بلوچ' دوستی کرنے کا شکریہ۔ صائمہ سکندر سومرو دوستی کا شکریہ' میرا تعارف نومبر 2013ء میں شائع ہو چکا ہے سعدیہ رمضان سعدی دوست بنانے کا شکریہ۔ فروری میں جس کسی کی بھی سالگرہ تھی سب کو سالگرہ مبارک ہو۔ دعاؤں میں یاد رکھیے اور سانحہ پشاور کے شہید بچوں اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا گو رہیے اپنا اور اپنے چاہنے والوں کا خیال رکھیے' مجھے اجازت دیجیے' اللہ حافظ۔

شہناز اقبال' شازیہ اقبال...... لودھراں

کچھ خاص دوستوں کی نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب' یقیناً ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ سب سے پہلے عائشہ تبسم (ماہ وش) کیسی ہو؟ قسم سے میں تو تمہارے جامعہ سے آنے کے دن گنتی ہوں اور یقیناً تم بھی دن گنتی ہو گی (خوش فہمیاں مہرباں) خیر تمہیں یہ کہنا تھا کہ...... قدر کیا کرو ان لوگوں (عاصمہ) کی جو تم سے...... (آگے تم خود سمجھدار ہو)۔ شاہ انمول گھر میں فارغ ہوتی ہو پھر بھی ہمارے گھر نہیں آتی۔ اُف سعدیہ! 2 فروری کو تمہاری سالگرہ تھی' مجھے یاد تھا میں نے تمہیں وش کیا ہے۔ آنچل کے ذریعے پھر کر رہی ہوں' ہنی منی پپی برتھ ڈے ٹو یو اور ہاں فروری میں تمہاری شادی بھی ہے' خدا کے واسطے جس طرح کالج سے چھٹیاں کرتی تھی اس طرح سسرال سے نہ کرنا۔ اللہ تمہاری آنے والی ازدواجی زندگی کو خوشیوں سے ہمکنار کردے' آمین۔ آمنہ! تم منہ نہ بناؤ تم بھی مجھے یاد ہو بلکہ اچھی طرح' اپنا خیال رکھنا۔ ارروما نہ تم جب بھی فون کرتی ہو سوائے پڑھائی کے کچھ اور تو کہتی ہی نہیں۔ عائشہ کوٹ اقبال اور عائشہ تم دونوں کو سلام۔ عائشہ بشیر قسم سے تم مجھے بہت یاد آتی ہو۔ سیکشن بی زیڈ سی۔1 اور بی زیڈ پی۔1 کو بہت بہت سلام۔ تم سب لوگ بہت اچھی ہو' اقراء قیوم تم الٹی باتوں کے علاوہ سیدھی بھی کرلیا کرو۔ انعم وعاصمہ تم لوگ بھی بہت اچھی ہو' صبا ظفر تھوڑی سی نخریلی ہے۔ کشف تمہاری تو ہنسی ہی ہم سب کی شان ہے (ہاہا) کرن آفتاب کھوکھر! تم ہر وقت دوردانہ بٹ نہ بنا کرو۔ فرح' صبا' رؤف' میمونہ اسریٰ' انیلہ' صوفیہ' فائزہ' اسا اور سب کو بہت بہت سلام۔ جب سے ہم لوگوں کی بی ایس سی کی کلاسز شروع ہوئی ہیں ہم دونوں نے ایک دوسرے سے صرف ایک بار بات کی ہے' پتا نہیں کیوں خیر تم بھی بہت اچھی ہو۔ مجھے اپنی پوری کلاس ہی بہت پسند ہے اور نادیہ بلکہ زینب ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہا کرو۔ خیرن اور عتیقہ تم لوگ بہت اچھی ہو اور عتیقہ مجھے تم سے غزلیں سننے میں بہت مزا آتا ہے' آخر میں ایک بار پھر یہ دعا کہ اللہ میری ساری فیلوز کو ہنستا مسکراتا رکھے' آمین ثم آمین۔ اس کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں' کالج میں ملاقات ہوگی' اللہ حافظ۔

عائشہ صدیقہ...... چکوال

dkp@aanchal.com.pk

نعت رسول مقبول ﷺ

ڈالی ہے تروتازہ پتا ہے تروتازہ
توصیف نبی میں ہر غنچہ ہے تروتازہ
ہر لفظ ترو تازہ مصرعہ ہے تروتازہ
کیا نعت محمد کا مطلع ہے تروتازہ
کونین مہک اٹھی فرمان رسالت سے
سرکار دو عالم ﷺ کا لہجہ ہے تروتازہ
سب شوق زمانے کے مرجھائے نظر آئے
ہے نعت کا ذوق ایسا رہتا ہے تروتازہ
طیبہ کی ہواؤں سے ایک کیف برستا ہے
مہکا ہوا ہر جھونکا ہوتا ہے تروتازہ
شاداب عقیدت کی شاخوں پر رہے ہر دم
اک پھول جو روزانہ کھلتا ہے تروتازہ
مہکار درودوں کی آتی ہے فضاؤں میں
ہر لب پر رسالت کا نعرہ ہے تروتازہ
جنت میں بھی حوروں نے چہروں پہ کہا مل کر
کیا خاک مدینے کی غازہ ہے ترو تازہ
ساجد کے قلم پر جب رحمت کی پڑی شبنم
ہر شعر خیالوں سے نکلا ہے تروتازہ

محمد امین ساجد سعیدی...... بہاولپور

آج کل

آج کل لوگوں نے نام دے دیا ہے
☆جہالت کو فیشن کا
☆ہوس کو محبت کا
☆بے حیائی کو اعتماد کا
☆منافقت کو دنیاداری کا
☆سادگی کو لاعلمی کا
☆عاجزی کو کمزوری کا

عائشہ نور عاشی...... گجرات

کبھی جو تم

❁ کبھی جو تمہارے ہاتھ سے کتاب گرے تو سمجھ لینا کہ کسی نے تمہیں یاد کیا ہے۔
❁ کبھی جو تم اس میں رکھے پھول کو دیکھو تو سمجھ لینا کوئی داستان لکھ رہا ہے ان گزرے ہوئے حسین لمحوں کی۔
❁ کبھی جو تم درختوں پر نام لکھا دیکھو تو سمجھ لینا کوئی اب تک چاہتا ہے تمہیں۔
❁ کبھی جو ان دیکھے بھالے رستوں پر سفر کرو تو سمجھ لینا کسی نے ان پر ساتھ چلنے کی قسم کھائی ہے۔
❁ اور کبھی جو تم لوٹنے کا ارادہ کرو اور سفر کرو اسی راہ گزر پر تو سمجھ لینا کہ کوئی تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

حمیرا ملک...... میانوالی

یادوں کی ایک کھڑکی

وہ جو چپکے سے آنکھوں کو سلانے میں مگن تھی کہ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور یادوں کی خاموش کھڑکی کو پٹ سے کھول دیا۔
وہ تمام تلخ یادیں جن کو وہ بھلا دینا چاہتی تھی دل و دماغ سے کھرچ ڈالنا چاہتی تھی انہوں نے اس کو دوبارہ سے بے چین و مضطرب کر دیا اس نے کہیں پڑھا تھا کہ
"یادیں دیمک کی طرح ہوتی ہیں اور یہ انسان کو اندر ہی اندر چاٹ جاتی ہیں۔"
جب یادوں کی کھڑکی کھلی تو اس کی خنک ہوا نے اس مضطرب وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کے بعد درد سے بھری ایک آہ سنائی دی جس نے داستان ماضی کو تازہ کر دیا اور پھر اس کو یادوں کے خاموش دریچے میں لے گئی اور وہاں تلخ حقائق کا سامنا کروایا جس نے اس وجود کی سسکیوں کو اشکوں میں ڈھال دیا
اور پھر ایک آواز گونجی
سنو ابھی تو یہ دریچہ بند کر رہی ہوں تم میرا انتظار کرو یا نہ کرو لیکن مجھے پھر آنا ہے، پھر آنا ہے۔
اور پھر یادوں کی کھڑکی پٹ سے بند ہو گئی۔

حریم فاطمہ...... جھنگ

بس کنڈیکٹر کی رومانوی غزل

او جان میرے پیار کی میرے جذبات کی کر قدر
سہراب گوٹھ، لالو کھیت، صدر...... صدر
مجھے اپنے عشق کے سمندر میں کچھ اس طرح ڈوبا دے
چل بھائی آگے آگے ہو جا دوسروں کو بھی جگہ دے
جدا ہو کر اب ہمیں اتنا تو مت رلاؤ
اماں! یہ بچے کو اپنی گود میں بٹھاؤ
اپنی زلفوں سے ہمیں اپنے پیار کا سایہ دو
ہاں خالہ! چلو اب کرایہ دو......
تیرے سنگ بیتے ہوئے لمحے گئے گزر
او بھائی، کرایہ پورا دے نہیں تو نیچے اتر

جاذبہ ضیافت عباسی (دیول) مری

ری اسٹارٹ

✿ دل میں اگر سی پی یو ہوتا تو سب ہی یادوں کو سیو کر لیتے۔
✿ دھڑکن میں اگر ڈرائیو ہوتا تو زندگی کا بیک اپ لے لیتے۔
✿ دل میں جو بلیو ٹوتھ ہوتا تو باتوں کا ٹرانسفر کر لیتے۔
✿ آنکھوں میں جو ویب کیم ہوتا تو تصویروں کو ریسیو کر لیتے۔
✿ کاش زندگی بھی اک کمپیوٹر ہوتی تو ری اسٹارٹ کر لیتے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

باتیں یاد رکھنے کی

☆ جو درخت زیادہ پھل دیتا ہے اس پر زیادہ پتھر پڑتے ہیں۔
☆ اپنی زندگی کو پھول کی طرح گزارو جو کچلنے والے ہاتھوں کو بھی مہکا دیتا ہے۔
☆ شرم کی کشش حسن سے زیادہ ہوتی ہے۔
☆ جسے پسند کرتے ہو اسے حاصل کر لو یا پھر جو حاصل ہے اسے پسند کر لو۔
☆ رشتوں کے بندھن جو لوگ بناتے ہیں وہ اکثر ٹوٹ جاتے ہیں مگر جو رشتے خدا عطا کرتا ہے وہ ہماری سانسوں کی ڈوری سے بندھے ہوتے ہیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

قرآنی معلومات

♥ قرآن مجید کے 30 پارے، 7 منزلیں 114 سورتیں 6666 آیات، (86430 کلمات، 558 رکوع، 323760) حروف اور 14 سجدے ہیں اور 29 حروف مقطعات ہیں۔
♥ قرآن مجید میں 6 سورتیں انبیا کرامؑ کے نام سے ہیں (سورۃ ہودؑ، سورۃ یوسفؑ، سورۃ یونسؑ، سورۃ ابراہیمؑ، سورۃ نوحؑ، اور محمدؐ)
♥ قرآن مجید کی سورۃ نمل میں 2 مرتبہ بسم اللہ آئی ہے۔
♥ قرآن مجید میں 26 انبیا کا ذکر آیا ہے اور سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ کا آیا ہے۔ (۴۰ سورتوں میں)
♥ قرآن کی پہلی وحی 17 رمضان المبارک کو غار حرا میں نازل ہوئی۔
♥ قرآن کی آخری وحی 9 ذی الحجہ 10 ہجری کو میدان عرفات میں نازل ہوئی۔
♥ قرآن پاک تقریباً 22 سال 2 ماہ اور 22 دن میں نازل ہوا۔
♥ قرآن پاک میں 86 مکی اور 28 مدنی سورتیں ہیں۔
♥ قرآن پاک کی سورہ مائدہ میں آخری وحی سج ہے۔
♥ نزول کے اعتبار سے قرآن پاک کی آخری مکمل سورۃ سورۃ النصر ہے۔
♥ قرآن مجید میں واحد صحابی حضرت زید بن حارثؓ کا ذکر آیا ہے۔

روبی علی...... سیدوالا

قیمتی موتی

بارش کا ایک ننھا قطرہ بادل سے ٹپکا جب اس نے سمندر کی وسعت دیکھی تو شرمندہ ہوا اور دل میں کہا کہ اتنے بڑے سمندر کے سامنے میری کیا حیثیت ہے اس کے سامنے تو میں نہ ہونے کے برابر ہوں جب اس نے اپنے آپ کو حقارت سے دیکھا تو ایک سیپی (صدف) نے اس کو اپنے منہ میں لے لیا اور دل و جان سے اس کی پرورش کی کچھ عرصہ بعد وہ ایک ننھا قطرہ قیمتی موتی بن گیا اور بادشاہ کے تاج کی زینت بنا۔

فضہ یونس...... گنگا پور

بھول

رشتوں کی بقا کے لیے رابطے ضروری ہیں کیونکہ بھول جانے سے تو اپنے ہاتھوں سے لگائے گئے درخت بھی سوکھ جاتے ہیں۔

خوبی

رشتوں کو ایسی خوبی سے استعمال کرو جیسے شہد کی مکھی پھولوں سے رس تو لیتی ہے مگر پھولوں کو نقصان نہیں دیتی۔

احساس

جس انسان کی سانس نکل جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا اور جس انسان کا احساس نکل جائے وہ انسان نہیں رہتا۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

ایک کمی سی

ایک کمی سی
چاروں جانب پھیل رہی ہے
کئی زمانے ایک ہی پل میں
باہم مل کر بھیگ رہے ہیں
اندر یادیں سوکھ رہی ہیں
باہر منظر بھیگ رہے ہیں

حفصہ بتول...... بہاولپور

وجہ تاخیر

ٹیچر: تم دیر سے کیوں آئے؟
شاگرد: جی میرے ابو امی لڑ رہے تھے۔
ٹیچر: تو وہ لڑ رہے تھے تم کیوں دیر سے آئے۔
شاگرد: کیونکہ میرا ایک جوتا ابو کے پاس اور دوسرا امی کے پاس تھا۔

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب

حضرت لقمان نے باوجود عمر درازی کے کوئی مکان نہیں بنایا ایک جھونپڑی میں جاں بحق ہوئے ملک الموت نے پوچھا۔

"باوجود اتنی طویل زندگی کے آپ نے مکان کیوں نہیں بنایا۔"

آپ نے فرمایا "جس کی ناک میں آپ رہیں تو اس کو مکان بنانے کی کب سوجھتی ہے۔"

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

نقطہ درازیاں

- وقت پیسے سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ ہمیں پیسہ تو اور مل سکتا ہے وقت نہیں مل سکتا۔
- افسوس کہ ہم نے وقت کو گھڑیوں کے ہاتھوں دے دیا ہے۔
- اپنے خوابوں کو سچ ثابت کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اپنی آنکھیں کھول لیں۔
- کچھ لوگ عظیم پیدا ہوتے ہیں کچھ عظمت حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ پر عظمت ٹھونس دی جاتی ہے۔
- عورتوں کو نہ تو جھگڑنے کے لیے معقول وجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی صلح کے لیے عورت کے ساتھ سب سے بڑی زیادتی یہ ہے کہ وہ ہزار مردوں جیسے کام کرے پھر بھی اسے عورت ہی کہا جاتا ہے۔
- اکثر لڑکیاں فوجیوں سے شادی کرتی ہیں کیونکہ وہ کھانا پکا سکتے ہیں سلائی کر سکتے ہیں بستر بنا سکتے ہیں اچھی صحت رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں حکم لینے کی عادت ہوتی ہے۔

رابعہ چوہدری...... فیصل آباد

بے بسی

ایک مرتبہ امام شافعی ایک خلیفہ کے پہلو میں تشریف

فرماتے تھے کہ ایک مکھی خلیفہ کو پریشان کررہی تھی اس پر خلیفہ نے تنگ آ کر کہا۔
"نجانے اس مکھی کے پیدا کرنے میں خدائے بزرگ و برتر کی کیا حکمت تھی" امام شافعی نے جواب دیا کہ "اس میں حکمت یہ ہے کہ طاقتوروں کو ان کی طاقت کی بے بسی دکھائے۔"

عمارہ احمد..... ملتان

فضائل درود پاک

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں دس گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور اس کی وجہ سے دس درجات بلند فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی کتاب میں مجھ پر درود شریف لکھا تو جب تک میرا نام اس کتاب میں باقی رہے گا فرشتے اس کے لیے مسلسل دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں ہیں دو بندے جو آپس میں محبت رکھتے ہیں ان میں سے کوئی ایک جب اپنے ساتھی کے سامنے آئے اور حضور پر دونوں درود پاک بھیجیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کے آئندہ اور گزشتہ (صغیرہ) گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص عصر کی نماز کے بعد جمعہ کے روز ۸۰ مرتبہ مجھ پر درود پاک بھیجے گا تو اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر جمعۃ المبارک کے روز ۱۰۰ مرتبہ مجھ پر درود پاک بھیجے گا اس کو تب تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ جنت میں اپنا محل نہ دیکھ لے۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

عالمہ مریم نواز..... حافظ آباد

صدقہ

جب انسان اپنے ہاتھ سے صدقہ دیتا ہے تو صدقہ پانچ باتیں کہتا ہے میں فانی مال تھا تو نے مجھے بقا دے دی۔ میں تیرا دشمن تھا لیکن تو نے مجھے اب دوست بنالیا ہے۔ آج سے پہلے تو میری حفاظت کرتا تھا لیکن آج سے میں تیری حفاظت کروں گا میں حقیر تھا تو نے مجھے عظیم بنادیا پہلے میں تیرے ہاتھ میں تھا اب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں۔

ام ثمنیٰ..... کوٹ مومن

تاج محل کے بارے میں چند شخصیات کی رائے

☆ میں نے آج تک اتنا حسین خواب نہیں دیکھا (شاہ حسین)

☆ ہر عورت تاج محل کے مزار پر فخر کرسکتی ہے (فرح دیبلہ، پہلوی)

☆ اگر میرا خاوند مجھ سے وعدہ کرے کہ میری موت کے بعد وہ ایسا ہی تاج محل بنوائے گا تو میں ابھی مرنے کو تیار ہوں (ملکہ الزبتھ دوم)

☆ کاش میں وائٹ ہاؤس کی بجائے تاج محل بنوا سکتی (جیکولین کینیڈی)

☆ خدا جانے فورڈ نے امریکہ میں تاج محل جیسی خوب صورت عمارت کیوں نہ بنوائی۔ (مسز ہنری فورڈ)

☆ کاش تاج محل چرایا جاسکتا (ایوا کارٹر)

☆ حیرت ہے کہ امریکہ کی مدد کے بغیر تاج محل کیسے تعمیر ہوگیا (ایل بی جانسن)

☆ ہندوستان میں اور کیا ہے غربت اور تاج محل کے سوا (ماؤزے تنگ)

☆ کاش کہ تاج محل دریائے ٹیمز کے کنارے منتقل ہوسکتا (چرچل)

☆ تاج محل کو چاندنی رات میں مت دیکھو اس سے ذہنی توازن بگڑنے کا خطرہ ہے (مارلن برانڈو)

بقول شاعر

اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

سحرش بٹ..... دینہ (جہلم)

کچھ موتی چنیں آپ کے لیے

✿ سچا مومن وہ ہے جس کی تنہائی پاک ہے۔

❁ دوست اچھا ہو یا برا مگر وہ ایک ایسا پھل دار درخت ہے جو پھل نہ دے تو چھاؤں ضرور دیتا ہے اگر چھاؤں کے قابل بھی نہ رہے تو اپنی لکڑیوں سے ضرور نوازتا ہی سوا اپنے دوستوں کی قدر کیجیے۔

❁ دوسروں کے لیے دعا مانگ کر دیکھو تمہیں اپنے لیے دعا مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

❁ زندگی آنسو کا نام نہیں ہے جو لوگ زندگی کو آنسو سمجھتے ہیں وہ ہمیشہ مسکراہٹ سے محروم رہتے ہیں۔

❁ دنیا کے بہادر ترین لوگ وہ ہیں جو مصیبتوں، اذیتوں اور تکالیفوں میں بھی مسکرانا نہیں چھوڑتے۔

صائمہ مشتاز یہ اور ایس گوہر...... خواتین کالج سے تانولیا نوالہ

یقین کامل

اشفاق احمد کہتے ہیں

میرے پاس ایک بلی تھی اس کو جب بھی بھوک لگتی تو وہ میرے پیر چاٹتی تھی اور میں اس کو کھانا دے دیا کرتا تھا ایک دن میں نے سوچا کہ یہ بلی مجھ سے بہتر ہے اس کو پورا یقین ہے کہ اپنے مالک کے پاس سے اس کی طلب پوری ہوگی اور انسان کو یقین نہیں انسان ہر فکر اپنے ذمہ لے لیتا ہے ان کاموں کی بھی جو اس کے اختیار میں نہیں اپنی ہر طلب اللہ سے مانگو اور قبولیت کا مکمل یقین رکھو۔

رشک حنا...... سرگودھا

○ کوئی بھی کام جو خوشی کے لیے کیا گیا ہو اسے کر کے آپ کو خوشی ملے نہ ملے لیکن ہر وہ کام جسے آپ خوش ہو کر کرو اس سے خوشی ضرور ملے گی۔

○ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نظر نہیں آتا مگر حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان مصیبت میں ہوتا ہے تو اسے خدا کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا۔

○ اچھی بات سب کو اچھی لگتی ہے جب تمہیں کسی کی بری بات بھی بری نہ لگے تو سمجھ لینا کہ تمہیں اس سے محبت ہے۔

○ تجربہ انسان کو غلط فیصلے سے بچاتا ہے مگر تجربہ غلط فیصلے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

○ انسان وہ واحد مخلوق ہے جس کا زہر اس کے الفاظ اور لہجے میں ہوتا ہے۔

○ کسی بڑی چیز کے حاصل ہو جانے سے چھوٹی چیز کو بھلا نہ دیں کیونکہ جہاں سوئی کی ضرورت ہو وہاں تلوار کام نہیں آتی۔

شہزا بلوچ...... جھنگ صدر

آزمائش شرط ہے

❁ اگر آپ کے بچے مٹی کھاتے ہیں تو تھوڑی سیمنٹ بھی کھلا دیں بنیادیں پکی ہو جائیں گی۔

❁ اگر آپ چہرے کی کیلوں سے پریشان ہیں تو ایک ہتھوڑی کیلوں پر ماریں پھر بھی نہیں نکلیں گی۔

❁ اگر آپ غیبت سے بچنا چاہتی ہیں تو ایک ڈراپ ایلفی سے دونوں ہونٹ چپکا لیں، غیبت، چغلی، زیادہ بولنے کے مرض سے محفوظ ہو جائیں گی۔

❁ اگر آپ چاہتی ہیں کہ ہر محفل میں سب کی توجہ آپ کی طرف مرکوز ہو تو آپ کریم میک اپ کے بجائے کوئلے سے منہ کالا کریں قوی امید ہے آپ سب کی توجہ کا مرکز بنیں گی۔

❁ اگر آپ ہیئر اسٹائل کی وجہ سے پریشان ہیں تو ٹنڈ کروالیں نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔

❁ اگر آپ کو باہر کھانا زیادہ اچھا لگتا ہے تو چھت پر چلی جائیں۔

❁ اگر آپ کے میاں کی جیب میں سوراخ ہے تو سوراخ کے نیچے تھیلی لٹکا دیں سارے پیسے تھیلی میں آجائیں گے اور بعد میں آپ لے لینا۔

خدیجۃ الکبریٰ...... کھڈیاں، قصور

yaadgar@aanct al.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ! ابتدا ہے رب تعالیٰ کے اس پاک نام سے جو ہر عیب سے پاک اور عالم الغیب ہے۔ مارچ کا شمارہ اپنی تمام تر رنگینی ودلکشی سمیت حاضر ہے۔ امید ہے آپ کے معیار و ذوق کے عین مطابق ہوگا' اور اگلا شمارہ ان شاء اللہ سال گرہ نمبر ہوگا آپ سب جلد از جلد اپنی نگارشارت ارسال کریں تا کہ ہم تک بروقت پہنچ سکیں' آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو بزم آئینہ میں اپنی جھلک دکھلا رہے ہیں۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں اور سب اسٹاف اور ریڈرز بھی امید کرتی ہوں بخیریت ہوں گے۔ ہر ماہ کے اختتام میں آنچل کے آنے کا انتظار رہتا ہے اگرچہ پہلے ہی شمارے سے دل نہیں بھرا ہوتا مگر مہینے کے اینڈ میں نئی نئی کہانیوں کا شوق دل میں موجیں مارتا ہے۔ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے ہوتے ہیں کہ کب دلبر کی دید نصیب ہوتی ہے۔ آخر کو سنبھل گیا دل' پچیس کو' سرورق نہ خوب صورت تھا اور نہ ہی بدصورت' میک اپ کی بہتات کی وجہ سے عجیب سا تھا۔ بہزاد لکھنوی کی نعت شریف آسمان پر تاروں کے درمیان چاند کی طرح جگمگا رہی تھی بے حد اچھی لگی۔ "کروں سجدہ ایک خدا کو" نے شروع سے لے کر آخر تک اپنے سحر میں جکڑے رکھا کئی دفعہ آنسو بھی نکلے۔ جینی جیسے سفاک ترین لوگ بے شک ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں' زندہ باد سیدہ جی! مجھے تو یہ تحریر حقیقت پر مبنی لگتی ہے۔ "دوسری ماں" میں عتیقہ جی نے ساس اور بہو کی باہمی کشمکش کو بے حد اچھے اور دلچسپ پیرائے میں پیش کیا۔ "عشق بے درد" نے بھی کافی متاثر کیا' آرش اپنے گناہ پر حقیقی طور پر نادم تھا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف فرماتا ہے کیونکہ وہ تو رب ہے۔ "یہ سب تمہارا کرم ہے آقا ﷺ" ایک روح پرور اور ایمان افروز تحریر تھی' فرزا کی موت نے تو ہچکیوں سے رُلا دیا۔ فراز برہان نے صائم باجی کی یاد دلا دی' وہ بھی اسلام قبول کرنے کے چھ ماہ بعد فوت ہوگئی تھیں۔ طلعت جی سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ سچی کہانی ہے؟ "عہد نئے سال کا" میں شازیہ فاروق ایک اچھی امید لیے ہوئے تھیں۔ اللہ ان کی امید بر لائے اکثر دیکھنے میں آیا ہے بیویاں ہی اپنی خواہشات کا جال پھیلا کر مرد کو کالا دھندہ کرنے پر مجبور کرتی ہیں حالانکہ حرام کا ایک لقمہ ہی انسان کو دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔ "دل میں کچھ ایسے تھے" نزہت جی نے اچھا لکھا' ویسے عنایہ کی سوچ تھی' بچے تو بچے ہی ہوتے ہیں انہوں نے گند بھی ڈالنا ہے۔ شرارتیں بھی کرنی ہیں' وہ بچہ ہی کیا جو شرارت نہ کرے پھر بچوں اور بڑوں میں کیا فرق رہ جائے گا۔ رہی میاں بیوی کی بات یہ تو ایک دلی رشتہ ہے' جہاں پیار ہو وہاں کالا' گورا' موٹا پتلا' کچھ نہیں دیکھا جاتا۔ محبت کا ہر روپ اچھوتا ہوتا ہے۔ صبا نور کی چھوٹی سی بات نے بھی اچھا تاثر دیا۔ "سرپرائز" میں سویا فلک نے اچھا پیغام دیا' واقعی زندگی' موت' شادی بیاہ کا ایک وقت مقرر ہے جو اللہ نے لکھ دیا نہ جانے کیوں کچھ لوگ شادی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آج کو خراب کر رہے ہیں۔ اُم اقصیٰ کی پڑھی لکھی' الگ ہی بانک پن لیے ہوئے تھی ویسے یہ تو شرط ہے پڑھے لکھے انسان کو پھونک پھونک کر قدم اٹھانا پڑتا ہے تاکہ اس کی تعلیم پر حرف نہ آئے۔ ایمن رحمان کی "وطن کی ہوائیں" تحریر کشمیریوں کی شجاعت و بہادری کی منہ بولتی تصویر تھی اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی دے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" کا انجام حسب توقع رہی' صالحہ کا انجام عبرت ناک تھا' وہ اپنے ماں باپ کے کھودے گڑھے میں گر گئی کافی ترس آیا۔ "موم کی محبت" ٹھیک ہی تھا' صفدر پر بہت ترس آتا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" بھی اچھا جا رہا ہے شہوار اور مصطفی کے تعلقات بہتر ہوئے ہیں تو ولید اور انا کی چوٹیں تیز ہوگئی ہیں۔ شہوار کا ماضی الماری میں ہی بند پڑا ہے ابھی تک سمیرا جی تھوڑی سی تیز ہو جائیں' شکریہ۔ مستقل سلسلے سب ہی لاجواب تھے سب دوستوں نے اچھا لگا۔ "امید تو" سانحہ پشاور پر لکھی نظیر فاطمہ کی تحریر اشکبار کر گئی جن ماؤں کی گودیں خالی ہوگئیں وہ کس سے فریاد کریں؟ وطن عزیز آج کل جس امتحان سے گزر رہا ہے اس کا واحد حل تعلیمات نبوی ﷺ کی من وعن پیروی ہے اسی میں ہماری بقا ہے' پاکستان ہے تو ہم ہیں' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر شبانہ! آپ کا تفصیلی تبصرہ بے حد پسند آیا۔

مونا شاہ قریشی...... کبیروالہ۔ السلام علیکم! ڈیئر بوحسب عادت طبع نازک کے حالات مطلوب ہیں آنچل اپنی پرانی تاریخ کے مطابق 25 کو ہی دستیاب ہوگیا۔ سرگوشیوں کا صفحہ پڑھ کے حمد و نعت پر نظر ثانی کی اور کہانیوں کی جانب چل نکلے ایمن رحمان کی خوب صورت تحریر "جنہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں" میں آسیہ مرزا کی ایک تحریر "ہری ہے شاخ تمنا ابھی" کا عکس نظر آیا۔ خوب صورت جذبوں کی تشہیر اور جذبہ بھی وہ جن کے لیے سب کچھ لٹا دینا بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وطن کی محبت اور محبت مجازی دونوں ہی اتنی اہم ہیں مگر یہ جو ارض پاک ہے اس پر کروڑوں لوگ بستے ہیں اور ان کروڑوں لوگوں کی محبت پہ اس دھرتی کے نام کی حفاظت پہ ایک انسان کی محبت حاوی نہیں ہوسکتی۔ ناولٹ مجھے آبدیدہ کرگیا بہت اچھا تھا۔ "عشق بے درد" ام خان بڑی بے دردی سے لکھا ہوا تھا وہ جو ہوتا ہے نا کہ کچھ کہ دل چیر جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی تھا اس تحریر میں۔ ام اقصیٰ کی تحریر "پڑھی لکھی" پڑھ کے فی البدیہہ مسکراہٹ در آئی۔ دلکش انداز تحریر اچھا تاثر چھوڑ گیا سویرا فلک ود "سرپرائز" یہ سرپرائز بھی ٹھیک ہی تھا۔ "چھوٹی سی بات" صبا نور بات واقعی چھوٹی سی ہی تھی مگر...... فی الوقت یاد نہ آئی تو...... بڑی ہو جاتی لیکن یہ بات تو درست ہے کہ ہماری خوشیاں انہی چھوٹی چھوٹی باتوں میں پنہاں ہوتی ہیں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" شکر ہے خدارا کہ آپ نے سکندر جیسے شقی القلب کو بہ صورت موم بنا ہی ڈالا۔ عباس صاحب بڑے صاحب تدبر ہو گئے ہیں یہ محبت بڑی اعتقاشے ہے آپ سے اپنا آپ منوائے بغیر نہیں رہتی۔ راحت وفا جی "موم کی محبت" اتنی وافر مقدار میں محبت خلوص بہ ہزار وقت ہضم ہوتی ہے مگر ہو سکتا ہے اس دنیا میں اتنی محبت بھی پائی جاتی ہے۔ بایں ہمہ ناول اچھا ہے اور آخر میں "کروں سجدہ ایک خدا کو" انتہائی پُر اثر اور ہارٹ ٹچنگ ناول تھا۔ اتنی گراں قدر معلومات دین کے بارے میں ویل ڈن پلس بیسٹ آف لک۔ یادگار لمحے میں دعا ہاشمی کی "بے دھیانی" غزل چونکا گئی آنچل اب کی بار بے سوز کر گیا اللہ حافظ۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری باجی سدا خوشیاں آپ پر برستی رہیں آمین، السلام علیکم! سردیوں کے ٹھٹھرتے دنوں میں فروری کا آنچل حرارت آمیز خوش گواریت لیے ہوئے آیا۔ ماڈل کے ہاتھوں کی مہندی واہ زبردست۔ اداریہ میں سال گرہ نمبر کی نوید ملی واش کدہ میں جہنم کے بارے میں پڑھ کر کئی تاپے رونگٹے کھڑے رہے اس قسم کے مضامین بہت مفید ہوتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے کے لیے ٹانک کا کام دیتے ہیں۔ "ہمارا آنچل" میں رابعہ اسلم سے ملاقات بہت لونیک رہی۔ "بہنوں کی عدالت" میں نازیہ کنول نازی کی اداسی بھری یادیں صاف اور شفاف آنکھوں میں اتر گئی۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" میں شرمین کو چاہیے بوبی کی محبت قبول کرے کیونکہ کہتے ہیں کہ شادی اس سے کرنی چاہیے جو آپ کو چاہتا ہو نہ کہ جسے آپ چاہیں اور صفدر صاحب زیبا کی بھول معاف نہیں کر پا رہے اپنی بھول کے بارے میں کیا خیال ہے؟ "ٹوٹا ہوا تارا" بہت ہی زبردست جا رہا ہے۔ صد شکر کہ مصطفیٰ اور شہوار کے درمیان فاصلے کم ہو رہے ہیں اور پیار کی شروعات ہو رہی ہے جبکہ انا اور ولید کے حالات کا خدشہ بی بی نے بہت خراب کرنے ہیں۔ انا جی آپ بھی جذبات کی عینک اتار کر سنبھل کر چلیں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" کی آخری قسط اتنی زیادہ پرفیکٹ اور مضبوط رہی سب کرداروں سے بھرپور انصاف ہوا کہیں کوئی کمی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملی۔ کہانی کا اختتام پڑھ کر سکون کا فرحت انگیز احساس رگ و پے میں سما گیا۔ اس کے لیے ام مریم آپ ڈھیروں دعائیں ڈیزرو کرتی ہیں۔ اس کہانی سے بلاشبہ بہت مثبت سبق سیکھے جن میں سرفہرست صبر برداشت اور سب سے بڑھ کر اللہ پر یقین رکھنا۔ ام مریم آپ کا یہ آخری ناول کیوں کیا وجہ ہے؟ دیگر کہانیوں میں "دوسری ماں" دل میں چھو دا ہے۔ "پڑھی لکھی" اور "جنہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں" بہت ہی اثر انگیز اور دلکش تحریریں تھیں۔ مستقل سلسلوں کی بات نہ کریں تو مزا کرکرا رہتا ہے۔ بیاض دل میں ایس بتول شاہ رشک حنا حمیرا نوشین فرحت اشرف کمسن نور سمیرا تعبیر کے اشعار واہ واہ۔ یادگار لمحے میں ہما ایوب شائلہ رفیق سامعہ ملک پرویز کے مراسلات بہترین رہے۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے ہنستے مسکراتے پیغامات نے دل کو خوشیوں سے بھر دیا۔ آئینہ میں سب کے تبصرے ایک سے بڑھ کر ایک تھے ماریہ کنول ماہی میں آپ کے ساتھ ساتھ آنچل کی تمام واویوں نانیوں سب کو بہت یاد رکھتی ہوں اور سب کے لیے دعا بھی کرتی ہوں۔ عائشہ خان آپ کو میرے سروے کے جوابات پسند آئے جزاک اللہ۔ مجھے بھی آپ پر بے حد پیار آتا ہے ہم سب آنچل کے توسط سے ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہیں۔ ہم سے پوچھیے میں اس دفعہ شائلہ جی کے جوابات بہت اسپائسی رہے۔ عائشہ رانا گلشن شہزادی

پروین افضل شاہین اور لائبہ مہر کے سوالات اور شمائلہ جی کے چٹپٹے جوابات نے مزا دوبالا کردیا۔ اچھا جی زندگی رہی تو پھر اگلے ماہ ملاقات ہوگی فی امان اللہ۔

غزالہ غفور...... گاؤں جوڑا۔ السلام علیکم آنچل ہمیشہ کی طرح زبردست ہے۔ ام مریم آپی ویل ڈن بہت مبارک ہو۔ اتنا اچھا ناول لکھنے کے لیے۔ نازی آپی کا ناول ''برف کے آنسو'' ابھی تک دماغ پر چھایا ہوا ہے اور ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' میں بہت اچھی اچھی دین کی باتیں ہیں۔ باقی تمام آنچل ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا۔ زندگی نے اگر وفا کی تو پھر ملیں گے خدا حافظ۔

بھولے ہیں رفتہ رفتہ انہیں مدتوں میں ہم
قسطوں میں خودکشی کا مزا ہم سے پوچھیے

☆ڈیئر غزالہ خوش آمدید۔

خدیجہ نور المثال...... کھڈیاں خاص۔ السلام علیکم! تو جی جناب اس پورے شمارے کو چھوڑ کر صرف ''مجھے ہے حکم اذاں'' پر تبصرہ کریں گے ویسے تو ام مریم کے اس ناول کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ پوری کہانی کا خلاصہ صرف تین حرفوں میں تھا' مشکل ہے مگر پُرمشکل تر ہے بغیر اعمال کے قبر میں اترنا' ان الفاظ کو میں نے پڑھا بغور پڑھا اور بار بار پڑھا ہر دفعہ ایک نیا سبق ملا۔ اعمال کی درستگی کا خیال بار بار آیا واقع ہی زندگی عشق فانی کی تلاش میں اس قدر سرگراں ہوتی ہے کہ اپنا وطن اپنے والدین تک چھوڑ کر پاکستان آجاتی ہے۔ عشق مجازی اسے عشق حقیقی تک پہنچا دیتا ہے' عشق حقیقی اس کو ملتا ہے جس کی تیسری آنکھ کھلی ہو اور تیسری آنکھ کسی کسی کی کھلتی ہے۔ زندگی کی تیسری آنکھ کھلی تو وہ فاطمہ بن گئی دیو کی تیسری آنکھ کھلی تو وہ ہارون بن گیا۔ تایا اور تائی جی دولت کے حصول کی خاطر پے در پے قتل کرتے ہیں لیکن یہ تو ازل سے اصول چلا آرہا ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ شاہکار جملے' عورت کو چاند کی مانند نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ اسے دیکھتے رہیں بلکہ سورج کی طرح ہونا چاہیے جسے دیکھنے سے پہلے آنکھیں جھک جائیں۔ چلو جی یہاں تک پہنچ گئے تو آگے بھی تبصرہ کر دیتے ہیں (ہاہاہا)۔ ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' بہت اچھی کہانی تھی لیکن اس ماہ کی قسط پڑھی نہیں' چلو جی! ایک بات تو بھول ہی گئے ''... بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' جی نہیں شہوار کب معتبر ہوں گی۔ ''ستارہ'' بھی اچھی کہانی تھی' ہمیں تو خود ستارہ... ... نہیں ہے۔ ایمن رحمان کی تحریر بھی بہت اچھی تھی' ایمن کو ہم سلام کہتے ہیں۔ اچھا جی رب را کھا۔

گل مینا اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ۔ السلام علیکم! آنچل فیملی کیسے ہیں آپ سب؟ ... ہمیں 28 تاریخ کو مل جاتا ہے' آنچل لیٹ ملنے کی وجہ سے ہم آئینہ میں شرکت نہیں کر سکتے' دو مرتبہ ہمیں نظر انداز کیا جا... ہے۔ ہم آنچل کے دیوانے ہیں اور آنچل پڑھتے ہوئے ہم خوابوں میں کھو جاتے ہیں کیونکہ انسان کی زندگی خوابوں سے ... ہے۔ آنچل کے تمام سلسلے بہت ہی عمدہ ہیں' کسی ایک کی تعریف دوسرے سلسلے کی حق تلفی کہلائے گی۔ کیا ناولز' کیا ناولٹ' ... افسانے اور کیا سلسلے وار ناولز' بہترین جا رہے ہیں۔ آنچل کے سارے سلسلے ہی ہمیں اچھے لگتے ہیں' اللہ کرے آنچل دن دگنی ... چوگنی ترقی کرے آمین۔ 14 مارچ کو میری پیاری کزن گل بہار کی سالگرہ ہے' آنچل کے ذریعے ہم گل بہار کو سالگرہ ... کرتے ہیں ہیپی برتھ ڈے ٹو یو میری بھورانی! اس دعا کے ساتھ اللہ حافظ کہ اللہ ہمارے وطن کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

مھوش فاطمہ...... جہلم۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ سب پڑھنے والوں اور آنچل اسٹاف کو میری طرف سے سلام۔ آنچل میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہی ہوں' سلسلے وار ناول کی بات کی جائے تو میرا فیورٹ ناول ''مجھے ہے حکم اذاں'' ہے۔ جو میں نے پہلی قسط سے لے کر آخری قسط تک پڑھا۔ ام مریم جی آپ نے ناول کا اختتام بہت اچھا کیا ہے اور دین کے بارے میں آپ نے اچھا لکھا ہے' اللہ آپ کو خوش رکھے آمین۔ اب ہو جائے باقی ناولز کی بات سمیرا آپی ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت سلو جارہا ہے۔ مجھے لگتا ہے تابندہ یوا بازار میں جسے دیکھتی ہیں وہ یقیناً فیضان جو رابعہ کے بابا ہیں انہی کو دیکھتی ہیں۔ راحت کا ناول ''موم کی محبت'' بھی بہتر جارہا ہے۔ مکمل ناول ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' نے تینوں قسطیں بہت اچھی لکھی ہیں۔ نازیہ کنول آپی آپ کب اپنے نئے ناول کے ساتھ آنچل کے صفحات پر جلوہ گر ہوں گی؟ آپی آپ کا بہت انتظار رہتا ہے' باقی سب بھی اچھا

تھا۔اب اجازت چاہوں گی اللہ ہم سب کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور آنچل کو بہت ترقی دے آمین۔

ایم ایس...... چنیوٹ۔ آنچل اسٹاف رائٹرز اینڈ ریڈرز السلام علیکم! مجھے آنچل پڑھتے ہوئے تیسرا سال ہے اور ان دو سالوں اور چار مہینے میں پہلی بار مجھے آنچل 26 کو ملا اُف...... میں بتا نہیں سکتی کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی یہ میرے لیے ایک طرح سے نئے سال کا تحفہ تھا آنچل گھر آتے ہی سب سے پہلے اپنا فیورٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا۔ سمیرا آپی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں باقی سلسلہ وار ناول کے ساتھ ناولٹ اور افسانے بھی اچھے تھے۔ "ہم سے پوچھئے" میں پرویز افضل شاہین کے سوال اور آپ کے جوابات ہمیشہ مزہ دے جاتے ہیں۔ یادگار لمحے اور بیاض دل بھی بہت اچھا ہے۔ کام کی باتیں واقعی بہت کام کی ہوتی ہیں۔ اچھاجی اب اجازت دیں اس دعا کے ساتھ کہ آنچل ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے اور سب رائٹرز کو اللہ اچھا اور زیادہ لکھنے کی ہمت عطا فرمائے سب قارئین کو میری طرف سے سلام دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

ماریہ انصر...... گجرات۔ السلام علیکم! میں آنچل کی خاموش قاری ہوں پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں۔ آنچل کی تعریف کی جائے تو لفظ کم پڑ جائیں گے نازیہ کنول نازی "برف کے آنسو" بہت اچھی تحریر تھی۔ راحت وفا "موم کی محبت" زبردست تحریر اور سمیرا شریف طور آپی "ٹوٹا ہوا تارا" کیا کہوں میں اس ناول کے بارے میں تعریف کرنے کے لیے الفاظ ہی نہیں ہیں باقی تمام رائٹرز بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں آنچل کے تمام سلسلے بیسٹ ہیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور آنچل اسی طرح آسمان کے ستاروں کی مانند چمکتا دمکتا رہے۔

☆ڈیئر ماریہ! خوش آمدید۔

مہک خلیل...... کلور کوٹ۔ السلام علیکم! آپی کیا حال چال ہیں؟ امید ہے ٹھیک ہوں گی۔ آپی آنچل خلاف توقع 24 کو مل گیا سب سے پہلے آئینہ دیکھا اس میں اپنا خط دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ سب فرینڈز کو دکھایا کیونکہ وہ کہتی تھیں کہ آپ چھوٹے شہر والوں کے خطوط شائع نہیں کرتیں خیر فروری کا آنچل بہت زبردست تھا۔ ساری کہانیاں تو نہیں پڑھیں البتہ قسط وار سلسلے پڑھے اور "مجھے ہے حکم اذاں" کا اینڈ ویل ڈن ام مریم! اچھاجی اللہ حافظ۔

☆ڈیئر مہک! امید ہے کہ آپ اور دیگر بہنوں کی بدگمانی بھی اب دور ہوئی ہوگی آپ آئندہ بھی شریک محفل ہوسکتی ہیں۔

شبینہ مغل...... حیدر آباد' سندھ۔ تمام ریڈرز رائٹرز اور آنچل اسٹاف کو میرا پُرخلوص سلام۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے ہاں جی تو بات ہوجائے آنچل کی تو 21 جنوری کی صبح مل گیا۔ سرورق بہت ہی خوب صورت لگا سر پر آنچل سجائے ہاتھوں میں حسین مہندی لگائے آنچل کو چار چاند لگادیئے۔ جلدی جلدی ڈائجسٹ میں اپنا نام ڈھونڈا پر کہیں نہ پا کر دکھ ہوا لیکن فریحہ شبیر (شاہ کنڈر) شاہ زندگی (راولپنڈی) نے انتخاب کی تعریف کی دل خوش ہوا۔ باغ باغ ہوگیا جی آپ کا بہت شکریہ۔ قیصر آپا کی سرگوشیاں پڑھیں حمد ونعت سے فیض یاب ہوئے مالک یوم الدین ہمیشہ کی طرح بہت بیسٹ تھا۔ شائمہ کاشف کے کھٹے میٹھے جوابات پڑھے "اُس جس کے پیٹ میں درد ہوگیا" بہت خوب۔ آئینہ میں سب ہی کے تبصرے بہت اچھے لگے خاص کر فریحہ شبیر آپ کا تفصیلی تبصرہ بہت اچھا لگا۔ یادگار لمحے میں عطیہ ملک عفرہ یونس ام کمال رشک حنا انجم انجم اعوان یاسر ملک اور باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا دوست کا پیغام آئے میں سب کے پیغام بہت اچھے لگے۔ سعدیہ دسی اپنے پرنس کو پیغام دیتی بہت اچھی لگیں اللہ پاک آپ کو خوش رکھے۔ نیرنگ خیال میں فرزانہ شوکت صائمہ قریشی سلمیٰ غزل حارث بلال سباس گل شبینہ فیاض سب سے بیسٹ حمیرا فضا برکت راہی طیبہ سعدیہ عطاریہ سب نے بہت خوب لکھا ویل ڈن۔ بیاض دل میں سب کے اشعار پسند آئے سیدہ غزل زیدی وایمان کو اجاگر کرتا اتنا شاندار مکمل ناول لکھنے پر ڈھیروں مبارک باد اس کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ ام مریم ناولٹ ختم ہونے پر ڈھیروں مبارک باد لیکن یہ پڑھ کر بہت دکھ ہوا کہ آپ کنارہ کشی اختیار کررہی ہیں پلیز ایسا نہ کریں آپ وقتاً فوقتاً اصلاحی اور مذہبی موضوعات پر لکھتی رہیے گا۔ ہمیں آپ کی اسٹوری پڑھنے کی عادت ہوگئی ہے آپ بہت شاندار لکھتی ہیں۔ سمیرا شریف راحت وفا بہت اچھی قسط تھی پلیز تھوڑا زیادہ لکھا کریں تعارف سب کے بہت اچھے لگے رابعہ اسلم سدرۃ المنتہیٰ جازبہ آمنہ ام کلثوم آپ کا تعارف پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ اگلے ماہ تک کے لیے اجازت ان شاء اللہ زندگی رہی تو پھر آنچل میں شرکت کروں گی اللہ رب العزت ہمارے ملک پر اپنا خاص کرم

کرے آمین ثم آمین فی امان اللہ۔

شزا بلوچ...... جھنگ صدر۔ محبت اور چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو شزا بلوچ کی طرف سے۔ ٹائٹل اوہ سدرہ ڈیئر اونہوں رونے نہیں یہ چاکلیٹ اب ڈرامنس کے دکھاؤ۔ ہمارا آنچل میں چار وں بہنوں سے خالی سلام دعا کے بعد ملاقات کا سلسلہ بڑھاتے ہوئے ام مریم آپی کا دروازہ کھٹکھٹایا "مجھے ہے حکم اذاں" ماشاء ایک شاہکار ناول رہا بہت سی مبارک باد کی مستحق ہیں آپ اور ساتھ ہی ایک شکوہ کہ آپ قطع تعلق کیوں کر رہی ہیں ہم سے؟ "پڑھی لکھی" ام اقصیٰ ویل ڈن بہت عمدہ ٹاپک چنا آپ نے۔ ہمیں تو ابھی سے یہ بات سننے کو ملتی ہے تو آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ "دوسری ماں" عنیقہ یہی کہوں گی سانس نہ آئے کبھی راس۔ "کروں سجدہ ایک خدا کو" ونڈرفل یہ جان کر اچھا لگا کہ اذان پیدائشی مسلمان تھا۔ سیدہ غزل صدیقی چھا گئیں آپ مدتوں یاد رہے گا یہ ناول ہم سب کو۔ "موم کی محبت" جانے دو شرمین انا پرست عارض میں کیا رکھا ہے بوبی کو اپنا لو مشورہ مفت۔ ہاں شادی پر خرچا اپنا کرنا پڑے گا باقی اسٹور یز بھی زیر مطالعہ ہیں۔ بیاض دل راشدہ جمیل راشی کا شعر بہت پسند لگا۔ ڈش مقابلہ ابھی میرے گھر والوں پر اتنا برا وقت نہیں آیا کہ میرے ہاتھ سے بنی کوئی ڈش کھائیں۔ دوست کا پیغام آئے تمنا بلوچ میری دعا ہے کہ رائٹر بننے کے ساتھ ساتھ اللہ آپ کی ہر تمنا کو پوری فرمائے آمین۔ اوکے ہم ہیں راہی پیار کے پھر ملیں گے چلتے چلتے۔

لائبہ میر...... اٹک۔ ڈیئر شمائلہ کاشف اینڈ آنچل اسٹاف السلام علیکم! اس بار آنچل 22 کو ہی مل گیا معذرت کے ساتھ گزشتہ عید الفطر اینڈ سال نو کے ٹائٹل کے علاوہ 2012 سے آج تک کوئی بھی ٹائٹل پسند نہیں آیا۔ آ ہم آ ہم تبصرے کا رخ کریں سیدہ غزل کی "کروں سجدہ ایک خدا کو" ایک بہترین پاورفل تحریر تھی احمد اذان میرا فیورٹ کردار بہترین ناول لکھنے پر بہت بہت مبارک باد۔ سیدہ غزل آپی آپ کو۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم کا زبردست ناول پہلی قسط سے لے کر سیکنڈ لاسٹ قسط تک ہر کردار پر آپ کی گرفت مضبوط قسط بھرپور تھی لیکن آپی آخری قسط کچھ ہضم نہیں ہوئی شاید آپ نے جلدی میں لکھی ہے ندیم سے ملاقات ہوئی۔ امامہ ایمان اور بابا سائیں کو بھی نہیں دیکھا آخر میں کچھ کمی سی محسوس ہوئی۔ بہ معذرت کے ساتھ۔ لاریب میرا پسندیدہ کردار تھی بہرحال اتنا اچھا لکھنے پر آپ کو ڈھیروں ڈھیر مبارک باد جی۔ ام مریم یقیناً آپ بہت جلد آنچل میں دوبارہ حاضری دیں گی۔ راحت وفا "موم کی محبت" ہمیشہ کے برعکس اس بار کہانی نے متاثر کرنے میں کامیابی حاصل کرلی سوری راحت آپی پلیز ڈونٹ مائنڈ اینڈ شرمین کو چاہیے بوبی سے یا صبیح احمد سے ملوائیں لیکن اگر عارض ہی زیبا ہے قصوروار ہے تو پلیز اس بدتمیز سے شرمین کی شادی کبھی مت کروائیے گا۔ ڈیئر سمیرا آپی! شہوار کے بدلے ہوئے رنگوں نے خاصا متاثر کیا اور انا مجھے پسند ہے اس کی غلط فہمی جلد ہی دور کیجیے گا۔ جیا عباس اینڈ شمع مسکان یار! آپ دونوں بھی مہربانی فرمائیں اور اپنی کوئی تحریر آنچل کے لیے لکھیں ریکوئسٹ ہے۔ میری درخواست نازیہ سے ہے پلیز آنچل میں اپنی ایسی تحریر بھیجیں جو شدید دل ہو کہ ساری سیڈ اسٹوریوں کے ریکارڈ توڑ دے میرے خیال ہے آپ اس کام کو بہتر طریقے سے انجام دے سکتی ہیں آپ دونوں کا انتظار رہے گا۔ پروین افضل شاہین جی میں آپ کے پرنس افضل شاہین کو اکثر اخبار جہاں میں پڑھتی ہوں اینڈ آپ کا نام اور FM 101 پر بھی سنا ہے شور وز چینل میں۔ اوکے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

عنزہ یونس جدہ ہڑ...... حافظ آباد۔ السلام علیکم! شہلا کیا حال ہے؟ اس دفعہ آنچل 23 تاریخ کو ملا سب سے پہلے "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھی یہ کیا اسٹوری کا اینڈ ہوگیا اور وہ بھی ہم پڑھ نہ پائے کیونکہ وقت الٹ پلٹ ہونے کی بناء پر اور ام مریم نے لکھنا چھوڑ دیا ہے یہ بن کر یقین ماننے میں سکتے میں آ گئی بھی دل اتنا دکھی ہوا تھا کہ بتا نہیں سکتی۔ میری گزارش ہے کہ آپ لکھنا نہ چھوڑیں پلیز کیونکہ ابھی تو میں نے آپ کی اسٹوریز پڑھی ہیں پلیز پلیز...... اس کے بعد "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی مگر یہ کیا ہم پڑھتے پڑھتے خود ہی ٹوٹ گئے۔ سمیرا ڈیئر پلیز انا کا دماغ ٹھیک کریں ورنہ سچی ہم پاگل ہو جائیں گے (لڑکیاں)۔ ولید کو بھی چاہیے کے انا کے گلے شکوے مٹائے پلیز رابعہ اور عباس کی شادی کروا دیں ویسے عادل سکون سے بیٹھے گی نہیں مگر پلیز جو بھی ہو جائے میری رابعہ بدنام نہ ہو آمین۔ کاشفہ کو تو اللہ پوچھے چیکو ولید بھائی کے ساتھ چپک ہی گئی ہے۔ ہائے اللہ جی مصطفیٰ اور شہوار بھائی راضی ہوگئے بھئی مزا آ گیا۔ قسم سے دل خوش ہوا پڑھ کے (ویسے اپنے مصطفیٰ بھائی کافی رومانٹک ہیں کیوں؟)

بہرحال تمام اسٹوری بہتر تھی۔ اس کے بعد "موم کی محبت" پڑھی ویسے شہلا ڈیئر آپ مانے نہ مانے میرے خیال میں عارض ہی وہ شخص ہے جس نے زیبا کو دھوکا دیا ہے۔ اس کے علاوہ "کروں سجدہ ایک خدا کو" اتنی بیسٹ اسٹوری تھی جس کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ سیدہ غزل زیدی آپ کو بہت مبارک ہو ایسی اسٹوریز آنچل میں ضرور ہونی چاہئیں یہ آنچل کو مزید وقار اور وسعت دیں گی ان شاء اللہ اور اس طرح کی اسٹوریز ایمان کو پختگی عطا کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ "دوسری ماں" افسانہ اچھا تھا۔ "عشق بے درد" اچھا ناولٹ تھا۔ "یہ سب تمہارا کرم ہے آقا" بہت ہی بہترین کہانی تھی قسم سے مزا آ گیا۔ "عہد نئے سال کا" افسانہ بھی اچھا تھا۔ "دل میں کچھ وا ہے تھے" افسانہ بھی بہترین تھا "چھوٹی سی بات" اور "سرپرائز" بھی اچھے افسانے تھے۔ بیاض دل، ہم سے پوچھیے، آئینہ، دوبدو، جواب آں، نیرنگ خیال، یادگار لمحے اور ڈش مقابلہ بھی بہت اچھے تھے پڑھ کے مزہ آ گیا۔ ام مریم ویل ڈن آپ نے بہت اچھی کہانی لکھی تھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور ہاں ملک وقوم کے لیے دعا ضرور کریے گا۔ اللہ اس مسلم ریاست کو قیامت تک قائم رکھے آمین والسلام۔

☆ گڑیا اگر کبھی ایسا کوپرچا آپ کو ملا کرے تو آپ نے جس دکان دار یا ہاکر سے لیا ہو ان کو دے کر تبدیل کرلیا کریں اور یہی بات سب بہنوں کے لیے بھی ہے۔

مصباح عرف مشی شبیر...... حافظ آباد۔ السلام علیکم! تمام لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو پیار بھرا سلام۔ آج میں نے ہمت کر کے قلم اٹھا ہی لیا۔ "کروں سجدہ ایک خدا کو" اس نے مجھے قلم اٹھانے کے لیے مجبور کیا ہے۔ یہ کہانی واقعی ہمارے لیے ایک سبق ہے اور پلیز آئندہ بھی اس طرح کی کہانیاں شائع کرتے رہیے گا اور باقی کہانیاں وہ بھی اچھی ہیں لیکن "مجھے ہے حکم اذاں" کا اینڈ شائع نہیں ہوا پلیز اس کو دوبارہ شائع کردیں اور اب اجازت چاہتی ہوں اللہ کرے کہ آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

☆ گڑیا حکم اذاں کا اینڈ تو شائع ہو گیا تھا نا فروری کے شمارے میں۔

سعیدہ کنول...... ستیانہ۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام اسٹاف کو پیار بھرا سلام۔ امید ہے آپ سب صحت وایمان کی بہترین حالت میں ہوں گی۔ اب آتے ہیں رسالے کی طرف فروری کا سارا شمارہ بہت زبردست ہے۔ مجھے اس کے سارے سلسلے وار ناول "موم کی محبت" "ٹوٹا ہوا تارا" "مجھے ہے حکم اذاں" سب بہت پسند ہیں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" کا اینڈ بہت اچھا لگا۔ "دوسری ماں" پڑھ کر دل اداس ہو گیا "کروں سجدہ ایک خدا کو" بہت زبردست لگا باقی سارا شمارہ بھی اچھا ہے اللہ حافظ والسلام۔

نادیہ یسین...... ساہیوال۔ آنچل اس دفعہ خلاف توقع 24 کو مل گیا سرورق دیکھتے ہی نعرہ لگایا پرفیکٹ۔ پہلے بات کرتی ہوں سلسلے وار ناول کی "موم کی محبت" کے کرداروں کی طرح ہم خود بھی الجھے ہوئے ہیں کہ کس کو کیا مشورہ دیں۔ صفدر کو کہیں کہ دل بڑا کرو مٹی ڈالو یا زیبا سے کہوں جو بہ زیادہ کا تا یا شرمین کو مشورہ دیں کہ بھئی بوبی بیسٹ ہے یا عارض۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" جہاں شہوار مصطفیٰ کے ملن نے خوش کیا دل باغ باغ ہوا اتنا کہ ہم چھت سے ٹکنے والے ہو گئے (بھئی خوشی کے مارے)۔ وہیں انا اور ولید سوسیڈ یقیناً انا انکار کی سوچے گی اب۔ ام مریم آپی ویل ڈن کیا اختتام کیا دل جھوم گیا آپ کے اس ناول سے کوئی ایک بھی ہدایت پا گیا تو جیسیں ایک بہت بڑی نیکی حصے میں آ گئی۔ سیدہ غزل نے بھی بہت اچھا اینڈ کیا ایک ایمان افروز روح کو گرما دینے والی تحریر کے لیے بہت بہت شکریہ۔ "عشق بے درد" فیضان جیسے دوستوں کے لیے ہی کہا گیا ہے کہ ایسے دوست کی محبت سے تنہائی بہتر پا آرش کو خود اچھے برے کی تمیز نہیں تھی؟ پاگل۔ صبا نور ویل ڈن یہ چھوٹی سی بات ہی عورتوں کا مان وغرور ہوتی ہے۔ افسانے ناولٹ بھی اچھے تھے چاروں ہٹ کھٹ۔ بہنوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ رابعہ اسلم کہتی ہیں جو ایسے شوہر ملے آپ کو۔ آئینہ میں فریحہ شبیر، ماریہ کنول کے تبصرے بہت اچھے لگے۔ عائشہ پرویز (کراچی) مان لیا عائش کہ آپ بہت معصوم ہیں (میری طرح ہاہاہا)۔

فیفہ جٹ...... 132 جنوبی۔ السلام علیکم! کیوٹ سی شہلا آپی اس دفعہ آنچل 2 کو مل گیا ماڈل اچھی لگ رہی تھی۔ سب سے پہلے "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھا مریم آپی بہت ہی مزے کا اینڈ کیا میری طرف سے مبارک باد پھر چھلانگ لگائی

"ٹوٹا ہوا تارا" شکر ہے شہوار کو عقل آ گئی اور یہ اب انا کو کیا ہو گیا ہے۔ آپی جی ولی اور انا کی اب جلدی جلدی شادی کر دیں۔ مجھے آپ کا ناول بہت پسند ہے۔ "کروں سجدہ ایک خدا کو" بہت پیاری اسٹوری ہے اینڈ پڑھ کر تو میرا دل کیا آپ کا منہ چوم لوں۔ "عشق بے درد" انجم خان آپ نے اسوہ کو کیوں مار دیا ارش کو اسوہ کے ساتھ اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا بہت دکھی کر دیا اس ناول نے تو۔ افسانے سارے ہی اچھے تھے فرحت اشرف شاہ زندگی جاناں چکوال شاہین آپی میں نے پوچھا تھا مجھ سے دوستی کریں گی اب یہ کیا کہ بندہ جواب دینا ہی بھول جائے۔ شاہین آپی میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو چاندی بھی دے آمین۔ مائرہ فریحہ صدف مدیحہ عاصمہ کو سلام۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم شہلا آپی! سب سے پہلے تو یہ کہ آنچل سارے کا سارا بیسٹ ہے مگر اس میں ہم سے پوچھنے کی جگہ اسلامی سوال و جواب پوچھے جائیں جن سے کہ ہماری معلومات میں اضافہ ہوگا اور ہم اپنی زندگی بہتر طریقے سے گزر سکیں گی۔ باقی اگر کسی کو ہماری بات یا مشورہ برا لگا ہو تو معاف کر دیجیے گا۔ اب آتے ہیں آپی سمیرا کے "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف آپی بس دل کرتا ہے کہ سیدھی شہوار کے گھر چلی جاؤں اور اس کی در مصطفیٰ بھائی کی نظر اتار کر ان کی ساری بلائیں اور انا اور ونید کے سارے دکھ کاشفہ کے گلے میں ڈال دوں تاکہ وہ سب سکون سے جی سکیں اور آپی پلیز زیادہ لکھا کریں اور ہاں اگلی بار میں چیک کروں گی کہ آپ ہماری بات کا کتنا مان رکھتی ہیں۔ باقی سب ہی سلسلے اچھے ہیں اور مریم آپی بہت بہت مبارک اب جلدی سے کسی اچھے سے ناول کے ساتھ انٹری دیں۔ مس یو آپی! ورنازی آپی آپ کہاں گم ہیں یار جلدی سے حاضری دیں اپنے نئے ناول کی ساتھ اور پلیز بہنوں کی عدالت سے ابھی نہ جائیں اچھا والسلام اللہ حافظ۔

☆ ثریا آپ کی تجاویز محفوظ کر لیں ہیں ان شاء اللہ کوشش کریں گے ان پر عمل کرنے کی۔

مصباح مسکان رئوف...... جہلم۔ محترمہ مدیرہ صاحبہ السلام علیکم! میں آنچل کی بہت پرانی قاری ہوں اور ہر ماہ باقاعدگی سے آنچل سے فیض یاب ہوتی ہوں خیر آنچل کے سب ہی سلسلے اچھے اور عمدہ ہیں۔ اشعار اور غزلیں زبردست جبکہ تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں تمام رائٹرز بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ اللہ آنچل کو مزید شہرت اور ترقی عطا فرمائے آمین۔ مزید عرض یہ ہے کہ مابدولت کو لکھنے کا بہت شوق ہے اور اسی شوق کے پیش نظر اپنی ایک کاوش آپ کو رسال کی ہے۔ دوسرے رسالے کا نام "آنچل سہیلی" ہونا چاہیے اور اس میں صرف ایک کسی مشہور رائٹر کی قسط وار کہانی جبکہ ہاں تمام نئی رائٹرز ہونی چاہیے تاکہ نئے لکھنے والوں کو بھی موقع ملے۔ امید ہے کہ تجویز پر غور کیا جائے گا اچھا اب اجازت چاہتی ہوں ان شاء اللہ سانسوں نے وفا کی تو پھر ضرور تشریف لائیں گے دعا ہے اللہ ہمارے ملک کو دشمنوں سے بچائے اور اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین اللہ نگہبان۔

☆ ڈیئر مصباح خوش آمدید!

اقراء لیاقت...... حافظ آباد۔ السلام علیکم! اس دفعہ آنچل 24 کو مل گیا (یہ الگ بات ہے کہ ملا نہیں بلکہ کسی سے چھینا گیا ہے) سب سے پہلے ام مریم کی کہانی "مجھے ہے حکم اذاں" پر چھلانگ لگائی۔ یہ کیا ہوا سکندر بھائی کی تھوڑی سی اسٹوری بتائی مگر اچھی تھی اس کے علاوہ فاطمہ کا تو دماغ اچھا بھلا خراب ہوا پڑا ہے۔ دیوا اور زینب کی شادی ہو گئی بہت اچھا مگر یہ کیا کہانی کا اختتام تو ملا ہی نہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کی انا صاحبہ پر تو مجھے بلا کا غصہ ہے عجیب ہی ہو گئی ہے پر اس میں ولید کی بھی غلطی ہے اسے چاہیے کہ انا کی غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کرے انہیں ملا دیں اور کاشفہ کو تو میرا جی کرتا ہے کہ ماؤنٹ ایورسٹ پر چڑھا کر دھکا دے دوں شہوار ویل ڈن۔ سمیرا آپی پلیز ان کو علیحدہ مت کیجیے گا۔ بات کریں "موم کی محبت" کی تو وہ واقعی ہی موم کی محبت ہی لگی بلکہ ہر دفعہ لگتی ہے۔ "کروں سجدہ ایک خدا کو" ویل ڈن سیدہ غزل زیدی آپ نے بہت ہی اچھا لکھا۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جس سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے آنچل کو ایسی کہانیاں ضرور شائع کرنی چاہیے تاکہ ہماری اصلاح ہو سکے اور آنچل کا معیار اور بلند ہو سکے۔ "عشق بے درد" بہت اچھی کہانی تھی واقعی میں عشق انتہائی دشوار مرحلہ ہے یا پھر اس سے بھی زیادہ۔ "دوسری ماں" افسانہ بھی بہت اچھا تھا جس میں ساس اور بہو کے لیے بہت بڑا سبق موجود ہے۔ "یہ سب تمہارا کرم ہے آقا" ایمان کو تازہ کر دینے والی کہانی ہے۔ اس کے علاوہ "سرپرائز" ستارہ سحر نے بھی لکھی اور عہد۔ نئے سال کا" بہت اچھی رہیں اور "وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں" واقعی ہی اس میں کشمیر اور کشمیریوں کی زندگی کا اصل مقصد واضح کر دیا گیا ہے جہاں ہر بچے کی

زندگی کا مقصد شہادت ہی ہے۔ ”دل میں کچھ وا ہے تھے“ بہت اچھا افسانہ اور ایک حقیقت تھی۔ واقعی ہی شک رشتوں کو کمزور کر دیتا ہے۔ نیرنگ خیال میں مدحت مصطفیٰ‘ بے بسی‘ تمنا اور ایک شام اچھی لگیں۔ یادگار لمحے میں عروہ یونس‘ سبط الرحمن‘ شگفتہ خان اور روبی علی نے اچھا لکھا۔ بیاض دل میں سائرہ حبیب‘ زاہد پروین اور عائشہ پرویز کے اشعار اچھے لگے۔ نازیہ آپی کے سوالوں کے جواب بہت اچھے تھے اس کے علاوہ سب سے غمگین بات یہ کہ میری فیورٹ ترین رائٹر ام مریم نے اپنے تحریری سفر کا اختتام کر دیا ہے یقین مانیں آپی جان کر بہت دکھ ہوا لیکن رب سے دعا ہے کہ آپ جہاں بھی رہیں خوش رہیں آنچل کو ایڈوانس میں سال گرہ بہت بہت مبارک ہو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ! السلام علیکم! اس بار بہت ہی جاذب نظر سرورق نے دل موہ لیا۔ نازیہ کنول نازی سے سوالات اور ان کے جوابات بہت ہی اچھے لگے‘ سلسلے وار ناولز اور مکمل ناولز‘ ناولٹ تو ہوتے ہی لاجواب ہیں۔ افسانوں میں ”چھوٹی سی بات‘ عہد نئے سال کا‘ دوسری ماں‘ ستارہ سحر بڑی ہی‘ پسند آئے۔ ارم کمال‘ ایس بتول شاہ‘ نجم انجم اعوان کے اشعار‘ بشریٰ نوید‘ باجوہ‘ سباس گل کی غزلیں‘ دعا ہاشمی‘ روبی علی کے یادگار لمحے‘ مدیحہ نورین ملک‘ سیدہ جیا عباس‘ عائشہ صدیقہ کے سوالات پسند آئے۔ ہماری دعا ہے کہ آنچل اور عروج حاصل کرے آمین۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد۔ السلام علیکم! آنی جان! آنچل کے تمام قارئین کو میری طرف سے سلام۔ ہمیشہ کی طرح اس ماہ کا آنچل بھی زبردست تھا‘ بڑے عرصے کے بعد پھر آنچل کی طرف آئی ہوں کیونکہ پچھلے کچھ ماہ بہت ہی مصروف گزرے مگر یہ کیا کہ آپ بھی بھول گئیں۔ ”کروں سجدہ ایک خدا کو“ یہ ایک نئی کاوش اچھی لگی اس کے علاوہ ”عشق بے درد“ پسند آئی۔ بیاض دل میں ارم کمال‘ ایس بتول شاہ اور سحرش خان کے انتخاب بیسٹ لگے۔ ڈش مقابلہ میں عربی مچھلی بہت مزے کی لگی۔ اس دعا کے ساتھ اجازت دیں کہ اللہ پاک آپ کو آنچل کی پوری ٹیم اور سارے لکھاریوں کو ہر آئے دن کامیابی عطا فرمائے آمین اللہ حافظ۔

طیبہ مریم...... تونسہ شریف۔ پیاری آپی کیا حال ہے؟ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں اس کے تمام سلسلے لاجواب ہیں مگر ”ٹوٹا ہوا تارا“ میرا موسٹ فیورٹ ناول ہے۔ مصطفیٰ اور شہوار کے ساتھ ساتھ ادا اور ولید کا کردار بہت اٹریکٹو ہے‘ لگتا ہے انا پرنام کا اثر ہے اس لیے ولید کو کچھ نہیں بتاتی۔ ”مجھے ہے حکم اذاں“ میں سکندر اور لاریب کو مزے سے پڑھتی تھی اس کا تو خیر اینڈ ہو گیا‘ مریم آپی سے گزارش ہے کہ بہت جلد نئے ناول کے ساتھ ہمارے حرے واپس لوٹا ئیں۔ ”موم کی محبت“ میں عارض‘ صفدر‘ زیبا‘ شرمین‘ بوبی‘ صبیح احمد سب الجھے الجھے ہمیں بھی الجھا دیتے ہیں۔ ”کروں سجدہ ایک خدا کو“ اس کا اینڈ اچھا لگا‘ باقی رسالہ بھی زبردست ہے۔

وثیقہ زہرہ...... سمندری۔ السلام علیکم آپی کیا حال ہیں میری طرف سے سب رائٹرز اور قاری بہنوں کو سلام۔ فروری کا آنچل 25 تاریخ کو مل گیا حسب معمول حمد و نعت سے فیض یاب ہوتے ہوئے ”مجھے ہے حکم اذاں“ کی طرف بڑھے۔ ام مریم نے بہت خوب صورتی سے کہانی کا اینڈ کیا جہاں رشتوں کا اتنے اچھے طریقے سے ملاپ ہوا وہی قرآن پاک سے بہت سی بہنوں کی اصلاح ہوئی۔ ہر کردار بہت خوب صورتی سے اختتام تک پہنچا۔ ام مریم کو بہت مبارک ہو اتنا اچھا ناول لکھنے پر۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ واہ جی واہ عادلہ اور کاشفہ کی ہمت کو داد دینی پڑے گی کس دیدہ دلیری سے دوسروں کا گھر خراب کر رہی ہیں۔ ”موم کی محبت“ بہت اچھا جا رہا ہے۔ ”کروں سجدہ ایک خدا کو“ بہت ہی پسند آیا‘ باقی ناولٹ اور افسانے بھی اچھے تھے

☆ اب اگلے ماہ تک رخصت اس دعا کے ساتھ کہ رب تعالیٰ ہمارے ارض وطن پاکستان کو شر پسند عناصر کے شر سے محفوظ رکھے اور ہم سب پر اپنا رحم و کرم نازل فرمائے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

عزہ یونس...... حافظ آباد

س: شمی آپی! آپ کو میرا آنا پھر آنا اور پھر آنا کیسا لگا؟

ج: بالکل ویسا ہی جیسا کہ..........

س: شمی آپی اگر میں سیاست میں آجاؤں تو آپ ووٹ کسے دیں گی مجھے یا......؟

ج: تمہارے میاں جی کو کیونکہ وہ بھی مظلوم عوام میں شامل ہیں۔

س: آپی مجھے آپ اور آپ کا شہر بہت پسند ہے کیا آپ میری دعوت کریں گی؟

ج: مکھن اچھا لگایا ہے مگر جما نہیں۔

س: ہائے اللہ جی شمی! قسم سے تسی بڑے سوہنے لگدے ہو آخر فیس پر کیا لگایا ہے؟

ج: تمہیں بتاؤں تاکہ تم بھی لگا کر میرے جیسی خوب صورت ہو جاؤ۔

ثانیہ مغل...... ملیانی، سرگودھا

س: آپی کیسی ہو سردی کیسی لگ رہی ہے؟

ج: ہیں کہاں کی سردی کیسی سردی یہاں تو گرمی آ گئی ہے۔

س: آپی! سردیوں کی سب سے بہترین انجوائے منٹ کیا ہے؟

ج: غالباً لوڈشیڈنگ سے نجات مگر اب وہ بھی نہیں......

س: آپی نئے سال کے لیے آپ کا کیا ارادہ ہے میرے بارے میں؟

ج: بس دعا ہے کہ تم سدھر جاؤ۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: شمائلہ جی! آنکھوں ہی آنکھوں میں کیا باتیں ہوتی ہیں؟

ج: آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے ہوتے ہیں۔

س: بس اک صنم چاہیے بھلا کس لیے؟

ج: گھر کے کام کروانے کے لیے۔

س: وہ ہمیشہ دل کو جلانے کا سبب ہی کیوں بنتے ہیں؟

ج: ضرور شوہر نامدار ہوں گے۔

س: شمائلہ جی! زندگی کی کتاب میں کون سا صفحہ سب سے دلچسپ ہے؟

ج: اول صفحہ۔

س: شعر کا جواب دیں۔

یادِ ماضی بھی اک عذاب ہے یارب
چھین لے تو مجھ سے حافظہ میرا

ج: ایسے شعر کی ٹانگ توڑی ہے کہ شاعر بھی عذاب میں ہوں گے۔

جاذبہ ضیافت عباسی...... دیول مری

س: ویسے سوچنے کی بات ہے سال میں صرف بارہ مہینے ہی کیوں ہوتے ہیں تیرہ، چودہ اور پندرہ مہینے کیوں نہیں ہوتے؟

ج: تم سوچو خوب سوچو اس دوران یہ بارہ مہینے بھی گزر جائیں گے۔

س: کہنا ہے ہم اپنے کالج کے بیسٹ ڈیبیٹر رہ چکے ہیں اور ڈیبیٹ کا اتنا شوق ہے کہ اکثر سوتے ہوئے رات کو اٹھ بیٹھ کر ڈیبیٹ شروع کر دیتے ہیں اور آنکھ تب کھلتی ہے جب اماں جان ہمارے لمبے بالوں کی چٹیاں کو زور سے کھینچتی ہیں ہم کیا کریں؟

ج: اپنے شوق کے لیے گنجی ہو جاؤ۔ نہ رہیں گے بال نہ پڑے گی مار۔

س: جب ہم خاموش ہو اداس بیٹھیں تو سب پوچھتے ہیں "خاموش کیوں بیٹھی ہو" اور جب ہم ہنستے بولتے پھرتے ہیں تو پھر بھی سب پوچھتے ہیں "اتنا چہک کیوں رہی ہو" اب آپ ہی بتائیں ہم کیا کریں؟

ج: تمہیں بھی تو مینا کماری اداس بلبل بننے کا شوق ہے ناں۔

س: جب ہم ہنستے ہیں تو بھی آنکھیں لبالب بھر آتی

ہیں اور جب اداسی میں روتے ہیں تو بھی..... اور جب کوئی اپنائیت اور پیار سے گلے لگاتا ہے تو بھی..... بھلا کیوں؟

ج: رونے اور رلانے کے علاوہ بہت کام ہو دنیا میں۔

شازیہ فاروق احمد..... خان بیلہ

س: شمائلہ جی کیسے مجھے یاد کیا یا نہیں؟

ج: آپ نے تو کبھی کہا ہی نہیں تھا کہ آپ کو یاد بھی کرنا ہے۔

س: شمائلہ جی ہاتھ جل جائے تو مرہم لگاتے ہیں دل جل جائے تو کیا کرتے ہیں؟

ج: جل ککڑ بن جاتے ہیں تمہاری طرح۔

س: تنہائی میں آنسو بہانے کو بہانہ کب بنایا جاتا ہے؟

ج: اب تنہائی کا میسر ہونا مشکل ہے لوڈ شیڈنگ بہت ہوتی ہے اس میں آنسو بہالو۔

س: شمائلہ جی سردی جا ہی نہیں رہی ان سردیوں کے موسم میں آپ نے حفاظتی اقدامات تو کرلیے تھے ناں؟

ج: ہم نے تو کرلیے تھے اپنا حال سناؤ بتیسی کہاں رکھ کر بھول گئی تھی۔

س: شمائلہ جی! پروین افضل شاہین صاحبہ مجھے مخاطب نہیں کررہیں آپ ان سے پوچھیے ناں کہ کیا وہ ناراض ہیں؟

ج: یہ سلسلہ ہے ہم سے پوچھیے ان سے آپ خود ہی پوچھیے۔

س: آپ خوب صورت ہوتی جارہی ہیں خوش اخلاق بھی وجہ کیا ہے؟

ج: اب ہر بات بتانے کی ہوتی نہیں نا.....

سحرش بٹ..... دینہ

س: آداب آنٹی جی! پہلی بار آئی ہوں جگہ ملے گی؟

ج: میز کے نیچے چلی جاؤ آنٹی جی.........

س: آنٹی جی مجھے دادی امی ہر وقت گھر کے کاموں کا کہتی رہتی ہیں کہ اگلے گھر جانا ہے مگر ہمارے گھر سے کوئی اگلا گھر ہے ہی نہیں۔

ج: یہ تو دادی کو بتاؤ کہ تمہیں اگلے گھر نہیں دراصل پچھلے گھر جانا ہے۔

س: آنٹی بلی اپنے بچوں کو ست گھر میں کیوں گھماتی ہے؟

ج: آٹھویں گھر میں بچے بڑے ہو جائیں اس لیے۔

نجم انجم..... کورنگی کراچی

س: محبت کے پھول سجا کر روانہ کررہی ہوں مسکرا کے قبول فرمائیں۔

ج: آپ کے پھول توڑا کیا۔ لمالڑا۔

س: اگر آپ کو آسمان کی حکومت مل جائے تو ستاروں سے کس کا نام لکھیں گی؟

ج: نجوم ستارہ و قمر کی باتیں اب پرانی ہوگئی ہیں جناب!

س: تین سالوں کے بعد پھر آ گئی ہوں آپ کا سر کھانے کے لیے لفٹ ملے گی یا یوں لوٹنا پڑے گا؟

ج: ہمارا سر کھانے کے لیے ہمارے سر پر کچھ بچا ہی نہیں ہے اب۔

خدیجہ نور..... کنڈیاں قصور

س: شمائل آپی آپ میرے سوالوں کے ایسے جواب دیتی ہیں کہ میری آنکھوں کے آگے تارے ڈانس کرنے لگتے ہیں اور دانت تو ایسے غائب ہوتے ہیں کہ جیسے بتیسی کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں اب ہی بھی کیا دشمنی ہے؟

ج: دن میں تارے دکھانا ہمارا کمال ہے اور آپ کی بتیسی کا غائب ہو جانا آپ کے میاں جی کا کمال ہے۔

س: آپی وہ جو ردی کی ٹوکری ہے وہ آپ کی خالہ لگتی ہے یا پھر آپ اس کی خالہ لگتی ہیں؟

ج: ہماری کچھ نہیں لگتی البتہ آپ کی ساس لگتی ہے جبھی آپ کی ڈاک کھا جاتی ہے۔

بنت پاکستان بشارہ..... بھکر

س: پہلی مرتبہ آپ کی محفل میں آرہی ہوں مجھے خوش آمدید کہیے کیونکہ یہ میرا حق بھی ہے اور آپ کا فرض بھی۔

ج: حقوق و فرائض کی بات مت کرو ورنہ تم ہی پھنس جاؤ گی۔

س: یہ چینی اتنی چپٹی کیوں ہوتی ہے؟

ج: یہ چین جا کر پتا کرو۔

لائبہ مہر..... جھنڈوالا

س: سبھی ڈاکٹر چشمہ کیوں پہنتے ہیں کیا سبھی کی نظر

کمزور ہوتی ہے؟

ج: ڈاکٹروں کی نہیں غالباً آپ کی نظر کا فتور ہے کہ ہر ڈاکٹر چشمے والا ملتا ہے۔

س: جسے بھی ہم دیکھ لیں پلٹ کر' اسی کو اپنا غلام کرلیں۔

ج: بس پھر انہیں پلٹ کر ضرور دیکھنا تاکہ وہ جورو کے غلام بن جائیں۔

س: بولی وڈ کی سب سے خوب صورت اداکارہ ایشوریا رائے ہے اور لولی وڈ کی؟

ج: تم بن جاؤ ابھی جگہ خالی ہے۔

ماریہ کنول ماہی ...... چک ورکاں

س: آپی میں جب بھی آئینہ دیکھتی ہوں تو ڈر جاتی ہوں کیونکہ اس میں آپ کا......؟

ج: عکس نہیں ہوتا بلکہ تمہارا اپنا عکس ہوتا ہے' ڈر تو لگے گا ہی۔

س: اچھاجی اجازت دیں' اچھی سی دعا اور نصیحت کے ساتھ۔

ج: سدا خوش رہو نصیحت' اپنے خرچے پر حج کر جیو۔

مہک خلیل ...... نامعلوم

س: ہاں جی بالکل ٹھیک پہچانا میں نئی ہوں؟

ج: نئی ہو یا کھٹی ہو سچ بتانا۔

س: ارے سارے میری اماں بلا رہی ہیں بائے بائے۔

ج: ان کو بتا کر نہیں آئی تھیں' چلو اب جوتے کھاؤ دس نمبر کے۔

رشک وفا ...... برنالی

س: ٹھک ٹھک ...... آپی پہلی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں' سلام قبول کیجیے۔

ج: وعلیکم السلام۔

س: موسم ہے بڑا قاتل کھو جائے گا نا...... کیا کھو جائے آپی؟

ج: آپ کے پلو سے بندھا گدھا۔

س: آپی! آپ کو ہر ماہ اتنے سوالات ملتے ہیں اتنے دلچسپ جوابات کہاں سے لاتی ہیں؟ کون سا کمپیوٹر فٹ ہے آپ کے دماغ میں؟

ج: قدرتی آپ کے سر میں تو بھوسا بھرا ہے ناں۔

س: بیوی کے لیے تو شوہر مجازی خدا اور شوہر کے لیے بیوی؟ ہوں ہوں بتایئے نا؟

ج: ساری زندگی کی سزا۔

س: آپی گرمیاں آنے والی ہیں پھر ٹینشن لوڈشیڈنگ کی؟

ج: تو اب بھی کون سا ٹینشن فری ہیں ہم' تم ہو ناں۔

پروین افضل شاہین ...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کی شکل دیکھتے ہی محلے کے بچے رونا کیوں شروع کر دیتے ہیں؟

ج: وہ ان کی چیزیں جو چھین کر کھا جاتے ہیں' تم کھانے کو جو نہیں دیتیں۔

س: اپنی خوب صورت سہیلیوں کو اپنے میاں جانی سے کیسے دور رکھوں؟

ج: سہیلیوں کے سامنے میاں کی جھوٹی تعریف کرنا چھوڑ دو۔

س: جب وہ ہنستے ہیں تو بھلا مجھے کیا شک ہونے لگتا ہے؟

ج: کسی اور کو دیکھ کر ہنس رہے ہوں گے ورنہ تم میں تو ایسی کوئی بات نہیں۔

شیریں گل ...... ٹمن

س: آپیا! اتنے دنوں بعد میرا آنا کیسا لگا؟

ج: ہوا کے تازہ جھونکے کی طرح۔

س: شمائلہ آپی ہمیشہ اپنے ہی کیوں نقصان دیتے ہیں؟

ج: لو بھئی تمہیں اتنا بھی نہیں پتا' غیر ہمیں جانتے جو نہیں۔

س: میرے جسم پر خنجر تو بہت لگے تھے
سر اٹھا کر دیکھا تو اپنے کھڑے تھے

ج: تھک گئے تمہاری فضول کی بکواس سن کر۔

س: آپی جی نیا پاکستان کب بنے گا؟
ج: پہلے اس کے قرض تو اتار دو تم پہلے ہی مقروض ہو۔
س: اچھی سی دعا دے کر رخصت کریں؟
ج: سدا مسکراتی رہو۔

عابد محمود...... ملکہ ہانس

س: ڈیئر شمائلہ آپی! کئی سالوں کے بعد آپ کی محفل میں حاضر ہوں امید ہے کسی کونے میں جگہ ضرور ملے گی؟
ج: چوہے کے بل میں گھس کر بیٹھ جاؤ ارے بُرا مان گئیں چلو میز کے نیچے بیٹھ جاؤ۔
س: آپی بعض حادثے چپ چاپ گزر جاتے ہیں مگر ان کی کسک بعد میں کیوں تڑپاتی ہے؟
ج: کون سے حادثے کی بات کر رہی ہو پہلے وہ بتاؤ۔
س: اپیا! آج کل خلوص و وفا کو بھی دولت کے ترازو میں تولا جاتا ہے؟
ج: عام ترازو ان کا وزن برداشت نہیں کر سکتا اس لیے۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

س: شمائلہ! لبوں پر گوند جو چپکائی تو سوالات کی بارش امنڈ پڑی بتاؤ کتنے سوال کروں؟
ج: سب کرو مگر اس طرح کے فضول سوال مت کرنا۔
س: میری زندگی میں آنے والی پانچویں شمائلہ ہیں آپ کیا خیال ہے رشتہ پکا؟
ج: پہلے چار سے فلرٹ کے بعد اب ہم پر لائن مارو گی اُف اللہ۔

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

س: آج پھر تم پہ پیار آیا ہے بے حد اور بے شمار آیا ہے..... لو ہم بھی آ گئے پھر آپ کے پاس۔
ج: ہمارے پاس آنے کی بجائے باتھ روم جا کر گانے کا شوق پورا کر لو۔
س: ہر ساس کو اپنی بہو اور ہر بہو کو اپنی ساس سے شکایت کیوں ہوتی ہے؟
ج: کیونکہ ساس بھی کبھی بہو تھی ضرور یہ دیکھا ہوگا تم نے بھی۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی جی میں نئی ہوں ویلکم کریں نئے سال میں (ہی ہی ہی)
ج: نئی نہیں آپ بہت پرانی ہو وہ بھی بہت۔
س: سورج ہوا مدھم چاند جلنے لگا میں ٹھہرا رہا زمین چلنے لگی آپی کیا یہ میرا پہلا پہلا پیار ہے؟
ج: کون پہلا پیار ہے یہ تو بتاؤ۔
س: لوگ ستارے چاند توڑ لانے کی بات کرتے ہیں سورج کیوں نہیں؟
ج: بہت گرم ہوتا ہے پھر کیسے لے کر آئیں گے ہاتھ اور منہ دونوں جل جائیں گے۔
س: آپی یہ امی سب بچوں کو چندا ماما کیوں کہتی ہیں سورج ماما کیوں نہیں؟
ج: کیونکہ ہر ماما کے سر پہ چاند ضرور ہوتا ہے ویسے تم اپنے بچوں کو یہ بھی پڑھا دینا۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

س: ہمیں اڑتی اڑتی خبر ملی تھی کہ آپ نے ہمیں یاد کیا ہے؟
ج: اس لیے کہتے ہیں کہ اڑتی خبر پر کان مت دھرا کرو۔
س: میں تو سمجھی تھی کہ آپ بھول گئی ہوں گی؟ یاد دلانا بھی مشکل ہوگا؟
ج: میں بادام کھاتی ہوں تمہاری طرح کنجوس نہیں۔
س: ویسے آپی بھولنے والوں کو یاد کیسے دلایا جائے؟
ج: کوئی تحفہ دے کر اور وہ بھی مہنگا والا۔

❀

بوھیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

سدرہ بتول پیر محل سے لکھتی ہیں کہ چہرے کے بالوں کو ختم کرنے کے لیے آپ کا APHRODITE استعمال کیا تھا کافی حد تک بال ختم ہوگئے ہیں باقی بالوں کو ختم کرنے کے لیے مزید استعمال کرنا چاہتی ہوں اس کے علاوہ میرے کانوں کا مسئلہ ہے۔ بہت کم سنائی دیتا ہے اس کا بھی کوئی علاج بتادیں۔

محترمہ آپ کان کا مسئلہ کان کے ڈاکٹر کو دکھائیں ایفروڈائٹ استعمال کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں جب تک مکمل طور پر بال نکلنے بند نہ ہوجائیں ایفروڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں۔

عمران خان گوجراں سے لکھتے ہیں کہ اچھی خوراک کے باوجود میں بہت کمزور اور دبلا پتلا ہوں کوئی خوراک میرے جسم کو نہیں لگتی میرے مسئلے کا بھی کوئی حل بتائیں۔

محترم آپ ALFALFA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ جوابی لفافہ بھیج کر ضائع نہ کریں براہ راست جواب نہیں دیے جاتے۔

ایم ایچ گوجر خان سے لکھتے ہیں کہ 5 ماہ سے میرا پیشاب بند ہے نلکی لگی ہوئی ہے ڈاکٹر آپریشن بتاتے ہیں کیا ہومیوپیتھی میں اس کا کوئی علاج ہے۔

محترم آپ SABAL SERULTTA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پیا کریں۔

ساریہ علی فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ آپریشن سے بچے کی پیدائش کے بعد میرا پیٹ بڑھ گیا ہے کوئی ایسی دوا لکھیں کہ میرا پیٹ کچھ تو کم ہوجائے دوسرے میری بہن کا قد چھوٹا ہے عمر 18 سال ہے اس کے لیے بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR-6X کی 4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور بہن کو قد بڑھانے کے لیے CALC PHOS-6X کی 4،4 گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور BHARIUM-CARB-200 کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

غلام مرید فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر کوئی مؤثر علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سکینہ بی بی فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے بند نزلے کی شکایت ہے جو سردی کا موسم شروع ہوتے ہی ہوجاتا ہے اور میرے سر کے بال بھی سفید ہورہے ہیں۔

محترمہ AMMON CARB-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اس کے علاوہ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال سفید ہونا اور گرنا بند ہوں گے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

صبا مرزا فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ 20 سال سے مجھے کانوں کا مرض لاحق ہے دونوں کان بہتے ہیں اور سوراخ ہوگئے ہیں۔

محترمہ آپ TELLORIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پیا کریں۔

میرا ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں APHRODITE کا استعمال کیا ہے بالوں کو جلدی ختم کرنے کے لیے اس کے ساتھ کوئی

دوا بھی بتائیں۔

محترمہ آپ OLIUM JAC-3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں ایفروڈائٹ کا استعمال بھی جاری رکھیں۔

محمد عمر شیخوپورہ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔ دوسرے میرے دوست کا مسئلہ ہے کہ اچھی خوراک کھانے کے باوجود صحت نہیں بنتی۔ جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔

محترم آپ ACID PHOS-3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نوشین مشتاق لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میرے بال گھنے ہیں مگر لمبے نہیں ہوتے کیا HAIR GROWER کے استعمال سے میرے بال لمبے ہوجائیں گے مجھے کتنی بوتلیں استعمال کرنا پڑیں گی ہیئر گروور منگوانے کا طریقہ بھی بتائیں۔

محترمہ آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا تین چار بوتل کے استعمال سے آپ کے بال لمبے بھی ہوجائیں گے۔

حمیرا کیانی آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے ہیں جو داغ چھوڑ جاتے ہیں اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

صبا طاہر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت تیزی سے گررہے ہیں اور چھوٹے پتلے کمزور ہیں۔ دوسرا میری بہن کا مسئلہ پیشاب بار بار آنے کا ہے۔ کوئی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ بہن کو CAUSTICUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں اور آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ تین چار بوتل کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

حامد چوہدری لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور ہیئر گروور کی مزید تین چار بوتلیں استعمال کریں۔

سلاویہ خان ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری کمر میں درد رہتا ہے، پٹھوں میں شدید کھنچاؤ رہتا ہے کافی علاج کروائے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا برائے مہربانی اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ RHUSTOX-3X کے 5,5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسز ایس علی سومرو حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ نے بہت سی بیماریوں کا لکھا ہے آپ کلینک پر تشریف لائیں یا کسی مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع فرمائیں۔

عائشہ شہناز فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے بار بار پیشاب آنے کی بیماری ہے میں بہت پریشان رہتی ہوں دوسرا میری امی کو دوراے کی بیماری ہے اس کا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALISTICUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں آپ کی امی کی بیماری سمجھ نہیں آئی ان کی مکمل کیفیت لکھیں یا کسی مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع فرمائیں۔

بشریٰ عطاء اللہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں اور رنگ بھی سانولا ہے کوئی ایسا علاج بتائیں کہ رنگ صاف اور چہرہ شفاف ہوجائے۔

محترمہ آپ BARBARIS AQUIF (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور JODUM-1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر 15 دن میں ایک بار پی لیں۔

عاصمہ اقبال، سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BARBARIS AQI F-(Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور JODUM-1M کے 5 قطرے ہر 15 دن میں ایک بار پیا کریں۔

سماریہ ناز کھاریاں سے لکھتی ہیں کہ آپ میرے لیے کوئی دوا تجویز کریں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ نے جو لمبی کہانی لکھی ہے اس میں کسی مرض یا تکلیف کا کوئی ذکر نہیں ہے صرف فون پر باتیں کرنے سے کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی اس لیے آپ بے فکر رہیں یا کوئی اور معاملہ ہے تو صاف صاف بتائیں صبح 10 تا 1 یا شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 پر رابطہ فرمائیں۔

ارسہ عرفان عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میری بھانجی کی عمر 17 سال ہے قد چھوٹا ہے اس کی دوا بتا دیں۔

محترمہ بھانجی کو آپ CALC PHOS-6X کی 4،4 گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور BHARIUM CARB-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پلائیں۔

شہزاد حمزہ شیخو پورہ سے لکھتے ہیں کہ میری بہن کے چہرے اور تھوڑی کے نیچے مردوں کی طرح موٹے موٹے بال نکلتے ہیں میری بہن کی شادی 4 ماہ بعد ہے پلیز اس کی دوا بتا دیں۔

محترم آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں۔ اپنا پتا وہ لکھیں جس پر آپ کو آسانی سے ڈاک مل جائے۔ APHRODITIE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس پر لکھی ہوئی ترکیب کے استعمال سے ان شاء اللہ بال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے آپ کو چار پانچ بوتل استعمال کرنا ہوں گی۔

خالد عمران جھنگ سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج تجویز کریں۔

محترم آپ STAPHISGARIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ، پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

آمنہ حامد خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میری امی کا پیٹ بہت بڑھ گیا ہے دوسرا میری بھانجی کا مسئلہ ہے اس کی عمر 12 سال ہے وہ اپنی عمر سے زیادہ لگتی ہے اور بہت موٹی ہے۔ کوئی ایسی دوا تجویز فرمادیں جس سے وہ اسمارٹ ہو جائے تیسرا مسئلہ میرا اپنا ہے میری عمر 25 سال ہے میرا ایک بیٹا بھی ہے دو سال کا میری چھاتی میں گلٹی بن گئی تھی جو بہت سخت تھی اور درد بہت ہوتا تھا آپ کی دوا کے استعمال سے اب ٹھیک ہوگئی ہے مگر بریسٹ کافی حد تک لٹک گئے ہیں اور تقریباً سارا جسم ہی بے ڈول ہو گیا ہے اور میرے سر کے بال بھی بہت تیزی سے گر رہے ہیں کیا میں BREAST BEAUTY استعمال کر سکتی ہوں اور HAIRGROWER۔

محترمہ آپ CALC FLOUR-6X کی 4،4 گولی تین وقت روزانہ کھلائیں۔ PHYTOLACCA BARRY (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں آپ مبلغ 1250 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں بریسٹ بیوٹی اور ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے آپ کے دونوں مسئلے حل ہو جائیں گے۔

محمد عمران بھکر سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔ جس طرح آپ دکھی انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔

محترم آپ STAPHISGARIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

منیر احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ مجھے کئی ایسی بیماریاں ہیں جو علاج کرانے کے باوجود ختم نہیں ہو رہی ہیں بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہا ہوں آپ میرے مسائل کا حل بتائیں۔

محترم آپ صبح 10 تا ایک بجے یا شام 6 تا 9 بجے اپنی تمام رپورٹس کے ساتھ کلینک پر تشریف لائیں اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔

نسیم بیگم ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے پیشاب میں شدید جلن ہوتی ہے بہت سے علاج کرائے وقتی طور پر کمی آتی ہے کیا میرا بھی کوئی علاج ہے؟

محترمہ آپ CANTHRIS-3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں گرم اشیا سے پرہیز کریں ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

ڈاکٹر ذکیہ خان لاہور سے لکھتی ہیں کہ ایک مریض کی مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں جو دوائیں استعمال کرائی ہیں وہ بھی لکھ رہی ہوں آپ اپنے تجربے کی روشنی میں کوئی مناسب دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ مریضہ کو LEDUM PAL-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ممتاز بیگم کراچی سے لکھتی ہیں کہ میں ہومیو پیتھی کالج میں تھرڈ ایئر کی طالبہ ہوں مجھے پریکٹس کرنے کے لیے اچھے ہومیو پیتھی ڈاکٹرز کی ضرورت ہے جو ہومیو پیتھی میں سنگل ریمڈی استعمال کرتے ہوں۔

محترمہ آپ میرے کلینک پر تشریف لا سکتی ہیں میرے کلینک پر ہومیو پیتھی فلاسفی کے خلاف کوئی دوا نہیں ملے گی میرے کلینک پر جو بھی ڈاکٹرز سیکھنے آتے تھے سنگل ریمڈی کی کامیاب پریکٹس کر رہے ہیں۔

عبدالکریم ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب کی تکلیف ہے پیشاب کرنے کے باوجود قطرے گرتے رہتے ہیں ڈاکٹر آپریشن تجویز کرتے ہیں کیا ہومیو پیتھی میں اس کا کوئی مناسب علاج دوا کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

محترم آپ CONIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عالیہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے یوٹرس میں رسولی ہے ڈاکٹر یوٹرس نکالنے کا مشورہ دیتے ہیں میں غیر شادی شدہ ہوں آپریشن نہیں کرانا چاہتی آپ کو بڑی امید سے خط لکھ رہی ہوں کہ آپ میرا مسئلہ حل کریں گے۔

محترمہ آپ AUR MUR NAT-6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

صدف راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ مجھے سیلان کا پرانا مرض ہے اس کے ساتھ کمر میں شدید درد رہتا ہے میں کوئی محنت کا کام نہیں کر سکتی میرے لیے بھی کوئی مناسب علاج تجویز کریں تاکہ میں بھی صحت مند ہو سکوں

محترمہ آپ OVATESTA-3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

یوسف حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ CALCCARB-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

سردی اور الرجی

سردی عروج پر ہے بلکہ پاکستان کے کئی شہروں میں تو شدید سردی ہے۔ پاکستان پر قدرت کی یہ خاص عنایت ہے کہ اس کے مختلف حصوں میں ایک ہی وقت میں کئی طرح کے الگ الگ موسم ہوتے ہیں۔ جون جولائی میں اگر اندرون سندھ اور بلوچستان کے کچھ حصوں میں شدید گرمی پڑتی ہے تو کراچی میں موسم کافی حد تک معتدل ہوتا ہے جبکہ پہاڑی علاقوں میں اچھی خاصی خنکی ہوتی ہے اور جن کے پاس وسائل ہوتے ہیں وہ "سیزن" گزارنے ان علاقوں کا رخ کرتے ہیں اسی طرح جب پہاڑی علاقوں پنجاب اور کوئٹہ وغیرہ میں شدید سردی پڑ رہی ہوتی ہے تو کراچی میں سردی قابل برداشت ہوتی ہے۔ بس کبھی کبھی کوئٹہ کی سرد اور خشک ہوائیں کراچی کا رخ کر لیتی ہیں تو ٹھنڈ بڑھ جاتی ہے اسی لیے کراچی کے شہری سے مانگے کی سردی کہتے ہیں جو اسے کوئٹہ سے ملتی ہے اور موسم سرما کے دوران وقفے وقفے سے دو تین دن کے لیے آتی رہتی ہے۔

بہت سے لوگ بڑے اشتیاق سے موسم سرما کا انتظار کرتے ہیں لیکن بہت سے لوگوں کے لیے سردیوں کی آمد کچھ زیادہ خوش گوار نہیں ہوتی اور ان میں صرف سانس اور جوڑوں کے درد کے مریض ہی شامل ہوتے ہیں جن کے امراض موسم سرما میں عام دنوں کی نسبت ذرا شدت اختیار کر لیتے ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں پر موسم سرما کے کچھ ناخوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اس میں شک نہیں کہ لوگوں کی اکثریت کے لیے موسم سرما صحت کے کچھ مسائل لے کر آتا ہے جن میں کئی طرح کی الرجی سرفہرست ہے لیکن اگر آپ کچھ ضروری باتیں اور تدابیر ذہن میں رکھیں تو ان پریشانیوں اور تکالیف سے بچ سکتے ہیں۔

طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ سرد اور خشک موسم میں انسانی صحت میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بارش ہونے سے ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہ مبارک باد دینے کے انداز میں خوشی خوشی ایک دوسرے سے کہتے ہیں "لو بھئی خشک سردی پڑ رہی تھی لوگ بیمار ہو رہے تھے بارش ہو گئی اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

حقیقت یہ ہے کہ "خشک سردی" کی وجہ سے لوگوں کو جن مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ بارش کے بعد وہ ختم نہیں ہو جاتے صرف ان کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے سردی خواہ خشک ہو یا تر...... بہرحال کمزور لوگ کسی نہ کسی زاویے سے اس کی لپیٹ میں ضرور آتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو سردی کا سامنا کرتے ہی کسی نہ کسی قسم کی الرجی لاحق ہو جاتی ہے کوئی الرجی دمے کی صورت اختیار کر لیتی ہے کوئی موسمی بخار کی اور کسی الرجی کے نتیجے میں جلد پر سرخ سرخ دھبے نمودار ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ فلو ہونا یا ناک کی جھلی میں سوزش پیدا ہو جانا بھی سردیوں کی عام الرجیز ہیں۔

بند کمروں میں زیادہ وقت گزارنے والے لوگ بھی کسی نہ کسی قسم کی الرجی کا جلد شکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ گھر کی محفوظ فضا میں رہنے کے زیادہ عادی ہو جاتے ہیں جب وہ گھر سے نکلتے ہیں تو انہیں مختلف نوعیت کی الرجی پیدا کرنے والی چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً ٹریفک کا دھواں، گرد و غبار، شور اور ہوا میں اڑتے ہوئے مختلف چیزوں کے نادیدہ ذرات تاہم بند کمروں میں رہنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ الرجیز یا بیماریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں بند کمروں میں تازہ ہوا اور آکسیجن کی کمی سے بھی آپ صحت کے بعض مسائل کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اگر بند گھر میں آپ ایئر کنڈیشنگ پر انحصار کرتے ہیں تب بھی آپ پر کئی طرح کی الرجیز اور بیماریوں کے حملہ آور ہونے کا خطرہ موجود رہتا ہے۔ کیونکہ کئی طرح کے جراثیم ایئر کنڈیشنرز یا ایئر کنڈیشننگ کے مرکزی نظام کے مختلف حصوں میں گھر کر لیتے ہیں۔ خاص طور پر جن گھروں میں پالتو جانور موجود ہوں یا جن کے گرد و پیش کا ماحول غیر صحت مندانہ ہو، وہاں ایئر کنڈیشنرز میں مختلف اقسام کے جراثیم کی موجودگی کا امکان زیادہ ہوتا ہے اگر والدین میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کی الرجی موجود رہی ہو تو اولاد میں بھی اس الرجی کی موجودگی کا ۳۰ فیصد امکان ہوتا ہے اگر الرجی والد یا والدہ دونوں میں موجود ہو تو پھر اولاد میں اس کی موجودگی کا امکان ۴۰ فیصد سے کافی زیادہ ہو جاتا ہے تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان صرف موروثی طور پر ہی الرجیز کا

شکار ہو کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کی الرجی کا شکار ہو سکتا ہے۔

سردیوں میں بہت سے لوگ آپ کو چھینکتے کھانستے یا ناک سے شوں شوں کی آوازیں نکالتے دکھائی دیتے ہوں گے بہت سے لوگوں کی ناک سردیوں میں اکثر بند رہتی ہے اور بعض لوگوں کی آنکھوں سے اکثر پانی بہنے لگتا ہے ضروری نہیں ہے کہ یہ کیفیات صرف وائرل انفیکشن کی وجہ سے ہوں اس کی وجہ موسمی تبدیلیاں بھی ہو سکتی ہیں عین ممکن ہے آپ نے کافی عرصے سے کہیں پیک کر کے رکھے ہوئے سردیوں کے کپڑے نکال کر پہنے ہوں تو ان سے بھی آپ کو الرجی ہو گئی ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ سردیوں کی آمد سے پہلے سردیوں کے کپڑوں، کمبلوں اور لحافوں وغیرہ کو دھوپ لگوائی جاتی ہے یہ ایک بہت پرانا رواج ہے لیکن درحقیقت یہ نہایت سائنٹیفک طریقہ کار ہے ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ دیر کے لیے دھوپ لگوانے کے بعد نہ صرف ان میں سے مخصوص مہک ختم ہو جاتی ہے بلکہ اس بات کا اندیشہ بھی کم ہو جاتا ہے کہ ان کی وجہ سے آپ کو کسی قسم کی الرجی لاحق ہو گی۔

اگر آپ موسم سرما میں یا کسی بھی مخصوص موسم میں کسی بھی قسم کے مخصوص عارضے میں مبتلا ہوتے ہیں تو زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ آپ کسی قسم کی الرجی کا شکار ہیں اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ جلد از جلد آپ کسی ڈاکٹر سے رجوع کریں تاکہ وہ تعین کر سکے کہ آپ کو کس چیز سے الرجی ہے۔ اس کے بعد اس کا علاج قطعی مشکل نہیں ہوگا۔

ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ اس قسم کے مسائل میں خود ہی اپنے ڈاکٹر بن جاتے ہیں اور آسانی سے مل جانے والی چھوٹی موٹی دوائیں استعمال کر لیتے ہیں جن سے وقتی طور پر افاقہ ہو جاتا ہے لیکن درحقیقت علامات دب جاتی ہیں اور مسئلہ وہیں کا وہیں رہتا ہے۔

اگر آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں گے تو وہ الرجی کے سلسلے میں سب سے پہلے آپ کا ایک سادہ سا ٹیسٹ لے گا جسے Patch Test کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ اس چیز تک پہنچ جائے گا جس سے آپ کو الرجی ہے اس کے بعد اگر اس سلسلے میں کوئی دوا موجود ہو گی تو وہ تجویز کرے گا ورنہ آپ کو اس چیز سے خود کو بچانے کا کوئی طریقہ کار وضع

کرتا ہوگا جس سے آپ الرجک ہیں۔ دونوں صورتوں میں بہرحال آپ کے مستقبل طور پر اس بیماری یا عارضے سے چھٹکارا پانے کی امید کی جاتی ہے جو آپ کو کچھ مخصوص دنوں میں آن گھیرتا ہے۔ مختلف قسم کی الرجیز کے لیے بہت سی دعائیں موجود ہیں جو ان چیزوں کا راستہ روکتی ہیں یا انہیں بے اثر بناتی ہیں جو آپ کے جسمانی نظام میں الرجی کو بیدار کرتی ہیں۔

الرجی کی بعض دوائیں انجکشن کی صورت میں بھی دی جاتی ہیں کسی کیس میں صرف ایک انجکشن ہی کافی ہوتا ہے جو درحقیقت آپ کے جسم میں دفاعی نظام کو مضبوط بناتا ہے اس طریقہ علاج کو Immunotherapy کہا جاتا ہے لیکن یہ طریقہ علاج عام طور پر شدید قسم کی الرجی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ہلکی اور معمولی الرجی میں پرہیز علاج سے بہتر رہتا ہے یعنی جب آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کو فلاں چیز سے الرجی ہے تو آپ اس سے پرہیز کریں اس سے بچیں زیادہ تر لوگوں کو دھوئیں، گرد و غبار، ٹھنڈی ہوا فضا میں اڑتے ہوئے بعض مخصوص چیزوں کے ذرات یا کھانے پینے کی کچھ چیزوں سے الرجی ہوتی ہے ان سے بچنا یا پرہیز کرنا زیادہ مشکل نہیں بشرطیکہ یہ تعین ہو جائے کہ آپ کو کس چیز سے الرجی ہے۔

بند کمروں اور دفتروں میں موجود نادیدہ مگر الرجی پیدا کرنے والے عناصر سے بچنے کے لیے دن میں کم از کم ۱۵ منٹ کے لیے ضرور کھڑکیاں کھول کر تازہ ہوا کو پورے گھر یا دفتر میں گزرنے کا موقع دینا چاہیے۔ اس سے الرجی کے خطرات کم ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ آفس بلڈنگ یا گھر کے ایئر کنڈیشنز کی مناسب وقفے سے صحیح طور پر صفائی وغیرہ کراتے رہنا بھی ضروری ہے۔ خاص طور پر ان حصوں کی جن میں جراثیم کے گھر کر لینے کا امکان زیادہ ہوتا ہے الرجی کسی بھی قسم کی ہو اسے شکست دینا یا ڈاکٹر کی مدد سے اس کے خلاف اپنا بچاؤ کرنا قطعی مشکل نہیں بشرطیکہ اس کا صحیح سراغ لگایا جائے اس طرح آپ صرف موسم سرما سے ہی نہیں بلکہ ہر موسم سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

ماہ رخ بتول...... سرگودھا